سیریل نمبر:00021-5-24   مؤرخہ:۰۱ مئی، ۲۰۲۴

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اَلدُّرَرُالۡجَمِيۡلَه فِی جَوَازِالۡوَسِيۡلَه

نحمدہ و نصلّی و نسلم علی رسولہ الکریم و علی اٰلہٖ و اصحابہ اجمعین

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے حقانی اس مسئلہ کے متعلق کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کو وسیلہ بنانا جائز ہے یا ناجائز؟ اسی طرح ان سے مدد مانگنا جائز ہے یا ناجائز؟ دونوں مسئلوں کی وضاحت فرمائیں۔ جزاک اللہ فی الدّارین۔

الجواب بعون الملک الغفّار و بحرمت سیّد الابرار:

انبیاء اور اولیاء اللہ کو وسیلہ بنانا اور ان سے مدد مانگنا جائز ہے:

قال شیخ الاسلام محمّد غزالی رحمۃ اللہ علیہ: "وقال احمد ابن رزوق شارح کتاب الحکمۃ وھو من الفقھاء العظام و علماء الصّوفیہ من دیار المغرب، قال الشیخ ابو العباس الحضرمی یوما ھل امداد الحی اقوی ام امداد المیّت؟ قلت انھم یقولون امداد الحی اقوی و انا اقول المیّت اقوی فقال نعم انہ فی بساط الحق و النقل فی ذالک کثیر من ھذہ الطائفۃ ولم یعرف فی الکتاب و السُنۃ و اقوال السلف ماینا فی ذالک کیف و قد ثبت فی الدّین ان الروح باقیۃ ولھا علم و شعور بالزائرین۔ سیما الارواح الکمل قرب و مکان من جانب الحق تعالیٰ کما کان فی الحیاۃ و اتم من ذالک و انما اطبنا الکلام فی ھذہ المقام رغم انف المنکرین فانہ قد حدث فی زماننا شرزمۃ ینکرون الاستمداد من اولیاء الذین نقلوا من ھذہ الدار الفانیۃ الذین احیاء عند ربّھم و لکن لا یشعرون الخ۔

ترجمہ: حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "جس شخص سے اس کی زندگی میں مدد مانگ سکتے ہو بعد الوفات بھی مانگ سکتے ہو، احمد بن رزوق شارح کتاب الحکمت، جو اعظم فقہاء اور ملک مغرب کے صوفیاء میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہا ایک دن شیخ ابو العباس الحضرمی نے پوچھا کہ

زندوں کی امداد قوی ہے یا مردوں کی؟ میں نے کہا باقی لوگ تو زندوں کی امداد کو قوی مانتے ہیں اور میں کہتا ہوں کہ مردے کی امداد قوی ہے، انہوں نے فرمایا کہ بیشک میّت سے دنیوی علائق (تعلق) منقطع ہو گئے اور قربِ الٰہی کے مقام تک پہنچے ہوئے ہیں اور اس میں ان طائفہ سے بہت سی نقلیں موجود ہیں اور کتاب و سنت اور اقوال سلف میں اس کے خلاف نہیں ہے کیونکہ دینی کتابوں سے یہ ثابت ہے کہ ارواح باقی ہیں اور ان کو اپنے زائرین کا علم و شعور حاصل ہے اور خصوصاً کاملین کی ارواح جن کو اللہ تعالیٰ کے حضور دنیاوی زندگی سے زیادہ قرب اور مرتبہ حاصل ہے اور اسی وجہ سے ان کی امداد بھی قوی ہے۔ صاحبِ مرقاۃ فرماتے ہیں کہ استمداد کے مسئلہ میں زیادہ بحث اس لئے کی کہ موجودہ دور میں ایک ایسی جماعت پیدا ہو گئی ہے جو کراماتِ اولیاء اللہ بعد الموت کے منکر ہیں، حالانکہ اولیاء اللہ عند اللہ زندہ ہیں لیکن یہ لوگ شعور نہیں رکھتے۔[1]

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ دہلوی حجۃ البالغہ میں فرماتے ہیں: اولیاء کرام جب فوت ہوتے ہیں تو دنیاوی علائق ان سے منقطع ہو جاتے ہیں اور اپنے اصل یعنی عالمِ ارواح کی طرف رجوع کر لیتے ہیں، یہ لوگ ملائکہ کے اتنے قریب ہو جاتے ہیں گویا ملائکہ ہو جاتے ہیں، ان کو بھی ملائکہ کی طرح الہام ہوتا ہے اور ملائکہ جو کام کر سکتے ہیں ویسے یہ بھی کر سکتے ہیں، اعلاء کلمۃ اللہ میں مشغول ہوتے ہیں اور کافروں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی امداد کرتے ہیں۔

---

[1] (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۱۴۶، اعلام المؤمنین علی الحق المبین للعلّامہ احمد شاہ اخون کلے سوات، البصائر ص ۴۲، للعلامہ حمد اللہ جان دیوبندی مردان، اشعۃ اللمعات ص ۷۶۲، اثبات الاغراض ص ۸۳، للعلّامہ شائستہ گل رحمہ اللہ تعالیٰ، الرسائل الستہ فی مسائل الستہ ص ۴۸، للعلّامہ عبد المتین دیوبندی، سیف القدیر للعلامہ عبد الحنان کاٹلنگ مردان، تحفۃ المؤمنین للعلّامہ سید احمد علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ، تحفۃ الاحباب ص ۱۵۶، الذخائر للعلامہ کفایت اللہ ڈاگئی مردان، نور العقائد، نور الایمان بزیارت اثار حبیب الرحمٰن ص ۲، للعلامہ احمد اللہ بدخشانی دیوبندی، جاء الحق ص ۱۹۷ للعلامہ احمد یار خان رحمہ اللہ تعالیٰ، حاشیہ مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۵۴، حاشیہ ابو داؤد ج ۲ ص ۱۰۵، قطب الارشاد ص ۳۹۵)

علامہ ابن قیّم کتاب الروح ص ١٦٦ میں لکھتے ہیں:

واما بعد مفارقة البدن شان أخر وقد تواتر الزوایات من اضاف بنی أدم علی افعل الارواح بعد موتھا ما لا یقدر علی مثله حال اتصالھا بالبدن من ھزیمة الجیوش کما روی نبی اللہ ﷺ فی النوم و معه ابوبکر و عمر رضی اللہ عنھما وقد ھزمت ارواحھم عساکر الکفر والظلم۔

ترجمہ: اولیاء کی ارواح کو مفارقتِ بدن کے اور ایک عظیم شان حاصل ہوتی ہیں تواتر سے ایسی بہت سی روایات موجود ہیں کہ اولیائے کرام کے ارواح بدن سے جدا ہونے کے بعد وہ کام کرتے ہیں جس پر دنیاوی زندگی میں قدرت نہیں رکھتے، جیسے کہ لشکروں کو شکست دینا، اور بہت دفعہ حضور ﷺ، حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ خواب میں دیکھے گئے کہ کافروں کے لشکر کو شکست دی۔"

مشارۃ الانوار میں ہے:

الولی بعد موتہٖ اشد کرامة منه فی الحال الحیاته لانقطاع تعلقه بالمخلوق و تجدد روحه للخالق فیکرمه اللہ تعالیٰ۔ بقضاء حاجته المتوسلین الخ۔ شواھد الحق ص ٦٩ تنویر الایمان فی اتباع مذھب النعمان ص ١٢ المسائل المنتخبه للعلامه حبیب الحق پرمولی دیوبندی۔

ترجمہ: اولیائے کرام کی کرامت بعد الوفات دنیاوی زندگی سے کئی درجہ زیادہ ہوتی ہے کیونکہ دینا میں ان کا تعلق مخلوق کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور بعد الوفات ان کا تعلق صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کا مرتبہ زیادہ فرماتا ہے، ان کے وسیلہ سے جو حاجات مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ پورا فرماتا ہے۔[1]

---

[1] (مشارۃ الانوار ص ١٠٥)

مولانا حمد اللہ دیوبندی البصائر ص ۴۲ میں لکھتے ہیں:

قال الامام الشافعی رحمۃ اللہ علیہ قبرِ موسیٰ کاظم تریاق مجرب لاجابتہ الدعاء۔

ترجمہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک اجاباتِ دعا کے لئے تریاق و مجرّب ہے۔[1]

پہلے ذکر ہوا کہ جن سے زندگی میں مدد مانگ سکتے ہیں، بعد الوفات بھی مدد مانگ سکتے ہیں تو ان دو اقوال سے مردوں سے مدد مانگنا جائز ہے، زندہ استمداد کرے گا اور مردہ امداد کرے گا۔

جیسا کہ یہ حدیث مبارک ہے:

اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اھل القبور۔

ترجمہ: جب تم کو کسی کام میں پریشانی ہو تو اہلِ قبور سے مدد مانگا کرو، اس کام کے ہونے میں۔[2]

قال الامام شافعی رحمۃ اللہ علیہ انّی لاتبرک بابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ و اجیٔ الی قبرہ فاذا اعرضت لی حاجتہ صلیت رکعتین و سألت اللہ تعالیٰ عند قبرہ فتقضی سریعاً۔

ترجمہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر سے تبرک حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر مبارک پر آتا ہوں، دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور ان کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں، تو میری حاجت جلدی پوری ہو جاتی ہے۔" اگر اہل قبور سے استمداد شرک ہو تو امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ شرک کیا؟ **العیاذ باللہ!**[3]

---

[1] (حاشیہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۸)

[2] (مجموعۃ فتاویٰ للعلامہ عبدالحیٔ، تحفۃ المؤمنین مرقاۃ، تنبیہ الضمائر علی رد ذخائر ص ۲۹، للعلامہ حافظ کفایت اللہ، اعلام المؤمنین علی الحق المبین)

[3] (شامی ج ۱ ص ۳۹، ثم البصائر للعلّامہ حمد اللہ دیوبندی ص ۳۸)

غوثِ اعظم محبوب سبحانی سیدنا عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"و من استغاث بی فی کربة کشفت عنه و من نادیٰ باسمی فی شدةٍ فرجت عنه و من توسل بی الی اللّٰہ عزو جل فی حاجةقضیةله"۔

ترجمہ: جو تکلیف میں مجھ سے فریاد کرے تو تکلیف ختم ہو جائے گی اور جو سختی میں میرا نام لے اس کی سختی ختم ہو جائے گی اور جو کسی حاجت میں مجھے وسیلہ کرے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تو حاجت پوری ہو جائے گی۔[1]

مشارق الانوار میں ہے:

و قد نقل العارف الشعرانی عن بعض مشائخه انّ اللّٰہ تعالیٰ یو کل بقبر کل ولی ملکا یقضی حوائج الزّائرین۔

ترجمہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بعض مشائخ سے نقل فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ولی کے مزار پر ایک فرشتہ مقرر فرماتا ہے جو زائرین کی حاجت پوری فرماتا ہے۔[2]

بریقہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے:

"ویجوز التوسل بالانبیاء والاولیاء والصّالحین بعد موتهم والکرامة لا تنقطع بعد الموت وعن الامام الرملی ایضا قول بعدم انقطاع الکرامة بالموت و عن امام الحرمین ولا ینکر الکرامةبعدالموت الارافضی وعن الاجهوری الولی فی الدنیا کاالسیف فی غمدةفاذا مات تجردعنهفیکون اقویٰ فی التصرف۔[3]

[1] (بهجةالاسرار، خلاصةالمغافر، نزهتهالخاطر، تحفةقادریه، زبدةالآثار)

[2] (مشارق الانوار، ص ۱۰۸)

[3] (بریقه ج ۱ ص ۲۰۳، بحوالهتنویر الایمان ص ۱۵)

حدیقہ ندیہ میں ہے کہ:

" كرامات الاولياء باقية بعد موتهم ايضاً ومن زعم خلاف ذالک فهو جاهل متعصب"الخ۔

ترجمہ: کراماتِ اولیاء بعد الممات باقی ہیں اور جو اس کے خلاف شک کرتا ہے وہ جاہل اور متعصب ہے جیسا کہ دورِ حاضر کے جہلاء منکر الکرامات بعدالممات ہیں۔

امداد الارواح اور کراماتِ اولیاء موت کے بعد زیادہ قوی ہوتے ہیں، رسالت ولایت اور ایمان موت سے ختم نہیں ہوتے، اولیاء اللہ کے مزاروں پر فرشتے مقرر ہوتے ہیں جو حاجت مندوں کی حاجت پوری فرماتے ہیں۔

قطب الارشاد اور تمہید ابو شکور سالمی میں ہے:

وصف الرسالة والنبوة لايزول عن الرسول والنبى بموته وقد ذكر فى كتب العقائد ان وصف الولاية لايزال عن الولى بموته وكذا وصف الايمان لايزول عن المؤمن بموته۔

ترجمہ: رسالت اور نبوت رسول اور نبی سے موت کی وجہ سے زائل نہیں ہوتی، جیسا حیاتِ دنیاوی میں رسول و نبی ہیں، اہلسنّت والجماعت کے عقائد کی کتب میں ہے کہ ولی سے ولایت موت کے آنے سے زائل نہیں ہوتی، جیسے دنیا میں ولی ہیں بعد الممات بھی ولی ہیں۔

ولی کسے کہتے ہیں؟

ابوالمنتھی شرح فقہ اکبر میں ہے:

الولى فى اللغة القريب فاذا كان العبد قريباً من حضرة الله تعالىٰ بسبب كثرة الطاعة وكثرة اخلاصه كان الرّب قريباًمنه برحمته وفضله واحسانه۔۔۔الخ۔

ترجمہ:" ولی لغت میں قریب کو کہتے ہیں اور جب بھی بندہ کثرتِ اطاعت سے اور اخلاص سے اللہ تعالیٰ کے حضور قریب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنی رحمت، فضل اور احسان سے ان کے قریب ہوتا ہے"۔[1]

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ان کی آنکھیں ہو جاتا ہوں، ان کے کان ہو جاتا ہوں، ان کے ہاتھ بن جاتا ہوں تو دیکھیئے کہ ولی سے کرامت ظاہر کرانے میں کیا مصلحت ہے۔

ابوالمنتہیٰ میں ہے:

وکرامات الاولیاء ای خوارق الّتی تصدر عن الاولیاء تسمی کرامت لان اللہ تعالی یرید بصدورھا عنھم کرامھم واعزازھم۔

ترجمہ: "اولیاء کی کرامت حق ہے، ہر وہ کام جو خلافِ عادت ہو اور اولیاء سے صادر ہو جائے اس کو کرامت کہتے ہیں اور اس میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے خلافِ عادت کام ظاہر کرا کر مخلوق کو عند اللہ ان کی بزرگی عزت اور اکرام ظاہر فرماتا ہے۔"[2]

اور جو عند اللہ دنیا میں معزز و مکرم ہوں، بعد الوفات بھی معزز و مکرم ہوتے ہیں، اس لئے ان کی ولایت بعد الممات بھی باقی ہوتی ہے۔

تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے:

وقد قالوا بعدم انقطاع فیض الولی ایضاً بعد انتقالہ من دار الکثافۃ والفناء الیٰ دار البقاء۔[3]

---

[1] (ابو المنتھی شرح فقہ اکبر ص ۴۷)
[2] (ابو المنتھی ص ۴۶)
[3] (تفسیر روح المعانی ص ۱۵۸)

الصّواعق الربانیہ میں ہے:

ذواتِ فاضلہ کو وسیلہ کرنا جائز بلکہ مستحب ہے، اس پر بڑے بڑے علماء نے تشریح فرمائی اور وسیلہ قرآن سے بایں قول ثابت ہے: فَتَلَقّٰی آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ (البقرۃ ۳۷)

ترجمہ: پس سیکھ لئے آدم (علیہ السلام) نے اپنے ربّ سے چند کلمات، پس اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی"۔[1]

امام ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ نے یوں تفسیر فرمائی:

اللّٰھم بحق محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) الا ماغفرت لی۔

ترجمہ: "اے اللہ میں تجھ سے محمد ﷺ کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں کہ میری بخشش فرما۔"

اسی طرح امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر در منثور فی تفسیر القرآن بالماثور میں فرماتے ہیں:

اخرج ابن منذر عن محمد بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنھم قال لما اصاب أدم الخطئیة عظم کربه و اشتد ندمه فجاء جبرئیل فقال یا أدم هل اعلمک دعاءُ و من جملة اللّٰھم اسئلک بجاہ محمد عبدک و کرامة علیک ان تغفر لی خطیئتی (الحدیث)

ترجمہ: "جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور یہ کلمات آدم علیہ السلام کو سکھا دیئے کہ یا اللہ میں بوسیلہ محمد ﷺ تم سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے بخش دے اور یہ تیرا بندہ ایسا بندہ ہے جو تجھے سب سے افضل ہے اور حضور ﷺ کی عظمت اور بزرگی تو ہی جانتا ہے۔"

---

[1] (الصّواعق الربانیہ ص ۱۰)

اور (امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ) دوسری جگہ فرماتے ہیں:

واخرج الدیلمی فی مسند الفردوس عن علی قال سالت رسول اللہ ﷺ علیہ وسلم عن قول اللہ تعالیٰ فتلقیٰ اٰدم من ربّہ کلمت فتاب علیہ قال سئل بحق محمد (ﷺ) رَبَّنَا ظَلَمنَا اَنفُسَنَا (الاٰیۃ) واخرج ابن النجار عن ابن عباس قال سالت رسول اللہ (ﷺ) الا ما غفرت لی۔ قال اللہ تعالیٰ و کیف عرفت محمد (ﷺ) او لم اخلقہ قال لانک لما خلقتنی بیدک و نفخت فی من روحک رفعت رأسی فرأیت علیٰ قوائم العرش مکتوب لا الٰہ الا اللہ محمد رّسول اللہ فعلمت انک لم تصل الیٰ اسمک الا احب الخلق الیک قال اللہ تعالیٰ یا اٰدم اذا سالتی بحقہ غفرت لک ولو لا محمد (ﷺ) ما خلقتک۔

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی لغزش کا اقرار کیا اور اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ یا اللہ مجھے محمد ﷺ کے وسیلے سے بخش دے، اللہ نے فرمایا کہ تم نے محمد ﷺ کو کیسے پہچانا کیونکہ ان کو تو میں نے پیدا بھی نہیں فرمایا، حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ یا اللہ! جب تو نے مجھے پیدا فرمایا تو میں نے عرش کی طرف سر اٹھایا تو میں نے وہاں یہ لکھا ہوا دیکھا "**لا الہ الا اللہ محمد رّسول اللہ**" تو میں نے جان لیا کہ تو نے نہیں ملایا اپنے نام کے ساتھ مگر وہ جو تجھے مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب تھا تو اللہ نے فرمایا کہ جب تو نے مجھ سے محمد ﷺ کے وسیلہ سے سوال کیا تھا تو میں نے تجھے بخشا، اگر میں محمد ﷺ کو پیدا نہ فرماتا تو تجھے بھی پیدا نہ فرماتا۔"[1]

---

[1] (طبرانی شریف ج ۲ ص ۸۲ تا ۸۳، تلخیص الذھبی ص ۶۱۵، خصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۱۷، مستدرک ج ۲ ص ۶۱۵، کتاب الوفا باحوال المصطفٰے ج ۱ ص ۳۳، مواھب الدنیہ ج ۱ ص ۱۲، انوارِ محمدیہ ص ۱۰۹، زرقانی ص ۶۲، تفسیر عزیزی ص ۱۸۳، افضل الصلوٰۃ ص ۱۱۷، شواھد الحق ص ۱۳۷، تبلیغی نصاب فضائل ذکر ص ۱۳۲)

مندرجہ بالا حدیث سے ثابت ہوا کہ وسیلہ شرک نہیں ہے، اگر شرک ہوتا تو حضرت آدم علیہ السلام کبھی بھی شرک نہ کرتے تو معلوم ہوا کہ یہ شرک نہیں بلکہ سنتِ انبیاء علیہم السلام ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام نے بھی وسیلہ اختیار کیا ہے، اگر کوئی انکار کرے تو آیات واحادیث کا انکار ہے۔

نقل عارف الشاهب العجمى عن شيخ الاسلام الشهاب الرملى الانصارى ان الاستغاثة بالانبياء و الصلحا و العلماء جائزة فان لهم اغاثة بعد موتهم كحياتهم۔

ترجمہ: شہاب عجمی نے شیخ الاسلام شہاب رملی سے نقل فرمایا کہ مدد طلب کرنا انبیاء علیہم السلام اولیاء، صلحاء اور علماء رحمہم اللہ تعالیٰ سے جائز ہے کیونکہ یہ حضرات دنیا میں فریادرس ہیں تو بعد الممات بھی فریادرس ہیں۔[1]

جامع الصغیر میں علّامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

از ابن عباس مروی شدہ کہ آنحضرت ﷺ وقتِ گور کردن فاطمہ بنت اسد ایں دعا در حق او فرمودہ بود:

"اللهُ الَّذِىْ يُحيِ وَيُميتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّايَمُوْتُ اِغْفِرْ لِاُمِّىْ فَاطِمَة بِنْتِ الْاَسَدْ وَمَعَ عَلَيْهَا مَدْخَلَهَا بِحَقِ نَبِيِّكَ وَ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْل"۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فاطمہ بنت اسد کے دفنانے کے بعد اس کے لئے یہ دعا فرمائی: "اے اللہ تو وہ ذات ہے کہ مارتا اور جلاتا ہے اور تو ہمیشہ زندہ ہے، میری والدہ کو بخش دے اور اس قبر کو کشادہ فرما اپنے نبی ﷺ کے وسیلہ سے اور تمام انبیاء علیہم السلام کے وسیلے سے جو پہلے گزرے"۔

دیکھو، حضور ﷺ نے اپنی والدہ کے لئے انبیاء علیہم السلام کے وسیلے سے سوال کیا۔

---

[1] (مشکوٰۃ الانوار، ص ۱۰۵)

راوی البیهقی و ابن شیبة بسند صحیح عن مالک الدار مولی عمر: أصابَ الناسَ قحطٌ في زمنِ عمرَ، فجاءَ رجلٌ إلى قبرِ النبيِّ ﷺ فقال: یا رسولَ اللهِ! استسقِ لأمّتک، فإنّهُمْ قد هلکُوا۔

ترجمہ: بیہقی اور ابن شیبہ نے صحیح سند سے ذکر کیا مالک الدار سے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خزانچی تھا، فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں قحط آیا، ایک آدمی حضورِ اکرم ﷺ کی قبرِ مبارک پر آیا اور سوال کیا اور عرض کی رسول اللہ ﷺ سے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کے لئے بارش کا سوال کریں کیونکہ آپ ﷺ کی امت قحط سے ہلاک ہو گئی۔[1]

حضرت مالک الدار جو کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خازن یعنی وزیر خوراک تھے ان سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

أصاب الناس قحط في زمان عمر بن الخطاب؛ فجاء رجل إلى قبر النبي صلى الله علیه وسلم فقال: یا رسول الله، استسق الله لأمتک فإنهم قد هلکوا؛ فأتاه رسول الله صلى الله علیه وسلم في المنام؛ فقال ائت عمر فأقرئه السلام، وأخبره أنکم مسقون. وقل له: علیک الکیس الکیس. فأتی الرجل عمر، فأخبره، فبکی عمر ثم قال: یا رب ما آلو إلا ما عجزت عنه۔

ترجمہ: ”حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں لوگوں پر قحط پڑا، تو ایک شخص آپ ﷺ کی قبر مبارک پر آیا اور عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! اپنی امت کے لئے بارش مانگیں اللہ تعالیٰ سے کیونکہ وہ ہلاک ہونے والی ہے، پس رسول اللہ ﷺ اس کے خواب میں جلوہ گر ہوئے اور فرمایا، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جاؤ، اور ان کو میرا سلام کہنا اور ان کو کہو کہ دانش مندی اور فراست سے کام لیجیئے۔ پس وہ شخص حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ

[1] (الرسائل ستة ص ٥٢، خلاصته الوفا، شفا استقام، القسطلاني (ت ٨٢٣)، المواهب اللدنية ٣/٣٧٤)

عنہ کو خبر دی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے اور فرمایا: اے میرے رب! میں ہر گز سستی سے کام نہیں لیتا مگر جس سے عاجز آجاؤں"۔[1]

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس روایت کی سند کے بارے میں فرمایا:

"وروی عن ابی شیبة باسناد صحیح"۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:

وقال الحافظ ابو بکر البیهقی۔۔۔وهذا اسناد صحیح۔

دیکھئے! اس حدیث سے کئی باتیں ثابت ہوئیں:

۱) صحابی کا روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہونا۔

۲) یارسول اللہ (ﷺ) کہہ کر پکارنا۔

۳) حضور ﷺ سے سوال کرنا کہ امت کے لئے سوال کریں۔

اگر ان صحابی کا روضۂ رسول ﷺ پر حاضری دینا، یارسول اللہ ﷺ کہنا اور حضور علیہ السلام کے وسیلہ سے دعا کرنا اور حضور ﷺ سے کہنا کہ آپ ﷺ اللہ سے سوال کریں، یہ سب خلافِ شرع ہوتا تو کسی اور صحابی نے منع کیوں نہیں کیا؟ کہ یہ خلافِ شرع کام ہے، نہ کرنا لیکن افسوس کہ دورِ حاضر کے جہلاء جو درگاہ پر جانے، یارسول اللہ ﷺ کہنے اور ان بزرگوں کو وسیلہ بنانا اور ان سے عرض کرنا کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کریں کہ میری حاجت پوری ہو جائے، ان تمام کو خلافِ شرع، ناجائز اور شرک کہتے ہیں، ہمیں معلوم نہیں کہ یہ لوگ کس کی شریعت لوگوں کو دکھاتے ہیں۔

عن عثمان بن حنیف: أنَّ رجلًا ضریرَ البصرِ أتی النَّبيَّ ﷺ فقال ادعُ اللهَ أن یُعافِیَني قال إن شئتَ دعوتُ وإن شئتَ صبرتَ فهو خیرٌ لک قال فادْعُه قال فأمره أن یتوضأ فیحسنَ

[1] (دلائل النبوة للبیهقي، ج۸، ص ۹۱)

وضوءَہ ویدعو بھذا الدعاء اللھم إني أسألُک وأتوجَّه إلیک بنبیّک محمدٍ نبيّ الرحمةِ إني توجَّھتُ بک إلی ربي في حاجتي ھذہ لتقضیَ لي اللھم فشَفِّعْه فيَّ۔ رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن غریب۔

ترجمہ: ”عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں ایک اندھا شخص آیا اور فرمایا، یارسول اللہ ﷺ، اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے کہ میری آنکھیں بینا ہو جائیں، حضور ﷺ نے فرمایا اگر تو چاہے تو میں دعا کروں اور اگر چاہے صبر کرو، کیونکہ اندھا ہونا تیرے لئے بہتر ہے، انہوں نے کہا کہ دعا فرما دیجیے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح سے دعا کرو کہ ”یا اللہ میں تیری طرف متوجّہ ہو کر تجھ سے سوال کرتا ہوں حضور اکرم ﷺ کے وسیلے سے جو نبیِ رحمت ہیں اور یارسول اللہ ﷺ میں آپ کے وسیلے سے اپنے ربّ کی طرف متوجّہ ہوتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری حاجت پوری فرمائے، یا اللہ اپنے حبیب ﷺ کی سفارش کو میرے حق میں قبول فرما۔راوہ ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔“[1]

اور اب اگر کوئی کہے کہ انبیاء علیہم السلام کے وسیلے سے استمداد اور اعانت جائز ہے لیکن کسی اور کے وسیلہ سے جائز نہیں تو مشکوٰۃ المصابیح ملاحظہ فرمائے:

عن أمیة بن خالد بن عبداللہ بن أسید: أنه کان یستفتحُ بصعالیکِ المھاجِرینَ۔ رواہ فی شرح السنة۔

ترجمہ: ”امیہ بن خالد بن عبد اللہ بن اسید سے روایت ہے کہ حضور ﷺ فقراء مہاجرین کے وسیلہ سے دشمن پر فتح اور غلبہ کا سوال فرماتے۔“[2]

---

[1] (مشکوٰۃ ص، ۱ ۱ ۲، الترمذي (ت ۲۷۹)، سنن الترمذي ۳۵۷۸• الطبراني (۱۷/۹) أخرجه ابن خزیمة (۲/۲۲۵)، و ابن ماجه (۱۳۸۵)، وأحمد (۱۷۲٤۰) البیهقي (ت ٤٥۸)، دلائل النبوة ٦/۱٦٦•)

[2] (ابن عبدالبر (ت ٤٦٤)، الاستیعاب ۱/۱۹۷•باب فضل الفقراء مشکوٰۃ ص ۴۷۷، فصل ثانی)

غور فرمایئے! فقراء مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم انبیاء (علیہم السلام) نہیں ہیں، لہٰذا معلوم ہوا کہ استمداد اور وسیلہ انبیاء (علیہم السلام) اور اولیاء (رحمہم اللہ تعالیٰ) دونوں حضرات کیساتھ جائز ہے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا اسم گرامی خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ انصاری ہے جو کہ نبی اکرم ﷺ کے مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد آپ ﷺ کے میزبان بنے اور نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ایک خاص مقام رکھتے تھے ان کی شہادت جہاد قسطنطنیہ میں ہوئی ان کی وصیت کے مطابق ان کو باب قسطنطنیہ میں ہی دفن کیا گیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ "فتح الباری شرح صحیح بخاری" میں لکھتے ہیں کہ:

"فیقال ان الروم صاروا بعد ذلک یستسقون به"۔

پس وہ کہتے ہیں کہ بے شک اس کے بعد جب اہل روم پیاسے ہوتے (یعنی بارش نہ ہوتی تو) اس کے ساتھ بارش طلب کرتے تھے۔[1]

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ تعالیٰ "الاستیعاب" میں لکھتے ہیں کہ:

"وقبر أبي أيوب قرب سورها معلوم إلى اليوم معظم يستسقون به فيسقون"۔

"اور حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر اس کی (یعنی شہر) دیوار کے قریب ہے جو کہ آج تک معلوم اور معظم ہے وہ اس کے ساتھ بارش طلب کرتے ہیں، پس بارش دیے جاتے ہیں"۔[2]

امام ابو بکر الدینوری رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوایوب انصاری (خالد بن زید) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلاد روم میں جہاد کیا، اور قسطنطنیہ میں فوت ہوئے اور اس شہر کے قلعہ

---

[1] (فتح الباری ج ۲۳ ص ۱۶۵)

[2] (الإستيعاب في معرفة الأصحاب ج ۱ ص ۱۲۶)

کے پاس ان کی قبر بنائی گئی اوراس پر روضہ بنایا گیا جب صبح ہوئی تو اہل روم اس پر مطلع ہوئے اورانہوں نے کہا: اے گروہ عرب! کل رات تمہارا کیا مسئلہ تھا؟ انہوں نے کہا ہمارے رسول اللہ ﷺ کے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ایک بزرگ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفات پا گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر تم میں کوئی ان کی قبر کو نقصان پہنچائے گا تو بلاد عرب میں تمہارے گرجے گرا دیے جائیں گے، اورجب روم والوں پر قحط آتا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر سے پردہ ہٹا دیتے تو ان کے لئے بارش نازل ہوتی تھی۔ [1]

امام حاکم مستدرک میں محمد بن عمر رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت سے لکھتے ہیں کہ:

و قبره بأصل حصن القسطنطينية بأرض الروم فيما ذكر يتعاهدون قبره و يزورونه و يستسقون به إذا قحطوا۔

ترجمہ: ”اور ان کی قبر روم کی سرزمین میں قسطنطنیہ اصل بلند جگہ (مضبوط قلعہ) میں ہے وہ اس کی دیکھ بھال کرتے ہیں اور اس کی زیارت کرتے ہیں اور جب قحط پڑے تو اس کے ساتھ بارش طلب کرتے ہیں“۔ [2]

امام مجاہد فرماتے ہیں کہ جب ان کو بارش کی ضرورت ہوتی تو وہ قبر سے پردہ ہٹاتے تو بارش ہونے لگتی۔

امام شعبی فرماتے تھے کہ میں نے حکم سے پوچھا کہ کیا حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ”صفین“ میں حاضر تھے؟ انہوں نے فرمایا: نہیں، لیکن وہ جنگ نہروان میں موجود تھے۔

---

[1] (المجالسة وجواهر العلم لابی بکر الدینوری ج ۲ ص ۳۵-۳۶)

[2] (مستدرک الحاکم باب مناقب حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ج ۳ ص ۵۱۸)

اور ابن القاسم نے حضرت امام مالک سے روایت کی، آپ فرماتے ہیں کہ:

"مجھے یہ خبر پہنچی کہ رومی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر سے بارش طلب کیا کرتے تھے، ملاحظہ فرمائیں:

الاستیعاب لابن عبدالبر ج۴، ص ۱۶۰۶، طبقات الکبریٰ لابن سعد ج۳، ص ۴۸۳، ومعرفة الصحابه لابی نعیم ج۲، ص ۱۸۷، تاریخ دمشق لابن عساکر، ج۱۶، ص ۶۱، المعارف لابن قتیبة، ص ۲۷۴/۲۷۵، وبگیة الطلب فی تاریخ حلب لابن ابی جرادة، ج۷، ص ۳۰۳۸، البدایة النهایة لابن کثیر، ج۵، ص ۵۹، المقفی الکبیر للمقریزی ج۳، ص ۴۱۲، والتحفة اللطیفة فی تاریخ المدینة الشریفة للسخاوی ج۱، ص ۳۱۴, تاریخ الاسلام للزهبی، ج۲، ص ۵۵۲۔

نمبر (۳)

حضرت ام حرام بنت ملحان الانصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خالہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ تھیں، وہ حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ سمندر میں جہاد کے لئے گئیں اور شام میں فوت ہوئیں، ان کی قبر قبرص میں ہے۔ ان کی سواری کا جانور بدکا اور وہ گر کر شہید ہو گئیں، اور اہل شام ان کے توسل سے بارش طلب کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ نیک خاتون کی قبر ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ "فتح الباری شرح صحیح البخاری" میں حضرت عبدالرحمن بن ربیعہ باہلی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ:

فماتت وأهل الشام یستسقون بها یقولون قبر المرأة الصالحة۔

"پس ان کی وفات ہوگئی، وہاں ان کی قبر ہے جس کے وسیلہ سے لوگ بارش مانگتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ نیک خاتون کی قبر ہے"۔[1]

نمبر (۴)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ "الاصابة فی تمییز الصحابة" میں حضرت عبد الرحمن بن ربیعہ باہلی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ:

و دفن عبدالرحمن فی بلاد الترک فھم یستسقون به الی الآن۔

ترجمہ: اور عبد الرحمن بلاد ترک میں دفن ہیں اور اب تک ان کے وسیلے سے بارش طلب کی جاتی ہے۔[2]

یاقوت الحموی نے "معجم البلدان" میں "بلنجر" شہر کے ذکر میں نقل کیا کہ یہ شہر عبد الرحمن بن ربیعہ اور ان کے بھائی کے ہاتھوں فتح ہوا۔ یہاں تک کہ عبد الرحمن بن ربیعہ شہید ہوگئے، اور جھنڈا ان کے بھائی نے اٹھالیا، وہ لڑتا لڑتا یہاں تک لڑا کہ بلنجر کے نواح میں عبد الرحمن اپنے بھائی کی قبر بنانے میں کامیاب ہوگیا، اور باقی مسلمانوں کے ساتھ جیلان کے راستہ پر لوٹ آیا، تو عبد الرحمن بن جمانہ باہلی نے کہا:

و ان لنا قبرین قبر بنجر   و قبر بصین استان یا لک من قبر
فھذا الذی بالصین   و ھذا الزی یسقی به سبل الفطر

---

[1](تاریخ مدینة دمشق و ذکر فضلھا و تسمیة من حلھا من الأماثل، ج ۷۰، ص ۲۱۷)
[2](تاریخ الطبری، ج ۲، ص ۵۴۲)

”ہمارے لیے دو قبریں ہیں، ایک قبر بلنجر میں، اور ایک قبر چین میں، کیا شان ہے اس قبر کی، پس یہ جو چین میں ہے اس کی فتوحات عام ہیں اور یہ جو بلنجر میں ہے، اس کے وسیلے سے بارش طلب کی جاتی ہے“۔

اس سے مراد یہ ہے کہ ترک میں جب عبد الرحمن بن ربیعہ رحمہ اللہ تعالیٰ شہید ہوئے، یا کہا گیا ہے کہ سلمان بن ربیعہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے ساتھی شہید ہوئے، وہ لوگ ہر روز ان کے مورچوں سے نور نکلتا دیکھتے تھے۔

پس انہوں نے سلمان بن ربیعہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو پکڑا اور تابوت میں رکھ دیا، تو جب بھی ان پر قحط پڑتا تو وہ اس کے سبب سے بارش طلب کیا کرتے تھے، اور جو چین میں شہید ہوئے وہ قتیبہ بن مسلم الباھلی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔[1]

---

[1] (معجم البلدان ج ا، ص ۳۰۵ و ج ا، ص ۴۹۰، والبلدان لابن الفقیہ ص ۵۸۸، والمعارف لابن قتیبة ج ا، ص ۴۳۳، و تاریخ دمشق لابن عساکر ج ا، ص ۴۷۳، ۴۷۴ و مرآۃ الزمان فی تواریخ الاعیان لسبط ابن الجوزی ج ۵، ص ۴۵۹۔ اور شعر کا دوسرا مصرعہ اس طرح نقل فرمایا: ”فھذا الذی بالصین عمت فتوحہ و ھذا الذی بالترک یسقه به القطر۔“ اور جو چین میں ہے اس کی فتوحات عام ہیں اور یہ جو ترک میں ہے اس سے بارش طلب کی جاتی ہے“۔ امام طبری جیلان اور جرجان پر چڑھائی کرنے والوں کے تذکرہ میں لکھتے ہیں: ”۔۔۔فانه خرج علی جیلان و جرجان و فیھم سلمان الفارسی و ابو ھریرۃ، و اخز القوم جسد عبدالرحمن فجعلوہ فی سفط، فبقی فی ایدیھم، فھم یستسقون به الی الیوم و یستنصرون به۔۔۔“ الطبری فی تاریخه ج ۲، ص ۶۲۷، ابوزکریا الازدی فی تاریخ الموصل ج ا، ص ۶۳)

نمبر (۵)

اور حافظ ابن کثیر "البداية والنهاية" میں "فصل فی ذکر من توفی زمان عثمان ممن لا يعرف وقت وفاته علی التعيين" میں لکھتے ہیں کہ:

سلمان بن ربيعة الباهلي، يقال له صحبة۔۔۔۔فقتل ببلنجر، فقيرة هناک في تابوت يستسقي به الترک إذا قحطوا۔

"سلمان بن ربیعہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا گیا ہے کہ ان کو صحابی رسول ﷺ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ پس وہ بلنجر میں شہید ہوئے، پس ان کی قبر وہیں تابوت میں ہے، جب ترک قحط کا شکار ہوتے ہیں، تو اس کے ساتھ بارش طلب کرتے ہیں"۔[1]

نمبر (٦)

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر کے ساتھ وسیلہ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کا بارش عطا فرمانا۔

حضرت امام حافظ ابو علی الغسانی فرماتے ہیں، ہمیں خبر دی ابو الفتح نصر بن الحسن السکتی السمرقندی نے جو کہ ہمارے پاس بلنسیہ میں ٤٦٤ھ کو تشریف لائے، اور ہمارے یہاں سمرقند میں کچھ سالوں سے بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط پڑا ہوا تھا، لوگ کئی مرتبہ نماز استسقاء پڑھ چکے تھے، لیکن بارش نہیں برسی تھی۔

پس ایک شخص جو نیکی میں معروف تھا قاضی سمرقند کے پاس آیا، اور قاضی سے کہا: میرا ایک مشورہ ہے جو میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ میری رائے ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھ لوگ حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر کی طرف نکلیں، اور آپ کی قبر خرتنک میں ہے، اور وہاں

---

[1] (البداية والنهاية، ج٧، ص ٢٤٦)

ہم بارش کی دعا کریں تو اللہ تعالیٰ جلدی ہی ہمیں بارش عطا فرمائے گا۔ تو قاضی صاحب نے فرمایا: بہت اچھا خیال ہے تیرا۔ پس قاضی لوگوں سمیت نکلا اور لوگوں کے ساتھ وہاں جا کر دعا مانگی، اور لوگ قبر کے پاس رو رہے تھے۔ اور صاحب قبر (امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ) سے شفاعت مانگ رہے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے موسلا دھار بارش بھیجی، جس کی وجہ سے لوگ ہفتہ بھر تک خرتنک میں رکے رہے اور کثرت بارش اور اس کی تیزی کی وجہ سے کوئی شخص بھی سمرقند نہ پہنچ سکا، حالانکہ خرتنک اور سمرقند کے درمیان صرف تین میل کا فاصلہ تھا۔[1]

نمبر (۷)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ "سیر اعلام النبلاء" میں "محمد بن الحسن بن فورک" کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ:

"قال عبدالغافر فی "سیاق التاریخ": الاستاذ ابو بکر قبرہ بالحیرۃ یستسقی بہ۔

"عبد الغافر بن اسماعیل نے "سیاق التاریخ" میں کہا کہ استاذ ابو بکر جن کی قبر حیرہ میں ہے جس کے ساتھ بارش طلب کی جاتی ہے"۔[2]

---

[1] (تقیید المھل و تمییز المشکل فی رجال الصحیحین البخاری و مسلم لابی علی الغسانی الجیلانی، ص ۳۶، بسند صحیح، ابن شکوال فی الصلة فی تاریخ آئمة الاندلس ۲۰۳، و ذکرہ ابوبکر بن خلقون فی المعلم بشیوخ البخاری و مسلم، ص ۲۶، و الذھبی فی سیر اعلام النبلاء ج ۱۲، ص ۴۶۹، و فی تاریخ الاسلام ج ۱۹، ص ۱۹۵، و السبکی فی طبقات الشافعیة الکبری ج ۲، ص ۲۳۴)

[2] (سیر اعلام النبلاء ج ۱۷، ص ۲۱۵، التاریخ الاسلام (بشار) ج ۹، ص ۱۰۹)

نمبر(۸)

احمد بن محمد مقری تلسمانی "نفح الطیب من غمص الاندلس الرطیب" میں "یحی بن یحی اللیثی" کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ:

"و قبرہ یستسقی بہ بقرطبۃ"۔

"اور ان کی قبر قرطبہ میں ہے اور اس کے ساتھ بارش طلب کی جاتی ہے"۔[1]

نمبر(۹)

اور اسی میں "ابو العباس بن الحریف" کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"قلت: لقد زرت قبرہ المعظم بمراکش سنۃ عشر و الف۔ و ھو ممن یتبرک بہ فی تلک الدیار، و یستسقی بہ الغیث"۔

"میں کہتا ہوں کہ میں نے ان کی قبر معظم کی زیارت کی ۱۰۱۰ ہجری مراکش میں، اور وہ ان میں سے ہیں جن سے دیار میں تبرک حاصل کیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ بارش طلب کی جاتی ہے"۔[2]

نمبر(۱۰)

"مرآۃ الزماں" کے ذیل میں قطب الدین ابو الفتح یونینی" ابو القاسم بن منصور بن یحیٰ اسکندرانی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وقبره يزار ويتبرك به وزرته في شهر ذي القعدة سنة ثمان وثمانين وستمائة ودعوت الله تعالى عند قبره بدعوات توسلت به فيه وظهر لي أثر بركة زيارته والتوسل به في إجابة دعائي في بعض ما سألته وأرجو الإجابة في جملته إن شاء الله تعالى۔

---

[1] (نفخ الطیب من غصن الاندلس الرطیب، ج۹، ص۲)
[2] (نفح الطیب من غصن الاندلس الرطیب ج۳، ص۲۳۰)

"اور ان کی قبر زیارت گاہ ہے اور ان کے ساتھ تبرک کیا جاتا ہے اور میں نے اس کی ذی القعدہ کے مہینہ میں ٦٨٨ھ میں زیارت کی، اور اس کے پاس اللہ تعالیٰ سے دعا کی اس کے ساتھ توسل کرتے ہوئے، اور اس میں میرے لئے اس کی برکات ظاہر ہوئیں اس کی زیارت اور توسل میں میری دعا، میں نے جو سوال کئے ان کی قبولیت کے ساتھ اور مجھے ان تمام کی قبولیت کی امید ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ"۔[1]

نمبر (١١)

امام حاکم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "تاریخ نیسابور" میں لکھتے ہیں کہ:

"وسمعت ابا الحسین عبداللّٰہ بن محمد الفقیہ یقول: ما وقعت فی ورطۃ قط، ولا عرض لی امر مھم فقصدت قبر ابی الولید وتوسلت بہ الی اللّٰہ تعالیٰ الا استجاب اللّٰہ لی"۔

"اور میں نے ابو حسین عبد اللہ بن محمد فقیہ کو فرماتے ہوئے سنا، وہ کہتے تھے کہ میں کبھی بھی کسی مشکل معاملے میں نہیں پھنسا نہ ہی کوئی امر مشکل پیش آیا، تو میں نے ابو ولید کی قبر کا رخ کیا اور اس کے ساتھ اللہ عزوجل کی طرف توسل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو میرے لئے قبول فرمایا"۔[2]

---

[1] (ذیل مرآۃ الزمان ج ١، ص ٢٧٧)

[2] (تاریخ نیسابور، فی ترجمۃ: حسان بن محمد بن احمد ص ٢٤٣، عبدالوھاب فی طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج٣، ص ٢٢٨، والسمعانی فی الانساب، فی ترجمۃ: ابو الولید ج٤، ص ٤٥٠)

نمبر (۱۲)

ایسے ہی امام خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں، "باب ذکر فی مقابر بغداد المخصوصة بالعماء و الزهاد بالجانب الغربی۔۔۔" میں لکھا کہ:

" الحسن بن إبراهيم أبا علي الخلال يقول ما همني أمر فقصدت قبر موسى بن جعفر فتوسلت به الا سهل الله تعالى لي"۔

"ابو علی خلال، حسن بن ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے جب کبھی کسی کام کا پختہ ارادہ کیا تو میں نے موسیٰ بن جعفر کی قبر کا قصد کیا، پس اُس کے ساتھ توسل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کام کو میرے لئے آسان کر دیا"۔[1]

اس کو امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حسن بن حسین بن محمد استر اباذی سے روایت کیا کہ وہ صدوق ہے، اور اس نے احمد بن جعفر بن مالک بن حمدان سے روایت کیا اور وہ بھی صدوق ہے اور وہ روایت کرتا ہے حسن بن ابراہیم بن توبہ سے اور اُس کا ذکر خطیب نے تاریخ میں کیا ہے مگر کوئی کلمہ جرح یا تعدیل ذکر نہیں کیا مگر امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں جلد ۱۵، ص ۳۹۸ میں اس سے روایت کی اور شعیب ارنووط نے اس کے بارے میں کہا کہ "اسنادہ جید"۔

اس بارے میں کئی اور باتیں بیان کی جا سکتی ہیں مگر ہم اختصار کے پیش نظر ان ہی پر اکتفاء کرتے ہوئے یہ عرض کرتے ہیں کہ اگر یہ فعل شرک و حرام تھا، جیسا کہ موجودہ دور کے خوارج نے امت کو مشرک ثابت کرنے کی کوششوں میں اس بات کو اپنا ہتھیار بنایا ہوا ہے، تو ان محدثین و علماء

---

[1] (تاریخ بغداد للخطیب ج ۱، ص ۱۲۲)

کے بارے میں کیا فتویٰ صادر ہو گا جنہوں نے ان باتوں کو اپنی کتب میں بلا نکیر نقل کیا، جن کے سامنے بیان یارونما ہوتا رہا؟۔

یاد رکھیں کہ اگر یہی حکم اس بارے میں ہے کہ ایسا کرنا شرک وحرام اور اس کار دنہ کرنا شرک وحرام کے ارتکاب کو پروان چڑھتے دیکھنا اور تقویت فراہم کرنا ہے تو امت کے عظیم سپوت اس فتوے کی زد میں آکر بدعتی اور مشرک قرار پائیں گے جن میں سے چند نام مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) امام ابن سعد ابو عبد اللہ محمد بن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ (م۲۳۰ھ)

(۲) امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ (م۲۳۵ھ)

(۳) امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ (م۲۵۶ھ)

(۴) امام ابن قتیبہ ابو محمد عبد اللہ بن مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ (م۲۷۶ھ)

(۵) امام ابو بکر بن احمد بن ابی خیثمہ رحمہ اللہ تعالیٰ (م۲۷۹ھ)

(۶) امام احمد بن یحیٰ بن جابر بلازری رحمہ اللہ تعالیٰ (م۲۷۹ھ)

(۷) امام ابو بکر احمد بن مروان بن محمد دینوری رحمہ اللہ تعالیٰ (م۳۳۳ھ)

(۹) امام ابو ذکریا یزید بن محمد بن ایاس الازدی رحمہ اللہ تعالیٰ (م۳۳۴ھ)

(۱۰) ابو الفرج قدامہ بن جعفر بن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ (م۳۳۷ھ)

(۱۱) ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن اسحاق ہمدانی ابن فقیہ رحمہ اللہ تعالیٰ (م۳۶۵ھ)

(۱۲) امام ابو ہلال بن عبد اللہ بن سہل العسکری رحمہ اللہ تعالیٰ (م۳۹۵ھ)

(۱۳) ابو عبد اللہ الحاکم محمد بن عبد اللہ بن محمد النیشاپوری رحمہ اللہ تعالیٰ (م۴۰۵ھ)

(۱۴) امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی رحمہ اللہ تعالیٰ (م۴۳۰ھ)

(۱۵) امام خلیلی ابو یعلی خلیل بن عبد اللہ بن احمد رحمہ اللہ تعالیٰ (م۴۴۶ھ)

(۱۶) امام بیہقی ابو بکر احمد بن حسین بن علی رحمہ اللہ تعالیٰ (م۴۵۸ھ)

(۱۷) ابو بکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ (م۴۶۳ھ)

(۱۸) امام ابن عبد البر ابو عمر و یوسف بن عبد اللہ القرطبی النمری رحمہ اللہ تعالیٰ (م۴۶۳ھ)

(۱۹) امام منصور بن محمد السمعانی رحمہ اللہ تعالیٰ (م۴۸۹ھ)

(۲۰) ابو علی الغسانی حسین بن محمد الجیانی رحمہ اللہ تعالیٰ (م۴۹۸ھ)

(۲۱) امام ابو محمد حسین بن مسعود بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ (م۵۱۰ھ)

(۲۲) ابو سعد عبد الکریم بن محمد بن منصور السمعانی رحمہ اللہ تعالیٰ (م۵۶۲ھ)

(۲۳) ابو القاسم خلف بن عبد المالک بن بشکوال رحمہ اللہ تعالیٰ (م۵۷۸ھ)

(۲۴) جمال الدین، ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی الجوزی رحمہ اللہ تعالیٰ (م۵۹۷ھ)

(۲۵) حافظ مجد الدین ابو السعادات مبارک بن محمد ابن الأثیر الجزری رحمہ اللہ تعالیٰ (م۶۳۰ھ)

(۲۶) حافظ یاقوت بن عبد اللہ حموی رحمہ اللہ تعالیٰ (م۶۲۶ھ)

(۲۷) حافظ ابو الحسن علی بن ابو الکرم محمد بن محمد عز الدین ابن الأثیر الجزری رحمہ اللہ تعالیٰ (م۶۳۰ھ)

(۲۸) حافظ ابو الربیع سلیمان بن موسیٰ الکلاعی الاندلسی رحمہ اللہ تعالیٰ (م۶۳۴ھ)

(۲۹) ابو بکر محمد بن اسماعیل بن خلفون رحمہ اللہ تعالیٰ (م۶۳۶ھ)

(۳۰) شمس الدین، سبط ابن الجوزی، ابو المظفر یوسف بن قزاوغلی بن عبد اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۶۵۴ھ)

(۳۱) حافظ عمر بن احمد بن ہبتہ اللہ ابن ابی جرادہ رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۶۶۰ھ)

(۳۲) حافظ قطب الدین ابوالفتح موسی بن محمد یونینی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۷۲۶ھ)

(۳۳) شہاب الدین النویری احمد بن عبد الوھاب البکری رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۷۳۳ھ)

(۳۴) فتح الدین، ابن سید الناس، ابوالفتح محمد بن محمد بن محمد الیعمری رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۷۳۴ھ)

(۳۵) جمال الدین، ابوالحجاج یوسف بن عبد الرحمن المزی رحمہ اللہ تعالیٰ (۷۴۲ھ)

(۳۶) شمس الدین، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الزھبی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۷۴۷ھ)

(۳۷) تاج الدین عبد الوھاب بن تقی الدین السبکی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۷۷۱ھ)

(۳۸) علامہ ابو حفص عمر بن علی بن عادل الحنبلی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۷۷۵ھ)

(۳۹) شمس الدین محمد بن یوسف بن علی الکرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۷۸۶ھ)

(۴۰) محمد بن محمد بن عبد اللہ العاقولی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۷۹۷ھ)

(۴۱) تقی الدین المقریزی، احمد بن علی الحسینی العبدی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۸۴۵ھ)

(۴۲) ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن حجر العسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۸۹۲ھ)

(۴۳) بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد بن موسیٰ العینی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۸۵۵ھ)

(۴۴) عبد الرحمٰن بن عبد السلام الصفوری رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۸۹۴ھ)

(۴۵) ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المنعم الحمیری رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۹۰۰ھ)

(۴۶) شمس الدین ابو الخیر محمد بن عبد الرحمن السخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۹۰۲ھ)

(۴۷) علامہ نور الدین عالی بن احمد سمہودی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۹۱۱ھ)

(۴۸) حافظ صفی الدین احمد بن عبد اللہ خزرجی رحمہ اللہ تعالیٰ (م بعد ۹۲۳ھ)

(۴۹) شمس الدین محمد بن احمد خطیب الشربینی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۹۷۷ھ)

(۵۰) شہاب الدین احمد بن محمد التلمسانی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۱۰۴۱ھ)

ان کے علاوہ ایک جماعت کے نام ذکر کئے جاسکتے ہیں جیسا کہ حوالہ جات سے ظاہر ہے مگر راقم الحروف انہی پر اکتفا کرتا ہے کیونکہ اختصار طوالت سے مانع ہے۔

ہو سکتا ہے کہ کوئی معترض یہ کہنے لگے کہ اہل روم جو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارکہ، اور اہل شام جو سیدہ ام حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر مبارکہ، اور اہل ترک عبدالرحمن بن ربیعہ یا سلیمان ب ربیعہ رضی اللہ عنہما کی قبر مبارکہ کو بارش طلب کرنے کا وسیلہ سمجھتے تھے وہ غیر مسلم ہوں، اہل اسلام ایسا نہ کرتے ہوں، تو عرض یہ ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ مبارک میں بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یا کسی دوسرے آدمی کا حضور اکرم ﷺ کی قبر مبارکہ پر آکر یہ کہنا کہ "اے اللہ عزوجل کے رسول ﷺ! اللہ سے اپنی امت کے لئے بارش طلب کیجیئے"۔ پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس پر انکار نہ کرنا، یہ تو مدینہ منورہ میں خیر القرون کے زمانہ میں ہوا، اگر یہ بات شرک و حرام یا ذریعہ شرک تھی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کئی سے اس پر انکار مروی ہوتا مگر ہمیں اس بارے میں کسی صحابی رسول ﷺ کے انکار کا علم نہیں ہے۔

ابو فتح نصر بن حسن سکتی جو کہ ایک محدث ہیں انہوں نے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر مبارکہ کے متعلق جو بیان کیا وہ بھی اہل اسلام کے زمانہ میں ہی واقع ہوا مگر کسی کا انکار ثابت نہیں ہے۔

یونہی حافظ قطب الدین ابوالفتح موسی بن محمد یونینی جن کو حافظ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے المعین فی طبقات المحدثین ۲۳۵ میں ذکر کیا ہے، اور معجم الشیوخ ۶۲۳ میں ان کی تعریف بیان کی ہے، اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے الدرر الکامنۃ ج۴ ص ۲۳۴ میں ان کی تعریف بیان کی ہے وہ ابو القاسم اسکندرانی کی قبر پر جا کر اپنے لئے دعائیں کرتے اور اس کے ساتھ توسل کرتے تھے۔

یونہی ابو حسین عبد اللہ بن محمد فقیہ کا ابو الولید کی قبر کی طرف مشکلات میں قصد کرنا اور اس سے توسل کرنا، یونہی ابو علی خلال کا موسی بن جعفر کی قبر کی طرف قصد کرنا اور اس کے توسل سے دعا کرنا وغیرہ یہ تو محدثین کی جماعت میں شمار ہوتے ہیں۔ [1]

وسیلہ جمیلہ میں ہے:

وعندی انہ لا وجہ بتخصیص جواز التوسل بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کما زعم الشیخ عز الدین بن عبدالسّلام۔

ترجمہ: توسل کا جواز حضور صَلَّی اللّٰہ عَلَیہِ وَسَلَّم کی ذات کے ساتھ خاص نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں، جیسا کہ شیخ عزالدین بن عبد السلام نے گمان (شک) کیا ہے"۔ [2]

اب توسل، استمداد، استعانت، استغاثہ کے معنی سمجھئے جو لوگ اس کو شرک کہتے ہیں وہ اس کے معنی سے بے خبر ہیں۔

---

[1] (علمی و تحقیقی مقالات، ص ۱۹۰)

[2] (وسیلہ جمیلہ ص ۴، از نواب صدیق حسن خان بھوپالی، اہلحدیث)

شواھد الحق میں علّامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فالتوسل و التشفع و الاستغاثۃ کلھا بمعنی واحد و لیس لھا فی قلوب المؤمنین معنی الّا التبرک کذکر احباء اللہ لما ثبت ان اللہ تعالیٰ یرحم العباد بسیماھم سواء کانوا احیاء او امواتا فالمؤثر و الموجد حقیقۃ ھو اللہ تعالی و ھو لاسبب عادی فی ذالک۔

ترجمہ: توسل، تشفع اور استعانت کے ایک معنی ہیں، مؤمنوں کے دلوں میں ان الفاظ کے بولنے کی غرض صرف اولیاء کے ذکر سے تبرک حاصل کرنا ہے۔کیونکہ یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ اولیاء کے وسیلے سے چاہے فی الحیات ہو یا بعد الممات متوسلین پر رحم فرماتا ہے، مؤثر اور موجدِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور یہ اولیاء اسبابِ ظاہری ہیں۔[1]

علامہ الشیخ احمد الصّاوی المالکی اپنی تفسیر میں **وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰہِ إِلَٰهًا آخَرَ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (القصص ۸۸)** کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

لیس فی الایۃ مازعم الخوارج ان الطلب من الغیر حیا کان او میتاشرک فانیہ جھل مرکب لانہ من التمسک بالاسباب ولاینکر الاسباب الا جھول و ان توسّل بھم من جملۃ الطاعات۔

ترجمہ: ’’اس آیت میں وہ نہیں جس کا گمان خوارج نے کیا ہے کہ استعانت غیر اللہ سے خواہ زندہ ہوں یا مردہ شرک ہے، نستعین کے کلمہ سے یہ معنی کرنا جہل مرکب ہے بلکہ مومن کے عقیدے میں غیر اللہ سے مدد (استعانت) یہ **تمسک بالاسباب** کے قبیلہ سے ہے۔ اور اسباب سے ماسواء جہلاء کے کوئی انکار نہیں کرتا، توسل استعانت مقربین سے یہ (اللہ کی) اطاعت میں داخل ہے‘‘۔[2]

---

[1] (شواھدالحق ص ۷۹)

[2] (’’تفسیرِ صاوی‘‘ جلد ۳، ص ۲۲۹، مطبوعہ دارالفکر)

معلوم ہوا کہ توسل کو شرک کہنا یہ خوارج کلاب النار کا طریقہ ہے۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اِیّاکَ نَستَعین کا معنیٰ اِیّاکَ نستعین فی العبادۃ ہے، جب مسلمان اِیّاکَ نعبُدُ پڑھ کر اپنے عجز اور حقیقت کو متوجہ ہوا تو فوراًیہ سوچا کہ میں تو ایک عاجز بندہ ہوں، میرے ساتھ اتنا بڑا دعویٰ مناسب نہیں تو فی الحال کہا "اِیّاکَ نَستَعین" یعنی یا اللہ اگر میں عبادت کرتا ہوں تو تیری ہی مدد اور تیری ہی دی ہوئی قوّت سے کرتا ہوں، ورنہ مجھ میں اتنی طاقت نہیں، اس تفسیر کی رو سے یہ آیت عام نہیں۔

قرآن شریف میں بھی اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو توسّل کا حکم فرمایا اور توسل کو ذریعہ فلاح و نجات ٹھہرایا ہے:

قولہ تعالی: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (المائدۃ ۳۵)

ترجمہ:"اے مومنو! اللہ سے ڈرو اور اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو، اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یقیناتم فلاح پاؤگے۔"

وسیلہ کا معنیٰ

تفسیر مدارک میں ہے:

وھی کلمایتوسل بہ ای یتقرب بہ الی اللہ تعالیٰ۔

ترجمہ: ہر وہ چیز جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو، وہ "وسیلہ" ہے۔[1]

---

[1](تفسیر مدارک ص ۴۹۱)

تفسیر خازن میں ہے:

الوسیلۃ فعلیۃ من وسل الیہ اذا تقرب الیہ والمعنی اطلبوا الیہ القرب بطاعۃ والعمل بما یرضی۔

ترجمہ: وسیلہ بروزن فعلیہ عرب کہتے ہیں وسل الیہ اذا تقرب الیہ آیت کے معنی یہ ہے، اے مومنو قرب اور نزدیکی حاصل کرو اللہ تعالیٰ کی طرف اطاعت سے اور ہر اس عمل سے جس پر اللہ تعالیٰ راضی ہو۔[1]

امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

الوسيلة: التوصل إلى الشيء برغبة وهي أخص من الوصيلة، لتضمنها لمعنى الرغبة۔

وسیلہ کے معنی کسی چیز کی طرف رغبت کے ساتھ پہنچنے (یعنی توصل) کے ہیں اور وسیلہ میں رغبت کا پہلو شامل ہونے کی وجہ سے یہ "وصیلۃ" سے خاص ہے۔[2]

ابن منظور رحمہ اللہ تعالیٰ لفظ وسیلہ کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الوسيلة هي في الأصل ما يتوصل به إلى الشيء ويتقرب به۔

درحقیقت وسیلہ وہ چیز ہے جس کے ذریعے کسی تک پہنچا جائے اور اس کا قرب حاصل کیا جائے۔[3]

امام زمخشری رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔

الوسيلة: كل ما يتوسل به أی يتقرّب... به إلى اللّٰه تعالى۔

---

[1] (تفسیر خازن ص ۴۹۱)

[2] (مفردات الفاظ القرآن ص ۸۷۱)

[3] (لسان العرب ص ۷۲۵ ج ۱۱)

ہر وہ چیز جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ تک پہنچا جائے یعنی قرب حاصل کیا جائے، اسے ہی وسیلہ کہتے ہیں۔[1]

اور آیت کا عام ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ اعمالِ صالحہ ہے کیونکہ اعمالِ صالحہ نجات کے اسباب سے ایک سبب ہے، جیسا کہ غار والی حدیث جو تمام صحاح ستّہ کی کتب میں موجود ہے، نجات کے لئے اور بھی بہت سے اسباب ہیں۔

جیسا کہ اسماعیل قتیل دہلوی نے "منصبِ خلافت" میں لکھا ہے:

"مراز وسیلہ شخصے باشد کہ اقرب الی اللہ باشد در منزلت۔"

ترجمہ: وسیلہ سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے بہت قریب ہو۔

شاہ ولی اللہ نے بھی القول الجمیل میں یہی لکھا ہے۔ بہر حال وسیلہ قربِ الٰہی کے لئے سبب کو کہتے ہیں اور قرب کے تمام اسباب غیر اللہ ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے وسیلہ کا حکم فرمایا ہے۔

معلوم ہوا توسّل غیر اللہ سے شرک نہیں بلکہ عین توحید ہے کیونکہ مامور بہ ہے۔

روی الحاکم فی صحیحہ و ابو عوانۃ و البزاز بسند صحیح و ابن السنی عن ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) ان النبی ﷺ قال اذا انفلتت و ابۃ احدکم فی ارض فلاۃ فلینا دیا عباد اللہ احبسوا ثلاثا فان اللہ حاضر سیحبسہ روی لطبرانی و ان ارادعونا فلیقل یا عباد اللہ اعینونی ذکر ھذا الحدیث الائمۃ فی کتبھم و نقلوہ اشاعۃ و حفظا للامۃ و لم ینکروہ منھم النووی فی الاذکار و ابن القیّم فی کتابہ الکلم الطیب و ابن مفلح فی الاداب بعدذکر ھذا الاثر قال عبد اللہ ابن احمد سمعت ابی یقول حججت خمس حجج الامام نووی شارح مسلم فضللت الطریق فی حجۃ و کنت ماشیا فجعلت اقل یا عباد اللہ دلونا علی الطریق فلم ازل اقول ذالک حتی وقفت علی الطریق۔

---

[1] (الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل ج ۱ ص ۶۲۸ تحت الایۃ المائدۃ ۳۵)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی سے جنگل میں سواری بھاگ جائے تو تین مرتبہ پکارے "اے اللہ کے بندو میری سواری پکڑو!"۔ اللہ تعالیٰ حاضر ہے سواری کو بند کردے گا، طبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کی ہے کہ اگر کوئی شخص محتاج ہو جائے تو یہ آواز لگائے کہ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو! تینوں ائمہ نے اس حدیث کا ذکر اپنی کتب میں کیا ہے۔ اور امت کی اشاعت اور حفظ کے لئے نقل کیا ہے اور کسی نے انکار نہ کیا۔ بعض ان ائمہ سے امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں، انہوں نے کتاب الاذکار میں اور ابن قیم نے الکلام الطیب میں اور ابن مفلح نے کتاب الآداب میں یہ حدیث نقل کی ہے۔ حدیث کے بعد عبد اللہ بن امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ میں نے پانچ حج کئے، ایک بار حج کرنے جارہا تھا کہ راستہ بھول گیا، میں پیدل تھا تو میں پے در پے یہ آواز لگا رہا تھا کہ اے اللہ کے بندو مجھے راستہ دکھاؤ، یہاں تک بولتا رہا کہ راستہ مل گیا۔[1]

عباد اللہ کے بارے میں ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال ملّا علی قاری فی شرحۃ المراد بعباد اللہ الملائکہ او المسلمون او رجال الغیب المسلمون بالابدال۔

ترجمہ: عباد اللہ سے مراد ملائکہ یا مسلمان، یا رجال الغیب ہیں جو کہ مسلمان ابدال میں سے ہیں۔

وقال قاضی شوکانی فی تحفۃ الذاکرین و فی الحدیث دلالۃ علی جواز الاستغاثۃ ممن لا یراھم الانسان من عباد اللہ سبحانہ تعالیٰ من الملائکۃ و صالح الجن و لیس فی ذلک بأس۔

---

[1] (صواعق البھیہ ص ۳۵، حصن حصین ایضاً للامام شارح مسلم)

ترجمہ: قاضی شوکانی نے تحفۃ الذاکرین میں لکھاہے کہ یہ حدیث دلیل ہے استغاثہ کے جواز پر، اللہ تعالیٰ کے ان بندوں سے جن کا انسان دیکھ نہیں سکتے، وہ ملائکہ اور صالح جن ّہیں اور اس میں کوئی حرج نہیں۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے طفیل ان کی امت کی مدد کے لئے ایک مخلوق پیدا کی ہے جن کو دیکھا نہیں جا سکتا اور وہ مومنوں کی حاجت کے وقت ان کی مدد کرتے ہیں۔ یہ ہدایت یعنی استمداد عن غیر اللہ ہمیں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دی ہے اور اب یہ تمہاری مرضی ہے کہ **استعانت عن غیر اللہ** کو شرک سمجھو یا جائز سمجھو۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب نا معلوم الحقیقت مخلوق سے استعانت جائز ہے تو اسی طرح **یا رسول اللہ** ﷺ **مدد**، اور **یا غوث الاعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مدد** کہنا بھی جائز ہے۔

عن عبداللہ بن یزید الخطمي: اللھم ارزُقنِی حُبّک، و حُبَّ مَن یَنفَعُنِي حُبُّهُ عندَک۔

ترجمہ: حضور اکرم ﷺ اپنی دعاؤں میں یوں فرماتے تھے، اے اللہ اپنی محبت نصیب فرما اور ہر اس شخص کی محبت نصیب فرما جس کی محبت میرے لئے تیری بارگاہ میں فائدہ مند ہو۔[1]

عن أبي الدرداء: کان داودُ یقولُ: اللھم إني أسالُک حُبّک، وحُبَّ مَن یُحِبُّک، والعملَ الذي یُبَلِّغُنِي حُبَّک۔

ترجمہ: ابی درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حضرت داوٗد علیہ السلام ان الفاظ سے دعا مانگتے تھے، یا اللہ میں تجھ سے تیری محبت اور ان کی محبت جن کی محبت تیرے ساتھ ہو، مانگتا ہوں۔ اور اس عمل کا سوال کرتا ہوں جو تیری محبت کا ذریعہ بن جائے۔[2]

---

[1] (مشکوٰۃ ص ۲۱۱)
[2] (مشکوٰۃ ص ۲۱۲)

حدیثِ مذکورہ بالا میں حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے مقربین کی محبت کا سوال کیا ہے، معلوم ہوا کہ مقربین کی محبت نجات اور قربِ الٰہی کا ذریعہ ہیں اور ان سے بغض و عداوت دنیا و آخرت کا خسارہ و نقصان ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

"اَلمَرءُ مَعَ مَن اَحَبَّ"۔

یعنی دنیا میں جو جس سے محبت کرے گا بروزِ قیامت اسی کے ساتھ ہو گا۔[1]

اور جو ان سے بغض وعداوت رکھے تو وہ ان سے دور جہنم میں ہو گا۔

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ (البقرة ۹۸)

ترجمہ: "جو کوئی دشمن ہو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے رسول کا اور جبرئیل کا اور میکائیل کا تو اللہ تعالیٰ دشمن ہے کافروں کا۔"

پتہ چلا کہ انبیاء (علیہم السلام) اور ملائکہ (علیہم السلام) سے عداوت کفر اور غضبِ الٰہی کا سبب ہے، اور محبوبانِ خدا سے دشمنی خدا سے دشمنی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کا یوں ذکر فرمایا:

وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا (النساء ۶۹)

---

[1] (البخاري (ت ٢٥٦)، تهذيب التهذيب ٦/٢٠٠• البخاري (ت ٢٥٦)، صحيح البخاري ٦١٦٨] • صحيح • [أخرجه البخاري (٦١٦٨)، ومسلم (٢٦٤٠) البزار (ت ٢٩٢)، البحر الزخار المعروف بمسند البزار ١٣/٢٨١•الطبراني (ت ٣٦٠)، المعجم الأوسط ٢/٣٥٢ •ابن القيسراني (ت ٥٠٨)، ذخيرة الحفاظ ٤/٢٤٥٨•المنذري (ت ٦٥٦)، الترغيب والترهيب ٤/٨٦• الذهبي (ت ٧٤٨)، سير أعلام النبلاء ١٢/١٣٥•الهيثمي (ت ٨٠٧)، مجمع الزوائد ١٠/٢٨٣•)

ترجمہ: جو اللہ اور رسول (ﷺ) کی تابعداری کرے تو وہ لوگ قیامت میں ان لوگوں کے ساتھ ہوں گاے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیاہے، انبیاء اور صدیقین اور شہدا اور صالحین میں سے، اور ان کی معیّت بہت اچھی ہے۔

(اللہ ربّ العزت ہمیں ان کی معیّت نصیب فرمائے۔ آمین!)

مفتی رشید احمد، دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک لکھتے ہیں:

توسل چاہے زندہ سے ہو یا مردہ سے، ذوات سے ہو یا اعمال سے، اپنے اعمال سے ہو یا دوسروں کے ،سب جائز ہے اور دعامیں یہ جائز ہے کہ یا اللہ فلاں پیغمبر یا ولی کے طفیل میری حاجت پوری فرما۔[1]

عبدالوھاب شعرانی "الجوھر و الدرر" میں فرماتے ہیں:

ان بعض مشائخہ ذکر لہ، ان اللہ تعالیٰ یوکل بقبر الولی ملکا یقضی حوائج الناس، کما وقع اللامام شافعی و السیّدہ نفسیہ و سیّد احمد بدوی۔ (فی النقاذ الاسیر من اسرہ من بلاد الفرنج) وتارۃ یخرج اولی من قبرہ بنفسہ ویقضی حوائج النّاس لان للاولیاء انطلاق فی البرزخ وان لارواحھم۔

ترجمہ: ذکر کیا العارف باللہ عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے الجواہر و الدرر میں کہ بعض مشائخ نے ہمیں ذکیر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ولی کے قبر پر فرشتہ مقرر کیا جو لوگوں کی حاجتیں پوری کرتاہے، جیسا کہ واقع ہوا امام شافعی، سیدہ نفسیہ سید احمد بدوی کے لئے۔ (گرفتار مسلمان کو فرنگی کے

---

[1] ("مسئلہ التوسل و الدّعا" صفحہ ۱۳)

قید سے آزاد کرنے کے وقت) اور کبھی کبھی ولی اپنے مزار شریف سے نکلتا ہے اور لوگوں کی حاجت پوری کرتا ہے کیونکہ اولیاء کے لئے برزخ میں آزادی ہے۔"[1]

ولی کا قبر سے نکلنا اور تصرف کرنا عقل سے بعید بات نہیں

دیوبندیوں کے پیشواء اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ:

امام شافعی سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت محمد بن ابی بکر الحکمی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ذکر لینے (بیعت کرنے) کے واسطے آیا مگر محمد بن ابی بکر الحکمی رحمۃ اللہ علیہ وفات پا گئے تھے۔ پس وہ شخص ان کی قبر پر گیا۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ قبرِ مبارک سے نکلے اور اس شخص کو بیعت کر لیا۔[2]

تفسیر مظہری میں ہے:

ان اللہ تعالی یعطی لارواحھم قوۃ الأجساد فیذھبون من الأرض و السماء و الجنۃ حیث یشاؤن وینصرون أولیاءھم ویدمرون أعداءھم ان شاء اللہ تعالی و من أجل ذلک الحیوۃ لا تأکل الأرض أجسادھم و لا أکفانھم۔ و ایضاً فی البصائر للعلامہ حمد اللہ دیو بندی ویتوسل الیہ تعالیٰ بالانبیاء و الصالحین من عبادہ من العلماء و الشھداء و الاولیاء الخ۔

ترجمہ: ہمیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء علیہم السلام صلحاء شہداء و علماء رحمہم اللہ تعالیٰ کو وسیلہ کرنا چاہیئے۔ ہم زندگی میں زندوں سے صبح شام مدد مانگتے ہیں اس یقین پر کہ زندہ سب کچھ کر سکتے ہیں تو میں پوچھتا ہوں کہ زندوں کو مدد کرنے اور دوسروں کی کام آنے کی قدرت و قوت کس نے دی ہے؟ تم ضرور کہو گے کہ اللہ تعالیٰ نے قدرت دی ہے تو یقین رکھو کہ وہی اللہ مردوں کو طاقت دینے سے عاجز نہیں، ان کو بھی قوت دے سکتا ہے، زندہ اور مردے یہ دونوں ظاہری اسباب ہیں۔ مسبب و

---

[1] (نفحات القرب، ص ۲۲۲)
[2] (جمال الاولیاء ص ۱۰۶)

مؤثرِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے، آخر سوچو یہ مردوز مین بحکمِ الٰہی بیج سے پودا نکالتا ہے، یہ بے روح ہوا، بادل، پانی اور کائنات کی اشیاء انسان کی کئے حاجت پوری کرتے ہیں اور مردے میں روح بھی ہوتی ہے اگر نہ بھی ہو مگر اللہ تعالیٰ اس کو حاجت روائی کا سبب بناتا ہے، تو اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے، وہ کام کر سکتا ہے جن کی طرف ہماری سوچ بھی نہیں جاتی۔[1]

توسل النبی ﷺ و اصحابه و سلف الامة و خلفها فانهم جمیعهم کانوا یتوسلون۔

ترجمہ: "وسیلہ کیا ہے حضور ﷺ اور ان کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور امّت کے سلف و خلف نے۔"[2]

فقد کان من دعاء النبی ﷺ، اللّٰهم انی اسئلک بحق السّائلین علیک و هذا توسّل صریح لاشک فیه و کان یعلم هذا الدّعاء اصحابه و یامرهم بالا یتان به۔

ترجمہ: حضور ﷺ کی دعا میں سے تحقیق یہ بھی ہے کہ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرنے والے پیغمبروں (وغیرہم) کے وسیلے سے دعا کرتا ہوں اور یہ توسل صحیح ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے اور حضور ﷺ اس دعا کی تعلیم صحابہ کو دیتے تھے اور اس کے پڑھنے کا امر فرماتے۔[3]

ذکر کیا ہے توسّل کے جواز کو "طریقه محمدیه میں نقلاً عن الزازیه ج ۲ ص ۱۵۵ وجود فی البزاریه ان یقول اللّٰهم اسئلک بحرمة فلا اه حدیقه میں اس قول کی اچھی تفسیر بیان کی ہے:

فیذکر لانبیاء و اولیاء و صلحاء و العلماء حیا کان او میتا کمانقل عن بعض العارفین انه کان یقول للمریدین اذا سالتم من اللّٰه شیئاً فاسئلو بی فانی انا الواسطة الان بینکم و بینه تعالیٰ۔

---

[1] (تفسیر مظهری، ج ۱، ص ۱۵۲)

[2] (شواهد الحق ص ۷۶)

[3] (شواهد ص ۷۶)

و فی روح البیان (ج ا ،ص ۲۰۲) وینبغی ان نتوسل الی اللہ تعالیٰ بالانبیاء والاولیاء والصالحین۔

یعنی انبیاء(علیہم السلام)واولیاءاور صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کے وسیلے سے سوال کرنا چاہیئے۔

البصائر میں ہے:

ومنھاالتوسل الی اللہ تعالیٰ بعباد اللہ الصالحین۔

ترجمہ: دعاکے آداب میں سے ایک ادب مقربین کے وسیلے سے دعا کرنا ہے۔ [1]

دیوبندیوں کے مفتی اعظم ہند عزیز الرّحمن دیوبندی ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ اس طریقہ پر دعاکرنا صحیح ہے کہ یااللہ اپنے اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے طفیل میری حاجت پوری فرما۔ [2]

مولانا نصیر الدین غور غوشتوی دیوبندی ارشاداتِ نصیری میں لکھتے ہیں:

توسّل بالانبیاء والاولیاء جائز، روا، مشروع ہے، کتابوں میں توسّل بالاعمال وذوات فاضلہ سے آیا ہے، بیت اللہ، قرآن شریف، اولیاء، مثلاً غوث اعظم، پیر بابا، کاکا صاحب رحمہم اللہ کے وسیلے سے دعا جائز ہے۔

مولوی سرفراز خان دیوبندی لکھتے ہیں:

ویجوز التوسل الی اللہ تعالیٰ والاستغاثۃ بالانبیاء والصّالحین بعدموتھم۔

یعنی انبیاء(علیہم السلام)واولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کو بعد الوفات وسیلہ کرنا اور ان سے فریادرسی کرنا جائز ہے۔ [3]

---

[1] (البصائر، ص ۲۲۴)

[2] (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ج۵ ،بحوالہ مسئلہ التوسل والدعا، رشید احمد حقانی ص ۲۰)

[3] (تسکین الصدور، ص ۴۴۴)

مولوی زکریا فضائل درود شریف پر لکھتے ہیں:

ان یتوسل الی اللہ تعالیٰ بانبیائه والصالحین من عباده۔ [1]

مولوی خلیل احمد دیوبندی "المهند علی المفذ" جو عقائد علماء دیوبند پر ہے، لکھتا ہے:

"سوال: علماء دیوبند کے نزدیک حضور (ﷺ) اور سلف صالحین اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ وغیر ہم کو وسیلہ کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعا میں انبیاء (علیہم السلام) و اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کو وسیلہ کرنا جائز ہے خواہ فی الحیات ہو یا بعد الممات اور یوں کہے یا اللہ فلاں بزرگ کے وسیلہ سے میری حاجت پوری فرما۔"

مولانا حافظ کفایت اللہ فاضل جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک لکھتے ہیں کہ توسل مطلق ثابت ہے وسیلہ کا طریقہ یہ ہے:

"ان یذکر نبیاً او اولیاء او علماء او صالحاً ویسئل بحقه من اللہ تعالیٰ"۔ [2]

جیسے کہ طریقہ محمدیہ میں ہے اور اگر مردے کی طرف نسبت کی اور یوں کہے کہ تم یہ کام کرو یعنی میرے لئے یہ دعا کرو، یہ بھی جائز ہے، جیسا کہ اعرابی کا قول کہ یارسول اللہ ﷺ میرے لئے استغفار طلب فرمایئے، یا شامی کا یہ قول "یا سید احمد بن علوان" اور اگر ایسا کام ہو کہ ولی کی طاقت میں نہ ہو، جیسے شفا دینا، غائب کا رد کرنا، وَلَد دینا پھر بھی جائز ہے کیونکہ مجاز ہے۔ حقیقت میں پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور رد کرنا شامی کے قول میں مذکور ہے۔ [3]

---

[1] (تبلیغی نصاب، ص ۵۴)

[2] ("الذخائر"، ص ۲)

[3] (طریقۂ محمدیہ، ج ۲، ص ۱۵۵، حاشیہ حدیقه)

انبیائے کرام علیہم السلام واولیاء عظام وصلحاء عالی مقام رحمہم اللہ تعالیٰ سے غائبانہ استمداد کرنے کا جواز

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب کسی کا چوپایہ بھاگ جائے تو چاہیئے کہ یوں پکارے: **اعینونی یا عباد اللہ! رحمکم اللہ**: مدد کرو میری اے خدا کے بندو! اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے۔[1]

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے اور مدد چاہے اور وہ ایسی جگہ ہو جہاں کوئی ہمدم نہیں تو اسے چاہیے کہ یوں پکارے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اے اللہ بندو میری مدد کرو کیونکہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جن کو ہم نہیں دیکھتے (وہ اس کی مدد کریں گے) طبرانی کہتے کہ یہ بات بارہا آزمائی گئی بالکل صحیح نکلی۔[2]

اور ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول حرز ثمین شرح حصنِ حصین میں ہے:

"اذا انطلت دابۃ احدکم فیلقل یا عباد اللہ اعینونی المراد بہ الملک او المسلمون من الجن او رجال الغیب ھذا حدیث یحتاج الیہ المسافر اھ"۔

اور ولد کی نسبت کرنا غیر کو یہ بھی جائز ہے۔

جیسا کہ جبرئیل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہ السلام کو فرمایا:

قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّکِ لِأَهَبَ لَکِ غُلَامًا زَکِیًّا (مریم ۱۹)

---

[1] (حصن حصین وبزار)

[2] (حصن حصین)(المعجم الکبیر ج۱۰ ص۲۱۷ رقم ۱۰۵۱۸ ،مسندابویعلی ج۹ص۱۷۷، عمل الیوم واللیلة لابن السنی ص۱۶۲ رقم ۵۰۶،مجمع الزوائد ج۱۰ ص۱۳۲ ،حاشیة المطالب العالیه ج۳ص۲۳۹،)

ولد ھبہ کرنا اللہ کا کام ہے اور جبرئیل علیہ السلام نے اپنی طرف نسبت کیا کیونکہ واحد متکلم کا صیغہ استعمال کیا تو اگر کسی نے کہا کہ اے ولی اللہ مجھے بچہ دو تو یہ مجاز ہے اس کو شرک کہنا غلط ہے۔

اور اگر نبی یا ولی کو یہ کہا کہ میرے لئے دعا کرو تو یہ بھی جائز ہے، کیونکہ دعا میت کے اختیار میں ہے اور دعا امور آخرت میں سے ہے۔

جیسا کہ خازن میں ہے:

واما حکم صلوٰتھم یفحتمل انھا الذکر او الدعاء و ذالک من اعمال الآخرۃ اھ۔[1]

تو اگر کوئی یہ کہے کہ یہ دعا نہیں کرسکتے تو یہ غلط ہے۔

حافظ کفایت اللہ الذخائر میں لکھتے ہیں:

"توسل بعد الوفات جائز ہے، قولہ تعالیٰ "وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَاؤُکَ فَاسْتَغْفَر اللہ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدَ اللہ تَوّاباً الرَّحِیْمَا" (النساء ۶۴)، ایک اعرابی حضور ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور روضہ مبارک کی مٹی اپنے سر پر ڈالنے لگے اور فرمایا یارسول اللہ ﷺ جو قرآن آپ ﷺ پر نازل ہوا اس میں یہ آیت ہے کما مرّ وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا الخ اب میں حاضر ہوا، میرے لئے دعا فرمایئے تو روضہ رسول ﷺ سے آواز آئی کہ تجھے اللہ نے بخش دیا۔[2]

---

[1](خازن، ج ۴، ص ۱۱۳)

[2](تفسیر مدارک ج ۱۰، ص ۲۳۲)

اس آیت کے ذیل میں تفسیر معارف القرآن لشفیع دیوبندی نے یہ واقعہ بھی لکھا ہے۔ اہل روم نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وسیلہ بنایا ہے شفاعت اور توسل ایک معنی یہ ہے اور توسل کا منکر شیطان ہے۔[1]

پس ذرا سوچیئے اور وہابیوں کے عقیدے سے اجتناب کیجیے۔

مفتی احمد یار خان نعیمی نوراللہ مرقدہ رحمت خدا بوسیلہ اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ان کی ذات۔ ان کا نام۔ ان کے تبرکات مخلوق کا وسیلہ ہیں اس کا ثبوت قرآنی آیات۔ احادیث نبویہ۔ اقوال بزرگان اجماع امت اور دلائل عقلیہ بلکہ خود مخالفین کے اقوال سے ہے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاؤُكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا الرَّحِيْمًا" (النساء ۶۴)

ترجمہ: اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرکے آپ کے آستانہ پر آجاویں اور اللہ سے معافی چاہیں اور آپ بھی یارسول اللہ ان کی سفارش کریں۔ تو بے شک یہ لوگ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ ہر مجرم کے لئے ہر وقت تا قیامت وسیلہ مغفرت ہیں۔ ظلموا میں کوئی قید نہیں۔ اور اذن عام ہے۔ یعنی ہر قسم کا مجرم ہمیشہ آپ کے پاس حاضر ہو۔

---

[1] (کمافی روح البیان ج ۲، ص ۹۰، سورہ ھود) (تفسیر روح البیان ج ۴، ص ۲۶)

علامہ اسماعیل بن عمر ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

یرشد تعالی العصاۃ و المذنبین اذا وقع منھم الخطا و العصیان ان یاتوا الی الرسول ا فیستغفروا اللہ عندہ ویسالوہ ان یغفر لھم فانھم اذا فعلوا ذلک تاب اللہ علیھم ورحمھم وغفرلھم ولھذا قال { ''لَوَجَدَ اللہ تَوّاباً الرَّحِیْمَا''(النساء ٦٤)، } وقد ذکر جماعۃ منھم الشیخ ابو منصور الصباغ فی کتابہ الشامل الحکایۃ المشھورۃ عن العتبی قال کنت جالسا عندقبر النبی ﷺ فجاء اعرابی فقال السلام علیک یارسول اللہ سمعت اللہ یقول ''وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَا ؤُکَ فَاسْتَغْفِرو اللہ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدَ اللہ تَوّاباً الرَّحِیْمَا''(النساء ٦٤)، وقد جئتک مستغفراً لذنبی مستشفعاً بک الی ربی۔ ثم انشا یقول:

یا خیر من دفنت بالقاع اعظمہ	فطاب من طیبھن القاع و الاکم
نفسی انفداء لقبر انت ساکنہ	فیہ العفاف و فیہ الجود و الکرم

ثم انصرف الاعرابی فغلبتنی عینی فرایت النبی ﷺ فی النوم فقال یا عتبی الحق الاعرابی فبشرہ ان اللہ قدغفر لہ۔

یَاأَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللہَ وَابْتَغُوا إِلَیْہِ الْوَسِیلَۃَ وَجَاھِدُوا فِي سَبِیلِہِ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُونَ (المائدۃ ۳۵)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور رب کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اعمال کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندوں کا وسیلہ ڈھونڈنا ضروری ہے۔ کیونکہ اعمال تو اتّقوا اللہَ میں آ گئے اور اس کے بعد وسیلہ کا حکم فرمایا۔ معلوم ہوا کہ یہ وسیلہ اعمال کے علاوہ ہے۔

ترجمہ: (اس آیت کریمہ میں) اللہ تعالیٰ عاصیوں اور خطاکاروں کو ارشاد فرماتا ہے کہ جب ان سے خطاو گناہ سرزد ہو جائیں تو انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر خدا تعالیٰ سے استغفار کرنا چاہئیے اور خود رسول اللہ ﷺ سے بھی عرض کرنا چاہیئے کہ آپ ﷺ ہمارے لئے دعا فرمائیں۔ جب وہ ایسا کریں گے تو یقینا اللہ تعالیٰ ان کی طرف رجوع کرے گا انہیں بخش دے گا اور ان پر رحم فرمائے گا۔ اسی لئے فرمایا گیا لَوَجَدَ اللهَ تَوَّاباً الرَّحِيْمَا"(النساء ٦٤) (تو وہ اس وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے) یہ روایت بہت سوں نے بیان کی ہے جن میں سے ابو منصور صباغ نے اپنی کتاب الحکایات المشھورہ میں لکھا ہے کہ عتبی کا بیان ہے کہ میں حضور ﷺ کی قبر انور کے پاس بیٹھا ہوا تھا ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا السلام علیک یارسول اللہ میں نے سنا ہے کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے اور (اے حبیب) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بناء پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے۔ میں آپ ﷺ کی خدمت میں اپنے گناہوں پر استغفار کرتے ہوئے اور آپ کو اپنے رب کے سامنے اپنا سفارشی بناتے ہوئے حاضر ہوا ہوں۔ پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔

اے مدفون لوگوں میں سب سے بہتر ہستی جس کی وجہ سے میدان اور ٹیلے اچھے ہو گئے میری جان قربان اس قبر پر جس میں آپ ﷺ رونق افروز ہیں جس میں عفاف و بخشش اور جود و کرم ہے۔

پھر اعرابی تو لوٹ گیا اور مجھے نیند آ گئی میں نے خواب میں حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت کی آپ ﷺ مجھ سے فرما رہے تھے عتبی اعرابی حق ہے پس تو جا اور اسے خوشخبری سنا دے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔[1]

امام ابو بکر بن حسین بیہقی ۴۵۸ھ لکھتے ہیں:

قال فی محکم کتابہ ”وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاۗءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا“ (النساء ۶۴)، وقد جئتک بابی انت وامی مثقلا بالذنوب والخطایا استشفع بک علی ربک ان یغفر لی ذنوبی وان تشفع...[2]

صحابی رسول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

(وکانو من قبل) من قبل محمد او القرآن (یستفتحون) یستنصرون بمحمد والقرآن (علی الذین کفروا) من عدوھم اسد وغطفان ومزینة وجھینة (فلما جاءھم ما عرفوا) صفته ونعته فی کتابھم (کفروا به) جحدوا به (فلعنة اللہ) سخط اللہ وعذابه (علی الکافرین) علی الیھود۔

ترجمہ: (یہود) حضرت محمد ﷺ اور قرآن کے نزول سے قبل اپنے دشمنوں اسد غطفان مزینة اور جھینة کے قبائل کے خلاف اللہ عزوجل سے حضور نبی اکرم ﷺ اور قرآن کے توسل سے حصول فتح کے لیے دعائیں کرتے تھے۔ لیکن جب وہ ہستی جس کی صفات و خصوصیات کو وہ اپنی

---

[1] (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۱۹۔ ۵۲۰ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

[2] (شعب الایمان ج ۳ ص ۴۹۵۔ ۴۹۶ رقم الحدیث ۴۱۷۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المغنی لابن قدامہ ج ۳ ص ۲۹۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت) (کتاب الاذکار للنووی ص ۹۲۔ ۹۳ مطبوعہ المطبعة الخیریة مصر)، (امتاع الاسماع للمقریزی ج ۱۴ ص ۶۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المواھب اللدنیہ ج ۴ ص ۵۸۳ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (زرقانی علی المواھب ج ۱۲ ص ۱۹۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج ۵ ص ۲۶۵۔ ۲۶۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

کتابوں میں پہچان چکے تھے تشریف لے آئی تو اس کا انکار کر دیا۔ پس (اس کفر کی وجہ سے) کافر یہود پر اللہ کا عذاب اور لعنت ہو۔[1]

امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

ان یہود کانوا یستفتحون علی الاوس والخزرج برسول اللہ ﷺ قبل مبعثه فلما بعثهااللہ من العرب کفروا به وجحدوا ما کانوا یقولون فیه فقال لهم معاذ بن جبل وبشر بن البراء بن معرور اخو بنی سلمة یا معشر یهود! اتقوا اللہ واسلموا فقد کنتم تستفتحون علینا بمحمد اونحن اهل شرک وتخبرونا انه مبعوث وتصفونه لنا بصفته۔

ترجمہ: یہود حضور نبی اکریم ﷺ کی بعثت سے قبل قبیلہ اوس اور خزرج پر فتح حاصل کرنے کے لیے آپ ﷺ کے توسل سے دعائیں کرتے تھے۔ جب اللہ عزوجل نے عربوں میں سے آپ ﷺ کو بعثت عطا فرمائی تو انہوں نے (حسداً) آپ ﷺ کا انکار کر دیا اور اس بات سے مکر گئے جس کا وہ خود اقرار کیا کرتے تھے۔ ان یہودیوں سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور بنو سلمہ کے بشر بن براء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے طبقہ یہود اللہ سے ڈرو اور اسلام قبول کر لو جب تم ہم پر فتحیابی کے لیے محمد ﷺ کے توسل سے دعائیں کرتے تھے حالانکہ اس وقت ہم مشرک تھے اور تم ہمیں بتاتے تھے کہ وہ نبی عنقریب مبعوث ہو گا اور تم ہمیں اس کی صفات بیان کرتے تھے۔[2]

---

[1] (تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباس ص ۱۳ مطبوعہ مصر)

[2] (جامع البیان فی تفسیر القرآن ج ۱ ص ۳۲۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (کتاب الشریعة للآجری ص ۴۴۶ مطبوعہ لاہور)، (الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۲۷ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (مدارک التنزیل تفسیر نسفی ج ۱ ص ۶۷ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (الدر المنثور فی التفسیر الماثور ج ۱ ص ۲۱۷ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل ج ۱ ص ۱۶۴ مطبوعہ قاہرہ مصر)، (تفسیر السراج المنیر ج ۱ ص ۷۶)، (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۵ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۱۷۹ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ)

امام ابو منصور محمد بن محمود ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

قبل ان یبعث محمدا یقولون اللھم انصرنا بحق نبیک الذی تبعثہ فلما لم یجئھم علی ھواھم ومرادھم کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکافرین۔

ترجمہ: یہود حضور ﷺ کی بعثت سے قبل آپ ﷺ کے وسیلہ سے اللہ عزوجل سے یوں دعا کرتے تھے اے اللہ اپنے اس نبی کے وسیلہ جسے تونے ابھی مبعوث فرمانا ہے ہماری مدد فرما۔ لیکن جب حضور ﷺ ان کی خواہشات اور امیدوں کے مطابق نہ آئے تو انہوں نے آپ ﷺ کا انکار کر دیا۔ پس انکار کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو۔ [1]

علامہ عبد الرحمن ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

ان یھود کانوا یستفتحون علی الاوس والخزرج برسول اللہ ﷺ قبل مبعثہ۔

ترجمہ: بے شک یہودی رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے اوس اور خزرج قبیلہ پر آپ ﷺ کے وسیلہ سے فتح طلب کرتے تھے۔ [2]

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

ان الیھود من قبل مبعث محمد علیہ السلام ونزول القرآن کانوا یستفتحون ای یسالون الفتح والنصرۃ وکانوا یقولون اللھم افتح علینا وانصرنا بالنبی الامی۔

ترجمہ: حضرت محمد ﷺ کی بعثت اور نزول قرآن سے قبل یہود فتح کی دعا مانگا کرتے تھے یعنی فتح اور مدد طلب کرتے تھے اور یہ الفاظ کہا کرتے تھے اے اللہ ہمیں امی نبی ﷺ کے وسیلے فتح و نصرت عطا فرما۔ [3]

---

[1] (تاویلات اھل السنۃ ماتریدی ج ۱ ص ۷۰ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ ناشرون بیروت)

[2] (الوفاء باحوال المصطفیٰ ﷺ ج ۱ ص ۴۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

[3] (التفسیر الکبیر ج ۲ ص ۸۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ تھران ایران)

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَکَ سَکَنٌ لَهُمْ (توبہ۱۰۳)

ترجمہ: اے محبوب ان مسلمانوں کے مالوں کا صدقہ قبول فرماؤ اور اس کے ذریعہ آپ انہیں پاک وصاف کرو۔ اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو۔

کیونکہ آپ کی دعا ان کے دل کا چین ہے معلوم ہوا کہ صدقہ و خیرات اعمال صالحہ طہارت کا کافی وسیلہ نہیں بلکہ طہارت تو حضور ﷺ کے کرم سے حاصل ہوتی ہے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔ (جمعه ۲)

ترجمہ: رب تعالیٰ وہ قدرت والا ہے جس نے بے پڑھوں میں ان ہی میں سے رسول بھیجا جو ان پر رب کی آیات تلاوت فرماتے ہیں۔ اور انہیں پاک فرماتے ہیں اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ پاک وصاف فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا وسیلہ عظمیٰ ہیں۔

وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا۔ (بقرہ ۸۹)

ترجمہ: یہ اہل کتاب حضور کی تشریف آوری سے پہلے حضور کے طفیل کفار پر فتح کی دعا کرتے تھے۔

معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے اہل کتاب آپ کے نام کے وسیلہ سے جنگوں میں دعائے فتح کرتے تھے اور قرآن کریم نے ان کے فعل پر اعتراض نہ کیا بلکہ تائید کی اور فرمایا کہ ان کے نام کے وسیلہ سے تم دعائیں مانگا کرتے تھے اب ان پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا مبارک نام ہمیشہ سے وسیلہ ہے۔

فَتَلَقّٰی آدَمُ مِنْ رَبِّهٖ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ۔ (بقرہ ۳۷)

آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی طرف سے کچھ کلمے پائے جن کے وسیلہ سے دعا کی اور رب نے ان کی توبہ قبول کی۔

بہت سے مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کے وسیلہ سے دعا کی جو قبول ہوئی۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انبیائے کرام کا بھی وسیلہ ہیں۔

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا۔ (بقرہ ۱۴۴)

ترجمہ: ہم آپ کے چہرے کو آسمان کی طرف پھرتے دیکھ رہے ہیں۔ اچھا ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیرتے دیتے ہیں جس سے آپ راضی ہیں۔

معلوم ہوا کہ تبدیلی قبلہ صرف اسی لئے ہوئی کہ حضور ﷺ کی یہ خواہش تھی یعنی کعبہ معظمہ حضور کے وسیلہ سے قبلہ بنا۔ جب کعبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ کا محتاج ہے تو ماوشما کا کیا پوچھنا ہے۔

وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ أَنْ يَبْلُغَا أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا۔ (پارہ ۱۶ سورہ کھف آیت نمبر ۸۲)

ترجمہ: حضرت خضر علیہ السلام نے دیوار بنا کر موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اس دیوار کے نیچے دو یتیم بچوں کا سرمایہ ہے ان کا باپ نیک تھا اس لئے تیرے رب نے چاہا کہ ان کا خزانہ محفوظ رہے اور یہ جوان ہو کر اپنا خزانہ نکال لیں۔

معلوم ہوا کہ ان یتیم بچوں پر رب کا یہ کرم ہوا کہ ان کی شکستہ دیوار بنانے کے لئے دو مقبول بندے بھیجے گئے اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کا باپ نیک آدمی تھا یعنی نیک باپ کے وسیلہ سے اولاد پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہوتا ہے۔

أُولَئِکَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَى رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ(الاسراء۵۷)

وہ مقبول بندے جن کی بت پرست پوجا کرتے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔ اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ جن نیک بندوں کی کفار پوجا کرتے ہیں ان میں ہر ایک اللہ سے زیادہ قرب والے کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس تلاش وسیلہ پر اعتراض نہ فرمایا۔

وَلَوْلَا رِجَالٌ مُؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُؤْمِنَاتٌ لَمْ تَعْلَمُوهُمْ أَنْ تَطَئُوهُمْ فَتُصِيبَكُمْ مِنْهُمْ مَعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ لِيُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا۔ (الفتح ۲۵)

اگر کچھ مسلمان مرد اور کچھ مسلمان عورتیں جن کو تم نہیں جانتے (اگر اس امر کا اندیشہ نہ ہوتا) کہ تم ان کو پیس ڈالتے پھر تم پر خرابی آپڑتی ان کی طرف سے بے خبری میں (فتح تو ہو جاتی) لیکن اس میں دیر اس لئے ہوئی تاکہ اللہ جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل فرمائے۔ اگر وہ مسلمان کفار مکہ سے جدا ہو جاتے تو ہم کافروں کو دردناک عذاب کی سزا دیتے۔

معلوم ہوا کہ کفار مکہ کے عذاب سے محفوظ رہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں کچھ مسلمان رہ گئے تھے یعنی شہر میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا ہونا بیدینوں کے امن کا وسیلہ ہوتا ہے۔

قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَى أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَسْجِدًا۔ (کھف ۲۱)

ترجمہ: غالب آنے والے لوگ بولے کہ ہم اصحاب کہف پر مسجد بنائیں گے۔

معلوم ہوا کہ بزرگوں کی قبروں کے پاس مسجد بنانا تاکہ ان کے وسیلہ سے نماز میں برکت ہو اور زیادہ قبول ہو ہمیشہ سے مسلمانوں کا دستور رہا ہے قرآن کریم نے اصحاب کہف کی قبور پر مسجد بنانے کا ذکر کیا اور اس کی تردید نہ کی جس سے پتہ لگا کہ ان کا یہ کام اللہ تعالیٰ کو پسند ہوا۔

اذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَذَا فَأَلْقُوهُ عَلَى وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بَصِيرًا (یوسف ۹۳)

ترجمہ: یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا کہ میری قمیص لے جاؤ اور میرے والد ماجد کے منہ پر ڈال دو ان کی آنکھیں بینا ہو جائیں گی۔

معلوم ہوا کہ بزرگوں کے لباس کے وسیلہ سے دکھ دور ہو جاتے ہیں شفا ملتی ہے۔

لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ (۱) وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ (البلد ۲)

ترجمہ: میں قسم فرماتا ہوں اس شہر مکہ کی کہ اے محبوب اس میں تم تشریف فرما ہو۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے مکہ مکرمہ کو یہ فضیلت ملی کہ رب نے اس کی قسم فرمائی۔

وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ (۱) وَطُورِ سِينِينَ (۲) وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ (التین ۳)

ترجمہ: یعنی قسم ہے انجیر زیتون اور طور کی اور اس امانت والے شہر کی۔

معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے انجیر اور طور پہاڑ کو عزت ملی اور نبی ﷺ کے وسیلہ سے مکہ شریف کو ایسی برکت حاصل ہوئی کہ اس کی قسم رب نے فرمائی۔ اس سے ثابت ہوا کہ وسیلہ کا نفع بے جان چیزوں کو بھی پہنچ جاتا ہے۔

إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَى وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ (البقرۃ ۲۴۸)

اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی اٹھاتے لائیں گے اسے فرشتے۔

شموئیل علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ طالوت کی بادشاہت کی دلیل یہ ہے کہ ان کے پاس تابوت سکینہ آئے گا جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام وہارون علیہ السلام کے تبرکات ہیں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ صندوق دیا تھا جس میں موسیٰ علیہ السلام کا نعلین شریف اور ہارون علیہ السلام کی دستار مبارک اور دیگر تبرکات تھے جسے بنی اسرائیل جنگ میں اپنے آگے رکھتے تھے جس کی برکت سے دشمن پر فتح پاتے تھے۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات کے وسیلہ سے آفات دور ہوتی ہیں مشکلات حل ہوتی ہیں۔

أَنِّي أَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ (آل عمران ۴۹)

میں تمہارے لیے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے۔

معلوم ہوا کہ بزرگوں کے دم کے وسیلہ سے مٹی میں جان پڑ جاتی ہے۔ اور بیماروں کو شفا ہو جاتی ہے۔

فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِنْ أَثَرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذَلِكَ سَوَّلَتْ لِي نَفْسِي (طہ ۹٦)

ترجمہ: سامری بولا کہ میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی کی ٹاپ کے نیچے سے ایک مٹھی مٹی لی اور سونے کے بچھڑے کے منہ میں دی (اور بچھڑا آواز دینے لگا)۔

معلوم ہوا کہ جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی کے پاؤں کی خاک کے وسیلہ سے سونے کے بیجان بچھڑے میں جان پڑ گئی۔

قُلْ يَتَوَفَّاكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ (السجدہ ۱۱)

ترجمہ: فرمادو کہ تم کو ملک الموت وفات دیں گے جو تم پر مقرر کئے گئے ہیں معلوم ہوا کہ حضرت ملک الموت کے وسیلہ سے جان نکلتی ہے۔

قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا (مریم ۱۹)

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میں تمہارے رب کا قاصد ہوں اس لئے آیا ہوں کہ تمہیں ستھرا بیٹا بخشوں۔

معلوم ہوا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے وسیلہ سے لڑکا ملا۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ (انفال ۳۳)

ترجمہ: اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔

یعنی اہل مکہ عذاب سے اس لئے بچے ہوئے ہیں کہ ان میں آپ ﷺ جلوہ گر ہیں معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی ذات بابرکات عذاب الٰہی سے امن کا وسیلہ ہے۔

وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَى لَنْ نَصْبِرَ عَلَى طَعَامٍ وَاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا (بقرہ ۶۱)

ترجمہ: اور جب تم (بنی اسرائیل) نے کہا اے موسیٰ ہم ایک کھانے (یعنی من و سلویٰ) پر ہرگز صبر نہیں کریں گے اپنے رب سے دعا کرو کہ ہمارے لئے زمین کی پیداوار نکالے۔

معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل جب کوئی بات رب سے عرض کرنا چاہتے تو موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ (آل عمران ۳۸)

ترجمہ: یعنی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بے موسم پھل کھاتے ہوئے دیکھ کر زکریا علیہ السلام نے مریم رضی اللہ عنہا کے پاس کھڑے ہو کر فرزند کے لئے دعا مانگی۔

معلوم ہوا کہ بزرگوں کے پاس دعا مانگنا زیادہ باعث قبول ہے۔ اگرچہ دعا مانگنے والا زیادہ بزرگ ہو۔

احادیث

(۱) مسند احمد بن حنبل میں حضرت شریح ابن عبید سے بروایت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے کہ نبی ﷺ نے چالیس ابدال کے متعلق فرمایا:

يسقى بهم الغيث وينصربهم على الاعداء ويصرف بهم عن اهل الشام العذاب۔

ترجمہ: یعنی ان چالیس ابدال کے وسیلہ سے بارش ہو گی۔ دشمنوں پر فتح حاصل کی جائے گی اور شام والوں سے عذاب دور ہو گا۔[1]

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے وسیلہ سے بارش، فتح و نصرت اور بلا دفع ہوتی ہے۔

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا عبدالله حدثنى ابى ثنا ابو المغيرة ثنا صفوان حدثنى شريح يعنى عبيد قال ذكر اهل الشام ثم على بن ابى طالب رضى الله عنه وهو بالعراق فقالوا العنهم يا امير المؤمنين قال لا انى سمعت رسول الله ﷺ يقول ثم الابدال يكونون بالشام وهم اربعون رجلا كلما مات رجل ابدل الله مكانه رجلا يسقى بهم الغيث وينتصر بهم على الاعداء ويصرف عن اهل الشام بهم العذاب۔

[1] (مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۲ رقم حدیث ۸۹۶ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر)

ترجمہ: شریح بن عبید رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ عراق میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سامنے اہل شام کا ذکر کیا گیا۔ لوگوں نے کہا اے امیر المؤمنین ان پر لعنت کیجئے؟ آپ نے کہا نہیں کیونکہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابدال شام میں ہوں گے اور وہ چالیس مرد ہیں جب بھی ان میں سے ایک شخص فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے شخص کو اس کا دل بنا دیتا ہے اس کی وجہ سے بارش ہوتی ہے ان کی وجہ سے دشمنوں کے خلاف مدد حاصل ہوتی ہے ان کی وجہ سے اہل شام سے عذاب دور کیا جاتا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

واخرج الطبرانی وابن عساکر عن عوف بن مالک قال لاتسبوا اھل الشام فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول فیھم الابدال بھم تنصرون وبھم تمطرون۔[1]

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ای ببرکتھم او بسبب وجودھم فیما بھم یدفع البلاء عن ھذہ الامۃ۔

ترجمہ: ابدالوں کی برکت اور ان میں ان کے وجود مسعود کے سبب بارشیں ہوتی ہیں دشمنوں پر فتح حاصل ہوتی ہے اور ان کی برکت سے امت محمدیہ سے بلائیں دور ہوتی ہیں۔[2]

---

[1] (الدر المنثور فی التفسیر الماثور سورۃ البقرہ تحت آیت نمبر ۲۵۱ ج ۱ ص ۵۶۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر ج ۱ ص ۱۸۲ رقم الحدیث ۳۰۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

[2] (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح ج ۱ ص ۴۶۰ مطبوعہ ملتان)

(۲) دارمی شریف میں ہے کہ ایک دفعہ مدینہ شریف میں بارش بند ہو گی اور قحط پڑ گیا لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا:

انظروا قبرا للنبی ﷺ فاجعلوا منه کوی الی السماء حتی لایکون بینه و بین السمآء سقف ففعلوا فمطروا مطراً حتی یکون نبت العشب و سمت الابل حتی تفتقت من الشحم فسمی عام الفتق۔

ترجمہ: یعنی ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ روضہ رسول اللہ ﷺ کی چھت کھول دو کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ رہے لوگوں نے ایسا ہی کیا تو فوراً بارش ہوئی یہاں تک کہ چارہ اگا۔ اونٹ موٹے ہو گئے گویا چربی سے بھر گئے معلوم ہوا کہ اللہ کے پیاروں کی قبر کے وسیلہ سے بارشیں آتی ہیں۔[1]

(۳) شرح السنہ میں ابن منکدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کے غلام حضرت سفینہ عہد فاروقی میں گرفتار ہو گئے آپ قید سے بھاگ نکلے کہ اچانک ایک شیر سامنے آ گیا آپ نے شیر سے فرمایا:

یا ابا الحارث انا مولی رسول اللہ ﷺ کان من امری کیت و کیت فاقبل الاسد له بصبصة حتی اقام الی جنبه کلما سمع صوتا اهوی الیه ثم اقبل یمشی الی جنبه حتی بلغ الجیش ثم رجع الاسد۔

---

[1] (سنن دارمی ج ۱ ص ۵۶ رقم الحدیث ۹۲ مطبوعه دارالکتاب العربی بیروت)، (امتاع الاسماع ج ۱۴ ص ۶۱۵ مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت)، (المواهب اللدنیه ج ۴ ص ۲۷۶ مطبوعه المکتب الاسلامی بیروت)، (زرقانی علی المواهب ج ۱۱ ص ۱۵۰ مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت)، (الوفاء باحوال المصطفی لابن جوزی ص ۸۱۷-۸۱۸ رقم الحدیث ۱۵۳۴ مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت)، (وفاء و الوفاء باخبار دارالمصطفی ﷺ ج ۲ ص ۵۶۰ مطبوعه مطبعة السعادة مصر)

ترجمہ: یعنی اے شیر! میں رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوں۔ میرا واقعہ ایسا ایسا ہوا ہے یہ سن کر شیر دم ہلاتا ہوا حضرت سفینہ کے پاس آجاتا۔ غرض اسی طرح حفاظت اور خدمت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ آپ لشکر اسلام میں پہنچ گئے پھر لوٹ گیا معلوم ہوا کہ حضور پر نور ﷺ کے وسیلہ سے شیر بھی تابع ہو جاتے ہیں۔ اور شیر حضور کے غلاموں کو پہنچاتے ہیں۔ [1]

(۴) مسلم و بخاری میں ہے کہ معراج کی رات پچاس نمازیں فرض ہوئیں:

فرجعت فمررت علی موسی فقال بم امرت قلت امرت خمسین صلوۃ کل یوم قال ان امتک لا تستطیع خمسین صلوۃ کل یوم و انی و اللہ جربت الناس قبلک وعالجت بنی اسرائیل اشد المغالجۃ فارجع الی ربک فسئلہ الخفیف لامتک۔

ترجمہ: حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ہم واپسی میں موسیٰ علیہ السلام پر گزرے تو آپ نے پوچھا کہ آپ کو کیا حکم ملا؟ فرمایا ہر دن پچاس نمازوں کا فرمایا۔ حضور آپ کی امت میں اتنی طاقت نہیں میں بنی اسرائیل کو آزما چکا ہوں اپنی امت کے لئے رب سے رعایت مانگے۔ غرض کہ کئی بار عرض کرنے پر پانچ رہیں۔ [2]

---

[1] (فضائل صحابہ لابن حنبل ج ۲ ص ۹۰۶ رقم الحدیث ۱۷۲۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)، (الاحادیث المختارۃ ج ۲ ص ۱۱۰۔۱۱۱۔۱۱۲ رقم الحدیث ۴۸۴۔۴۸۵۔۴۸۶ مطبوعہ مکتبۃ النہضۃ الحدیثہ مکہ مکرمۃ)، (الدر المنثور فی التفسیر الماثور ج ۱ ص ۵۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر زید بن وہب رحمۃ اللہ علیہ ج ۴ ص ۱۷۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۴۴۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الہدی و الرشاد ج ۱۰ ص ۳۷۰۔۳۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (البدایہ و النہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۲۱۶۔۲۱۷ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمہ)، (خصائص الکبری باب اختصاصہ ﷺ بان طائفۃ من امتہ لاتزال علی الحق وان فیہم اقطابا و اوتادا و نجباء و ابدالا الخ ج ۲ ص ۳۷۰ مطبوعہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر ج ۱ ص ۲۷۳ رقم الحدیث ۲۹۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

[2] (صحیح البخاری کتاب الصلوۃ باب کیف فرضت الصلوۃ ج ۱ ص ۵۰۔۵۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)، (مشکوۃ المصابیح باب فی المعجزات ص ۵۲۸ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے یہ رعایت اور رحمت ملی کہ پچاس نمازوں کی صرف پانچ باقی رہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے بندوں کا وسیلہ ان کی وفات کے بعد بھی فائدہ مند ہے۔

(۵) مسلم و بخاری میں ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانہ میں ایک بار قحط پڑا تو جمعہ کے دن خطبہ میں ایک شخص نے حضور سے عرض کیا تو حضور نے اسی حالت میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے **فوالذی نفسی بیدہ ما وضعها حتی ثار السحاب امثال الجبال ثم لم ینزل عن منبرہ حتی رایت المطر یتحادر علی الحیته۔** یعنی خدا کی قسم ابھی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دعا کے ہاتھ نیچے نہ گئے تھے کہ پہاڑوں کی طرح بادل اٹھا اور حضور اقدس منبر سے نہ اترے تھے کہ بارش کا پانی آپ کی ریش مبارک سے ٹپکتا تھا سات دن بارش ہوتی رہی اگلے جمعہ کو پھر زیادتی بارش کی شکایت کی گئی۔

فرفع یدیه فقال اللهم حوالینا ولا علینا فما یشیر الی ناحیة من السحاب الا انفرجت۔

ترجمہ: تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا کہ مولیٰ اب ہم پر نہ ہی چھٹ جاتا تھا۔[1]

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام مصیبتوں کے وقت حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا وسیلہ اختیار کرتے تھے۔

(٦) مسلم و بخاری میں ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

انما انا قاسم واللہ یعطی۔

ترجمہ: ہم تقسیم فرمانے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔[2]

---

[1] (صحیح البخاری ابواب الاستسقاء باب من تمطر فی المطر حتی یتحادر علی لحیته ج ۱ ص ۱۴۰ ـ ۱۴۱ مطبوعه قدیمی کتب خانه کراچی)، (صحیح مسلم کتاب الصلوۃ الاستسقاء فصل فی الکفایة بالدعاء من الصلوۃ فی خطبة جمعة و اجابة السائل و الدعاء لقحوط المطر اذا کثر ج ۱ ص ۲۹۳ ۲۹۴ مطبوعه قدیمی کتب خانه کراچی)

[2] (صحیح البخاری کتاب الجهاد ج ۱ ص ۴۳۹ مطبوعه قدیمی کتب خانه کراچی)، (صحیح مسلم کتاب الزکوۃ ج ۱ ص ۳۳۳ مطبوعه نور محمد کتب خانه کراچی)، (مشکوۃ المصابیح کتاب العلم الفصل الاول ص ۳۲ مطبوعه نور محمد کتب خانه کراچی)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں حضور پر نور تقسیم فرماتے ہیں اور تقسیم فرمانے والا وسیلہ ہوتا ہے لہذا نبی ﷺ خالق کی ہر نعمت کا وسیلہ ہیں۔

(۷) مسلم شریف میں ہے کہ حضرت ماعز سے ایک بڑا گناہ ہو گیا تو بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ **یارسول اللہ طھرنی** اے اللہ تعالیٰ کے رسول مجھے پاک فرمادیں۔[1]

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رب کا گناہ کر کے حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرتے تھے کہ ہمیں پاک فرمادیں کیونکہ حضور انور ﷺ کو وسیلہ نجات جانتے تھے۔

(۸) مسلم شریف باب السجود میں ہے کہ حضرت ربیعہ ابن کعب نے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا **اسئلک مرافقتک فی الجنة** میں آپ سے مانگتا ہوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ رہوں۔[2]

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کو رب کی تمام نعمتوں حتیٰ کہ جنت کے حصول کا وسیلہ سمجھ کر حضور پر نور ﷺ سے مانگتے تھے۔

(۹) ترمذی شریف میں ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت کبشہ کے گھر ان کے مشکیزہ سے دہن مبارک لگا کر پانی پیا۔ تو **قمت الیها فقطعته** میں اٹھی اور میں نے مشکیزہ کا منہ کاٹ لیا۔[3]

---

[1] (مشکوۃ المصابیح کتاب الحدود الفصل الاول ص ۳۱۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی)

[2] (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۳ رقم الحدیث ۴۸۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

[3] (سنن ابن ماجه كتاب الاشربه ج ۲ ص ۱۱۳۲ رقم الحديث ۳۴۲۳ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)، (الجامع الصحیح للترمذی ابواب الاشربه ج ۴ ص ۳۰۶ رقم الحدیث ۱۸۹۲ مطبوعه دار الغرب الاسلامی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۲ ص ۱۳۸ رقم الحدیث ۵۳۱۸ مطبوعه موسسة الرسالة بیروت)، (مسند حمیدی ج ۱ ص ۱۷۲ رقم الحدیث ۳۵۴ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)، (طبرانی كبير ج ۲۵ ص ۱۵ رقم الحديث ۸ مطبوعه مكتبة العلوم والحكم الموصل)

اس کی شرح مرقاۃ میں ملا علی قاری فرماتے ہیں:

ای فم القربة فحفظته بی بیتی و اتخذته شفاء۔

ترجمہ: یعنی مشکیزہ کا منہ کاٹ کر گھر میں محفوظ رکھا تا کہ اس سے شفا حاصل کی جائے۔

معلوم ہوا کہ صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسی مشکیزہ کے منہ کے ذریعہ بیماروں کی شفا حاصل کرتی تھیں اور حضور ﷺ سے مس ہو جانے کی برکت سے اس چمڑہ کو شفا کا وسیلہ جانتی تھیں۔

(۱۰) مسلم شریف میں ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہ کے پاس حضور ﷺ کا جبہ شریف تھا اور فرماتی تھیں:

هذا جبة رسول الله ﷺ كانت عند عائشة فلما قبضت قبضتها و كان النبی ﷺ يلبسها فنحن نغلسها للمرضی نستشقی بها۔

ترجمہ: یعنی یہ جبہ شریف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھا ان کی وفات کے بعد میں نے اسے لے لیا اس جبہ شریف کو نبی ﷺ پہنتے تھے اور اب ہم یہ کرتے ہیں کہ مدینہ میں جو بیمار ہو جاتا ہے اسے دھو کر پلاتے ہیں اس سے شفا ہو جاتی ہے۔[1]

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بدن شریف سے مس کئے ہوئے جبہ کو شفا کا وسیلہ سمجھ کر اسے دھو کر پیتے ہیں۔

---

[1](صحیح مسلم کتاب اللباس ج ۳ ص ۱۶۴۱ رقم الحدیث ۲۰۶۹ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابو داؤد کتاب اللباس ج ۴ ص ۴۹ رقم الحدیث ۴۰۵۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۷ رقم الحدیث ۲۶۹۸۷ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (سنن الکبری للبیھقی ج ۲ ص ۴۲۳ رقم الحدیث ۴۰۱۰ مطبوعہ مکتبة دار الباز مکة المکرمة)، (طبرانی کبیر ج ۲۴ ص ۹۸ رقم الحدیث ۲۶۴ مطبوعہ مکتبة العلوم والحکم الموصل)، (شعب الایمان ج ۵ ص ۱۴۱ رقم الحدیث ۶۱۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۴۵۴ مطبوعہ دار صادر بیروت)

(۱۱) نسائی شریف میں ہے کہ یہود کی ایک جماعت حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئی اور عرض کی کہ ہمارے شہر میں عبادت خانہ ربیعہ ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اسے توڑ کر مسجد بنائیں۔

فاستَوهبناهُ مِن فضلِ طَهورِهِ فدعا بماءٍ فتوضَّأَ وتمضمَضَ، ثمّ صبَّهُ في إداوةٍ وأمرَنا فقالَ: اخرُجوا فإذا اتيتُمْ أرضَكُم فاكسِروا بيعتَكُم وانضَحوا مَكانَها بِهَذا الماءِ واتّخِذوها مسجدًا۔

ترجمہ: ہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آپ ﷺ کا غسالہ مانگا تو آپ ﷺ نے پانی منگا کر وضو کیا اور کلی کی اور یہ تمام پانی کلی اور وضو کیا ہوا ایک برتن میں ڈال کر ہمیں عنایت فرمایا اور حکم دیا کہ جاؤ اپنے بیعہ میں اس پانی کو چھڑک دو اور وہاں مسجد بنالو۔ [1]

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غسالہ باطنی گندگی دور کرنے کا وسیلہ ہے۔

(۱۲) ابن البر نے کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں لکھا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت وصیت فرمائی۔ کہ مجھے نبی ﷺ نے ایک کپڑا عنایت فرمایا تھا۔ وہ میں نے اسی دن کے لئے رکھ چھوڑا تھا۔ اس کپڑے کو میرے کفن کے نیچے رکھ دینا۔

وخذ ذالک الشعر والاظفار فاجعله فی فمی وعلی عینی ومواضع السجود منی۔

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہ بال اور ناخن لو! انہیں میرے منہ اور آنکھوں اور سجدوں کی جگہوں میں رکھ دینا۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تبرکات کو راحت قبر کا وسیلہ سمجھ کر اپنی قبروں میں ساتھ لے جاتے ہیں۔ (الحرف الحسن) [1]

---

[1] (سنن النسائی کتاب المساجد باب اتخاذ البیع مساجد ج ۱ ص ۱۱۴ مطبوعہ طبع مجتبائی لاھور وفی نسخہ ج ۲ ص ۳۸ رقم الحدیث ۷۰۱ مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب)

(۱۳) ابو نعیم نے معرفۃ الصحابہ میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں روایت فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد کو قمیص کا کفن دیا اور کچھ دیر ان کی قبر میں خود لیٹ کر آرام فرمایا۔

وجہ پوچھنے پر ارشاد فرمایا:

إنّي ألبَسْتُها قميصي لتُلْبَسَ مِن ثيابِ الجنَّةِ و اضْطَجَعْتُ معها في قبرِها خفف عنها مِن ضَغْطةِ القبرِ۔

ترجمہ: ہم نے اپنی چچی صاحبہ کو اپنی قمیص اس لئے پہنائی تاکہ ان کو جنت کا لباس پہنایا جائے اور ان کی قبر میں اس لئے آرام فرمایا تاکہ انہیں تنگی قبر سے امن ملے۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لباس جنتی جوڑے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور جس جگہ ان کا پاک قدم پڑ جائے وہاں آفات سے امن ہو جاتا ہے۔[2]

(۱۴) مسلم شریف میں ہے:

إذا صَلّى الغَداةَ جاءَ خَدَمُ المَدِينَةِ بآنِيَتِهِمْ فِيها الماءُ، فَما يُؤْتى بإناءٍ إلّا غَمَسَ يَدَهُ فِيها۔

---

[1] (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ج ۵ ص ۲۰۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (تہذیب الاسماء للنووی ج ۲ ص ۱۰۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[2] (طبرانی کبیر ج ۲۴ ص ۳۵۱ رقم الحدیث ۸۷۱ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل)، (طبرانی الاوسط ج ۱ ص ۱۵۲ رقم الحدیث ۱۹۱ مطبوعہ مکتبۃ المعارف سعودی عرب ریاض)، (حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر عاصم بن سلیمان احول ج ۳ ص ۱۲۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (العلل المتناہیۃ حدیث فی فضل فاطمۃ بنت اسد ج ۱ ص ۲۷۰ رقم الحدیث ۴۳۳ ممطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)، (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۹ ص ۲۵۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)، (وفاء الوفاء باخبار المصطفی ﷺ ج ۳ ص ۸۹۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ باب ماجاء فی ضغط القبر علی صاحبہ وان کان صالحاً ج ۱ ص ۹۵ مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ صدف پلازہ محلہ جنگی پشاور)

ترجمہ: جب نبی ﷺ نماز فجر پڑھتے تھے تو مدینہ منورہ کے بچے برتنوں میں پانی لے آئے تھے۔[1]

معلوم ہوا کہ مدینے والے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک کی برکت کو بیماروں کی شفا کا وسیلہ سمجھتے تھے اور نبی ﷺ بھی ان کو منع نہ فرماتے تھے۔ بلکہ اپنا ہاتھ شریف پانی میں ڈال دیتے تھے۔

(۱۵) مسلم و بخاری شریف میں ہے کہ فرمایا نبی ﷺ نے فرمایا:

يَأْتِي على النّاسِ زَمانٌ، فَيَغْزُو فِئامٌ مِنَ النّاسِ، فيقولونَ: فِيكُمْ مَن صاحَبَ رَسولَ اللهِ ﷺ؟ فيَقولونَ: نَعَمْ، فيُفْتَحُ لهمْ۔

ترجمہ: یعنی لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ وہ جہاد کریں گے پس کہیں گے کیا تم میں کوئی صحابی رسول اللہ بھی ہیں۔ جواب ملے گا۔ ہاں اس صحابی کے وسیلہ سے انہیں فتح نصیب ہوگی۔[2]

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے وسیلہ جہاد میں فتح نصیب ہوتی ہے اور ان کا وسیلہ پکڑنے کا حکم ہے اس حدیث میں تابعین تبع تابعین کے وسیلہ کا ذکر بھی ہے یعنی اولیاء اللہ کے توسل سے فتح و نصرت حاصل ہوتی ہے۔

(۱۶) بخاری شریف میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

هلْ تُنْصَرُونَ وتُرْزَقُونَ إلّا بضُعَفائِكُمْ۔

---

[1] (مشکوۃ المصابیح باب فی اخلاقہ شمائلہ ﷺ ص ۵۱۹ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی، مسلم ت ۲٦۱، صحیح مسلم ۲۳۲٤)

[2] (صحیح البخاری کتاب فضائل الصحابۃ باب فضائل اصحاب النبی ﷺ ج ۳ ص ۱۳۳۵ رقم الحدیث ۳۴۴۹ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابۃ باب فضل الصحابۃ ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ج ۴ ص ۱۹٦۲ رقم الحدیث ۲۵۳۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۳ ص ۷ رقم الحدیث ۱۰۵٦ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (صحیح ابن حبان ج ۱۱ ص ۸٦ رقم الحدیث ۴۷٦۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

ترجمہ: تم کو نہیں فتح ملتی اور نہیں رزق ملتا مگر ضعیف مومنوں کی برکت اور وسیلہ سے۔[1]

معلوم ہوا کہ فقراء کے وسیلہ سے بارش ہوتی ہے رزق ملتا ہے فتح ونصرت نصیب ہوتی ہے۔

(۱۷) ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

شَفاعتي لأهلِ الكبائرِ من أمّتي۔

ترجمہ: یعنی میری سفارش وشفاعت میری امت کے گناہ کبیرہ والوں کے لئے ہے۔[2]

اس کی شرح میں شیخ عبدالحق لمعات میں فرماتے ہیں:

ای لوضع السیات واما الشفاعة لرفع الدرجات فلکل من الاتقیآء والاولیآء۔

ترجمہ: یعنی گناہگاروں کے لئے تو معافی دلانے کی سفارش ہوگی۔ لیکن درجات بلند کرانے کی شفاعت وہ ہر متقی اور ولی کے لئے ہے۔

معلوم ہوا کہ ہر قسم کا مومن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ کا حاجتمند ہے۔ بہت سے بدعمل لوگ بھی حضور پرنور ﷺ کی شفاعت سے جنتی ہوجائیں گے۔ اور کوئی ولی بھی حضور اقدس ﷺ سے بے نیاز نہیں۔

(۱۸) ابن ماجہ میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

يَشفعُ يومَ القيامةِ ثلاثةٌ الأنبياءُ ثُمّ العُلَماءُ ثُمّ الشُّهداءُ۔

[1] (مشکوۃ باب فضل الفقراء الفصل الاول ص ۴۴۶ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی) البخاري (ت ٢٥٦)، صحيح البخاري٢٨٩٦• أحمدشاكر (ت١٣٧٧)، مسندأحمد٥١/٣)

[2] (سنن الترمذی کتاب صفة القیامة والرائق باب ماجاء فی الشفاعة ج ۴ ص ۶۲۵ رقم الحدیث ۲۴۳۵ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابوداؤد کتاب السنہ باب فی الشفاعة ج ۴ ص ۲۳۶ رقم الحدیث ۴۷۳۹ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

ترجمہ: یعنی قیامت کے دن تین گروہ شفاعت کریں گے: انبیاء علیہم السلام علمآء رحمہم اللہ تعالیٰ پھر شہداء رحمہم اللہ۔[1]

لوگو! معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طفیل علماء شہداء عام مسلمانوں کے لئے وسیلہ نجات ہیں۔

(۱۹) ترمذی، دارمی، ابن ماجہ میں ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

يدخُلُ الجنّةَ بشفاعةِ رجلٍ من أمتي أكثَرُ من بني تميمٍ۔

ترجمہ: یعنی میرے ایک امتی کی شفاعت سے بنی تمیم قبیلہ سے زیادہ آدمی جنت میں جائیں گے۔[2]

اس کی شرح مرقات میں ملا علی قاری فرماتے ہیں:

قیل الرجل عثمان ابن عفان قیل اویس قرنی وقیل غیرہ۔

ترجمہ: بعض علماء نے فرمایا وہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ وہ شخص اویس قرنی ہیں بعض نے کہا کوئی اور بزرگ ہیں۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امتی بھی وسیلہ نجات ہیں۔

---

[1] (سنن ابن ماجه کتاب الزهد باب ذکر الشفاعة ج ۲ ص ۱۴۴۳ رقم الحدیث ۴۳۱۳ مطبوعه دار الفکر بیروت)، (شعب الایمان ج ۲ ص ۲۶۵ رقم الحدیث ۱۷۰۷ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت)

[2] (سنن الترمذی کتاب صفة القیامة والرقائق باب ما جاء فی الشفاعة ج ۴ ص ۶۲۶ رقم الحدیث ۲۴۳۸ مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابن ماجه کتاب الزهد باب ذکر الشفاعة ج ۲ ص ۱۴۴۳ رقم الحدیث ۴۳۱۶ مطبوعه دار الفکر بیروت)، (سنن الدارمی ج ۲ ص ۴۲۳ رقم الحدیث ۲۸۰۸ مطبوعه دار الکتاب العربی بیروت)، (مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۹ ۔ ۴۷۰ رقم الحدیث ۱۵۸۵۷ مطبوعه موسسة قرطبه مصر)، (مسند ابو یعلی ج ۱۲ ص ۲۸۰ رقم الحدیث ۶۸۶۶ مطبوعه دار المامون للتراث دمشق)

(۲۰) شرح سنہ میں ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کسی جگہ تشریف لے جارہے تھے۔ ایک اونٹ نے جو کھیت میں کام کررہا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا اور منہ اپنا زانوئے پاک پر رکھ کر فریادی ہوا۔

سرکار دوعالم نے اس کے مالک کو فرمایا کہ:

فإنَّه شَكا لِكَثرةِ العملِ وقلّةِ العَلَفِ، فأَحسِنوا إليه۔

یہ اونٹ شکایت کرتا ہے کہ تم اس سے کام زیادہ لیتے ہو اور چارہ کم دیتے ہو۔ اس کے ساتھ بھلائی کرو۔[1]

معلوم ہوا کہ بے عقل جانور بھی حضور ﷺ کو رفع حاجات کے لئے وسیلہ جانتے ہیں۔ جو انسان ہو کر ان کے وسیلہ کا منکر ہو وہ اونٹ سے زیادہ بے عقل ہے۔

(۲۱) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طفیل سے ابو لہب کے عذاب میں کچھ تخفیف ہوئی کیونکہ اس کی لونڈی ثوبیہ نے حضور سرور دوعالم ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔[2]

---

[1] (مشکوۃ المصابیح باب المعجزات الفصل الثانی ص ۵۴۰ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی) ابن كثير (ت ٧٧٤)، البداية والنهاية٦/١٤٥••أخرجه أحمد (١٧٥٦٥) شعيب الأرنؤوط (ت١٤٣٨)، تخريج العواصم والقواصم٥/١٠٤•)

[2] (صحیح البخاری کتاب النکاح باب وامهاتکم اللاتی ارضعنکم ج ۵ ص ۱۹۶۱ رقم الحدیث ۴۸۱۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۴۷۸ رقم الحدیث ۱۳۹۵۵ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)، (سنن الکبری للبیہقی ج ۷ ص ۱۶۲ رقم الحدیث ۱۳۷۰۱ مطبوعہ مکتبة دار الباز مکة المکرمة)، (شعب الایمان ج ۱ ص ۲۶۱ رقم الحدیث ۲۸۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوة ومعرفة احوال صاحب الشریعة ج ۱ ص ۱۴۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۰۸ مطبوعہ دار صادر بیروت)، (صفوة الصفوة ج ۱ ص ۶۲ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (الروض الانف فی تفسیر السیرة النبویة لابن ہشام ج ۳ ص ۹۸۔ ۹۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (نصب الرایة لاحادیث الهدایة ج ۳ ص ۱۶۸ مطبوعہ دار الحدیث القاهرة مصر)، (تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۷ ص ۱۷۱۔ ۱۷۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (البدایة والنهایة ج ۲ ص ۲۲۹۔ ۲۳۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (فتح الباری ج ۹ ص ۱۴۵ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور)، (عمدة القاری شرح صحیح البخاری ج ۲۰ ص ۹۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

معلوم ہوا کہ نبی کا وسیلہ ایسی نعمت ہے جس کا فائدہ ابولہب جیسے مردود نے بھی کچھ پالیا۔ مسلمان توان کا بندہ بے دام ہے۔

(۲۲) بخاری شریف کتاب المساجد میں ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما حج کو جاتے ہوئے ہر اس جگہ نماز پڑھتے تھے جہاں نبی ﷺ نے اپنے حج کے موقع پر نماز پڑھی تھی۔[1] یہ مقامات بخاری شریف نے بتائے بھی ہیں معلوم ہوا کہ جس جگہ بزرگ عبادت کرے وہ جگہ قبولیت کا وسیلہ بن جاتی ہے۔

مزید احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حدثنا عمرو بن علی قال حدثنا ابو قتیبة قال حدثنا عبدالرحمن بن عبداللہ بن دینار عن ابیه قال سمعت ابن عمر یتمثل بشعر ابی طالب:

و ابیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتمی عصمة للارامل

وقال عمر بن حمزة حدثنا سالم عن ابیه وربما ذکرت قول الشاعر و انا انظر الی وجه النبی ﷺ یستسقی فماینزل حتی یجیش کل میزاب۔

و ابیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتامی عصمة للارامل

ترجمہ: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ابو طالب کا یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا وہ روشن چہرے والے کہ جن کے چہرہ انور کے وسیلے سے بارش طلب کی جاتی ہے جو یتیموں کے ملجا اور بیواؤں کے فریادرس ہیں۔

---

[1] (اسد الغابة فی معرفة الصحابة ج ۳ ص ۳۲۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (جامع المسانید و السنن ج ۲۸ ص ۲۲۳ ۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

سالم نے اپنے والد ماجد سے روایت کی کہ کبھی میں شاعر کی اس بات کو یاد کرتا اور کبھی نبی کریم ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھتا کہ اس کے ذریعے بارش مانگی جاتی تو آپ اترنے بھی نہ پاتے کہ سارے پر نالے بہنے لگتے۔[1]

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵٦ھ روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کان اذا قحطوا استسقی بالعباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فقال اللھم انا کنا نتوسل الیک بنبینا ا فتسقینا و انا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا قال فیسقون۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب قحط پڑ جاتا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بارش کی دعا حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے کرتے اور کہتے اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی ﷺ کا وسیلہ پکڑا کرتے تھے تو تو ہم پر بارش برسا دیتا تھا اور اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کے چچا جان کو وسیلہ بناتے ہیں کہ ہم پر بارش برسا۔ پس انہیں بارش عطا کی جاتی۔[2]

امام مسلم بن حجاج متوفی ۲٦۱ھ روایت کرتے ہیں:

عن اسیر بن جابر ان اھل الکوفة وفدوا الی عمر فیھم رجل ممن کان یسخر باویس فقال عمر ھل ھھنا احد من القرنیین؟فجاء ذلک الرجل فقال عمر ان رسول اللہ ﷺ قد قال

---

[1] (صحیح بخاری ابواب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا ج ا ص ۳۴۲ رقم الحدیث ۹٦۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

[2] (صحیح بخاری ابواب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا ج ا ص ۳۴۲ رقم الحدیث ۹٦۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)، (سنن الکبری للبیھقی ج۳ ص ۳۵۲ مطبوعہ مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ)، (صحیح بخاری ج ۲ ص ۴۹۷ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)، (زرقانی علی المواھب ج ۱۱ ص ۱۵۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ان رجلاياتيكم من اليمن يقال له اويس لا يدع باليمن غير ام له قد كان به بياض فدعا الله فاذهبه عنه الا موضع الدينار او الدرهم فمن لقيه منكم فليستغفر لكم۔

ترجمہ: اسیر بن جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل کوفہ ایک وفد لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ وفد میں ایک ایسا آدمی بھی تھا حضرت اویس رضی اللہ عنہ سے مذاق کرتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہاں کوئی قرن کا رہنے والا ہے؟ تو وہ شخص پیش ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا تمہارے پاس یمن سے ایک شخص آئے گا اس کا نام اویس ہوگا۔ یمن میں اس کی والدہ کے سوا کوئی نہیں ہوگا۔ اس کو برص کی بیماری تھی اس نے اللہ عزوجل سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ایک دینار یا درھم کے برابر سفید داغ کے سوا باقی داغ اس سے دور کر دیئے۔ تم میں سے جس شخص کی اس سے ملاقات ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ اس سے تمہاری مغفرت کی دعا کرائے۔[1]

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

واخرج البیهقی من وجه آخر عن عمر ان رسول اللہ ﷺ سیکون فی التابعین رجل من قرن یقال له: اویس بن عامر رحمہ اللہ یخرج به رضح فیدعو اللہ ان یذهبه عنه فیذهبه فیقول: اللهم دع لی فی جسدی منه ما اذکر به نعمتک علی فیدع له فی جسده فمن ادرکه منکم فاستطاع ان یستغفر له فلیستغفر له۔

---

[1] (صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة باب من فضائل اویس قرنی رضی اللہ عنه ج ۴ ص ۱۹۶۸ رقم الحدیث ۲۵۴۲ مطبوعه داراحیاء التراث العربی بیروت)، (خصائص الکبری ج ۲ص ۲۲۰ مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت)، (مستدرک للحاکم ج ۳ص ۴۵۶ رقم الحدیث ۵۷۱۹ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت)، (مسند البزار ج ۱ ص ۴۷۹ رقم الحدیث ۳۴۲ مطبوعه مکتبة العلوم والحکم المدینة المنورة)، (سبل الهدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۰۔۱۰۱ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت)، (البدایه والنهایه ابن کثیر ج ۶ ص ۱۹۸ مطبوعه المکتبة التجاریة مکة المکرمه)، (طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۶۲ مطبوعه دار صادر بیروت)، (تهذیب التهذب ج ۱ ص ۳۸۶۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۷۸)، (حجة اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۴ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت)

ترجمہ: بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری سند کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تابعین میں قرن کا ایک شخص ہو گا۔ اس کا نام اویس بن عامر رحمۃ اللہ علیہ ہو گا۔ اس کے جسم میں سفیدی ظاہر ہو گی وہ اللہ عزوجل سے اسے دور کرنے کی دعا کرے گا اور وہ دور ہو جائے گی۔ چنانچہ وہ دعا کرے گا "اللھم دع لی فی جسدی منہ ما اذکر بہ نعمتک علی" اے خدا میرے جسم سے اس سفیدی کو دور کر دے اور میرے جسم میں اتنی سفیدی چھوڑدے کہ میں تیری نعمت کو یاد رکھوں تو اللہ عزوجل اس کے جسم میں اتنی سفیدی چھوڑدے گا لہذا تم میں سے کوئی اگر اس سے ملے تو اور وہ استطاعت رکھتا ہو کہ اس سے استغفار کرائے تو اسے لازم ہے کہ اس سے استغفار کی درخواست کرے۔[1]

محدث کبیر امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ لکھتے ہیں:

قالوا یارسول اللہ کیف لنا برجل منھم قال ذاک اویس القرنی قالوا وما اویس القرنی قال اشھل ذا صھوبۃ بعید ما بین المنکبین معتدل القامۃ آدم شدید الادمۃ ضارب بذقنہ الی صدرہ رام بذقنہ الی موضع سجودہ واضع یمینہ علی شمالہ یتلو القرآن یبکی علی نفسہ ذو طمرین لا یؤبہ لہ متزر بازار صوف ورداء صوف مجھول فی اھل الارض معروف فی اھل السماء لو اقسم علی اللہ لا برقسمہ الا وان تحت منکبہ الایسر لمعۃ بیضاء الا وانہ اذا کان یوم القیامۃ قیل للعباد ادخلوا الجنۃ ویقال لاویس قف فاشفع فیشفع اللہ عزوجل فی مثل عدد ربیعۃ ومضر یاعمر و یاعلی اذا انتما لقیتماہ فاطلبا الیہ ان یستغفر لکما یغفر اللہ لکما۔

---

[1] (خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۲۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج ۱۰ ص ۱۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۶ ص ۳۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۳۹۴-۳۹۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر اویس بن عامر القرنی سید العباد وعلم الاصفیاء ج ۲ ص ۸۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ ان بزرگوں میں سے ہمیں کوئی آدمی مل سکتا ہے؟ فرمایاہاں "اویس قرنی" ہے جس سے تمہاری ملاقات ہوگی صحابہ رضی اللہ عنہم نے اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی علامات پوچھیں ارشاد فرمایااس کی آنکھیں سرخ مائل ہوں گی سرخ بالوں والا ہوگا۔ کشادہ کاندھوں والا میانے قد والا گندم گوں، سینے پر بالوں والا، دایاں بائیں پر رکھتا ہوگا قرآن کی تلاوت کرے گا اور اپنے پر بہت روتا ہوگا اہل سماء میں مشہور ہے اگر اللہ پر کسی کام کے کرنے کی قسم کھالے تو اللہ اسے اپنی قسم میں بری کر دیتا ہے سنو اس کے بائیں کاندھے کے نیچے ایک چمک ہوگی اہل زمین میں اسے کوئی نہیں جانتا اون کا ازار باندھا ہوگا اون ہی کی چادر اوڑھی ہوگی خوب سن لو۔ قیامت کے دن عام لوگوں سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ اور اویس رضی اللہ عنہ سے کہا جائے گا کہ ادھر کھڑے ہو جاؤ اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی اے عمر و علی رضی اللہ عنہما جب تمہاری ان سے ملاقات ہوگی تو ان سے استغفار کرانا اللہ تمہاری مغفرت فرمائے گا۔[1]

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

سیکون فی امتی رجل یقال لہ اویس بن عبداللہ القرنی و ان شفاعة فی امتی مثل ربیعة و مضر۔[2]

---

[1] (حلیة الاولیاء و طبقات الاصفیاء ذکر اویس بن عامر القرنی سیدالعباد وعلم الاصفیاء ج ۲ ص ۸۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

[2] (الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر حرف السین ج ۱ ص ۲۹۳ رقم الحدیث ۴۷۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الفتح الکبیر فی ضم الزیادة الی الجامع الصغیر ج ۲ ص ۱۵۸ رقم الحدیث ۶۹۴۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

واخرج ابن سعد والحاکم من طریق أسیر بن جابر عن عمر انه قال لاویس القرنی استغفرلی قال: کیف استغفر لک وانت صاحب رسول اللہ ﷺ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ان خیر التابعین رجل یقال لہ اویس القرنی۔

ترجمہ: ابن سعد و حاکم رحمہما اللہ نے بطریقہ اسیر بن جابر رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ آپ میرے لئے استغفار فرمائیں۔ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں آپ کے لئے کیونکر استغفار کروں جبکہ آپ خود رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا خیر التابعین وہ شخص ہے جس کا نام اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔[1]

امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں:

اصاب الناس قحط فی زمن عمر فجاء رجل الی قبر النبی ﷺ فقال یارسول اللہ استسق لامتک فانھم قد ھلکوا فاتی الرجل فی المنام فقیل لہ ائت عمر فاقرئہ السلام واخبرہ انکم مستقیون وقل لہ علیک الکیس علیک الکیس فاتی عمر فاخبرہ فبکی عمر ثم قال یارب لاآلو الاماعجزت عنہ۔

ترجمہ: لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قحط میں مبتلا ہوگئے تو ایک شخص (حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ) حضور نبی اکرم ﷺ کے روضہ انور پر حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ آپ کی امت ہلاک ہوا چاہتی ہے آپ اس کے لیے بارش کی دعا فرمائیں اس صحابی کو

[1] (خصائص الکبری ج ۲ ص ۲۲۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (سبل الھدی والرشاد ج۱۰ ص ۱۰۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سیدالمرسلین ص ۳۹۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)، (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ج۴ ص ۱۸۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

خواب میں کہا گیا کہ عمر کو جا کر سلام کہو اور انہیں بتاؤ کہ تمہیں بارش عطا کی جائے گی اور یہ بھی کہو کہ (امور خلافت ادا کرنے میں مزید) بیدار مغزی سے کام لو۔ اس صحابی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی تو آپ رضی اللہ عنہ رو پڑے اور عرض کیا اے میرے رب! جہاں تک مجھ سے ہو سکتا ہے میں اس میں کوتاہی نہیں کرتا۔[1]

امام ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس روایت کے بعد لکھتے ہیں:

وروی ابن ابی شیبة باسناده صحیح۔

ترجمہ: امام ابن ابی شیبہ نے اسے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔[2]

امام ابن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں:

اہل مدینہ قحط میں مبتلا ہو گئے تو انہوں نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اس کی شکایت کی۔ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور بارش کی دعا فرمائی۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ زور دار بارش شروع ہو گئی۔ جب بارش زیادہ ہو گئی تو مدینہ منورہ کے آس پاس کے لوگوں نے حاضر ہو کر عرض کی کہ ہم تو ڈوب جائیں گے۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ ہمارے ارد گرد بارش ہو ہم پر نہ ہو۔ چنانچہ بادل آس پاس سے اس طرح ہٹ گیا جیسے تاج ہو۔

اس موقع پر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لو ادرک ابو طالب هذا الیوم لسره فقال له بعض اصحابه یا رسول الله اردت قوله:

وابیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتامی عصمة للارامل

---

[1] (مصنف ابن ابی شیبه ج ۱۲ ص ۳۲ رقم الحدیث ۱۲۰۵۱ مطبوعه مکتبة الرشد الریاض)

[2] (فتح الباری ج ۲ ص ۴۹۵ مطبوعه دار المعرفه بیروت)، (زرقانی علی المواهب ج ۸ ص ۷۷ مطبوعه دار الکتب العلمیه بیروت)

ترجمہ: اگر ابو طالب اس دن کو پاتے تو یقینا انہیں خوشی ہوتی۔ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کا اشارہ ان کے اس شعر کی طرف ہے۔

گورے رنگ والے جن کے چہرے کے وسیلے سے بارش کی دعا مانگی جاتی ہے اور جو یتیموں اور بیواؤں کے ملجاوماوی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں۔[1]

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

عَنْ سُلَيْم بْنِ عَامِرٍ الْخَبَائِرِيّ ، أَنَّ السَّمَاءَ قَحِطَتْ مَخْرَجَ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ وَأَهْلُ دِمَشْقَ يَسْتَسْقُونَ، فَلَمَّا قَعَدَ مُعَاوِيَةُ عَلَى الْمِنْبَرِ قَالَ: أَيْنَ يَزِيدُ بْنُ الأَسْوَدِ الْجُرَشِيُّ؟ قَالَ: فَنَادَاهُ النَّاسُ ، فَأَقْبَلَ يَتَخَطَّى ، فَأَمَرَهُ مُعَاوِيَةُ ، فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ ، فَقَعَدَ عِنْدَ رِجْلَيْهِ ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ : اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَشْفِعُ إِلَيْكَ الْيَوْمَ بِخَيْرِنَا وَأَفْضَلِنَا ، اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَشْفِعُ إِلَيْكَ بِيَزِيدَ بْنِ الأَسْوَدِ الْجُرَشِيِّ ، يَا يَزِيدُ ، ارْفَعْ يَدَيْكَ إِلَى اللهِ ، فَرَفَعَ يَزِيدُ يَدَيْهِ ، وَرَفَعَ النَّاسُ أَيْدِيَهُمْ ، فَمَا كَانَ أَوْشَكَ أَنْ ثَارَتْ سَحَابَةٌ فِي الْمَغْرِبِ ، وَهَبَّتْ لَهَا رِيحٌ ، فَسُقِينَا حَتَّى كَادَ النَّاسُ لاَ يَصِلُونَ إِلَى مَنَازِلِهِمْ۔

ترجمہ: (بہت عرصہ تک) آسمان سے بارش نہ ہوئی تو حضرت معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہ اور اہل دمشق بارش کی دعا کے لیے باہر نکلے۔ پھر جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھے تو فرمایا یزید بن الاسود الجرشی کہاں ہیں؟ لوگوں نے انہیں بلایا تو وہ پھلانگتے ہوئے تشریف لائے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم پر وہ منبر پر چڑھے اور ان کے قدموں میں بیٹھ گئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی اے اللہ آج ہم بہتر اور افضل شخصیت کا وسیلہ پیش کرتے ہیں اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں یزید بن الاسود الجرشی کا وسیلہ پیش کرتے ہیں (پھر حضرت

---

[1] (السیرۃ النبوۃ لابن ہشام مع الروض الانف ج ۱ ص ۹ ۷ ۱ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا) یزید! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھاؤ۔ انہوں نے ہاتھ اٹھائے۔ لوگوں نے بھی ہاتھ اٹھائے (اور دعا کی) اچانک مغرب کی طرف سے ایک بادل اٹھا ہوا چلنے لگی اور زور دار بارش شروع ہوگئی یہاں تک کہ لوگوں کو گھروں تک پہنچنا مشکل ہوگیا۔ [1]

امام سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

عن عمر بن الخطاب قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لما أذنب آدم الذي أذنبه، رفع رأسه إلى العرش، فقال: أسألك بحق محمد إلا غفرت لي، فأوحى الله إليه: وما محمد؟ ومن محمد؟ فقال: تبارك اسمك، لما خلقتني رفعت رأسي إلى عرشك، فإذا فيه مكتوب: لا إله إلا الله محمد رسول الله، فعلمت أنه ليس أحد أعظم عندك قدرا ممن جعلت اسمه مع اسمك، فأوحى الله إليه: يا آدم إنه آخر النبيين من ذريتك، وإن أمته آخر الأمم من ذريتك، ولولا هو يا آدم ما خلقتك۔

ترجمہ: جب حضرت آدم علیہ السلام (اجتہادی) خطا ہوگئی تو انہوں نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور عرض کیا اے رب اگر تو نے مجھے معاف نہ فرمایا تو میں تجھ سے بحق محمد (ﷺ اپنی بخشش کا) سوال کرتا ہوں (کہ تو مجھے بخش دے) اللہ عزوجل نے ان کی طرف وحی کی اور فرمایا اے آدم! محمد کیا ہیں اور محمد کون ہیں؟ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا اے بابرکت نام والے جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا تو میں نے سر اٹھا کر تیرے عرش کو دیکھا تو عرش (کے پایوں) پر لا الہ الا اللہ محمد رسول لکھا ہوا تھا سو میں نے جان لیا کہ تو نے جس کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا کر لکھا ہے وہ تجھ کو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہوگا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا اے آدم (تم نے سچ کہا وہ مجھے مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہے) وہ تیری اولاد میں سے تمام انبیاء میں سے آخری ہے اور اس کی

---

[1] (طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۴۴۴ مطبوعہ دار صادر بیروت، ج ۹، ص ۴۴۸، الناشر: مكتبة الخانجي - القاهرة)

امت تیری اولاد میں سب سے آخری امت ہے اور اے آدم اگر وہ (محمد) نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔[1]

اہل اللہ تعالیٰ کو وسیلہ بنانے اور ان سے روحانی استمداد کا جواز

علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں:

وقيل إقسام بالنفوس الفاضلة حالة المفارقة لا بد أنها بالموت فإنها تنزع عن الأبدان غرقا أي نزعا شديدا من أغرق النازع في النفوس إذا بلغ غاية المد ينتهي إلى النصل لعسر مفارقتها أياها حيث الفنه وكان مطية لها لاكتساب الخير ومظنة لازدياده فتنشط شوقا إلى عالم الملكوت وتسبح به فتسبق به حظائر القدس فتصير لشرفها وقوتها من المدبرات أي ملحقة بالملائكة أو تصلح هي لأن تكون مدبرة كما قال الإمام أنها بعد المفارقة قد تظهر لها آثار وأحوال في هذا العالم فقد يرى المرء شيخه بعد موته فيرشده لما يهمه وقد نقل على جالينوس أنه مرض مرضا عجز عن علاجه الحكماء فوصف له في منامه علاجه فأفاق وفعله فأفاق وقد ذكره الغزالي ولذا قيل وليس بحديث كما توهم تحيرتم في الأمور فاستعينوا من أصحاب القبور أي أصحاب النفوس الفاضلة المتوفين ولا شك في أنه يحصل لزائرهم مدد روحاني ببركتهم وكثيرا ما تنحل عقد الأمور بأنامل التوسل إلى الله تعالى بحرمتهم۔

ترجمہ: کہا گیا ہے: اس سورت پاک کے ان ابتدائی جملوں میں موت کے وقت نیک لوگوں کی ارواح کی جسموں سے جدائی کی کیفیت بیان کی گئی ہے اور ارواح کی انہی مختلف کیفیات کی قسم اٹھائی گئی ہے۔ یہ ارواح بدنوں سے کھینچ کر نکالی جاتی ہیں، کیوں کہ ان بدنوں کے ساتھ مانوس ہونے کی وجہ

[1] (طبرانی الاوسط ج ٦ ص ٣١٣ رقم الحدیث ٦٥٠٢ مطبوعہ مکتبۃ المعارف الریاض)، (الدر المنثور فی التفسیر بالماثور ج ١ ص ٥٨ مطبوعہ دار الفکر بیروت)، (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٥ ص ٤٨٩ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (المستدرک للحاکم ج ٢ ص ٦٧٢ رقم الحدیث ٤٢٢٨ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)، (الوفاء باحوال المصفیٰ ص ٣٣ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

سے وہ جدا ہونا پسند نہیں کرتیں۔ اس ناپسندیدگی کی وجہ یہ ہے کہ نیکیاں کمانے کیلئے بدن سواری کی حیثیت رکھتے ہیں، ان کی بدولت نیکیاں بڑھنے کا امکان و گمان زیادہ ہوتا ہے۔ پھر وہ ارواح عالمِ ملکوت کی طرف پرواز کرتی ہیں اور تیرتے ہوئے حریم قدسی تک پہنچ جاتی ہیں، اوراپنی شرافت و قوت کی وجہ سے کارکنانِ قضاءوقدر کے ساتھ مل جاتی ہیں یعنی فرشتوں میں شامل ہوجاتی ہیں، یاانتظام وتصرف کی صلاحیت حاصل کرلیتی ہیں۔ اس لئے کہاگیاہے: جب تمہیں مشکلات پیش آئیں تو اہل مزارات سے مدد طلب کیاکرو یعنی اللہ تعالیٰ کے ان محبوب ومقبول بندوں سے جو نفوس قدسیہ کے مالک ہیں، اور وصال فرماگئے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص ان کے مزارات پر حاضری دے، اسے ان کی برکت سے روحانی مدد حاصل ہوتی ہے، اور بسااوقات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی حرمت کا وسیلہ پیش کرنے سے مشکلات کی گرہیں کھل جاتی ہیں۔

پھر فرماتے ہیں:

وقيل إقسام بالنفوس حال سلوكها وتطهير ظاهرها وباطنها بالأجتهاد في العبادة والترقي في المعارف الإلهيو فإنها تنزع عن الشهوات وتنشط إلى عالم القدس فتسبح في مراتب الأرتقاء فتسبق إلى الكمالات حتى تصير من المكملات للنفوس الناقصة۔

ترجمہ: اور یہ بھی کہاگیاہے کہ ان جملوں میں ان پاک سرشت لوگوں کی قسم اٹھائی گئی ہے، جو میدان سلوک میں قدم رکھتے ہیں اور عبادت وریاضت اور مجاہدہ کے ذریعے ظاہر وباطن کو پاک کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور معرفت خداوندی حاصل کرلیتے ہیں۔ (ان قدسی لوگوں پر ان جملوں کا انطباق یوں ہوگا کہ) یہ حضرات خود کو نفسانی خواہشات سے روکتے ہوئے عالم قدس کی

طرف مائل ہوتے ہیں اورارتقائی منازل طے کرتے ہوئے کمالات کی حدوں تک پہنچ جاتے ہیں، تا آنکہ یہ ناقص وناکارہ لوگوں کو کامل وکارآمد اور مقبول بنانے کے قابل بن جاتے ہیں۔"[1]

الاستمداد والتوسل کے بارے میں عالم ربانی عارف حقانی عالم ربانی حضرت مولانا محمد صالح نور اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ نے ایک مکمل رسالہ لکھا ہے۔ بعض دلائل، پیش کرتا ہوں:

توسل، استمداد اور استغاثہ کے معنٰی

توسل، تشفع، استعانت اور استمداد وغیرہ الفاظ استعمالاً قریب المعنی ہیں۔

چنانچہ کُتب لغت قاموس، صراح اور لسان العرب وغیرہ میں ان کے معنی اس طرح مرقوم ہیں:

التوسل: وسیلہ جستن، تقرب حاصل کردن۔

استمداد: طلب مدد۔

استعانت: طلب نصرت، طلب رحمت، طلب باراں، طلب فریادرسی۔

استمداد وتوسل کی تین صورتیں

مطلب ان سے یہی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ایک برگزیدہ بزرگ کے ذریعے سوال کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کا مقبول ومحبوب ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اُس محبوب کے صدقے یا برکت یا مرتبے کے ذریعے سوال پورا کردے۔

توسل کر نہیں سکتے خدا سے ۔۔۔ اسے ہم مانگتے ہیں اولیاء سے

---

[1] (روح المعانی ج۸ص ۲۷-۳۰)

اس کی تین صورتیں ہیں:

کسی بزرگ کے طفیل سوال کرنا

ایک یہ کہ سوال کرنے والا اللہ تعالیٰ سے کسی بابرکت بزرگ کے وسیلے سے سوال کرے، یعنی یوں کہے کہ خداوند! فلاں بزرگ کے طفیل میری یہ حاجت پوری فرما مثلاً:

یارب بمحمدو علی و زھرا   یارب بہ حسین و حسن و آل عبا

ترجمہ: اے پروردگار! حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ، حضرت علی المرتضیٰ اور فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہما کے طفیل، اے پروردگار! حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت آل عبا کے طفیل۔

از لطف برآر حاجتم ھادو سرا   بے منت خلق یا علی الاعلیٰ

ترجمہ: اے سب سے برتر ذات! دونوں جہانوں میں مخلوق کے احسان کے بغیر میری حاجت پوری فرما۔

اس صورت میں سوال درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی سے کیا گیا ہے بزرگ کا محض واسطہ ہے مُعطی اور موجد تو اللہ تعالیٰ ہی ہے نہ کہ بزرگ۔

کسی زندہ بزرگ سے دعا کی درخواست کرنا

دوسری صورت یہ ہے کہ (اس میں بھی دو مزید صورتیں ہیں):

ایک یہ کہ سوال کرنے والا کسی زندہ بزرگ سے کہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ مراقبے میں کسی متوفی بزرگ کی روحانیت سے خطاب کرکے کہے کہ: میری فلاں مراد برلائے اور میری فلاں تکلیف دور کرے مثلاً:

نبی الوریٰ ضاقت بی الحال فی الوریٰ — وانت لما املت فیک جدیر

فسل خالقی تفریح کربی فانه — علیٰ فرجی دون الانام قدیر

مطلب یہ ہے کہ اے خدا کے نبی ﷺ! میرا حال تنگ ہے، آپ خدا سے دعا کرکے میری تنگی دور کرائیے کیونکہ وہ اس پر قادر ہے۔

مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہء دیوبند یہ فرماتے ہیں:

دعا تری مرے طلب کے ہو اگر حامی — تو بخت بد کو ملے حق کے گھر سے بھی پھٹکار

اس صورت میں بھی سوال اللہ تعالیٰ ہی سے ہے بزرگ محض دعا گو ہے نہ مُعطی و مُوجد، عطاو ایجاد صرف اللہ تعالیٰ کا ہی خاصہ ہے۔

کسی بزرگ کو مستمد و مستغاث مان کر کچھ طلب کرنا

تیسری صورت یہ ہے کہ کسی بزرگ کو مستمد و مستغاث کرکے خطاب کیا جائے، اور بے قراری میں عرض کیا جاتا ہے کہ عالی جاہا مجھے مصیبتوں نے ہر طرف سے آ گھیرا ہے، خدا کے لیے آپ میرے حال زار پر رحم کرکے میری امداد فرمایئے، آپ اُس قادر مطلق کے پیارے محبوب ہیں۔

مثلاً مولانا جامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ز مہجوری برآمد جان عالم — ترحم یا نبی اللہ ترحم

ترجمہ: آپ سے ہجر اور فراق کے باعث ایک جہان کی جان نکلی جارہی ہے یارسول اللہ ﷺ! رحم کی درخواست ہے رحم فرمایئے۔

بدہ دستے ز پا اُفتادگاں را　　　　بکن دلداری دلدادگاں را

ترجمہ: گرے ہوؤں کی مدد فرمایئے، اپنی ذات پر فریفتہ افراد کی دل نوازی فرمایئے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یا حبیب اللہ خُذ بیدی　　　　مالعجزی سواک مُستندی

ترجمہ: اے اللہ تعالیٰ کے پیارے! میری مدد فرماؤ آپ کے سوا میرا کوئی سہارا نہیں ہے۔

صاحب قصیدہ بردہ شریف ﷺ فرماتے ہیں:

یا اکرم الخلق مالی من الوذُبہ　　　　سواک عند حلول الحادث العمم

اے اشرف الخلق! آفات نازل ہونے کے وقت تیرے سوا میری کوئی پناہ نہیں ہے، مدد فرمایئے۔

غرض ان تینوں صورتوں میں کوئی محذور شرعی اور عقلی لازم نہیں آتا جس کی بناء پر یہ ممنوع ہوں۔

مجاز اور حقیقت کے دلائل

(۱) انبتت الربیع البقل۔ بارش نے ساگ اُگایا۔

دیکھیۓ اس میں بارش کو ساگ اُگانے والا بتلایا ہے حالانکہ حقیقتاً اُگانے والا اللہ تعالیٰ ہے تو گویا یہاں بارش بطور مجاز عقلی اُگانے والی ہے۔ اس قسم کے نظائر قرآن مجید میں موجود ہیں چنانچہ:

(۲) اللہ تعالیٰ سورۃ البقرہ میں ارشاد فرماتا ہے:

مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا وَقِثَّائِهَا وَفُومِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا (البقرۃ ۶۱)

زمین کی اگائی ہوئی چیزیں ہمارے لیے نکالے کچھ ساگ اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز۔

اس میں زمین کو اگانے والا بتایا ہے، حالانکہ حقیقتاً اگانے والا اللہ تعالیٰ ہے تو گویا یہاں زمین بطور مجاز عقلی اُگانے والی ہے۔

(۳) سورۃ المومن رکوع نمبر ۴ میں ہے:

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَاهَامَانُ ابْنِ لِي صَرْحًا لَعَلِّي أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ (۳۶) أَسْبَابَ السَّمَاوَاتِ فَأَطَّلِعَ إِلَى إِلَهِ مُوسَى وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ كَاذِبًا (غافر ۳۷)

"اور فرعون بولا اے ہامان میرے لیے اونچا محل بنا شاید میں پہنچ جاؤں راستوں تک کا ہے کے راستے آسمانوں کے تو موسیٰ کے خدا کو جھانک کر دیکھوں اور بے شک میرے گمان میں تو وہ جھوٹا ہے۔"

دیکھیئے اس میں مینار یا محل کی بناء کی نسبت ہامان کی طرف کی گئی ہے، جو بطور مجاز کے ہے، اس لیے کہ وہ تو سبب اور حکم دینے والا ہے، ورنہ دراصل مینار بنانے والے تو معمار تھے۔

(۴) اللہ تعالیٰ دین حق کی تبلیغ کے لیئے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہارون علیہ السلام کو مقرر کرتے ہوئے سورۃ القصص رکوع نمبر ۴ میں ارشاد فرماتا ہے:

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطَانًا فَلَا يَصِلُونَ إِلَيْكُمَا بِآيَاتِنَا (القصص ۳۵)

فرمایا قریب ہے کہ ہم تیرے بازو کو تیرے بھائی سے قوت دیں گے اور تم دونوں کو غلبہ عطا فرمائیں گے تو وہ تم دونوں کا کچھ نقصان نہ کر سکیں گے ہماری نشانیوں کے سبب۔

دیکھیئے بازو کو قوت دینے کی نسبت ہارون علیہ السلام کی طرف کی گئی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ قوت دینے والا ہے مگر بطور مجاز کے ایسا فرمایا کیونکہ یہ عالم اسباب کا ایک سبب ضروری تھا۔

(۵) حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو کلمہ ء حق کی طرف پکار پکار کر تھک جاتے ہیں تو بارگاہ الٰہی میں یوں عرض کرتے ہیں:

قَالَ نُوحٌ رَبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَنْ لَمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا (۲۱) وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا (نوح ۲۲)

"نوح نے عرض کی اے میرے رب انہوں نے میری نافرمانی کی اور ایسے کے پیچھے ہو لیے جسے اس کے مال اور اولاد نے نقصان ہی بڑھایا اور بہت بڑا داؤ کھیلے۔"

یہاں خسران و نقصان کی نسبت مال و اولاد کے ساتھ مجازی ہے کیونکہ یہ چیزیں نقصان رساں نہیں بلکہ ان کو نقصان پہنچتا ہے اور نقصان رساں اللہ تعالیٰ ہے۔

(۶) قرآن مجید کی تعلیم کی بابت سورۃ الرحمٰن میں ارشاد ہوتا ہے:

الرَّحْمَنُ (۱) عَلَّمَ الْقُرْآنَ (الرحمن ۲) رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔

اور سورۃ النجم میں ارشاد ہوتا ہے:

عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَى (النجم ۵)

انہیں سکھایا سخت قوتوں والے طاقتور نے۔

دیکھئے بظاہر دونوں آیتیں متضاد معلوم ہوتی ہیں، لیکن اگر بنظر غور دیکھا جائے تو بالکل متضاد نہیں ہیں، کیونکہ آیت اول حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ دراصل قرآن مجید کا سکھانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے، اور دوسری آیت مجاز کو ظاہر کرتی ہے، یعنی بظاہر جبرئیل علیہ السلام نے قرآن کو سکھلایا۔

(۷) ارواح کو قبض کرنے کی بابت سورۃ الزمر، رکوع نمبر ۴ میں ارشاد ہوتا ہے:

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا (الزمر ۴۲)

"اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت۔"

اور سورۃ السجدہ رکوع اول میں ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ يَتَوَفَّاكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ (السجدة ١١)

"تم فرماؤ تمہیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے۔"

دیکھیئے دونوں آیتیں بظاہر متضاد معلوم ہوتی ہیں، اگر بنظر غور دیکھا جائے تو ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے، کیونکہ آیت اول حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ دراصل مارنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور آیت دوسری مجاز کو ظاہر کرتی ہے کہ بظاہر ملک الموت مارنے والا ہے۔

(٨) جب رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے بیعت لی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (الفتح ١٠)

"وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔"

دیکھیئے اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کے فعل کو اللہ تعالیٰ کا فعل اور آپ ﷺ کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ کا ہاتھ فرمایا گیا ہے، گویا اس میں حقیقت اور مجاز دونوں ہیں، کیونکہ بظاہر تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرتے تھے اور آپ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہوتا تھا، مگر دراصل یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے تھے کیونکہ آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع اور خلیفۃ اللہ تعالیٰ تھے، اس واسطے آنحضرت ﷺ کا یہ فعل اللہ تعالیٰ کا فعل قرار پایا۔

جب جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ نے کفار کی طرف کنکروں اور مٹی کی مُشت بھر کر پھینکی تو وہ ان سب کی آنکھوں، منہ اور ناک میں جا پہنچی، جس کے باعث ان (کفار) کو شکست فاش ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفال کے دوسرے رکوع میں ارشاد فرمایا:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الانفال ۱۷)

"اور اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔"

دیکھیے اس آیت میں حقیقت اور مجاز دونوں ہیں، گو آیت میں بظاہر تضاد معلوم ہوتا ہے لیکن اگر بنظر غور دیکھا جائے تو اس میں بالکل اختلاف نہیں ہے، کیونکہ مارمیت (یعنی نہیں پھینکی تو نے) سے حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ حقیقت میں پھینکنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اذرمیت (یعنی جب تو نے پھینکی) سے مجاز کی طرف۔ کیونکہ بظاہر اس کو حضور ﷺ نے ہی پھینکا تھا۔

(۹) اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو سورۃ الشوریٰ رکوع نمبر ۵ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (۵۲) صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ (الشوری ۵۲-۵۳)

"اور بے شک تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو اللہ کی راہ کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں۔"

اور سورۃ القصص رکوع نمبر ۶ میں ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ (القصص ۵۶)

"بے شک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کر دو ہاں اللہ ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے۔"

دیکھیئے بظاہر یہ دونوں آیتیں متضاد معلوم ہوتی ہیں، لیکن اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو ان میں بالکل اختلاف نہیں ہے، کیونکہ آیت اول مجاز کو ظاہر کرتی ہے کہ بظاہر ہدایت دینے والے رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اور دوسری آیت حقیقت کو ظاہر کرتی ہے کہ دراصل ہدایت دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ سورۃ الشوریٰ رکوع نمبر ۴ میں ارشاد فرماتا ہے:

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُورَ (۴۹) أَوْيُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيمًا (الشوریٰ ۵۰)

"اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت پیدا کرتا ہے جو چاہے جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے یا دونوں ملا دے بیٹے اور بیٹیاں اور جسے چاہے بانجھ کر دے۔"

دیکھیئے ان آیات میں بیٹے بیٹیاں پیدا ہونا یا بانجھ ہونا بحکم الٰہی مذکور ہے جس میں تبدیلی ناممکن ہے ایسے صریح حکم کے باوجود پھر بھی ان صورتوں کا مریض ضرور علاج معالجہ کراتا ہے۔ بعض اوقات ادویات سے کامیاب بھی ہو جاتا ہے تو وہ مجازاً کہہ دیتا ہے کہ فلاں دوا یا فلاں حکیم کے علاج سے میں تندرست ہوا، اور میرے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ تو یہ سب مجازی صورتیں ہیں ایسا کہنا جائز ہے۔ ہاں فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہی کو دل میں جاننا چاہیئے۔

(۱۱) اللہ تعالیٰ سورۃ المریم رکوع نمبر ۲ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا (۱۶) فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (۱۷) قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتَ تَقِيًّا (مریم ۱۸)

اور کتاب میں مریم کو یاد کرو جب اپنے گھر والوں سے پورب (مشرق) کی طرف ایک جگہ الگ گئی تو ان سے ادھر ایک پردہ کرلیا تو اس کی طرف ہم نے اپنا روحانی بھیجا وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا۔

مریم علیہ السلام کو تیرھواں یاپندرھواں سال تھا کہ حیض ہوا، بعد ایام معمولی نہانے کے لیے لوگوں کی طرف سے پردہ کرکے ایک پُورب رُخ جگہ جابیٹھیں تو جبرئیل علیہ السلام خوبصورت جوان مرد بن کر ان کے سامنے آکھڑے ہوئے۔ مریم علیہ السلام نے اجنبی مرد کو دیکھ کر خدا کا واسطہ دیا اور نامحرم کے اپنے سامنے سے ہٹ جانے کی خواہاں ہوئیں تو جبرئیل علیہ السلام نے اپنے فرشتہ ہونے کا اظہار کرکے آنے کی وجہ ظاہر کی:

قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّکِ لِأَهَبَ لَکِ غُلَامًا زَکِيًّا (مریم ۱۹)

"بولا میں تیرے رب کا بھیجاہوا ہوں کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں۔"

دیکھئے یہاں جبرئیل علیہ السلام نے لڑکا عطاء کرنے کی نسبت اپنی طرف کی حالانکہ دراصل لڑکا دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

(۱۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو توحید کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

أَنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ أَنِّي أَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِ الْمَوْتَى بِإِذْنِ اللَّهِ وَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ (آل عمران ۴۹)

"میں تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں تمہارے رب کی طرف سے کہ میں تمہارے لیے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم

سے اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سپید داغ والے کو اور میں مُردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو۔"

دیکھئے یہاں بظاہر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اندھے اور کوڑھی کو شفایاب کر دینے اور غیب کا احوال بتادینے کی نسبت اپنے ساتھ مجازاً کی ہے ورنہ ان باتوں کا فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔

(۱۳) حدیث شفاعت کو دیکھئے کہ لوگ بروز حشر آدم علیہ السلام سے فریاد کریں گے، پھر درجہ بدرجہ دوسرے انبیاء علیہم السلام اللہ علیہ سے فریاد کریں گے، پھر محمد ﷺ رسول اللہ ﷺ سے فریاد کریں گے، انبیاء علیہم السلام کا فریاد کو پہنچنا مجاز کے طور پر ہے، ورنہ حقیقی فریادرس اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

نداریم غیر از تو فریادرس　　　　توئی عاصیاں را خطا بخش و بس

ترجمہ: ہم تیرے سوا کوئی فریاد کو پہنچنے والا نہیں رکھتے، تو ہی گناہگاروں کے گناہ معاف فرمانے والا ہے اور بس۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک گنوار رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا:

بما اعرف انک نبی؟

ترجمہ: میں کس دلیل سے جانوں کہ آپ نبی ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

قال إنْ دعوتُ هذا العِذْقَ مِنَ هذِهِ النخلَةِ تشهدُ أنّي رسولُ اللهِ۔

ترجمہ: میں اس کھجور کے درخت میں سے اس خوشہ کو بلاؤں اس حال میں کہ گواہی دے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔

فدعاه رسولُ اللهِ - ﷺ -، فجعل ينزلُ من النخلةِ حتى سقط إلى النبيِّ - ﷺ -، ثم قال: ارجِعْ، فعاد، فأسلم الأعرابيُّ۔

ترجمہ: پس آپ ﷺ نے اس کو بلایا وہ خوشہ کھجور کا اترنے لگا، یہاں تک کہ وہ زمین پر آپ ﷺ کی طرف آگرا اور گواہی دی، پھر فرمایا چلا جا، پس وہ جہاں سے آیا تھا چلا گیا، پھر وہ اعرابی اسلام لایا۔[1]

(۱۵) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، ایک گنوار آیا، جب وہ نزدیک ہوا تو اس کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اتشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمدا عبده ورسوله؟

ترجمہ: کیا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی معبود نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اس بات کی کہ محمد ﷺ اس کا بندہ ہے اور اس کا رسول؟

گنوار نے کہا:

ومن يشهد على ماتقول؟

ترجمہ: اور کون ہے جو اس پر گواہی دے جو تم کہتے ہو؟

---

[1] (الترمذي (ت ٢٧٩)، سنن الترمذي ٣٦٢٨)

یعنی رسالت کا دعویٰ جو کرتے ہو کوئی چیز غیر جنس انسان سے بطور معجزے کے گواہی دے،

فرمایارسول اللہ ﷺ نے:

هذه السَّلَمَةُ، فدعاها رسولُ اللهِ —ﷺ— وهو بشاطئِ الوادي، فأقبَلَتْ تَخُدُّ الأرضَ حتى قامت بين يَدَيْهِ، فاستَشْهَدها ثلاثًا، فشَهِدَت ثلاثًا أنه كما قال، ثم رَجَعَتْ إلى مَنْبَتِها۔

ترجمہ: یہ کیکر کا درخت گواہی دے گا، آپ ﷺ نے اس کو اس حال میں بلایا کہ آپ ﷺ نالے کے کنارے پر ٹھہرے ہوئے تھے وہ درخت زمین کو پھاڑتا ہوا آیا یہاں تک کہ وہ آپ ﷺ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا آپ ﷺ نے اس سے تین بار گواہی طلب کی درخت نے تین بار گواہی دی کہ واقعی میں اس طرح ہے جیسے آپ ﷺ نے فرمایا پھر وہ اپنی جگہ واپس چلا گیا۔(دارمی)

(١٦) عن طاووس بن كيسان اليماني: منْ أحيا مَواتًا منَ الأرضِ؛ فهوَ لهُ، وعاديُّ الأرضِ للهِ ولرسولِهِ، ثم هي لكُم مِنِّي۔

ترجمہ: حضرت طاؤس سے بطریق ارسال کے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص بے آباد زمین کو آباد کرے وہ اس کے واسطے ہے اور قدیم زمین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے واسطے (یعنی اس میں تصرف کرتا ہوں جس طرح چاہتا ہوں اور اس کے آباد کرنے کا اذن دیتا ہوں) پھر وہ میری طرف سے تمہارے واسطے ہے۔[1]

(یعنی آنحضرت ﷺ کا حکم اللہ تعالیٰ کا ہی حکم ہے)۔

دیکھیۓ اس حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ نے صاف فرمادیا کہ قدیم زمین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے واسطے ہے، بھلا اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہونے میں تو کسی کو شک نہیں ہے، لیکن

[1] (ابن حجر العسقلاني (ت٨٥٢)، المطالب العالية٢/١٣٥•وأخرجه موصولاً البزار (٣٣٩٣)، والطبراني (١٣/١٧))

آنحضرت ﷺ کی ملکیت کس طرح ہو سکتی ہے؟ یہ اختیار ان کو کس نے دے رکھا تھا؟ حالانکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ (آل عمران ۱۲۹)

"اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔"

باوجود ایسے صریح حکم کے رسول اللہ ﷺ نے کس دعوے سے یہ فرما دیا کہ یہ زمین اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے واسطے ہے؟ معلوم ہوا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کا بھی ہے۔

اسی واسطے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ھی لکم منی۔

گویا آپ ﷺ کا حکم اللہ تعالیٰ کا حکم ہے آپ کی تابعداری اللہ تعالیٰ کی تابعداری ہے۔

چنانچہ سورۃ النساء رکوع نمبر ۱۱ میں ارشاد ہوتا ہے:

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (النساء ۸۰)

"جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اُس نے اللہ کا حکم مانا۔"

دراصل یہ اختیار مجاز عقلی ہے، ورنہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی مختار ہے۔

(۱۷) عن جابر بن عبداللہ: إنَّ إبراهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ، وإنِّي حَرَّمْتُ المَدِينَةَ ما بيْنَ لابَتَيْها، لا يُقْطَعُ عِضاهُها، ولا يُصادُ صَيْدُها۔[1]

---

[1](مسلم (ت ۳۶۱)، صحیح مسلم ۱۳۶۲] صحیح

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ معظمہ کو حرم قرار دیا اور میں نے مدینہ منورہ کو حرم بنایا ہے اس کی دو سنگلاخ زمینوں کے مابین اس کے درخت نہ کاٹے جائیں اور نہ اس میں شکار کیا جائے۔

اور صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ:

فعليه لعنةُ اللهِ و ملائكتِه و النّاسِ أجمعينَ۔

جو کوئی ایسا کرے اس پر اللہ تعالیٰ اور تمام فرشتوں اور انسانوں کی لعنت ہے۔

اس حدیث شریف سے رسول اللہ ﷺ کا کس قدر اختیار ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ کو حرم بنایا جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے مکہ معظمہ کو حرم بنایا۔ اگر آپ کو کوئی اختیار نہ تھا تو آپ ﷺ نے ایسا کیوں کر ارشاد فرمایا۔ کیا آپ خلاف حکم خدا کوئی امر فرما سکتے تھے؟ نہیں ہر گز نہیں، بلکہ آپ ﷺ کا فرمانا عین اللہ تعالیٰ کا فرمانا ہے۔ غرض آپ کو اختیار مجاز عقلی ہے ورنہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی مختار کُل ہے۔

توسل بالغیر کی قسمیں

توسل بالغیر کی چار قسمیں بتفصیل ذیل ہیں:

(۱) کسی غیر اللہ کو تمام امور عادیہ و غیر عادیہ یا بعض میں ہر وقت اور ہمیشہ یا خاص وقت میں بغیر اعطائے الٰہی قادر بالذات جان کر امر مقدور میں استعانت کرے۔

(۲) غیر اللہ سے جب استمداد کی جائے تو اس کو قادر بالذات نہ سمجھا جائے اور جو امور عادیہ عادتاً طاقت بشریہ میں داخل ہیں اور عادتاً بحسب الاسباب بندہ کو ان کا فاعل مختار کیا جائے اور شرعاً بھی وہ افعال بندے کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور باوجود طاقت بشریہ میں داخل ہونے کے جس

سے استعانت کی گئی ہے اس سے استقلال قدرت کا توہم نہ ہو ایسے امور عادیہ میں استعانت کی جائے۔

(۳) کوئی نبی اعجازاً یا کراماتاً اپنی ذات کے لیے یا دوسرے نبی یا ولی کے لیئے کسی شخص خاص یا گروہ سے خاص وقت میں کسی خاص امر کی نسبت یوں فرمائے کہ فلاں شخص فلاں وقت جو چاہے، یا فلاں کام جب چاہے ہم سے یا فلاں سے چاہے تو اس کا مطلب ہو جائے گا ہم کر دیں گے۔(اور مثل انبت الربیع کے یہ اسناد مجازی ہی ہوتی ہیں) یا کسی شخص نے بدوں اجازت اپنی حالت شوق و بے اختیاری میں کسی برگزیدہ بندے سے استعانت کی اور وہ امر مقدور تھا ہو گیا جس میں اس ولی کو کچھ نہیں بلکہ ممکن ہے اسے اطلاع بھی نہ ہو یا اطلاع بھی ہو اور دخل بھی ہو مگر وہی اعجاز یا کرامت کی صورت ہو۔ یا کسی صاحب کشف کو معلوم ہو۔ مگر یہ کام جب ہو گا کہ فلاں بزرگ کی طرف توجہ کی جائے اور اس میں اس کی ہمت کی ضرورت بطور کرامت ہو گی۔ یا مرید حسب استعداد اموت تعلیمیہ ءسلوک میں اپنے شیخ سے استعانت اور استمداد کرے جیسے ظاہری علوم کے کے تلامذہ اپنے اساتذہ سے استفادہ کرتے ہیں۔

(۴) کسی غیر اللہ میں حی یا میت کی طرف یہ عقیدہ ہو کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دے دیا ہے او قدرت کاملہ تامہ عنایت فرمائی ہے کہ وہ شخص ہر قسم کی مرادات جس کو جس طرح جس وقت چاہے دے اور جس کو چاہے نہ دے۔ اب وہ بعد عطائے الٰہی مستقل ہے، وہ بزرگ جب کسی شے کے عطاء کرنے کا ارادہ کسی کو فرمائے تو ملنا ضرور ہے، جس وقت کہیں سے کوئی شخص اس کی طرف متوجہ ہو تا ہے یا کسی جنگل کوہ بیابیا آبادی میں ندا کرتا ہے وہ اس کی توجہء قلبی کو جانتا ہے اس کی آواز کو سنتا

ہے، اور جب اللہ تعالیٰ نے اس بزرگ کو یہ قدرت کاملہ عطا فرمائی تو اب سوال کرنا اور دعا مانگنا بھی اسی کے ساتھ مخصوص کر دیا جائے۔

حکم اقسام مذکور:

پہلی صورت بالاتفاق کفر اور شرک ہے، چنانچہ شواہد الحق میں ہے:

وانت اذانظرت الی کل فردمن افرادالمسلمین عامتھم وخاصتھم لاتجدفی نفس احدمنھم غیرمجردالتقرب الی اللہ تعالی لقضاءحاجتھم الدنیویۃ والاخرویۃ بالاستغاثات والزیارات لاولئک السادات مع علمھم بانھم عبیداللہ تعالیٰ لیس لھم من الامرشئی فقلوب المسلمین وجوارحھم ولحمھم ودمھم مجبولۃ والحمدللہ علی توحیداللہ تعالیٰ وتکادانہ الافعال المطلق المستحق للتعظیم بالاصالۃ وحدہ لاشریک لہ وتعظیمھم لسواہ من خواص عبیدہ انمایکون بقدرمنزلۃ ذلک العبدعنداللہ تعالیٰ لحسب ماعلموہ۔

ترجمہ: اگر مسلمانوں کے ہر فرد خاص کو تو دیکھے گا تو ان کے دل میں (بزرگوں کے متعلق) سوائے اس کے اور کوئی بات نہ پائے گا کہ وہ ان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ میں اپنی قضائے حاجات کے لیے وسیلہ گردانتے ہیں اور اپنی دینی، دنیاوی حاجتیں اللہ تعالیٰ سے ان کے تقرب کے طفیل مانگتے ہیں، نہ یہ کہ ان کو مستقل سمجھتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ حضرات بذات خود اور بالاستقلال کسی چیز کی قدرت نہیں رکھتے۔ پس ثابت ہوا کہ مسلمانوں کے دل کیا بلکہ اُن کے جوارح اور دل اور خون بھی ایسے ہیں کہ جن سے توحید کے قطرے ٹپکتے ہیں اور وہ باور کرتے ہیں کہ دینے والا وہی قادر مطلق ہے۔ باقی رہا دوسروں کی تعظیم تو وہ اس لئے کہ وہ خاص اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں شرعاً مستحق تعظیم ہیں۔

حضرت قطب مداد ارشاد فرماتے ہیں:

فمن اعتقدان للولی اوغیرہ تاثیرافی شئی فھو کافر باللہ تعالیٰ۔

ترجمہ: جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ ولی یا غیر ولی کو کسی امر میں بالاستقلال تاثیر کرنے کا اختیار حاصل ہے پس وہ کافر ہے۔ اسی طرح چوتھی قسم بھی شرک اور کفر ہے۔ البتہ دوسری اور تیسری صورتیں جائز ہیں ان میں ممانعت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

استعانت کی جائز وناجائز صورتیں:

السوال: طریق اربعین یعنی چلہ میں حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ضیاء القلوب میں فرماتے ہیں کہ:

"استعانت و استمداد از ارواح مشائخ طریقت بواسطہ مرشد خود کردہ ایم"۔

استعانت و استمداد کے الفاظ ذرا کھٹکتے ہیں۔ غیر اللہ سے استعانت و استمداد بطریق جائز کس طرح کرتے ہیں؟ خالی الذہن ہونے کی تاویل کی توجیہہ بالکل جی کو نہیں لگتی ایسی بات ارشاد ہو جس سے قلب کو تشویش نہ رہے۔

الجواب: جو استعانت و استمداد بالمخلوق باعتقاد علم و قدرت مستقل مستمد منہ ہو شرک ہے۔ اور جو باعتقاد علم وقدرت مستقل مستمد منہ ہو شرک ہے۔ اور جو باعتقاد علم وقدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم و قدرت کسی دلیل سے ثابت نہ ہو معصیت ہے۔ اور جو باعتقاد علم و قدرت غیر مستقل ہو مگر وہ علم و قدرت کسی دلیل صحیح سے ثابت ہو جائز ہے، خواہ وہ مستمد منہ حی ہو یا میت، اور جو استمداد بلا اعتقاد علم و قدرت ہو، نہ مستقل نہ غیر مستقل پس اگر طریق استمداد و مفید ہو تب بھی جائز ہے، جیسے: **استمداد بالنار والماء والواقعات التاریخیة**، ورنہ لغو ہے۔

یہ کل پانچ قسمیں ہیں۔ پس استمداد ارواح مشائخ سے صاحب کشف الارواح کے لئے قسم ثالث ہے۔ اور غیر صاحب کشف کے لئے محض ان حضرات کے تذکرہ و تصور سے قسم رابع کیونکہ اچھے لوگوں کے خیال کرنے سے ان کو اتباع کی ہمت ہوتی ہے اور طریق مفید ہے۔ اور غیر صاحب کشف کے لئے (جو مفید نہ ہو) قسم خامس ہے۔

استعانت از ارواح کے جواز پر مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ:

سوال: کسی صاحب باطن یا صاحب کشف برقبور ایشاں مراقب شدہ چیزے اخذ مے تواند نمود یانہ؟

سوال: کوئی شخص جو صاحب باطن ہو یا کشف والا ہو ان بزرگوں کی قبروں پر مراقبہ کرکے کوئی بات اخذ کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: مے تواند نمود۔

جواب: کر سکتا ہے۔

ٹھیک فرمایا حافظ شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے:

بر سر تربت ما چوں گزری همت خواہ — کہ زیارت گہ رندان جہاں خواھد بود

ترجمہ: ہماری قبر کے پاس سے جب تو گزرے دعا مانگ کیوں کہ دنیا بھر کے رند لوگوں کے لئے ہماری قبر زیارت گاہ ہوگی۔

صائب نے بھی خوب لکھا ہے:

مشو بمرگ زامداد اھل دل نومید

کہ خواب مردم آگاہ عین بیداری ست

ترجمہ: موت کی وجہ سے اہل دل کی مدد سے ناامید نہ ہو کیوں کہ لوگوں سے واقف آدمی کی نیند عین بیداری ہوتی ہے۔

اور غنی نے خوب ہی گل کھلایا ہے:

آب ورنگ مابعالم عاقبت گل میکند

برزمیں ھرچند چوں برگ حنا افتادہ ایم

ترجمہ: ہماری چمک دمک آخرکار دنیامیں اتنے پھول کھلایا کرتی ہے ہم زمین پر جس قدر برگ حنا کی طرح گرے ہوئے ہیں۔

استعانت و استمداد متنازعہ فیہ

استعانت کے تین محل ہیں:

اول: کسی انسان کی زندگی میں ہو۔

دوم: قیامت میں ہو۔

سوم: دونوں کے مابین، یعنی بعد ممات عالم برزخ میں ہو۔

پہلی اور دوسری صورت میں تو اختلاف نہیں ہے، البتہ تیسری صورت متنازعہ فیہ ہے۔

تیسری صورت یعنی بعد الممات استعانت بالغیر حق ہے، اور باستثنائے بعض فقہا باقی اہل سنت کا اس پر اعتقاد و اتفاق ہے، یہ شرعاً جائز ہے کوئی عقلی اور نقلی محذور لازم نہیں آتا۔

امام سبکی رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اعلم أنّه يجوز ويحسن التّوسّل والاستغاثة والتّشفّع بالنّبيّ صلى الله عليه وسلم إلى ربّه۔ سبحانه وتعالى۔، وجواز ذلک وحسنه من الأمور المعلومة لكلّ ذي دين، المعروفة من فعل الأنبياء والمرسلين وسير السّلف الصّالحين والعلماء، والعوامّ من المسلمين، والتوسل بالنبى ﷺ جائز افى كل حال قبل خلقه وبعده فى مدة حياته فى الدنيا وبعد موته فى مدة البرزخ وبعد البعث فى عرصات القيامة والجنة۔

ترجمہ: واضح ہو کہ رسول اللہ ﷺ کا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ میں لے جانا جائز اور مستحسن ہے اور دلیل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام، سلف صالحین، علمائے اسلام اور عامۃ مسلمین رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہی وطیرہ ہے گویا یہ ایک معروف ومعلوم چیز ہے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کی حیات سے پیش تر اور حیات میں اور عالم برزخ میں اور قیامت کے میدانوں میں اور جنت میں جائز ہے۔[1]

علامہ شیخ رملی رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وللرسل والانبياء والاولياء اغاثة بعد موتهم لان معجزة الانبياء وكرامة الاولياء لا تنقطع بعد موتهم اما الانبياء وانهم احياء فى قبورهم يصلون ويحجون كما وردت به اخبار فتكون الاغاثة منهم معجزة لهم والشهداء ايضاً احياء شوهد وانهارا جهارا يقاتلون الكفار واما الاولياء فهى كرامة لهم۔

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کے لئے بعد ممات فریادرسی ثابت ہے وجہ یہ ہے کہ انبیائے علیہم السلام کا معجزہ اور اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی کرامت موت کے بعد منقطع نہیں ہوتی معجزۂ انبیائے کرام علیہم السلام تو اس لئے کہ اپنی قبروں میں وہ زندہ ہیں نمازیں پڑھتے اور حج

---

[1](الكَشْف المُبْدِي لتمويه أبي الحسن السُّبكيّ ج ۱ ص ۱۸۱)

کرتے ہیں پس ان کی فریادرسی تو ان کے لئے ایک قسم کا معجزہ ہے اسی طرح شہید بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں مشاہدہ سے ثابت ہوا ہے کہ بظاہر روزروشن میں کفار سے جہاد کرتے ہیں اوراولیائے کرام کے لئے ایک کرامت ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ تکمیل الایمان میں تحریر فرماتے ہیں:

ودر استعانت و استمداد از قبور فقہاء راسخن است، ایشاں گویند کہ زیارت قبور در غیر انبیاء علیہم السلام از برائے عبرت اعتبار و تزکر موت بود یا برائے ایصال نفع و استغفار برائے موتیٰ باشد، چنانچہ فعل آنحضرت در زیارت بقیع بصحت رسیدہ است و مشائخ صوفیہ قدس اللہ اسرارھُم گویند کہ تصرف بعضے اولیاء در عالم برزخ دائم و باقی است و توسل و استمداد با رواح مقدسہ ایشاں ثابت و موثر۔

(۱) وامام حجۃ الاسلام محمد غزالی می گویند کہ ھر کہ در حیات وے بوے توسل وتبرک جویند بعد از موتش نیز تواں جُست، وایں سخن موافق دلیل است چہ بقائے روح بعد از موت بدلالت احادیث و اجماع علماء ثابت است، ومتصرف در حیات و ممات روح است نہ بدن و متصرف حقیقی حق تعالیٰ است، وولایت عبارت از فنا فی اللہ وبقاء بدوست وایں نسبت بعد از موت اتم و اکمل است و نزد ارباب کشف و تحقیق مقابلہ مراٰت بمراٰت واولیاء راابدان مُکتسبہ مثالیہ نیز بود کہ بعد آں ظہور نمایندو امدادوارشاد طالباں کنند۔ ومنکراں رادلیل وبرھان برانکار آں نیست۔

(۲) یکے از مشائخ گفتہ است کہ چہار کس از اولیاء را دیدم کہ در قبر خود تصرف مے کنند مثل تصرف ایشاں در حالت حیات۔ یا بیشتر۔ ازاں جملہ شیخ معروف کرخی و شیخ عبدالقادر جیلانی و دو دیگر را از اولیاء را نیز شمردہ۔ الخ۔

ترجمہ: اور قبور سے مدد و اعانت طلب کرنے میں فقہاء کو کلام ہے، وہ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے سوا باقی لوگوں کی قبروں کی زیارت کرنا عبرت و نصیحت حاصل کرنے اور موت کو یاد کرنے کے لئے ہوتا ہے، یا مُردوں کے لئے ثواب پہنچانے یا بخشش طلب کرنے کے لئے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کا بقیع کے گورستان کی زیارت کو جانے عمل صحت کو پہنچ چکا ہے، اور مشائخ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم فرماتے ہیں: کہ بعض اولیاء کا تصرف عالم برزخ میں دائم و قائم ہے اور ان کی ارواح مقدسہ سے امداد چاہنا ثابت و مفید ہے۔

(ا) امام حجتہ الاسلام محمد غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس شخص کی زندگی میں اس کے ساتھ تبرک و توسل کیا جائے تو اس کی وفات کے بعد بھی کر سکتے ہیں، اور یہ بات دلیل شرعی کے موافق ہے، کیونکہ موت کے بعد روح کا باقی رہنا احادیث و اجماع علماء کی دلالت سے ثابت ہے اور زندگی و موت میں متصرف روح ہے نہ کہ بدن اور متصرف حقیقی اللہ تعالیٰ ہے، اور ولایت مراد فنافی اللہ اور بقا باللہ سے ہے اور یہ نسبت موت کے بعد اتم و اکمل ہے، اور ارباب کشف و تحقیق کے نزدیک زائر کی روح کا مقابلہ اہل مزارات کی ارواح کے ساتھ انوار و اسرار کے پر تو پڑنے کا باعث ہے، جیسے آئینہ کا مقابلہ آئینہ سے ہو۔ اور اولیاء اللہ کے لئے حاصل کردہ مثالی بدن بھی ثابت ہیں جن

کے ساتھ وہ ظہور کرتے ہیں اور طالبوں کو امداد و ارشاد فرماتے ہیں، مُنکروں کو اس کے انکار پر کوئی دلیل وبُرہان نہیں ملتی۔

(۲) مشائخ میں سے ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ میں نے چار ولی ایسے دیکھے جو اپنی قبروں میں تصرف کرتے ہیں جس طرح وہ زندگی میں تصرف کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ، منجملہ ان کے شیخ معروف کرخی اور شیخ عبد القادر جیلانی علیہمارحمہ اور دو اور اولیاء کرام شامل کئے۔ الخ۔

علامہ شیخ سید احمد دحلان رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب **"تقریب الاصول تسہیل الوصول"** میں فرماتے ہیں:

قد صرح کثیر من العارفین ان الولی بعد وفاته متعلق روحه بمریدیه فیحصل لهم ببرکته انوار و فیوضات قال و ممن صرح بذالک قطب الارشاد سیدی عبداللہ بن علوی الحداد فانه قال رضی اللہ تعالیٰ عنه الولی یکون اعتنائه بقرابته و ملاوذین به بعد موته اکثر من اعتنائه بهم فی حیاته لانه فی حیاته کان مشغولا بالتکلیف و بعد موته طرح عنه الاعباء و تجرد و الحی فیه خصوصیت و بشریة و رُبماغلبت احدهما الاخریٰ و خصوصاً فی هذا الزمان فانها تغلب البشریة و المیت ما فیه الا الخصوصیة۔

ترجمہ: بہت سے اولیائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ ولی کی روح بعد وفات اپنے مریدوں سے متعلق ہوتی ہے جس کی وجہ سے مریدوں کو انوار اور فیوضات حاصل ہوتے ہیں اور فرمایا تصریح فرمانے والوں میں سے حضرت قطب الارشاد سیدی عبد اللہ بن علوی الحداد ہیں انہوں نے فرمایا: کہ ولی اپنی موت کے بعد اپنے قرابت داروں اور پناہ گیروں کی ایسی حمایت کرتا ہے جو اس کی بحالت زندگی کی حمایت سے زیادہ ہوتی ہے، کیونکہ زندگی میں مکلف تھا اور بعد موت یہ بوجھ اُٹھالیا گیا اور وہ

محض مجرد ہو جاتا ہے اور زندہ میں ایک خصوصیت و بشریت ہوتی ہے جو آپس میں متغالب رہتی ہیں خصوصاً اس زمانے میں بشریت ہی اکثر غالب آتی ہے اور میت میں محض خصوصیت ہوتی ہے۔

توسل عقلاً اس لئے درست ہے کہ جب زمانہ ءحیات میں توسل جائز اور میدان قیامت میں نیز جائز تو بھلا کیوں؟ کیا انبیاء علیہم السلام ان ہر دو مقام میں خود مستقل ہو جاتے ہیں؟ اجازت الٰہی کی ضرورت اُٹھ جاتی ہے؟ نہیں ہر گز نہیں کوئی عاقل اس کو تسلیم نہیں کر سکتا، بلکہ وجہ وہی ہے جو پہلے بیان کی جاچکی ہے کہ توسل کے معنی ہیں "دعا کرنا" یا اللہ تعالیٰ سے بذریعہ کسی بزرگ مقبول معزز کے کوئی چیز طلب کرنا" پس اس میں کوئی محذور شرعی اور فتور عقلی لازم نہیں آتا۔ لہٰذا اسی معنی پر بعد ممات توسل اور وسیلہ کیوں منع کیا جاتا ہے کیا محذور شرعی لازم ہے؟ کچھ نہیں محض جہالت ہے اور دیدہ دانستہ انصاف سے چشم پوشی ہے۔ علاوہ اس کے جبکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو تبلیغ احکام شرعی میں وسیلہ ٹھہرایا ہے تو اس کے بندہ نے اگر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچنے کے لئے انبیاء علیہم السلام کو وسیلہ ٹھہرالیا ہے تو کون سا کُفر لازم آجاتا ہے؟ بلکہ یوں کہیے کہ ان حضرات کی پیدائش ہی محض اس لئے ہوتی ہے کہ مخلوقات کے لئے وسیلہ بنیں، اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ تک رسائی انبیاء علیہم السلام کی حیات پر ہی منحصر نہیں بلکہ جیسا کہ اُن کی حیات میں بندے اس بات کے محتاج ہیں کہ ان کے وسیلہ سے درگاہ ایزدی میں پہنچیں ویسے ہی بعد ممات عالم برزخ میں ان کی طرف محتاج ہیں کہ اُن کے ذریعہ سے بارگاہ الٰہی میں مقبول ہو جائیں۔ کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ مجھے اب کوئی ضرورت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقرب بن جاؤں اور وہاں تک پہنچ جاؤں؟ ہرگز نہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ بلا وسیلہ تقرب ممتنع ہے، ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام بعد ممات بھی وسیلہ ہیں۔

استدلال مخالفین

شیخ ابن تیمیہ اور اُس کے پیرو وغیرہ قرآن مجید کی اُن آیتوں کو جو کفار کی مذمت میں نازل ہوئی ہیں ان سے توسل کے عدم جواز کا استدلال کرتے ہیں، جیسے:

فَلَاتَدْعُوا مَعَ اللّٰہِ أَحَدًا (جن ۱۸)

"تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو۔"

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللّٰہِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ (الاحقاف ۵)

"اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اللہ کے سوا ایسوں کو پوجے جو قیامت تک اس کی نہ سنیں اور انہیں ان کی پوجا کی خبر تک نہیں۔"

وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ (الاحقاف ۶)

"اور جب لوگوں کا حشر ہوگا وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان سے منکر ہو جائیں گے۔"

فَلَاتَدْعُ مَعَ اللّٰہِ إِلٰهًا آخَرَ فَتَكُونَ مِنَ الْمُعَذَّبِينَ (الشعراء ۲۱۳)

"تو تو اللہ کے سوا دوسرا خدا نہ پوج کہ تجھ پر عذاب ہوگا۔"

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللّٰہِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِنَ الظَّالِمِينَ (یونس ۱۰۶)

"اور اللہ کے سوا اس کی بندگی نہ کر جو نہ تیرا بھلا کر سکے نہ برا پھر اگر ایسا کرے تو اس وقت تو ظالموں سے ہوگا۔"

لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ بِشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ (الرعد ۱۴)

"اسی کا پکارنا سچا ہے اور اس کے سوا جن کو پکارتے ہیں وہ ان کی کچھ بھی نہیں سنتے مگر اس کی طرح جو پانی کے سامنے اپنی ہتھیلیاں پھیلائے بیٹھا ہے کہ اس کے منہ میں پہنچ جائے اور وہ ہر گز نہ پہنچے گا اور کافروں کی ہر دعا بھٹکتی پھرتی ہے۔"

وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ (١٣) إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ (فاطر ١٤)

"اور اس کے سوا جنہیں تم پوجتے ہو دانۂ خرما کے چھلکے تک کے مالک نہیں تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار نہ سُنیں اور بالفرض سن بھی لیں تو تمہاری حاجت روانہ کر سکیں اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک سے منکر ہوں گے اور تجھے کوئی نہ بتائے گا اس بتانے والے کی طرح۔"

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا (الاسراء٥٦)

"تم فرماؤ پکارو انہیں جن کو اللہ کے سوا گمان کرتے ہو تو وہ اختیار نہیں رکھتے تم سے تکلیف دور کرنے اور نہ پھیر دینے کا۔"

وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ (الانعام١٧)

"اور اگر تجھے اللہ کوئی بُرائی پہنچائے تو اس کے سوا اس کا کوئی دور کرنے والا نہیں۔"

قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا (جن ٢١)

"تم فرماؤ میں تمہارے کسی بُرے بھلے کا مالک نہیں۔"

إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ (المائدة٧٢)

”اور تمہارا رب بے شک جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو اللہ نے اس پر جنّت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مدد گار نہیں۔“

مَا نَعْبُدُھُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللّٰہِ زُلْفَی (الزمر ۳)

”کہتے ہیں ہم تو انہیں صرف اتنی بات کے لیے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے پاس نزدیک کر دیں۔“

وَلَئِنْ سَأَلْتَھُمْ مَنْ خَلَقَھُمْ لَيَقُولُنَّ اللّٰہَ (الزمر ۸۷)

”اور اگر تم اُن سے پوچھو کہ انہیں کس نے پیدا کیا تو ضرور کہیں گے اللہ نے۔“

غرض اور بہت سی آیتیں اور حدیثیں اور اقوال سلف و خلف ہیں جن سے وہ لوگ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جو شخص کسی شخص کے ساتھ توسل اور وسیلہ پکڑے یا حالت غائبانہ میں اس کو پکارے یا اُس سے شفاعت چاہے یا کسی کی قبر کی طرف زیارت کے لئے جائے وہ مشرک ہے کیونکہ مشرک بھی بتوں کو خدا تصور نہیں کرتے تھے بلکہ محض تقرب کے لئے ان کو مانتے اور ان کی توقیر کرتے تھے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَا نَعْبُدُھُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللّٰہِ زُلْفَی (الزمر ۳)

”کہتے ہیں ہم تو انہیں صرف اتنی بات کے لیے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے پاس نزدیک کر دیں۔“

ورنہ توحید کے وہ کسی حد تک قائل ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ متعدد مقامات میں ارشاد فرماتا ہے:

وَلَئِنْ سَأَلْتَھُمْ مَنْ خَلَقَھُمْ لَيَقُولُنَّ اللّٰہَ (الزمر ۸۷)

"اور اگر تم اُن سے پوچھو کہ انہیں کس نے پیدا کیا تو ضرور کہیں گے اللہ نے۔"

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللهُ (لقمن ۲۵)

"اور اگر تم اُن سے پوچھو کس نے بنائے آسمان اور زمین تو ضرور کہیں گے اللہ نے۔"

اسی طرح وسیلہ پکڑنے والے بھی خیال کرتے ہیں کہ معبود تو خدائے واحد ہے ہم ان بزرگوں کا وسیلہ پکڑتے ہیں۔ پس جیسا کہ کفار کو محض اس لئے مشرک کہا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے لئے وسیلہ کے متلاشی تھے اور شفاعت کا اعتقاد رکھتے تھے ویسے ہی (معاذاللہ) یہ لوگ بھی مشرک ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے متعلق یہ خیال رکھتے ہیں کہ وہ ہماری شفاعت کرے گا اور ہمارا وسیلہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہو گا۔

جواب: ان آیات اور احادیث سے یہ مطلب نکالنا دیدہ دانستہ مسلمانوں کو ناحق مشرک بنانا ہے، کیونکہ مسلمانوں نے ہرگز کسی نبی یا ولی کو خدا نہیں سمجھا اور نہ ہی سمجھتے ہیں کہ وہ بذات خود اپنی خاص قدرت کے ساتھ کسی چیز پر قادر ہیں یا کسی کے نفع و نقصان کے مالک ہیں یا کسی چیز کو پیدا کرتے ہیں، بلکہ ہر مسلم کا یہی اعتقاد ہے کہ وہ خدا کے خاص بندے ہیں اور اُس کے پیدا کئے ہوئے ہیں کسی طرح وہ عبادت کا استحقاق نہیں رکھتے کہ اُن کی عبادت کی جائے اور ان کو علیحدہ معبود بنا لیا جائے۔ ہاں چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں اُن کو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا، مقرب بنایا، اعلیٰ اعلیٰ انعامات سے ممتاز فرمایا اور وہ ان کی برکت سے اپنی خاص رحمت نازل فرماتا ہے، اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے، اُن کے ذریعہ سے اپنے بندوں کی تکلیفوں کو دور فرماتا ہے، اُن کے طفیل اپنے بندوں پر عجیب عجیب تجلیاں فرماتا ہے جس کی شہادتیں قرآن و حدیث اور اقوال سلف و خلف سے بے شمار مل سکتی ہیں اور ان کی تفصیل اپنے محل پر کی گئی ہے۔

لٰہذا وسیلہ پکڑنے والے اللہ تعالیٰ ہی کو خالق مالک ضار، نافع، کاشف، قادر، قہار، ستار حقیقی تصور کرتے ہوئے اُن بزرگوں سے تبرک حاصل کرتے ہیں اور اپنی قضائے حاجات کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ میں ایک وسیلہ گردانتے ہیں اور اُن کے ذریعہ بارگاہ الٰہی میں رسائی حاصل کرنا چاہتے ہیں، جس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی عاجزانہ دعاؤں کو قبول فرماتا ہے اور طرح طرح کے انعامات سے ممتاز فرماتا ہے۔

مُشرکوں کا بتوں کو وسیلہ بنانا

سالہاسال گزر گئے عمریں ختم ہو گئیں مگر آج تک ظاہر پرست ملاؤں کا ہنگامہء تکفیر ختم ہونے میں نہ آیا، جابجایہی چرچے ہیں کہ فلاں صوفی کافر ہو گیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس نے یارسول اللہ ﷺ کہا، فلاں درویش مشرک ہو گیا، کیوں؟ اس لئے کہ اس نے فلاں بزرگ کو اپنی فلاں حاجت کے لئے وسیلہ ٹھہرایا ہے۔ فلاں بدعتی ہو گیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ فلاں بزرگ کی قبر پر زیارت کے لئے گیا۔ غرض ہزاروں اور لاکھوں مسلمانوں کو بلاوجہ مشرک بنایا جاتا ہے۔ اور ان کے ایسے فعل کو بلا فرق مشرکوں کا سا فعل قرار دیا جاتا ہے حالانکہ مسلمانوں کا توسل خدا کی وحدانیت و معبودیت میں قطعاً مخل نہیں اور مشرکوں کا توسل صاف شرک پر مشتمل ہے، ان دونوں صورتوں کو یکساں قرار دینا سراسر جہل اور محض تعصب ہے۔

دیکھئے آیت یہ ہے:

مَا نَعۡبُدُهُمۡ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَآ إِلَى ٱللَّهِ زُلۡفَىٰٓ (الزمر ۳)

یعنی کفار عرب جو بتوں کی پرستش کرتے تھے جب ان سے پوچھا گیا کہ تم خدائے واحد کو چھوڑ کر بتوں کی پرستش کیوں کرتے ہو کیا تم خدا کو نہیں مانتے؟ تو اس کے جواب میں انہوں نے کہا

کہ ہم خدا کو تو مانتے ہیں۔" کہتے ہیں ہم تو انہیں صرف اتنی بات کے لیے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے پاس نزدیک کر دیں۔"

اب کوئی متعصب معترضین سے پوچھے کیا صوفیہء متوسلین کا یہی عقیدہ ہے؟ کیا وہ بھی انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کی (معاذ اللہ) پرستش کرتے ہیں حاشا و کلا بلکہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کو اللہ کے بندے مگر مقبول و محبوب بندے سمجھتے ہیں اس لئے کہ وہ شرک سے پاک ہیں، بخلاف ان کے کفار عرب نے بتوں کو معبود و مستحق عبادت سمجھ رکھا تھا لہٰذا وہ مشرک ٹھہرے کیونکہ وہ مشرک فی العبادت ہیں۔

خلاصہ یہ کہ گو وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے وجود کے قائل تھے، لیکن جب انھوں نے عبادت میں دوسری چیز کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرایا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی بجائے بتوں کی عبادت میں مشغول ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مشرک اور کافر کہا۔ مسلمان بشرطیکہ وہ صحیح معنی میں مسلمان ہو کبھی اس امر کا معتقد نہیں ہو سکتا، نہ ہوا اور نہ ہو گا کہ کسی مخلوق کو مستحق عبادت ٹھہرائے۔

شواہد الحق میں ہے:

نعم من اعتقد ان النبی او الولی هو الفعال لما اراد من دون الله تعالی فهٰذا کافر بالاتفاق ولکن لیس احد من المسلمین و لو کان من اجهل الجاهلین یعتقد ذلک مما اعلم فانهم یعتقدون انهم خواص عبید الله فانه هو الفعال المطلق لیس لهم ولا لغیرهم معه من الامر شی سبحانه تعالیٰ۔

ترجمہ: جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ کوئی نبی یا ولی خود بخود کسی چیز کا جب ارادہ کرتا تو اللہ تعالیٰ کے بغیر وہ کر سکتا ہے وہ بالاتفاق کافر ہے، لیکن کوئی بھی مسلمان کیسا بھی جاہل کیوں نہ ہو ایسا اعتقاد نہیں رکھتا جیسا کہ مجھے معلوم ہے، اس لئے کہ ہر مسلمان کا یہی اعتقاد ہے کہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء

کرام اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں اور فعّال مطلق اور ہر چیز کا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، اور اللہ تعالیٰ کے سوائے ان کو فی نفسہ کوئی قدرت نہیں، اور خود بخود کسی نفع و نقصان کے وہ قطعًا مالک نہیں۔

شواہد الحق میں ہے:

والحاصل ان مذهب السنة والجماعة صحة التوسل و جوازه بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فی حیاته و بعد وفاته و كذا بغيره من الانبياء والمرسلين والاولياء والصالحين كما دلت عليه الاحاديث السابقة لانا معاشر اهل السنة لا تعقد تاثيرا و لا خلقا و لا ايجادا و لا اعداما و لا نفعا و لا ضرا الا لله وحده لا شريك له فلا تعقد تاثيرا و لا نفعا و لا ضرا باعتبار الخلق والايجاد للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم والتاثير و لا غيره من الاحياء والاموات۔

ترجمہ: اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے کہ آنحضرت ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام سے ان کی حیات میں اور ان کی وفات کے بعد توسل جائز ہے جیسا کہ احادیث سابقہ سے معلوم ہوا، کیونکہ ہم اہل سنت والجماعت اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ کے سوا کسی چیز کے لئے یہ اعتقاد نہیں رکھتے کہ اس کے لئے کسی چیز میں تاثیر حقیقی یا خلق وایجاد واعدام یا نفع وضرر کا دخل ہے، پس ہم رسول اللہ ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے لئے ان کی حیات و ممات میں کوئی ایجاد واعدام خلق و تاثیر ثابت نہیں کرتے۔

شواہد الحق میں ہے:

اذا اقل واحد منهم يعلم انه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم عبداللہ ورسوله وانه لا يملک هو ولا احد من الخلق من دون الله لانفسهم ولا لغيرهم ضرا و لا نفعا و هذا كذالک من الامور المعلومة من الدين بالضرورة التی استوىٰ فيها اعلم العالمين و اجهل الجاهلين من المسلمين۔

ترجمہ: ادنیٰ مسلمان جانتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں، مگر وہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے بغیر اپنے اور غیر کے لئے کسی نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں، اور یہ بات دین اور مذہب میں ایسی کھلی ہے کہ گویا ایک بدیہی امر ہے اور اس میں عالم اور جاہل برابر ہیں اور دونوں جانتے ہیں (کہ واقعی قدرت اللہ تعالیٰ کو ہی ہے)۔

کیا کسی بزرگ کی طرف اپنے سوال کی اجابت کو منسوب کرنا مشرک بنا دیتا ہے؟

نہیں ہر گز نہیں بلکہ اگر کسی مسلمان نے اپنے سوال کی اجابت یا اپنی کسی حاجت کا دفعیہ کسی بزرگ کی طرف منسوب کیا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مشرک اور کافر ہو گیا کیونکہ یہ نسبت مجازاً ہوا کرتی ہے اور متوسل بزرگ کو مستقل نہیں سمجھتا ہے، مگر مخالف اپنی جہالت سے کہتا ہے کہ یہ محض ایک حیلہ ہے اور مجاز کا ایک اختراعی اور مصنوعی ڈھکوسلا ہے۔ لہٰذا اب یہ بتلایا جاتا ہے کہ کیا مجاز کا ثبوت قرآن وحدیث میں ہے اور کیا مجازاً کسی کی طرف کوئی چیز منسوب ہو سکتی ہے۔

بحث مجاز

کسی کلمہ کو جب کسی معنی میں استعمال کیا جاتا ہے تو یا تو وہ اسی معنی میں استعمال کیا جائے گا جس کے مقابلے میں واضع نے اس کو مقرر کیا ہے، یا کسی مناسبت کی وجہ سے کسی دوسرے معنی میں استعمال کیا جائے گا۔ پہلی صورت میں کلمہ حقیقت معنوی کہلاتا ہے، کیونکہ اس وقت وہ اپنے حقیقی اور اصل معنی میں مستعمل ہوا ہے، جیسے زید کا لفظ بول کر اس کی ذات مراد لی جائے۔

اور دوسری صورت میں کلمہ مجاز لغوی کہلاتا ہے، کیونکہ اس وقت وہ اصلی معنی کے علاوہ دوسرے معنی میں بوجہ کسی مناسبت کے مستعمل ہوا ہے۔ جیسے شیر بولا اور مراد زید لیا اب شیر کے لفظ سے زید جو بوجہ مناسبت شجاعت اور بہادری کے مراد لیا گیا ہے وہ مجازی ہے۔

اس قسم کی مثالیں قرآن مجید میں بھی موجود ہیں:

أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا (الانعام ۱۲۲) ای کافرا۔

"اور کیا وہ کہ مُردہ تھا۔"

یہاں میت سے مراد کافر ہے۔

اور دوسری جگہ وارد ہے:

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ (الانعام ۹۵) ای النطفة۔

"زندہ کو مردہ سے نکالے۔"

یہاں میت سے مراد نطفہ ہے۔ علی ہذا القیاس سینکڑوں مثالیں حدیث شریف میں بھی موجود ہیں۔

اسی طرح کبھی کلمہ کو ایسی چیز کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، جس کا وہ فعل نہیں ہوتا، اس کو مجاز فی النسبتہ اور مجاز عقلی کہا جاتا ہے کیونکہ یہاں پر مجاز صرف نسبت میں ہوتی ہے کہ جس کی طرف کلمہ منسوب حقیقتہً ہونا چاہیے تھا اس کی طرف نہیں ہوا، بلکہ کسی تعلق کی وجہ سے دوسری چیز کی طرف منسوب ہوا ہے۔ چنانچہ عرب کا عام محاورہ ہے۔

استمداد و توسل کے دلائل مؤیدہ

(۱) اللہ تعالیٰ سورۃ النساء رکوع نمبر ۹ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا (النساء ۶۴)

”اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شِفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔“

ذرا غور کیجیئے کہ کیا اللہ تعالیٰ اپنے آپ نہیں بخش سکتا تھا پھر یہ کیوں فرمایا کہ اے نبی! تیرے پاس حاضر ہوں اور تو اللہ تعالیٰ سے ان کی بخشش چاہے تو یہ دولت و نعمت پائیں گے۔

اگر آیت إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ (الفاتحة ۵) میں مطلق استعانت کا ذات الٰہی میں حصر مقصود ہو تو کیا صرف انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام ہی سے استعانت شرک ہو گی، کیا یہی غیر خدا ہیں اور سب اشخاص و اشیاء جن سے مدد لینا متعارف ہے خدا ہیں؟ نہیں نہیں جب مطلقاً ذات احدیت سے تخصیص اور غیر سے شرک ماننے کی ٹھہری تو کیسی ہی استعانت کسی غیر خدا سے کی جائے ہمیشہ ہر طرح سے شرک ہی ہو گی، انسان ہوں یا جمادات، احیاء ہوں یا اموات، ذوات ہوں یا صفات، افعال ہوں یا حالات غیر خدا ہونے میں سب داخل ہیں۔ تو اب کیا جواب ہے آیت کریمہ کا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلاَةِ (البقرة ۴۵)

”اور صبر اور نماز سے مدد چاہو۔“

کیا صبر خدا ہے جس سے استعانت کا حکم ہوا ہے کیا نماز خدا ہے جس سے استعانت کا ارشاد کیا ہے؟

اگر غیر خدا سے مدد ملنی مطلقاً محال ہو تو اس حکم الٰہی کا حاصل کیا؟ اور اگر ممکن ہو تو جس سے مدد مل سکتی ہے اس سے مدد مانگنے میں کیا قباحت؟

اس آیت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کرنا موجب مغفرت ہے، چنانچہ صحیح روایت میں ہے کہ:

"ایک اعرابی نے آپ ﷺ کے وصال کے بعد اسی آیت کے ذریعہ سے مغفرت چاہی تھی روضہء مبارک سے آواز آئی:

قدغفرلک۔

"یعنی اللہ تعالیٰ نے تجھ کو بخش دیا۔"

غرض اللہ تعالیٰ نے **وَاستَغفَرَ لَهُمُ الرَّسولُ** بر سبیل التفات فرمایا، اس میں رسول اللہ ﷺ کی شان کی بزرگی اور آپ کے استغفار کی تعظیم مقصود ہے اور اس امر پر آگاہ کرنا تھا کہ آپ کی شفاعت مقبول ہو گی۔

ازگناہ مے کشاں خواھد گزشتن کردگار　　　چوں شفیع خویشتن ساقی کوثر کردہ اند

ترجمہ: مے کشوں کے گناہ کو اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا جب کہ انہوں نے اپنی شفاعت کرنے والا حضرت ساقی کوثر ﷺ کو بنایا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ سورۃ الانفال رکوع نمبر ۴ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ (الانفال ۳۳)

"اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو اور اللہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں جب تک وہ بخشش مانگ رہے ہیں۔"

غرض رسول اللہ ﷺ کا وجود کفار کے لئے بھی باعث رحمت تھا، چنانچہ جب تک آپ مکہ معظمہ میں رہے اس وقت کوئی عذاب ان میں نازل نہ ہوا مگر جب ہجرت کرکے مدینہ تشریف لے گئے تو پھر ان پر عذاب الٰہی نازل ہوا۔

حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ گناہ گار کیسا ہی بڑے سے بڑا گناہ کر لے اس کے لئے دو چیزیں پناہ ہیں، ایک تو میرا وجود اور دوسرا استغفار۔

گفت پیغمبر شمارا اے مہاں　　چوں پدر ہستم شفیق و مہرباں

ترجمہ: اے میرے سردارو! حضرت نبی کریم ﷺ نے تم کو کہا ہے کہ میں باپ کی مانند تم پر شفقت اور مہربانی فرمانے والا ہوں۔

زاں سبب کہ جملہ اجزائے منید　　جزو را از کل چرا برمے کشید

ترجمہ: اس لئے کہ تم سب میرے اجزاء ہو جزو کو تم کل سے کیوں باہر نکالتے ہو۔

جو وجود باوجود اپنی برکت سے مانع عذاب ہے اس سے رفع تکالیف اور حصول مرادات میں مدد طلب کرنا کیوں مستعد ہے اور کیوں داخل شرک ہے۔

(۳) امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول استمداد کی تائید میں

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ خلیفہ منصور عباسی نے حج کیا اور روضہ ء مقدسہ کی زیارت کی تو امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے جو مسجد نبوی میں تشریف رکھتے تھے دریافت کیا کہ اے ابو عبد اللہ! میں قبلہ کی طرف منہ کرکے دعا مانگوں یا رسول اللہ ﷺ کی طرف؟ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تم اس رحمۃ للعالمین کی طرف سے کیوں منہ پھیرتے ہو؟ آپ ﷺ تو تمہارے اور تمہارے دادا آدم علیہ السلام تک وسیلہ ہیں۔ لہٰذا آپ کی طرف ہی منہ کر کے آپ ﷺ کو شفیع بناؤ تو اللہ تعالیٰ تمہارے متعلق آپ ﷺ کی شفاعت قبول فرمائے گا

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا (النساء ٦٤)

"اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شِفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔"

جب رسول اللہ ﷺ دنیا میں تھے تو زیارت کرنے والے کو آپ ﷺ کی طرف منہ کرنا اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا پڑتی تھی، پس روضہء مقدسہ میں حاضر ہونے کے وقت یعنی آپ ﷺ کی زیارت کا یہی احترام ہے۔[1]

دیکھئے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے محدث کبیر امام کل پیشوائے اہل مدینہ کے الفاظ سے صاف توسل و استمداد کی تائید ہوتی ہے، حضور ﷺ کی قبر مبارک کی طرف رخ کرنا، حضور ﷺ کو وسیلہ سمجھنا اور حضور ﷺ کو شفیع بنانا صاف استمداد کی تعلیم ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ سورۃ یونس کے پہلے رکوع میں ارشاد فرماتا ہے:

وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ (یونس ۲)

"اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لیے ان کے رب کے پاس سچ کا مقام ہے۔"

قدم صدق کی تفسیر جمل میں اس طرح آئی ہے:

قال زید بن اسلم ھو شفاعته ﷺ۔

"زید بن اسلم نے کہا کہ قدم صدق سے مراد رسول اللہ ﷺ کی شفاعت ہے۔"

[1] (شفا قاضی عیاض، زرقانی، مواھب اللدنیة) (زرقانی)

اس آیت میں ایک بشارت عام مسلمانوں کو دی گئی ہے کہ وہ اس بات سے خوش ہوں کہ ان کے لئے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت ہو گی۔ اس آیت سے صراحتاً ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو شفاعت کا اذن بارگاہ الٰہی سے مل چکا ہے۔

(ب) سورۃ بنی اسرائیل رکوع نمبر ۹ میں ارشاد ہوتا ہے:

عَسَى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا (الاسراء ۷۹)

قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

اس مقام پر عسٰی کا کلمہ معنیٰ قطعی الوقوع میں مستعمل ہے، مقام محمود مقام شفاعت کو کہتے ہیں۔

چنانچہ جلالین میں ہے:

وھو مقام الشفاعۃ فی فصل القضاء۔

ترجمہ: وہ شفاعت کا مقام ہے مقدمات کے فیصلے میں۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو مقام محمود پر ضرور سرفراز فرمائے گا۔

(ج) سورۂ طٰہٰ رکوع ۸ میں ارشاد ہوتا ہے:

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضَى (طٰہٰ ۱۳۰)

اور اپنے رب کو سراہتے (تعریف کرتے) ہوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے اور رات کی گھڑیوں میں اس کی پاکی بولو اور دن کے کناروں پر اس امید پر کہ تم راضی ہو۔

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کے لفظ ترضیٰ کے تحت فرماتے ہیں:

ماتنال من الشفاعۃ۔

یعنی شفاعت کا حکم ملنے سے رسول اللہ ﷺ راضی ہوں گے۔

(د) سورۃ والضحیٰ میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى (والضحیٰ ٦)

اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر عزیزی میں تحریر فرماتے ہیں:

کہ چوں ای آیت نازل شد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیاران خود فرمودند کہ من ھر گز راضی نشوم تاآنکہ یک یک کس را از اُمت خود بہ بہشت داخل نہ کنم۔

ترجمہ: کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو فرمایا کہ میں ہر گز راضی نہ ہوں گا جب تک کہ میں اپنے ایک ایک امتی کو بہشت میں نہ لے جاؤں گا۔

امیر خسرو رحمہ اللہ تعالیٰ نے کیا خوب فرمایا ہے:

ماو گناہ چو کوہ ھر دم و غم نے کہ ھست   بہ کتف نازکت بار گران ھمہ

ترجمہ: ہم اور ہمارے گناہ ہر آن پہاڑ کی مانند ہیں پھر بھی غم نہیں کیوں کہ یہ سب کچھ آپ کے نازک کندھوں پر بوجھ ہے۔

(ہ) طبرانی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے فرمایا:

ألا أُخبرُ كُم بما خَيَّرَني ربِّي آنفًا؟ قلنا: بلى يا رسولَ اللهِ! قال: خيَّرَني بينَ أن يدخلَ ثُلُثَي أُمَّتي الجنَّةَ بغيرِ حسابٍ ولا عذابٍ وبينَ الشَّفاعةِ قلنا: يا رسولَ اللهِ! ما الذی اختَرتَ؟ قال: اخترتُ الشَّفاعةَ۔

ترجمہ: کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم کو وہ اختیار بتاؤں جو ابھی مجھے اللہ تعالیٰ نے دیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! ﷺ، آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ تہائی امت کو بغیر حساب و عذاب کے بہشت میں داخل کروں، یا شفاعت قبول کروں، پھر صحابہ نے پوچھا رسول اللہ ﷺ آپ نے ان دونوں امور سے کس کو اختیار فرمایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ شفاعت کو۔[1]

جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دو امر میں اختیار دیا کہ جس کو چاہیں قبول فرمائیں اور اس سے آپ ﷺ نے شفاعت کو اختیار کیا تو آپ ﷺ ماذون ہو چکے اور شفاعت عام ہو گی، اس میں قید ثلث یا نصف کی نہیں جیسا کہ دوسری حدیث سے مصرع ہوتا ہے۔

احمد اور طبرانی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خُيِّرتُ بينَ الشفاعةِ أو يدخُلَ نِصفُ أُمَّتي الجنَّةَ، فاختَرتُ الشفاعةَ؛ لأنَّها أعَمُّ وأكفى۔

ترجمہ: مجھے شفاعت میں اختیار دیا گیا اور اس امر میں کہ نصف امت کو بہشت میں داخل کروں، ان دونوں میں سے میں نے شفاعت کو اختیار کیا، اس لئے کہ شفاعت عام تر اور کافی تر ہے۔[2]

---

[1] (صحيح الترغيب ٣٦٣٧•الهيتمي المكي (ت٩٧٤)، الزواجر ٢/٢٤٨)

[2] (حمد شاكر (ت١٣٧٧)، مسند أحمد ٧/٢٢٧••أخرجه ابن ماجه (٤٣١١) البوصيري (ت٨٤٠)، مصباح الزجاجة ٤/٢٦٠•إسناده صحيح)

یعنی اس میں نصف یا ثلث کی قید نہیں ہے۔

ملا غنیمت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

چوں در حـــرف شفاعت لب کند باز

ســزد بر رحمـت ار عصیاں کند باز

ترجمہ: جب سرکار دوعالم ﷺ شفاعت کی عرض داشت کے لب مبارک کھولیں گے اس وقت گناہ رحمت الٰہی کے سامنے ناز دکھائیں تو ان کو ایسا کرنا سزاوار ہے۔

سوالش تا بزیر لب رسیدہ　　　جوابش گفت عین اللہ بدیدہ

ترجمہ: آپ کی دعا ابھی زیر لب ہی پہنچی تھی کہ خود ذات باری تعالیٰ نے اُس کے جواب میں فرمایا قبول ہے۔

دعایش عرض مطلب آرزو کرد　　　شنیدن تا لب استقبال او کرد

ترجمہ: آپ ﷺ کی دعا نے اپنے مطلوب کو بارگاہ الٰہی میں پیش کرنے کی آرزو کی تو قبولیت الٰہیہ نے آپ کے لبوں تک اس کا استقبال کیا۔

(و)عن أبي أمامة الباهلي: وعَدَني ربي أن يُدْخِلَ الجنةَ من أمتي سبعين ألفًا لا حسابَ عليهم ولا عذابَ، مع كلِّ ألفٍ سبعون ألفًا۔

ترجمہ: حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میری اُمت سے ستر ہزار آدمی بلا حساب وعذاب داخل جنت کرے گا، ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے۔ (مشکوٰۃ)[1]

---

[1](أخرجه الترمذي (٢٤٣٧)، وابن ماجه (٤٢٨٦)، وأحمد (٢٢٣٠٣) ابن حجر العسقلاني (ت ٨٥٢)، تخريج مشكاة المصابيح (١٧٢/٥)

(ز) عن ابی هریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ سالت ربی فوعدنی ان یدخل من امتی سبعین الفاًعلیٰ صورۃالقمر لیلۃالبدر۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایارسول اللہ ﷺ نے کہ میں نے پروردگار سے سوال کیا، اس نے مجھ سے وعدہ کیا کہ میری اُمت سے ستر ہزار آدمی چودھویں رات کے چاند کی طرح داخل جنت کرے گا۔[1]

(۵) اللہ تعالیٰ کا نعمتیں عطا کرنے میں رسول اللہ ﷺ کو اپنے ساتھ شریک کرنا

اللہ تعالیٰ سورۃالتوبہ رکوع نمبر ۷ میں فرماتا ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ (التوبہ ۵۹)

اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ ورسول نے ان کو دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول ہمیں اللہ ہی کی طرف رغبت ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صراحتاً فرمادیا کہ اگر منافق اس پر راضی ہو جاتے جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو عطا فرمایا تھا اور یہ کہتے کہ ہم کو اللہ ہی بس ہے اور وہ آگے اپنے فضل سے اور بہتیرا عطا فرمائے گا اور اس کا رسول بھی۔

دیکھئے اللہ تعالیٰ ہر ایک قسم کی نعمتیں دینے دلانے میں اپنے رسول ﷺ کو بھی شریک فرماتا ہے کہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح میں معطی ہوں اسی طرح رسول بھی ہے، اب اس لحاظ سے اگر کوئی انبیاء علیہم السلام واولیائے کرام سے امداد کا طالب ہو تو وہ کس طرح مشرک ہو سکتا ہے جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے عین مطابق امداد طلب کر رہا ہے؟۔

---

[1] (رواہ بیہقی والبزاز والطبرانی واحمد)

(٦) اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ ﷺ کو اپنے کاموں میں شریک کرنا

اللہ تعالیٰ سورۃ التوبہ رکوع نمبر ١٠ میں فرماتا ہے:

أَنْ أَغْنَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ (التوبة ٧٤)

"کہ اللہ و رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔"

دیکھئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کس طرح اپنے رسول کو دولت دینے میں اپنے ساتھ شامل اور شریک کیا جس نے بظاہر ہمارے فریق مخالف کے لئے مشکل پیدا کر دی ہے۔ مگر نافہم لوگوں کی عقل کا قصور ہے کہ وہ خواہ مخواہ عوام الناس کو شرک کا مغالطہ دے کر ان کے پاؤں صراط مستقیم سے پھسلاتے ہیں، جبکہ خود اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو اپنے کاموں میں شریک فرماتا ہے تو پھر شرک کس طرح ہو سکتا ہے، حقیقت میں یہ لوگ شرک کی حقیقت سے بالکل ناواقف اور بے بہرہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ ﷺ مدد کرنے میں جبرئیل علیہ السلام اور صالحین کو شریک فرمانا

اللہ تعالیٰ سورۃ التحریم رکوع نمبر ١ میں فرماتا ہے:

فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ (التحریم ٤)

"تو بے شک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔"

اس آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کی مدد میں اپنے ساتھ جبرئیل علیہ السلام اور صالحین کو بھی مددگار بناتا ہے تو اب اگر ان مددگاروں سے عوام الناس مدد طلب کریں تو یہ شرک کس طرح ہو سکتا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے عین ارشاد کے مطابق ہے۔ جبکہ

وہ خود اپنے ساتھ جبرئیل علیہ السلام اور صالحین کو رسول اللہ ﷺ کی امداد کرنے میں اپنا شریک بتلاتا ہے، تو پھر اولیاء اللہ سے امداد طلب کرنا کس طرح شرک ہو سکتا ہے۔

(۸) اللہ تعالیٰ کا اپنے ساتھ دوستی میں رسول اللہ ﷺ اور مومنوں کو شریک کرنا

اللہ تعالیٰ سورۃ المائدہ رکوع نمبر ۸ میں فرماتا ہے:

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلاَةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ (۵۵) وَمَن يَتَوَلَّ اللّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ (المائدۃ ۵۶)

"تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے تو بے شک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔"

دیکھئے اس آیت میں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ دوستی میں رسول اللہ ﷺ کو اور مسلمانوں کو شریک کیا، جو بظاہر شرک معلوم ہوتا ہے، لیکن درحقیقت اس معیت میں رسول ﷺ اور صالحین کی عزت و توقیر ثابت ہوتی ہے، اور ان سے امداد طلب کرنا اصل میں اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگنا ہے۔ یہی ایک نقطہ ہے جو منکرین کی سمجھ میں نہیں آتا، اولیاء کرام انبیاء کرام علیہم السلام سے امداد و اعانت طلب کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی اعانت طلب کرنا ہوتا ہے۔ جبکہ خود اللہ تعالیٰ ان کو اپنی معیت میں شریک گردانتا ہے تو اس معیت کے کسی وجود سے اگر امداد طلب کی جائے تو وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف منسوب ہو گی۔ عوام الناس بھی اس قوت سے امداد کے طالب ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص قوت ایسے نیک اور پاک وجودوں میں ودیعت کی ہوئی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی ان کو اپنی معیت میں شریک کرتا ہے کہ وہ حقیقت میں غیر اللہ نہیں ہوتے۔ بتوں کے ساتھ اولیاء

اللہ کو تشبیہ دیناجو آیات بتوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں ان کو اولیاء اللہ پر چسپاں کرنا صریحاً تحریف قرآن اور کفر ہے۔

(۹) اللہ تعالیٰ سورۃ المومن رکوع نمبر ا میں ارشاد فرماتا ہے:

الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا (المؤمن ۷)

”وہ جو عرش اُٹھاتے ہیں اور جو اس کے گرد ہیں اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے اور اس پر ایمان لاتے اور مسلمانوں کی مغفرت مانگتے ہیں۔“

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فرشتوں کا کام اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور مخلوق خدا کی سفارش کرنا ہے۔

مَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهَا (النساء ۸۵)

”جو اچھی سفارش کرے اُس کے لیے اس میں سے حصّہ ہے۔“

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص کسی بھائی کی نیک امر میں سفارش کرے گا اس پر خدا کی نعمتیں نازل ہوں گی۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ سورۃ المائدہ کے پہلے رکوع میں فرماتا ہے:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى۔ (المائدۃ ۲)

”اور نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔“

ذرا لفظ بر اور تقوٰی پر غور کریں کہ کیا بر اور تقوٰی خدا ہیں کہ جن کے پائے جانے کے باعث ایک دوسرے کی مدد کرنے کا حکم ہوا ہے۔ عقل سلیم والا تو خود ہی بول اُٹھے گا کہ واقعی بر اور تقوٰی تو

خدا نہیں ہیں، لیکن ہاں یہ اوصاف جس وجود پاک میں ہوں گے ان میں ایک دوسرے کی مدد کی جائے گی۔

مطلق استمداد وامداد کی مشروعیت کی تائید احادیث سے

(۱) رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا:

عن عبداللہ بن عمر: اطْلُبوا الخيرَ عِندَ حِسانِ الوُجوهِ۔

"خیر طلب کرو خوش رُولوگوں کے پاس۔"[1]

(۲) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا:

اطْلُبوا الخير والحوائج من حِسانِ الوُجوهِ۔

"نیکی اور حاجتیں خوبصورتوں سے مانگو۔"[2]

(۳) حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

قد سمعنا نبينا قال قولا هو لمن يطلب الحوائج راحة اغتدوا واطلبوا الحوائج ممن زين الله وجهه بصباحة۔

یعنی بے شک ہم نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک بات فرماتے سنا کہ وہ حاجت مانگنے والوں کے لئے آسائش ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ صبح کرو اور حاجتیں اس سے مانگو جس کا چہرہ اللہ تعالیٰ نے گورے رنگ سے آراستہ کیا ہے۔(رواہ العسکری)[3]

---

[1] ((التاریخ الکبیر حدیث ۴۶۸ دارالباز مکۃ المکرمۃ ۱۵۷/۱)(موسوعہ رسائل ابن ابی الدنیا قضاء الحوائج حدیث ۵۱ مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت ۴۹/۲)(کشف الخفاء حدیث ۳۹۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۲۲/۱)وأبو نعيم في «حلية الأولياء» (۱٥٦/۳). وأبو يعلى (٤٧٥٩) الطبراني (ت٣٦٠)، المعجم الأوسط٦/١٧٦•)

[2] (المعجم الکبیر عن ابن عباسس حدیث ۱۱۱۱۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸۱/۱۱) ابن حجر العسقلاني (ت٨٥٢)، لسان الميزان٢/٥٦٦• البيهقي (ت٤٥٨)، شعب الإيمان٣/١٣٠٦• الطبراني (ت٣٦٠)، المعجم الأوسط٤/٣٨٦•

[3] (الدر المنثور فی الاحادیث المشتهرہ تحت حدیث ۸۸ المکتب الاسلامی بیروت ص ۶۸)

(۴) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عن علي بن أبي طالب: اطلبوا المعروفَ من رُحماءِ أمَّتي تعيشوا في أكنافِهم۔

"میرے نرم دل امتیوں سے نیکی واحسان مانگو ان کے ظل عنایت میں آرام کروگے۔"[1]

غرض احادیث میں کثرت سے وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے نیک امتیوں سے استعانت کرنے، ان سے حاجتیں مانگنے، اُن سے خیر و احسان طلب کرنے کا حکم دیا کہ وہ تمہاری حاجتیں بکشادہ پیشانی روا کریں گے۔ اور تم ان کے سایہء عاطفت میں عیش اٹھاؤ گے۔

پس اس سے بڑھ کر اور کیا صورت استعانت کی ہوگی؟

شُستہ رویاں نیز مے شویند گہ از دل غبار

نو خطے ھر جانب اشد روئے زیبا ھم خوش ست

ترجمہ: صاف چہرے والے بھی کبھی دل سے غبار دھولیتے ہیں نو خیز ہر جگہ میسر نہیں آتے حسین چہرہ بھی اچھا ہوتا ہے۔

مولانا جامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ خوبصورت خوب سیرت ہوتا ہے:

نکورو میکشد از خوئے بد پائے　　چہ خوش گفت آں نکوروئے نکورائے

ترجمہ: خوبصورت لوگ (کبھی) بدخوئی کو ترک کردیتے ہیں اس حسین سیرت والے نے کیا ہی اچھا کہا۔

کہ ھر کس در جہاں نیکوست رویش　　بسے بہتر زروئے اوست خویش

---

[1] (المستدرک للحاکم کتاب الرقاق دار الفکر بیروت ۴/ ۳۲۱) السیوطي (ت۹۱۱)، الجامع الصغیر ۱۱۱۰ صحیح)

ترجمہ: ہر وہ شخص کہ دنیا میں اس کا چہرہ خوب صورت ہے اس کے ایسے چہرے سے اس کی عادت بہت اچھی ہوتی ہے۔

(۵) طبرانی جامع صغیر میں روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

عن أبي سعيد الخدري: اطلُبوا الحوائِجَ إلى ذَوِي الرَّحمَةِ مِنْ أُمّتِي تُرْزَقُوا وتَنْجَحُوا، فإِنَّ اللهَ تعالى يقولُ: رحمتي في ذَوِي الرَّحمَةِ مِنْ عبادِي، ولا تَطْلُبُوا الحوائِجَ عندَ القاسِيَةِ قلوبُهم فلاتُرْزَقُوا ولاتَنْجَحُوا، فإِنَّ اللهَ تعالى يقولُ: إِنَّ سخَطِي فيهِم۔

ترجمہ: تم اپنی حاجتیں میری امت کے رحم دل لوگوں سے طلب کرو تم کو رزق ملے گا اور تم کامیابی حاصل کروگے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری رحمت میرے بندوں میں سے رحم دل لوگوں میں ہے، اور سنگ دل لوگوں سے مرادنہ مانگو کہ تم کو نہ رزق ملے گا نہ کامیابی حاصل ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان پر میرا غضب ہے۔[1]

مطلب یہ ہے کہ حاجت ایسے لوگوں سے طلب کرنی چاہیے جن کے دل نرم ہیں، لیکن جو سخت دل ہیں ان سے حاجت طلب کرنا نہیں چاہیے، پس اگر غیر اللہ سے حاجت طلب کرنا ناجائز اور نامشروع ہوتا تو آپ بھلا کیوں فرماتے کہ نرم دل والوں سے مدد مانگو۔ اس سے صاف ثابت ہوا کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا جائز ہے۔

[1] (السيوطي (ت ٩١١)، الجامع الصغير ١١٠١) »مكارم الأخلاق« (٥٦٨)، والطبراني في «المعجم الأوسط» (٤٧١٧)

ایک شخص نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے استغاثہ کیا

ایک شخص نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اُن کے دشمن کے واسطے مدد مانگی چنانچہ اللہ تعالیٰ سورۃ القصص کے دوسرے رکوع میں ارشاد فرماتا ہے:

وَدَخَلَ الْمَدِينَةَ عَلَى حِينِ غَفْلَةٍ مِنْ أَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ هَذَا مِنْ شِيعَتِهِ وَهَذَا مِنْ عَدُوِّهِ۔(القصص ۱۵)

"اور اس شہر میں داخل ہوا جس وقت شہر والے دوپہر کے خواب میں بے خبر تھے تو اس میں دو مرد لڑتے پائے ایک موسیٰ کے گروہ سے تھا اور دوسرا اُس کے دشمنوں سے۔"

فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ فَوَكَزَهُ مُوسَى فَقَضَى عَلَيْهِ۔(القصص ۱۵)

"تو وہ جو اُس کے گروہ سے تھا اُس نے موسیٰ سے مدد مانگی اس پر جو اس کے دشمنوں سے تھا تو موسیٰ نے اس کے گھونسا مارا تو اس کا کام تمام کر دیا"۔

دیکھئے ایک اُمتی کا نبی سے مدد مانگنا اس آیت میں صراحتاً پایا جاتا ہے، اگر اس قسم کی استعانت منع ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس مقام پر اس کی تردید فرمادیتا کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا ناجائز اور کفر ہے جس طرح عبادت غیر کو جابجا منع فرمایا ہے۔

مسلمانو! خوب یاد رکھو کہ حقیقت میں تو مدد دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن اس شخص کو بظاہر بطور سبب مجاز حضرت موسیٰ علیہ السلام مدد دینے والے ہیں کیونکہ عالم اسباب کا یہ ایک نہایت ضروری سبب ہے کہ اس کے بغیر چارہ نہیں ہے۔

سائل کو جھڑکنے کی نہی سے استمداد کے جواز پر استدلال

اللہ تعالیٰ سورۃ والضحیٰ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ (الضحى ١٠)

"اور منگتا کو نہ جھڑکو"۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی سائل تم میں سے کسی کے دروازے پر آئے تو اُس کو جھڑکو نہیں بلکہ اگر ہو سکے تو اس کے سوال کو پورا کرو۔

پس اگر غیر اللہ کے پاس جا کر مانگنا شرک ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس طرح ہرگز نہ فرماتا کہ سائل کو جھڑکو نہیں بلکہ یوں ارشاد فرماتا:

کہ اگر کوئی سائل کسی کے دروازے پر آئے تو اس کو میرے دروازے پر بھیجو کیونکہ میں ہی ہر ایک سائل کی حاجت روائی کرنے والا ہوں چونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں فرمایا اس لئے صاف ظاہر ہوا کہ غیر اللہ سے مانگنا شرک نہیں ہے۔

یاد رہے کہ یہاں سوال عام ہے یعنی مانگنے میں سب کچھ داخل ہے خواہ پیسہ مانگا جائے یا کھانا یا وہ چیز مانگی جائے جو انسان دے سکتا ہے اور اس کی طاقت اور اختیار میں ہے۔

پس جبکہ ایک فعل کو غیر فاعل کے ساتھ مجازاً منسوب کرنے کا جواز قرآن مجید سے ثابت ہو گیا بلکہ مجاز کو فصاحت و بلاغت میں داخل سمجھا جاتا ہے تو ایک مسلمان کے کلام کو کیوں نہ مجاز پر محمول کیا جائے اور کیوں اس کو محمول حقیقت کر کے موجب شرک قرار دیا جاتا ہے اور خواہ مخواہ اس کو مشرک اور کافر بنایا جاتا ہے۔

شواہد الحق میں ہے:

والمستغاث به في الحقيقة هو الله، والنبي صلى الله تعالى عليه واسطة بينه وبين المستغيث فهو سبحانه مستغاث به والغوث منه خلقاً وإيجاداً والنبي صلى الله تعالى عليه وسلم مستغاث والغوث منه سبباً وكسباً۔

ومستغاث به وبالجملة فاطلاق لفظ الاستغاثة لمن يحصل منه غوث ولو سببا وكسبا امر معلوم لاشک فیه لغة وشرعا۔

یعنی :"رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یا حضور اقدس کے سوا اور انبیاء واولیاء علیہم افضل الصلاۃ والثناء کی طرف توجہ اور ان سے فریاد کے یہی معنی مسلمانوں کے دل میں ہیں اس کے سوا کوئی مسلمان اور معنی نہیں سمجھتا ہے نہ قصد کرتا ہے تو جس کا دل اسے قبول نہ کرے وہ آپ اپنے حال پر روئے، ہم اللہ تبارک وتعالی سے عافیت مانگتے ہیں حقیقتاً فریاد اللہ عزوجل کے حضور ہے اور نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اس کے اور اس فریادی کے بیچ میں وسیلہ وواسطہ ہیں، تو اللہ عزوجل کے حضور فریاد ہے اور اس کی فریادرسی یوں ہے کہ مراد کو خلق وایجاد کرے، اور نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے حضور فریاد ہے اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی فریادرسی یوں ہے کہ حاجت روائی کے سبب ہوں اور اپنی رحمت سے وہ کام کریں جس کے باعث اس کی حاجت روا ہو۔"[1]

بہر صورت یہ امر پایہء ثبوت کو پہنچ گیا کہ مجازی طور پر کسی غیر اللہ سے کسی چیز میں استعانت ہر گز موجب کفر وشرک نہیں، غیر اللہ کو ایک سفیر محض اور ذریعہء اجابت متصور کیا جاتا ہے۔

---

[1] ("الجوهر المنظم"، الفصل السابع، فيما ينبغي للزائر۔۔۔إلخ، ص ٦٢)

چونکہ یہ امر کہ یہ اعانت ووسیلہ شرک سے بالکل خالی ہے اس امر پر موقوف ہے کہ شرک کی تشریح کی جائے کہ وہ کون سا شرک ہے کہ جس کے ارتکاب سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، لہٰذا اب مختصراً اس امر کو واضح کیا جاتا ہے۔

شرک کی تشریح

شرک لغت میں "باکسے شریک شدن" کہتے ہیں۔

اور شریعت میں شرک کی واضح تفسیر جو علماء نے کی ہے کہ کسی وصف کو غیر اللہ کے لئے اس طریقہ میں ثابت کرنا کہ جس طرح اور جس حیثیت سے وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے۔

یعنی یہ اعتقاد رکھنا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کا علم قدیم ازلی ابدی ذاتی غیر محدود و محیط کل ہے اسی طرح کسی نبی یا رسول یا ولی وغیرہ کو بھی ہے، اور جس طرح اللہ تعالیٰ جملہ صفات کمالیہ کا مستجمع اور تمام عیوب و نقائص سے پاک اور منزہ ہے اسی طرح غیر بھی۔

یہی وہ شرک ہے جس کی وجہ سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور بلا توبہ اگر مر گیا تو ہمیشہ کے لئے دوزخ کا ایندھن ہوا اور اسی کے متعلق تہدید مزید اور وعید شدید آئی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ (الحج ۳۱)

"اور جو اللہ کا شریک کرے وہ گویا گرا آسمان سے کہ پرندے اُسے اُچک لے جاتے ہیں یا ہوا اُسے کسی دور جگہ پھینکتی ہے۔"

(۲) اللہ تعالیٰ سورۃ النساء رکوع نمبر ۱۸ میں ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا (النساء ۱۱۶)

"اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے وہ دور کی گمراہی میں پڑا۔"

(۳) اللہ تعالیٰ سورۃ لقمان رکوع نمبر ۲ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَابُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ (لقمن ۱۳)

"اور یاد کرو جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اور وہ نصیحت کرتا تھا اے میرے بیٹے اللہ کا کسی کو شریک نہ کرنا۔ بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔"

قرآن مجید کے بعد احادیث میں بھی شرک کی شدت حظر کو بالفاظ صریح بیان فرمایا گیا ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

لا تُشْرِكْ باللهِ شيئًا وإنْ قُتِلْتَ و حُرِّقْتَ۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کر اگرچہ قتل کر دیا جائے اور تجھے جلادیا جائے۔[1]

دیکھیے رسول اللہ ﷺ شرک سے بچنے کی یہاں تک تاکید کرتے ہیں کہ اگر جان بھی جائے تو بھی شرک نہیں کرنا چاہیئے، کیونکہ یہ ایسا سنگین جرم ہے کہ یہ قابل معافی نہیں ہے۔

(۲) یا ابنَ آدمَ! لَوْ أَتَيْتَنِي بِقُرابِ الأرضِ خطايا ثُمَّ لَقِيْتَني لا تُشْرِكُ بِي شَيْئًا لأتيْتُكَ بِقِرابِها مَغْفِرَةً۔

[1] (صحیح الترغیب ۵۷۰ •حسن)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:اے آدم کے بیٹے!بے شک تو اگر مجھ سے ملے دنیا بھر کے گناہ لے کر، پھر مجھ سے ملے کہ نہ شریک سمجھتا ہو میرا کسی کو تو بے شک میں لے آؤں تیرے پاس بخشش دنیا بھر۔[1]

مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں سب گناہ گاروں نے جتنے گناہ کئے ہیں اگر ایک آدمی وہ سب کچھ کرے لیکن شرک سے پاک ہو تو جتنے اس کے گناہ ہیں اللہ تعالیٰ اس پر اتنی ہی بخشش کرے گا۔ (مشکوٰۃ)

شرک کی تشریح اور معیار

جس فعل کا شرک ہونا نص سے ثابت ہو وہ واقعی حرام اور ممنوع ہے۔ اور جس فعل کے شرک ہونے پر قرآن و حدیث ناطق نہ ہوں اس کو خوامخواہ شرک ٹھہرانا اور اس کے ممنوع ہونے پر فتویٰ دینا سراسر حماقت و نادانی ہے، کیونکہ اگر ہر جگہ شرک یا ابہام شرک کا بلا دلیل اعتبار کر لیا جائے گا تو دائرہ اسلام اس قدر تنگ ہو جائے گا کہ تلاش کرنے سے بھی کوئی مسلمان نہ ملے گا۔

مثال کے طور پر دیکھئے:

اللہ تعالیٰ موجود ہے، اب کسی غیر کو موجود ہر گز نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اس سے شرک کا وہم پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی موجود اور غیر اللہ بھی موجود، لہٰذا غیر اللہ معدوم محض ٹھہرے گا۔ تو کیا کوئی عاقل اس کو صحیح ماننے پر مجبور کیا جا سکتا ہے؟ ہر گز نہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ علیم ہے تو دوسرا کوئی ذی علم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہم شرک موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی علیم اور غیر اللہ بھی علیم۔

---

[1] (صحيح الترغيب ٣٣٨٢ • حسن لغيره • أخرجه الترمذي (٣٥٤٠) واللفظ له، وأحمد (١٣٤٩٣))

اسی طرح اللہ تعالیٰ بصیر (یعنی دیکھنے والا)، رحیم (رحم کرنے والا)، کریم (بخشش کرنے والا) ہے، تو غیر اللہ بصیر اور کریم وغیرہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ہر شخص اندھا، بے ترس، بخیل اور گمراہ وغیرہ ہو گا، علیٰ ہٰذا القیاس اللہ تعالیٰ کے ہزاروں اسماء اور صفات ہیں جو غیر اللہ پر بولے جاتے ہیں۔

مثلاً رسول اللہ ﷺ کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ (توبہ ۱۲۸)

"وہ رسول مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان"۔

اور اس سے بھی زیادہ واضح یہ کہ رسول اللہ ﷺ کا نام ہی وہ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کا خود نام ہے، تو کیا اللہ تعالیٰ نے غیر کو رحیم ورؤف، بشیر ونذیر، سمیع، بصیر وغیرہ اسماء وصفات سے ممتاز کر کے ایک گونہ سبیل اطلاق کو جائز قرار دیا، یا کہ معاذ اللہ شرک اور ابہام شرک کی تعلیم دی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں، کیا کوئی عقل مند تصور بھی کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ منع بھی فرمائے اور اس ہی کی اجازت بھی دے؟، پھر کس قدر یہ امر پر غضب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہ امر غیر واقعی منسوب کیا جاتا ہے، بلکہ حقیقت واقعی یہ ہے کہ محض تخیلات کاسدہ اور ظنیات فاسدہ سے خوامخواہ مسلمانوں کو مشرک بنایا جاتا ہے اور ابہام شرک کی بے معنی آڑ لے کر قرآن و حدیث کی غیر معمولی تحریف کی جاتی ہے، کیونکہ ابہام شرک اگر واقعی کوئی حیثیت رکھتا اور شریعت غراء میں اس کا اعتماد و اعتناء ہوتا تو ضرور قرآن و حدیث میں اس کی تصریح موجب تقریع ہوتی، پھر جبکہ ایسی چیز جس کی وجہ سے جملہ مخلوقات ہی راہ راست سے پھسل جاتی اور شرک وغیرہ میں مبتلا ہو جاتی کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ اس کو قصداً اور ارادتاً ترک کر دیا گیا ہے۔

اسی لئے علمائے کرام نے تصریح کی ہے کہ جب کبھی اسماءصفات الٰہیہ کو غیر اللہ پر بولا جائے گا مناسب حیثیت سے جانبین اطلاق کریں گے، مثلاً لفظ علی جبکہ اللہ تعالٰی کی ذات مقدسہ پر بولا جائے گا تو علو و رفعت ذاتی غیر مستفادی مراد ہو گی، اور جس وقت وہ غیر اللہ پر بولا جائے گا مراد علو و رفعت عرضی مستفادی مراد ہو گی۔یعنی اللہ تعالٰی کی عطا کی ہوئی۔

در مختار میں ہے:

وجاز التسمية بعلي ورشيد من الأسماء المشتركة ويراد في حقنا غير ما يراد في حق الله تعالى۔

ترجمہ: علی ورشید وغیرہما کے ساتھ نام رکھنا جائز ہے گویہ نابطریقۂ اشتراک غیر اللہ بولے جاتے ہیں لیکن جب غیر اللہ پر بولے جائیں گے تو اسی طرح نہیں بولیں گے جس طرح اللہ تعالٰی پر بولے جاتے ہیں۔[1]

بہر صورت مطلع بالکل صاف ہے کہ دلائل شرعیہ اور نصوص قطعیہ سے کسی لفظ کی بخیال ابہام شرک ممانعت کا اطلاق ہر گز ثابت نہیں اور جبکہ ادلہ ءشرعیہ کسی حکم سے ساکت ہیں بلکہ اطلاق و جواز کی تصریح فرمارہی ہیں تو کسی کو بزعم خود یہ کیسے حق حاصل ہو سکتا ہے کہ اپنی طرف سے جو حکم چاہے ایجاد کرلے اور اس کو شرعی حکم قرار دے لے؟، ہاں جس لفظ کے اطلاق سے شریعت غراء نے ممانعت فرمادی ہے وہ بے شک منع ہو گا۔ جیسے لفظ "اللہ" کبھی غیر اللہ پر نہیں بولا جاتا، علیٰ ہٰذا القیاس خالق، معبود، مالک مطلق وغیرہ بھی غیر اللہ پر نہیں بولے جائیں گے، کیونکہ ان کا اطلاق شرعاً غیر پر ممنوع ہے۔

---

[1](ردالمحتار علی الدر المختار ج۶ ص ۴۱۷)

آگے ہم قرآن مجید و حدیث شریف سے چند ایسے دلائل پیش کرتے ہیں جن کی روشنی میں معترضین کے دل سے مسئلہ استمداد و توسل کا استبعاد رفع ہو سکتا ہے بشرطیکہ ان میں شمہ بہ انصاف ہو۔

توسل و استمداد کی اقسام اور اُن کی تشریح

اللہ تعالیٰ سورۃ المائدہ رکوع نمبر ۶ میں ارشاد فرماتا ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (النساء۳۵)

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

وسیلہ وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا تقرب کیا جائے، عام ازیں کہ ذات ہو یا فعل یا قول، وسیلہ کو مختص با افعال کہنا ایک ایسا امر ہے جس میں کوئی دلیل نہیں بلکہ ذوات فاضلہ کو افعال صادرہ پر بدرجہا تفضیل ہے، خصوصاً رسول اللہ ﷺ کو کہ اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں افعال کو ان کی ذات بابرکات سے کیا مناسبت؟ پھر ایسے مقام پر وسیلہ سے ذوات مراد لینا نہایت مناسب ہے، صاحب مزرع الحسنات اس آیت کو رسول اللہ ﷺ کے وسیلہ ہونے پر سند لاتے ہیں۔

مولوی اسمعیل دہلوی اپنی کتاب منصب امامت میں تحریر فرماتے ہیں:

مراد از وسیلہ شخصے است کہ اقرب الی اللہ باشد در منزلت۔

ترجمہ: وسیلہ سے مراد وہ بزرگ آدمی ہے جو درجہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے زیادہ مقرب ہو۔

غرض اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مطلق وسیلہ مانگنے کا حکم فرمایا لیکن اس کی تفصیل بیان نہیں فرمائی، چونکہ توسل اور مدد کی کئی قسمیں ہیں اس لئے قرآن مجید، احادیث نبویہ ﷺ اور اقوال الصالحین سے ان کی قسمیں لکھی جاتی ہیں۔

توسل اور امداد کی تین قسمیں ہیں

(اول) توسل بالاعمال یعنی عمل صالحہ سے توسل کرنا۔

(دوم) توسل بالجاہ یعنی انبیاء کرام علیہم السلام و اولیائے کرام کے جاہ ورتبہ کے ذریعے توسل اور استغاثہ کرنا خواہ وہ مقدور بشر ہو یا نہ ہو۔

(سوم) انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام سے دعا یا سفارش کی درخواست کرنا۔

(۱) خدمت والدین، پاک دامنی اور ادائے حق کے توسل سے قبولیت دعاء

عن عبداللہ بن عمر: بينما ثلاثةُ رهْطٍ يتماشَونَ أخَذهمُ المطَرُ فأوَوا إلى غارٍ في جبلٍ، فبينا هم فيه حَطَّتْ صخرةٌ من الجبلِ فأَطبقَتْ عليهِم، فقال بعضُهم لبعضٍ: انظُروا أفضلَ أعمالٍ عمِلتُموها للهِ سبحانَه فسَلوه بها لعلّه يُفرِّجُ بها عنكم. فقال أحدُهم: اللهم إنه كان لي والدانِ كبيرانِ، وكانت لي امرأةٌ وولدٌ صِغارٌ وكنتُ أرعى عليهم، فإذا رُحتُ عليهم بدأتُ بأبوَيّ فسقيتُهما، فناءَ يومًا الشجرُ فلم آتِ حتى نامَ أبوايَ، فطيَّبْتُ الإناءَ ثم حلَبتُ فيه ثم قُمتُ بحِلابي عِندَ رأسِ أبوايَ والصبيةُ يتضاغَونَ عِندَ رجلي، أكرَهُ أن أبدَأَ بهم قبلَ أبويّ، وأكرَهُ أن أوقِظَهما من نومِهما، فلم أزَلْ كذلك قائمًا حتى أضاءَ الفجرُ، اللهم إن كنتَ تعلَمُ أني فعَلتُ ذلك ابتغاءَ وجهِك فأفرِجْ عنا فُرجةً نرى منها السماءَ، ففُرِّجَ لهم فُرجَةٌ رأَوا منها السماءَ. وقال الآخَرُ: اللهم إنها كانت لي ابنةُ عمٍّ فأحبَبتُها حتى كانتْ أحبَّ الناسِ إليّ فسألتُها نفسَها فقالتْ: لا حتى تأتيَني بمائةِ دينارٍ، فسعَيتُ حتى جمَعتُ مائةَ دينارٍ فأتيتُها بها، فلما كنتُ بين رجلَيها قالتْ: اتقِ اللهَ لا تفتَحِ الخاتمَ إلا بحقِّه، فقُمتُ عنها. اللهم إن كنتَ تعلَمُ أني فعَلتُ

ذلک ابتغاءَ وجهِک فافرُجْ لنا منها فُرجَةً، ففرج لهم فرجة. قال الثالث: اللهم إني كنتُ استأجرت أجيرا بفرق ذرة، فلما قضى عمله عرضته عليه فأبى أن يأخذه ورغب عنه، فلم أزل أعمل به حتى جمعت منه بقرا ورعاها، فجاءني فقال: اتق الله وأعطني حقي ولا تظلمني، فقُلْت له: اذهب إلى تلک البقر ورعاتها فخذها، فقال: اتق الله ولا تهزأ بي، فقُلْت: إني لا أهزأ بک، اذهب إلى تلک البقر ورعائها فخذها، فذهب فاستاقها. اللهم إن كنتُ تعلم أني فعلت ذلک ابتغاء وجهک فافرج عنا ما بقي منها۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تین آدمی کہیں جا رہے تھے کہ اتفاقاً بارش ہونے لگی، اس لئے وہ پہاڑ کی غار میں جا گھسے، خدا کی قدرت اس غار کے منہ پر ایک پتھر آ گیا جس سے غار کا منہ ڈھک گیا، پھر آپس میں یہ صلاح ٹھہری کہ اپنے اپنے نیک اعمال کا ذکر کرنا چاہیئے، جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہوں، پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تا کہ اللہ تعالیٰ غار کا منہ کھولے: تو ایک نے کہا کہ خداوند! میرے ماں باپ بوڑھے تھے اور بچے ننھے سے تھے میں بکریاں چرایا کرتا تھا جب گھر آتا تو دودھ نکال کر پہلے اپنے ماں باپ کو پلاتا پھر بچوں کو، ایک روز درخت دور تھے (جن کے پتے بکریوں کو چرانے تھے) گھر کو آتے آتے شام ہو گئی، والدین سو گئے، میں دودھ نکال کر دودھ کا برتن لئے والدین کے سرہانے آ کھڑا ہوا، ادب سے ان کو اُٹھا نہ سکا، اور یہ امر مجھے پسند نہ تھا کہ خلاف معمول بچوں کو پہلے پلاتا، بچوں کی یہ کیفیت تھی کہ وہ میرے پاؤں کے پاس بھوک سے چیختے تھے، یہاں تک کہ صبح ہو گئی، پس اگر یہ کام میں نے تیری رضا کے لئے کیا تھا تو اس پتھر کو اس قدر اُٹھا دے جس سے ہم آسمان کو دیکھ سکیں چنانچہ اس قدر پتھر اٹھ گیا جس سے آسمان نظر آتا تھا۔

اور دوسرے نے کہا: خداوند! مجھے اپنی چچازاد بہن سے وہ شدید عشق تھا جو مردوں کو عورتوں سے ہے، میں نے اس سے وصال چاہا، اس نے کہا کہ اگر سو اشرفیاں دو تو مضائقہ نہیں۔ میں نے نہایت محنت سے سو اشرفیاں جمع کر کے اسے دیں جب میں وصل کے لئے اس کے سامنے بیٹھا تو اس نے کہا کہ اے اللہ کے بندے! خدا سے ڈر میرے ساتھ زنانہ کر، تو میں اُسے چھوڑ کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ تو اگر میں نے یہ کام تیری مرضی کے لئے کیا تھا تو پتھر کو کچھ اُٹھا، اب ایک ثلث پتھر اوپر آ گیا:

اور تیسرے نے کہا کہ خداوند! میں نے ایک مزدور سے ایک فرق (سولہ رطل) دھان پر ٹھہرایا، جب اُس نے مزدوری کر کے اُجرت چاہی تو میں نے وہ دھان پیش کئے وہ ناخوش ہو کر چلا گیا، پھر میں اس دھان کو علیحدہ بوتا رہا، اس میں سے جو کچھ فائدہ ہوتا تھا اس کو ترقی دیتا تھا، یہاں تک کہ اس سے بیل وغیرہ مہیا کیے، ایک عرصے کے بعد وہ مزدور آیا اور اس نے اپنا حق مانگا، میں نے کہا کہ یہ سب لے جاؤ، اس نے کہا کہ خدا سے ڈرو مجھ سے مسخری نہ کرو، میں نے کہا کہ میں مسخری نہیں کرتا، غرض وہ سب لے گیا، تو جانتا ہے کہ اگر میں نے یہ کام تیری خوشی کے لئے کیا تھا تو باقی ماندہ پتھر کو اُٹھا دے چنانچہ وہ پتھر غار کے منہ سے سب کا سب الگ ہو گیا۔ [1]

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِسْتَدَلَّ أَصْحَابنَا بِهَذَا عَلَى أَنَّهُ يُسْتَحَبّ لِلْإِنْسَانِ أَنْ يَدْعُوَ فِي حَال كَرْبه ، وَفِي دُعَاء الِاسْتِسْقَاء وَغَيْره بِصَالِحِ عَمَله ، وَيَتَوَسَّل إِلَى اللّٰه تَعَالَى بِهِ ؛ لِأَنَّ هَؤُلَاءِ فَعَلُوهُ فَاسْتُجِيبَ لَهُمْ ، وَذَكَرَهُ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَعْرِض الثَّنَاء عَلَيْهِمْ ، وَجَمِيل فَضَائِلهمْ . [2]

---

[1] (البيهقي (ت ٤٥٨)، الآداب ٤٧٦ •صحيح •أخرجه البخاري (٥٩٧٤)، ومسلم (٢٧٤٣)، وأحمد (٥٩٧٤) باختلاف يسير، والبيهقي في «الآداب» (٧٦٣))

[2] (المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج ج٧ ا ص ٥٦)

پس جب اعمال سے توسل جائز ہوا تو ذوات مقدسہ سے بدرجہ اولیٰ جائز ہو گا۔

(۲)عبادت صبح و شام سے استعانت کرنا

عن أبي هريرة: واسْتَعِينوا بالغَدْوَةِ والرَّوْحَةِ وشيءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے استعانت کرو صبح کی عبادت سے اور شام کی عبادت سے اور کچھ رات رہے کی عبادت سے۔

(۳)سحری اور قیلولہ سے استعانت کرنا

عن عبدالله بن عباس استعينوا بطعامِ السَّحَرِ على صيامِ النَّهارِ والقيلولَةِ على قيامِ اللَّيلِ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سحری کے کھانے سے دن کے روزے کے لئے اور دن کی نیند سے رات کے قیام کے لئے مدد لو۔[2]

عن عبدالله بن عمرو بن هلال المزني: استَعينوا على الرِّزقِ بالصَّدَقةِ۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن ہلال المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا استعانت کرو صدقہ سے رزق کے لئے۔[3]

(۴)عورتوں کی سادہ پوشی سے استعانت کرنا

عن أنس بن مالک: استَعينُوا على النساءِ بالْعُرْيِ، فإنَّ إحداهنَّ إذا كثرتْ ثيابُها، وأحسنتْ زينتُها، أعجبَها الخروجَ۔

---

[1] (البخاري (ت ٢٥٦)، صحيح البخاري ٣٩• صحيح۔ البغوي (ت ٥١٦)، شرح السنة ٢/٤٧٠ •صحيح۔ صحيح الجامع ١٦١١• صحيح•صحيح النسائي ٥٠٤٩•صحيح•)

[2] (أخرجه ابن ماجه (١٦٩٣)، وابن خزيمة (١٩٣٩). المنذري (ت ٦٥٦)، الترغيب والترهيب ١/١٤٩•ابن مفلح (ت ٧٦٣)، الآداب الشرعية ٣/١٤٦•الزرقاني (ت ١١٢٢)، مختصر المقاصد ٩٤•صحيح)

[3] (أخرجه ابن ماجه (١٦٩٣)، وابن خزيمة (١٩٣٩). المنذري (ت ٦٥٦)، الترغيب والترهيب ١/١٤٩•ابن مفلح (ت ٧٦٣)، الآداب الشرعية ٣/١٤٦•الزرقاني (ت ١١٢٢)، مختصر المقاصد ٩٤•صحيح)

ابن عدی نے کامل میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انھوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ عورتوں کے خلاف استعانت حاصل کرو تنگی لباس سے، کیونکہ جب وہ ان کے جوڑے زیادہ ہوں گے اور ان کی زینت اچھی بنے گی وہ باہر نکلنا پسند کریں گی۔[1]

(۵) صبر اور نماز کے توسل سے امداد طلب کرنا

اللہ تعالیٰ خود مسلمانوں کو صبر اور نماز کے وسیلے سے امداد طلب کرنے کا حکم فرماتا ہے چنانچہ سورۃ البقرۃ رکوع نمبر ۵ میں اور سورۃ التوبہ رکوع نمبر ۵ میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ (البقرۃ ۴۵) "اور صبر اور نماز سے مدد چاہو"۔

اس آیت کے معنی دو طرح ہو سکتے ہیں، ایک تو یہ کہ صبر اور نماز سے مدد طلب کرو، جیسا کہ خود قرآن کریم ان معنوں کی تفسیر کرتا ہے:

اسْتَعِينُوا بِاللّٰهِ (الاعراف ۱۲۸) "اللہ کی مدد چاہو"۔

دوسرے یہ کہ صبر اور نماز کے وسیلہ سے مدد طلب کرو (جیسے سیاق آیت سے ظاہر ہے) اور یہی معنی مفسرین کے نزدیک مسلم ہیں، کیونکہ حرف ب یہاں وسیلہ کے معنی میں ہے، اور اگر پہلے معنی مراد لئے جائیں تو معاذ اللہ نماز اور صبر کو خدا سمجھا جاتا جو صریح شرک ہے۔

اب ناظرین عقل سلیم سے خود ہی انصاف کریں کہ اس میں شرک کس طرح ہو سکتا ہے کیونکہ آیت کے معنی میں دو ہی طرح کا احتمال ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اگر پہلا مفہوم غلط ہے تو دوسرا ضرور

---

[1] (السيوطي (ت ٩١١)، الجامع الصغير ٩٨٢•أخرجه الطبراني في «المعجم الأوسط» (٨٢٨٧)، وابن عدي في «الكامل في الضعفاء» (٣١٢/١)، ابن عدي (ت ٣٦٥)، لسان الميزان ١٣٧/٢• (كنز العمال بحوالہ عدعن انس حديث ٤٤٩٥٢ موسسة الرسالةبيروت ١٦ /٣٤٢)

بالضرور صحیح ہو گا۔ غرض اولیاء اللہ بھی خدا کے مقبول بندے ہوتے ہیں جن کے توسل سے امداد طلب کی جاتی ہے۔

خاصان خدا خدا نباشند لیکن ز خدا جدا نباشند

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے خاص بندے خدا نہیں ہوتے لیکن وہ خدا سے کبھی بھی جدا نہیں ہوتے۔

توسل بالجاہ

جب کسی بزرگ ترین ہستی کے سامنے اپنی مراد پیش کی جائے اور اس کے رحم و کرم کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی غرض سے اس کے کسی خاص مقبول اور محبوب فرد کی جاہ و عزت کا واسطہ دیا جاتا ہے تو یہ توسل بالجاہ ہے بارگاہ حق میں اسی قسم کا توسل کرنا مشروع ہے۔ چنانچہ:

(۱) حضرت آدم علیہ السلام کا حضرت محمد ﷺ کے توسل سے مغفرت چاہنا

عن عمر بن الخطاب: إنّهُ لمّا اقترفَ آدمُ عليه السلام الخطيئةَ قالَ: يا ربِّ أسألُك بحقِّ محمَّدٍ لما غفرتَ لي، قالَ: وَكَيفَ عرفتَ مُحمَّدًا؟ قالَ: لأنَّك لمّا خلقتني بيدِك ونفخت فيَّ من روحِك رفعتُ رأسي فرأيتُ على قوائمِ العرشِ مَكْتوبًا: لا إلَهَ إلّا اللّهُ محمّدٌ رسولُ اللهِ، فعلِمت أنَّك لم تُضِفْ إلى اسمِك إلّا أحبَّ الخلقِ إليك، قالَ: صدَقتَ يا آدمَ ولولا محمّدٌ ما خلقتُك۔

یعنی آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطا کا ارتکاب کیا تو انہوں نے اپنے رب سے عرض کی، اے رب میرے! صدقہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا میری مغفرت فرما۔ رب العٰلمین نے فرمایا: تو نے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کو کیونکر پہچانا؟ عرض کی: جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے بنایا اور مجھ میں اپنی روح ڈالی میں نے سر اٹھایا تو عرش کے پایوں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا پایا، جانا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی کا نام ملایا ہے جو تجھے تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے

فرمایا: اے آدم! تو نے سچ کہا بے شک وہ مجھے تمام جہان سے زیادہ پیارا ہے، اب کہ تو نے اس کے حق کا وسیلہ کر کے مجھ سے مانگا تو میں تیری مغفرت کرتا ہوں، اور اگر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نہ ہوتا تو میں تیری مغفرت نہ کرتا، نہ تجھے بناتا۔[1]

(۲) ایک نابینا صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آپ ﷺ کے توسل سے بینا ہو جانا

عثمان بن حنيف - رضي الله عنه - :«أن رجلا ضرير البصر أَتى النبيَّ -صلى الله عليه وسلم-، فقال: ادعُ اللهَ أَن يُعَافِيَني، فقال: إن شِئْتَ دعوتُ، وإنْ شِئْتَ صَبَرْتَ، فهو خَيرٌ لک، قال: فادعُهُ، قال: فأَمرهُ أن يتوضأَ فَيُحْسِنَ الوُضوءَ، ويدْعوَ بهذا الدعاء: اللَّهمَّ إني أسألُک وأتَوَجه إليک بِنَبِيِّک محمدٍ: نبي الرحمة، إني توَّجهتُ بک إلى ربِّي في حاجتي هذه لتُقْضى لي، اللَّهم فَشَفِّعْهُ فيَّ». أخرجه الترمذي۔

ترجمہ: حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک صاحب جو نابینا تھے بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم! آپ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے عافیت دے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم چاہو تو صبر کرو اور یہ تمہارے حق میں بہتر ہے انہوں نے عرض کی کہ حضور دعا کر دیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے ان کو یہ حکم دیا کہ تم خوب اچھی طرح وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دعا پڑھو۔[2]

---

[1] (ابن حجر العسقلاني (ت ٨٥٢)، إتحاف المهرة ١٢/٩٧• ابن تيمية (ت ٧٢٨)، التوسل والوسيلة ١٦٦• ابن تيمية (ت ٧٢٨)، مجموع الفتاوى ١/٢٥٤• البيهقي (ت ٤٥٨)، دلائل النبوة ٥/٤٨٩• القسطلاني (ت ٨٢٣)، المواهب اللدنية ٣/٦٠٥ •صحيح۔ البيهقي (ت ٤٥٨)، تاريخ دمشق ٧/٤٣٧• ابن كثير (ت ٧٧٤)، البداية والنهاية ٢/٢٩٩• الهيثمي (ت ٨٠٧)، مجمع الزوائد ٨/٢٥٦• الطبراني (ت ٣٦٠)، المعجم الأوسط ٦/٣١٣)

[2] (جامع الأصول في أحاديث الرسول ج۴ ص ۳۴۹، ترمذی رقم ۳۵۷۸، ابن ماجة رقم ۱۳۵۸۔ مسند احمد ج ۲۸ ص ۴۷۸، الترغیب والترهیب، کتاب النوافل، باب الترغیب فی صلاۃ الحاجة ودعائها، رقم ۱، ج ۱، ص ۲۷۲۔ جامع

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَ اَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِیُقْضٰی لِیْ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ۔

ترجمہ: ”الٰہی! میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کہ مہربانی کے نبی ہیں یارسول اللہ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت رواہو، الٰہی! ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔“[1]

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بیان ہے کہ خدا کی قسم ہم اٹھنے بھی نہ پائے تھے ابھی باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ نابینا ہمارے پاس انکھیارے ہو کر اس شان سے آئے کہ گویا کبھی نابینا تھے ہی نہیں۔

اس مقام پر زرقانی رحمہ اللہ تعالٰی شارح مواہب اللدنیہ نے لکھا ہے کہ اس دعا میں اول سوال تو اللہ تعالٰی سے ہے کہ وہ اپنے حبیب اکرم ﷺ کو شفاعت کا اذن بخشے۔

چنانچہ وہ حاجت مند کہتا ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَ اَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَۃِ۔

اللہ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں

الترمذی، کتاب احادیث شتی ،باب ۱۲۷ ، رقم ۳۵۸۹ ،ج۵،ص ۳۳۶۔ المعجم الکبیر للطبرانی،ج۹، رقم ۸۳۱۱، ص ۳۰، الاستمداد والتوسل ص ۵۸،عمل الیوم واللیلۃ للنسائی ص ۴۱۷رقم ۶۵۸ ، شفاءالسقام فی زیارۃ خیرالانام ص ۱۲۳ ، کتاب الاذکار للنووی ص ۸۳، اسدالغابۃ ج۳ص ۵۷۱، تحفۃ الاشراف ج۷ص ۲۳۶رقم ۹۷۶۰، البدایۃ والنہایۃ ج۴ص ۵۵۸، دلائل النبوۃ للبیہقی ج۶ص ۱۶۶ ، الجوہرالمنظم لابن حجرص ۶۱ ، المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۳۱۳-۵۱۹،تحفۃالذاکرین للشوکانی ج۵ص ۱۹۴ ،صحیح ابن خزیمۃ ج ۲ ص ۲۲۵ رقم ۱۲۱۹)

[1] (•أخرجه الترمذي (٣٥٧٨)، وابن ماجه (١٣٨٥)، وأحمد (١٧٢٧٩)، أخرجه ابن خزيمة (٢/٢٢٥)، والطبراني (٩/١٧)، والحاكم في «المستدرک» (١/٧٠٧) البيهقي (ت٤٥٨)، دلائل النبوة ١٦٦/٦•تخريج مشكاة المصابيح ٢٤٢٩•إسناده صحيح• أخرجه الترمذي (٣٥٧٨) ابن حبان (ت٣٥٤)، المجروحين ١٩٠/٢۔)

جب وہ اللہ تعالیٰ سے شفاعت مانگ چکا تو پھر آنحضرت ﷺ سے مخاطب اور متوجہ ہو کر اس طرح شفاعت کا طالب ہوا۔

یَامحمدانِّیْ قدتَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھَذِہٖ لِتقُضٰی لِیْ۔

یارسول اللہ ﷺ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا ہو۔

گویا وہ شخص یوں کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی شفاعت اور آپ ﷺ کے وسیلے سے میری اس حاجت کو کر دے جب وہ شخص آپ ﷺ سے شفاعت کی درخواست کر چکا تو اب پھر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے یوں عرض کرتا ہے:

اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ۔

الٰہی! ان (رسول اللہ ﷺ) کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔"

اس حدیث میں وضو اور نماز کی امر فرمایا اور بعض روایات میں صرف وضو کا ذکر ہے تو اس میں کیا بھید ہے؟ یہ بھید توسل کی عظمت اور اہتمام شان کا ظہور ہے ورنہ صرف دعا کا پڑھنا کافی تھا۔ خصوصاً حضور ﷺ کی تعلیم وامر اور وہ بھی بعد ردوکد جس میں احتمال عدم قبولیت کی گنجائش کا ہاتھ ہے جس کے لئے آداب دعا اور شرائط قبولیت کے لئے رعایت کی ضرورت ہوتی اس کے علاوہ محدث کو قرآن مجید پڑھنا روا اور داعی (دعا کرنے والے) کو وضو کی احتیاج ہی کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس مستغیث سے فرمایا۔

إِن شِئْتَ دعوتُ، وإِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ۔

یعنی اگر تو چاہے تو صبر کر اور اگر تو چاہے تو میں دعا کرتا ہوں۔

اس نے عرض کیا کہ دعا مانگیے تو آپ ﷺ نے خود اس کے واسطے دعا نہ کی بلکہ یہ طریقہ دعا کا تعلیم فرمایا اس میں کیا نکتہ تھا؟ نکتہ یہ تھا کہ لوگ آپ ﷺ کا مرتبہ پہچانیں، آپ ﷺ کا وسیلہ ہونا جانیں آپ ﷺ کے وسیلے سے دعا کی قبولیت اور مراد پانے کو دیکھ لیں اور ساری امت کے واسطے قیامت تک یہ سلسلہ تعلیم توسل کا قائم ہو جائے کہ جب کوئی حاجت مند نامراد اپنی مراد اور حاجت بر آری چاہے تو اس طریقہ سے آنحضرت ﷺ کو پکارے اور آپ ﷺ سے استغاثہ کرے اور آپ ﷺ کے وسیلے اور توسل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے مراد مانگے یا خود آپ ﷺ سے مانگے آپ ﷺ کو مظہر کامل اکمل عون وقدرت وتصرف الٰہی سمجھ کر قدرت وتصرف حق ہونے میں اولیاء اللہ، اہل کمال سب قائم مقام ہیں ان کے وسیلہ اور توسل سے مراد مانگیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے پائے کیونکہ نائب کو بعض امور میں حکم منیب کا ہوتا ہے خصوصاً جس امر میں نیابت ہے کہ اس میں فرع قائم مقام اصل کے ہوتی ہے جیسے **مانحن فیہ** میں مظہر عون وقدرت وتصرف حق ہونے میں اولیاء اللہ، اہل کمال سب قائم مقام رسول اللہ ﷺ کی ہے اور جس طرح بوسیلۂ رسول مراد ہے دین دنیا کی حق تعالیٰ عطا فرماتا ہے اسی طرح ان اہل کمال کے بھی وسیلے سے خلق فائز المرام ہوتی ہے اور اگر یہ نکتہ اور اس نکتہ کی اشارہ منظور ومد نظر نہ ہوتا تو اس تعلیم کی فی نفسہ کچھ حاجت نہ تھی خود رسول اللہ ﷺ دعا فرماتے۔ اندھا نابینا ہو جاتا اس نابینا کو جو رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا:

ان کان لک حاجۃ فادع مثل ذلک۔

یعنی جب تجھے کوئی کام مشکل اور مصیبت کا پیش آئے تو ایسا ہی کرنا کہ ہمیں پکارنا، ہماری طرف متوجہ ہونا ہمیں وسیلہ سمجھنا اور بذریعہ ہمارے توسل کے حق تعالیٰ سے مراد مانگنا تو حاجت روائی ہوگی، مراد ملے گی، مشکل آسان ہوگی، مصیبت وبلا ٹل جائے گی۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ توسل مخصوص بحضورِ حضور اور مختص بزمانۂ حیات نہیں ہے بلکہ عام ہے، غَبت اور حضوراور نزدیک ودوراورزمانۂ حیات سرورِ کائنات اور بعد وفات سرور عالم ﷺ کے فی جمیع الامور۔لک۔ میں خطابظاہر اگرچہ نابینا کو ہے مگر ہر عاقل وبینا کے نزدیک عام ہے، ہر مخاطب حاجت مند کواس طرح کا استعمال یعنی اطلاق خاص اورارادۂ عام آیات قرآنیہ اوراحادیث نبویہ ﷺ اورآثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور محاورات عرب میں قدیماوحدیثاشائع وذائع ہے۔ اسی واسطے خودراویٔ حدیث حضرت عثمان بن حنیف نے اس حاجت مند کو یہ طریق توسل اوردعاتعلیم فرمائی جو حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں مضطر تھا۔ چنانچہ اس وتوسل کی برکت سے وہ فوراًمقصود پر فائزاور کامیاب ہوا، جیساکہ دوسری حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے۔

اگرلک۔میں شائبہ تخصیص بشئی من الزمان والمکان والحضوروالحیات والشخص وغیرھا۔ہوتاتوصحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عمل درآمد مستمراس تعلیم وعمل پرہرگزنہ ہوتاحالانکہ زمانۂ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے آج تک یہ عمل برابر مشائخ طریقت اور صلحائے امت رحمھم اللہ تعالیٰ میں چلا آیااور مروج ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔

ابونعیم اور بیہقی کی روایت میں اتنازیادہ آیاہے:

فقام وقدابصر ببرکۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

یعنی وہ نابیناصحابی اٹھ کھڑے ہوئے اوران کی آنکھیں محمد ﷺ کی برکت سے منوراورروشن ہوگئیں۔

طبرانی کی روایت میں اتنااور زیادہ آیاہے:

کاَن لم یکن بہ ضر۔

یعنی اس کی آنکھیں ایسی روشن ہو گئیں گویاکہ اس کی آنکھوں کو کبھی ضرر ہوا ہی نہیں تھااور کبھی وہ اندھاہی نہ تھا۔

اس حدیث شریف کو ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، حاکم، بیہقی، طبرانی، معجم صغیر، ابونعیم اور بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت کیاہے اور یہ الفاظ طبرانی کی روایت کے ہیں۔

حدیثِ حضرت عثمان بن حُنَیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ تینوں صورتیں توسل کی ثابت ہیں اور باعتبار ترکیب اوراختلاف روایات کے اس حدیث میں تینوں صورتیں مذکورہیں، اس واسطے کہ بِنَبِیِّکَ۔ میں اگر مضاف محذوف مانیں اور ضرورہے ماننا توصورتِ اولیٰ متحقق ہے۔

اور تقدیر عبارت یہ ہوگی:

اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بوجاھہ نبیک یابحق نبیک یابحرمۃ نبیک یابشفاعۃ نبیک یابطفیل نبیک یابوسیلۃ نبیک یاباستعانۃ نبیک یابواسطۃ نبیک یابامدادنبیک یاباستمدادنبیک یابوساطۃنبیک۔

لتقضی میں دوروایتیں ہیں بلکہ تین نہیں چار "یے" اور "تے" کے ساتھ اوریائے معروف، یاالف مقصورہ، برتقدیرِروایت یااگر معروف کاصیغہ پڑھیں توضمیرراجع ہوگی طرف اللہ تعالیٰ کے، اورصورت اولیٰ کاثبوت ہوگا، اگرالف مقصورہ پڑھیں تونائب حاجتی فاعل ہوگااوراس صورت میں بھی صورت اولیٰ مُبَرہَن ہے، اورحاصل معنی یہ ہوں گے کہ:

یااللہ !میں تجھ سے مرادمانگتاہوں تیرے محبوب کوذریعہ اوروسیلہ ٹھہراکر، توان کی سفارش میرے باب میں قبول فرماکرمیرامقصودبرلا،یارسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ کواللہ تعالیٰ کے یہاں وسیلہ اورذریعہ بناتاہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ اوروسیلہ سے میری مرادبرلائے۔

اوربرتقدیرِروایت تااگرصیغہ مجہول پڑھیں تو **اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْهُ** کے قرینہ سے صورتِ ثانیہ کا تحقق بے تکلف ہے، اوراگرمعروف کاصیغہ لیں اورمخاطب حق تعالیٰ کوکہیں بمقارنت **اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْهُ** یابقرینہ **اَللّٰھُمَّ انی اسئلک** توصورتِ ثانیہ ثابت ہے، اورمطلب یہ ہو گا کہ **یاحبیب اللہ !** آپ میرے لئے اللہ تعالی سے سفارش کیجئے اوردعافرمایئے کہ آپ کی سفارش اوردعاسے اللہ تعالیٰ مجھ کوفائزالمرام کرے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اورآپ ﷺ کی دعااورسفارش مقبول ہے،اوراگرتاکی روایت پرصیغہ معروف کالے کرحضور ﷺ کومخاطب ٹھہرائیں بقرینہ **یامحمد** تو بے شبہ صورت ثالثہ موجودہےاورحاصل مطلب یہ ہو گا کہ میں اصل میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں اورمرادمانگتاہوں، مگر **یاحبیب اللہ یارسول اللہ !** آپ ﷺ کواللہ تعالیٰ نے وسیلہ بنایا ہے اور ہم کو **ابتغاءوسیلہ** کاامرفرمایاہے، آپ ﷺ قاسم ہیں اوراللہ تعالیٰ معطی ہے،لہذامیں آپ سے مراد مانگتاہوں کہ آپ ﷺ میری مرادبرلائیں۔

(۳) دعامیں حق سائلین سے توسل کرنا

رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کودعائیں تعلیم کیاکرتے تھے جن میں سے ایک دعایہ ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایارسول اللہ ﷺ نے جو شخص اپنے گھر سے نماز کے لئے نکلے اور یہ کہے: **اللَّھُمَّ إنّي أسأَلُک بحَقِّ السائلینَ علیک،**

وبحَقِّ مَمشايَ هذا، فإنّي لم أَخرُجْ أشَرًا ولا بطَرًا، ولا رِياءً ولا سُمعةً، خرَجْتُ اتِّقاءَ سَخَطِک وابتغاءَمَرضاتِک، أَسأَلُک أنْ تُنقِذَني مِن النارِ، إنّه لايغفِرُ الذُّنوبَ إلّا أنت۔

ترجمہ: اے اللہ میں اس حق سے سوال کرتاہوں جو تجھ پر سائلین کاہے اور تیری طرف اپنے اس چلنے کے حق سے کیونکہ میں تکبر یاریاء سے یاسمعہ کی غرض سے نہیں نکلابلکہ تیرے غضب کے خوف سے اور تیری مرضی چاہنے سے نکلاہوں۔ پس میں تجھ سے سوال کرتاہوں مجھ کو دوزخ سے پناہ دے اور میرے گناہوں کو بخش دے تیرے سوا کوئی گناہ نہیں بخشتا۔[1]

تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہو جائے گا اور ستر ہزار فرشتے اس کے لئے استغفار کریں گے۔

اس حدیث شریف سے صاف معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے توسل کیا اور صحابہ کرام کو اس کا حکم دیاہے کہ ہر نماز کو جاتے وقت اس دعاکا استعمال کرتے رہیں۔

یہی روایت ایک اور طریقے سے یوں آئی ہے:

عن بلال بن رباح: كانَ إذا خرجَ إلى الصَّلاةِ قالَ: باسمِ اللهِ، آمنتُ باللهِ، توكَّلتُ على اللهِ، لا حولَ ولا قوَّةَ إلّا باللهِ اللّهمَّ بحقِّ السّائلينَ عليک، وبحقِّ مَخرجي هذا فإنّي لم أخرُجْ أشرًا ولا بطرًا، ولا رِياءً ولا سُمعةً، خرجتُ ابتغاءَ مرضاتِک، واتِّقاءَ سخطِک، أسألُک أن تُعيذَني منَ النّارِ، وتُدخِلَني الجنَّةَ۔

حضرت بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لئے نکلتے تو کہتے اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایااور میں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا اور نہیں طاقت پھیرنے کی اور نہ قوت مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ، الٰہی میں تجھ سے سوال کرتاہوں

---

[1] (أخرجه ابن ماجه (٧٧٨)، وأحمد (١١١٥٦) مجموع الفتاوى ١/٣٤٠• العراقي (ت ٨٠٦)، تخريج الإحياء ١/٤٢٦• ابن تيمية (ت ٧٢٨)، الرد على البكري ١٢٢• تخريج منهاج القاصدين ٥٨)

سوال کرنے والوں کے حق کے توسل سے جو تجھ پر ہے اور میرے تیری طرف اس چلنے کے حق سے کیونکہ میں فخر وخود پسندی ودکھاوے اور شہرت کے لئے نہیں نکلا۔ تیری خوشنودی چاہنے اور تیرے غضب سے بچنے کے لئے نکلاہوں۔ میں تجھ سے سوال کرتاہوں مجھے دوزخ سے امن دے اور جنت میں داخل کر۔[1]

اس حدیث شریف سے بھی انبیاء کرام علیہم السلام و اولیاء کرام اور تمام مومنین کے ساتھ توسل کرنا بلکہ اپنے نیک عمل کے ساتھ توسل کرنا بھی ثابت ہے۔ حدیث سابق اور اس حدیث میں اتنافرق ہے اُس میں تعلیم ہے صحابہ اور عام اُمت کو، اور اس میں عمل ہے خود رسول اللہ ﷺ کا، اور اس میں **بحق ممشای هذا** ہے اور اس میں **بحق مخرجی هذا** ہے، دونوں کا مطلب واحد۔ مگر غور طلب دونوں حدیثوں میں یہ امر ہے کہ توسل ذوات انبیائے کرام علیہم السلام و اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ مقدم ذکر کیاہے اور عمل صالح کے ساتھ مؤخر، اس سے معلوم ہوا کہ ذوات سے توسل مقدم ہے، اعمال صالحہ سے مؤخر، بخلاف زعم منکرین توسل انبیاء علیہم السلام اولیائے کرام کہ وہ توسل منحصر جانتے ہیں صرف صفات میں، حالانکہ ذوات کا مرتبہ قطعاً مقدم ہے صفات پر، بلکہ بمقابلہ مقبولین الٰہی کے اپنے اعمال صالح کی کچھ مقدار نہیں ہے۔ اسی واسطے آدم علیہ السلام نے باوجود تین سو برس رونے کے اپنے عمل کے ساتھ توسل نہ فرمایا، صرف رسول اللہ ﷺ اور آپ کی آل کے ساتھ توسل کیا اور معافی پائی۔ اور آپ نے توسل بذوات کو مقدم رکھا توسل بالصفات پر بوجہ اخلاص عمل اور جامعیت کے۔

---

[1] (ابن حجر العسقلاني (ت ٨٥٢)، نتائج الأفكار ١/٢٦٨ ••أخرجه ابن ماجه (٧٧٨)، وأحمد (١١١٥٦) علاء الدين مغلطاي (ت ٧٦٠)، شرح ابن ماجه ٣/٢٢٥•الدمياطي (ت ٧٠٥)، المتجر الرابح ٢٣١•إسناده حسن۔ العراقي (ت ٨٠٦)، تخريج الإحياء ١/٤٢٦)

غرض حدیث قولی و فعلی سے توسل ثابت ہے اور اس پر تمام امت کا عمل ہے، غرض یوں کہنا جائز ہے کہ الٰہی بحرمت یا وجاہت یا بحق فلاں نبی یا فلاں ولی کے ہماری حاجت بر لا۔

شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

خدایا بحق بنی فاطمہ　　　　که بر قول ایماں کنم خاتمہ

ترجمہ: اے اللہ! حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد اطہار کے طفیل ایمان کے کلمہ پر میرا خاتمہ ہو۔

(۴) خود رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا فقرائے مہاجرین کے توسل سے دعا کرنا

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

در حدیث صحاح آمده است کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لایستفتح بصعالیک المهاجرین۔ یعنی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در جنگها طلب فتح می کرد بتوسل فقراء مهاجرین، این همہ طلب امداد و اعانت است الخ۔

ترجمہ: صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مہاجرین کے توسل سے استفتاح فرماتے تھے۔ یعنی پیغمبر خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جنگ و جدل میں غریب مہاجرین کے توسل سے فتح کے لئے دعا کرتے تھے۔ یہ تمام طلب امداد اعانت ہے۔[1]

پس جب خود محبوب خدا، سرور دوسرا اپنے امتیوں کے توسل سے دعا کرتے ہیں تو امتیوں کے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے توسل سے دعا کرنے میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟

---

[1] (مکتوب شریف دفتر سوم مکتوب ۹۴)

(۵) آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کی آل کا توسل

عن الامام ابی عیسیٰ انه رأی فی المنام رب العزة تبارک و تعالیٰ فساله عما یحفظ علیه الایمان ویتوفاه علیه قال فقال لی قل بعد صلوٰة رکعتی الفجر قبل الصلوٰة رکعتی الفجر قبل صلوٰة فرض الصبح "الٰهی بحرمة الحسن و اخیه و جده و بنیه و اُمه و ابیه نجنی من الغم الذی انا فیه یا حی یا قیوم یا ذی الجلال و الاکرام اسئلک ان تحیی قلبی بنور معرفتک یا الله! یا الله! یا الله! یا ارحم الراحمین۔

ترجمہ: حضرت امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ اے اللہ تعالیٰ! مجھے کوئی ایسی چیز تعلیم کی جائے جس سے ایمان کی حفاظت ہو مرتے دم تک اور ایمان پر خاتمہ بالخیر ہو اللہ تعالیٰ نے اُن سے فرمایا: نماز فجر کی سنت اور فرض کے درمیان یہ دعا پڑھا کرو:
"الهی بحرمة الحسن و اخیه و جده و بنیه و امه و ابیه نجنی من الغم الذی انا فیه یا حی یا قیوم یا ذی الجلال و الاکرام اسئلک ان تحیی قلبی بنور معرفتک یا الله! یا الله! یا الله! یا ارحم الراحمین!۔

تو امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اس دعا کا ورد رکھا بعد نماز فجر کے سنت و فرض کے درمیان میں، اور اپنے شاگردوں اور دوستوں کو اس کی تعلیم دی، اور امر فرماتے رہے، اور ان کو اس عمل پر حرص اور شوق دلاتے رہے۔ اگر توسل ممنوع ہوتا تو اتنے بڑے امام اس پر ہمیشگی اور اس کا ورد کیونکر رکھتے اور اس عمل کی تعلیم اور شوق کس طرح دلاتے۔

(٦) بارش کے لئے حضور ﷺ سے طلب امداد

بیہقی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس طلب بارش کے لئے آیا اور چند اشعار پڑھے جن میں پہلا شعر یہ تھا:

اتیناک و العذراء یدمی لبانها　　　و قد شغلت ام الصبی عن الطفل

یعنی ہم آپ ﷺ کے پاس اس حالت میں آئے ہیں کہ کنواری نے اپنی چھاتی خونیں کرلی ہے اور ماں اپنے بچہ سے بے پرواہ ہے۔

اور آخری شعر یہ تھا:

ولیس لنا الا الیک فرارنا　　　وانی فرار الخلق الا الی الرسل

یعنی سوا آپ ﷺ کے ہم کس طرف جائیں مخلوقات کی بھاگ دوڑ رسولوں کی طرف ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس کو منع نہیں فرمایا بلکہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اعرابی نے یہ شعر پڑھے تو آپ ﷺ اپنی چادر مبارک کھینچتے ہوئے منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ پڑھ کر لوگوں کے لئے دعا فرمائی اور ابھی دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ موسلا دھار بارش شروع ہوگئی لیکن

دم سوزناک از دل باخبر　　　قوی تر ز هفتاد تیر و تبر

ترجمہ: باخبر دل سے سوز والی سانس ستر تیروں اور کلہاڑوں سے زیادہ طاقتور ہوتی ہے۔

(۷) رسول اللہ ﷺ کا اپنے توسل پر مہر تصدیق ثبت فرمانا

صحیح بخاری میں ہے کہ جب اعرابی نے آکر رسول اللہ ﷺ سے قحط کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اور مینہ برسنے لگا، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میرے چچا ابو طالب زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں، کون ان کا شعر ہمیں سناتا ہے، تو اس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو طالب کا وہ شعر جو رسول اللہ ﷺ کی مراد تھی اُن کے قصیدے میں سے پڑھ کر سنایا:

وابیض یستسقی الغمام بوجهه　　　ثمال الیتامی عصمت للارامل

ترجمہ: یعنی وہ گورے (مکھڑے والے ﷺ) جن کے چہرے مبارک کے توسل سے بارش مانگی جاتی ہے، یتیموں کے والی بیواؤں کے سہارا ہیں۔

یہ شعر سن کر آپ ﷺ کا چہرہ انور دمکنے لگا۔

حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ اشعار کہنے کا سبب یہ ہے کہ زمانہء جاہلیت میں قریش میں قحط پڑا تھا تو حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارش کی دعا کی اور رسول اللہ ﷺ سے توسل کیا آپ ﷺ اس وقت بچے تھے تو آسمان سے خوب مینہ برسا۔(ابن ماجہ)

(۸)حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ کے توسل سے دعا کرنا

عن أنس بن مالک [أنَّ عمرَ بن الخطابِ كان إذا قحطُوا استسْقى بالعباسِ بن عبد المطلبِ، فقال: اللهم إنا كنّا نتوسلُ إليکَ بنبينا فتسقِينا، وإنا نتوسلُ إليک بعمِّ نبينا، فاسقنا فيسقونَ۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاعدہ تھا کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توسل سے دعا کرتے چنانچہ کہتے، الٰہی ہم تیری طرف اپنے نبی ﷺ سے توسل کرتے تھے تو تو بارش برسا دیتا تھا، اور اب ہم تیری طرف اپنے نبی کے چچا سے توسل کرتے ہیں، پس ہم پر بارش برسا دے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں پس مینہ برس جاتا۔[1]

[1](البخاري (ت ٢٥٦)، صحيح البخاري ١٠١٠ • صحيح • شرح الحديث)

اس حدیث شریف سے نبی اور ولی دونوں کے ساتھ توسل کرنا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور خلفائے راشدین کا ثابت ہے اور نیز یہ کہ ان کا ہمیشہ سے دستور تھا کہ مشکل اور مصیبت کے وقت توسل کیا کرتے تھے اور اس توسل سے وہ اپنی مرادیں پاتے تھے اور مشکلیں حل ہو جاتیں اور مصیبتیں ٹل جاتی تھیں۔

مگسل زاھل شوق کہ واصل شود بہ بحر

خار وخسے کہ ھمرہ سیلاب مے شود

ترجمہ: ذات باری تعالیٰ کا شوق رکھنے والوں سے قطع تعلق نہ کر کیوں کہ وہ خس و خاشاک جو سیلاب کے ہمراہ ہو جاتا ہے وہ بھی سمندر میں جا پہنچتا ہے۔

(۹) چیونٹی کے توسل سے دعا کا قبول ہونا

عن أبي هريرة قال سمعت رسول الله صلى الله عليه و سلم يقول: خرج نبي من الأنبياء بالناس يستسقي فإذا هو بنملة رافعة بعض قوائمها إلى السماء فقال ارجعوا فقد استجيب لكم من أجل شأن هذه النملة۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نبیوں میں سے ایک نبی لوگوں کے ساتھ نماز استسقاء کے واسطے نکلے، پس ناگہاں نبی نے ایک چیونٹی کو دیکھا کہ وہ اپنے بعض پاؤں کو آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے ہے، پس اس نبی نے کہا پھر چلو تمہاری دعا اس چیونٹی کے توسل سے قبول کی گئی۔[1]

مظاہر حق میں ہے کہ وہ چیونٹی یہ دعا کرتی تھی:

اللھم انا خلق من خلقک لا غنیٰ بنا عن رزقک فلا تھلکنا بذنوب بنی آدم۔

---

[1] (سنن الدار قطنی، ج ۲/ ص ۶۶)

ترجمہ: الٰہی ہم تیری مخلوقات میں ایک مخلوق ہیں تیرے رزق سے ہم بے نیاز نہیں ہیں، پس ہم کو بنی آدم کے گناہوں کے سبب سے ہلاک نہ کر۔[1]

توسل بالدعا

انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے سفارش یا دعا کے لئے درخواست کرنا کافہ ء اہل سنت میں شائع و ذائع ہے، مثلاً:

نبی الوریٰ ضاقت بی الحال فی الوریٰ　　　　وانت لما املت فیک جدیر

یعنی اے پیغمبر عالم! دنیا میں میرا حال نازک ہے، اور آپ ﷺ میری دعا بر لانے کے اہل ہیں۔

فسل خالقی تفریح کربی فانہ　　　　علیٰ فرجی دون الانام قدیر

پس میرے خالق سے سوال کرو کہ میری مشکل حل کر دے کیونکہ وہ میری کشائش کی ساری مخلوق سے زیادہ قدرت رکھتا ہے۔

گویا اس طرح عرض کریں کہ آپ ﷺ ہمارے واسطے اللہ تعالیٰ سے سفارش کیجئے اور دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ ہماری مشکلات آسان کرے اور ہماری حاجتیں پوری ہوں۔

اس کے جواز میں کسی ذی علم صاحب بسیرت کو کلام نہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام و اولیائے کرام بے شبہ بارگاہ ایزدی میں مقبول ہیں، اور ان کی سفارش اور دعا بھی غالباً مقبول ہے۔

آں دعائے شیخ نے چوں ھر دعاست
فانی است و گفت او گفت خداست

ترجمہ: شیخ کی وہ دعا ہر عام دعا کی مانند نہیں ہے، وہ تو فنا فی اللہ ہوتا ہے اس کا کہا خدا کا فرمان ہوتا ہے۔

---

[1] (کتاب الصلوٰۃ، باب فی الرباح)

چوں خدا از خود سوال و گد کند　　　پس دعائے خویش راچوں رد کند

ترجمہ: جب خدا اپنے آپ سے سوال اور مطالبہ کرے تو وہ اپنے مطلوب کو کیوں رد فرمائے گا۔

آں دعائے بیخوداں خود دیگر ست　　　آں دعا ز نیست گفت داور ست

ترجمہ: عشق حق میں بے خود لوگوں کی دعا ہی اور ہوتی ہے وہ دعا ر د نہیں ہوتی وہ تو خدا کا فرمان ہوتا ہے۔

آں دعا حق مے کند چوں او فناست　　　آں دعا و آں اجابت از خداست

ترجمہ: وہ دعا (بندے کی زبان سے) خود خدا کرتا ہے کیوں کہ وہ فنا فی اللہ ہوتا ہے، وہ دعا اور اس کی قبولیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔

(ا) بزرگان دین کی حیات و ممات میں توسل جائز ہے

حضرت ابو عبد اللہ بن نعمان مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب **مصباح الظلام فی المستغیثین بخیر الانام** میں تحریر فرماتے ہیں:

ان کلا من الاستغاثة و التوسل و التشفع و التوجه واقع فی کل حال قبل خلقه ﷺ و بعد خلقه فی مدة حیاته فی الدنیا و بعد موته فی مدة البرزخ و فی عرضات القیمة۔

ترجمہ: بذریعہ محمد رسول اللہ ﷺ کے فریاد کرنا اور آپ ﷺ کو وسیلہ اور شفیع کرنا ان سب باتوں کا وقوع ہر وقت میں ہوا ہے اور ہو گا قبل پیدائش آپ ﷺ کے اور بعد پیدائش کے زندگی میں آپ کے اور بعد وصال کے اور قیامت میں۔[1]

[1](الانوار المحمدیة، ص ۲۰۴، بیروت)

(۲) دوسری تائید

قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مواہب اللدنیہ میں تحریر کیا ہے:

وینبغی للزائر ان یکثر من الدعاء والتضرع والاستغاثة والتشفع والتوسل به ﷺ فجدیر بمن ستشفع به ان یشفعه اللہ تعالیٰ فیه واعلم ان الاستغاثة هی طلب الغوث فالمستغیث یطلب من المستغاث به ان یحصل له الغوث منه فلا فرق بین ان یعبر بلفظ الاستغاثة او التوسل اوالتشفع اوالتجوه اوالتوجه ثم ان کلا من الاستغاثة اوالتوسل اوالتشفع اوالتوجوه اوالتوجه بالنبی ﷺ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔واقع فی کل حال قبل خلقه وبعد خلقه فی مدة حیاته فی الدنیا وبعدموته فی مدة البرزخ وبعدالبعث وفی عرصات القیمة۔

ترجمہ: اور جائز ہے فریاد کرنا اور شفیع کرنا اور وسیلہ کرنا رسول اللہ ﷺ کو، پس اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت قبول کرے گا اس شخص کے واسطے جو ان کو شفیع کرے گا، اور ان الفاظ میں یعنی فریاد کرنے، وسیلہ پکڑنے، شفیع کرنے، وجاہت کو ذریعہ اور مرتبہ کو وسیلہ کرنے میں کوئی فرق نہیں اس واسطے کہ یہ سب رسول اللہ ﷺ سے قبل پیدائش آپ کے اور بعد پیدائش کے آپ کی زندگی میں اور انتقال کے بعد برزخ میں اور بعد اُٹھائے جانے لوگوں کے قبر سے اور قیامت میں ثابت ہیں۔[1]

(۳) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ توسل کے قائل ہیں

مواہب اللدنیہ میں ہے کہ حضرت ابن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

به قد اجاب اللہ ادم اذ دعا　　　ونجی فی بطن السفینة نوح

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی دعا رسول اللہ ﷺ کے توسل سے قبول فرمائی، اور حضرت نوح علیہ السلام کو شکم کشتی میں آپ ﷺ کے نور کی برکت سے نجات ملی۔

---

[1](زرقانی شرح المواهب اللدنیة، ج۸، ص۳۱۷، بیروت)

و ماضرت النار الخلیل لنورہ   و من اجلہ نال الفداء ذبیح

یعنی اور آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم ہی کے نور کی وجہ سے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو آگ نے ضرر نہ پہنچایا، اور حضرت اسمعیل علیہ السلام نے اسی نور کی برکت سے ذبح ہونے سے نجات پائی اور ان کے بدلے فدیہ قبول ہوا۔

(۴) روضہ پاک میں توسل کا مشروع طریقہ

علامہ سامری رحمہ اللہ تعالیٰ مستوعب میں تحریر فرماتے ہیں:

ثم یاتی حائط القبر فیقف ناحیته و یجعل القبر تلقاء وجهه و القبلة خلف ظهره و المنبر عن یساره و ذکر السلام و الدعاء و منه "اللهم انک قلت فی کتابک العزیز لنبیک علیه السلام وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (النساء ۶۴) و انی أتیت نبیک مستغفرًا فاسئلک ان توجب الی المغفرة کما او جبتها لمن اتاه فی حیاته' اللهم انی اتوجه الیک بنبیک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ترجمہ: زیارت روضہ ء نبوی کے وقت روضہ کی دیوار کے پاس آکر اس کی ایک طرف کھڑا ہو کر روضہ کو اپنے سامنے کرے اور قبلہ کو پیچھے، منبر کو داہنے طرف اور سلام کہے اور دعا کرے، اور اس قسم کی دعا ہو کہ "اے اللہ! تو نے اپنے کلام پاک میں اپنے نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو یہ کہا ہے کہ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (النساء ۶۴) (جب لوگ اپنے نفس پر ظلم کریں اور تمہارے پاس آئیں اور اللہ تعالیٰ سے بخشش چاہیں اور رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم ان کے واسطے بخشش چاہے تو البتہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے) اور تحقیق میں تیرے نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے پاس آیا ہوں بخشش چاہنے والا، پس میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ میرے واسطے مغفرت کو واجب کر جیسا کہ تو نے ان کے واسطے واجب کیا جو

تیرے نبی ﷺ کے پاس ان کی زندگی میں آئے تھے۔ اے اللہ! میں تیری طرف تیرے نبی ﷺ کے ذریعے متوجہ ہوتا ہوں"۔

ایک مشہور اعتراض کا جواب

اعتراض

صحیح بخاری میں مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

ولاتتّخِذوا قبري عيدًا۔

یعنی میری قبر کو عید نہ بناؤ۔[1]

عید اس دن کو کہتے ہیں جس میں دعا و سلام کے لئے آنے کی عادت ہو، جب رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک پر جانے کی ممانعت ثابت ہوئی تو دوسری قبروں پر جانے کی بدرجہ اولیٰ ممانعت ہوگی۔

جواب:

اول تو یہ حدیث معتبر نہیں ہے کیونکہ اس کا راوی عبد اللہ بن نافع مجروح ہے، چنانچہ اول تو **مسالک الحنفا الی شارع الصلوۃ علی النبی المصطفی ﷺ** میں علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وقال البخاری فی حفظہ شیی۔

ترجمہ: اور کہا امام بخاری نے اس کی قوت حافظہ میں کسر ہے۔

وقال احمد لم یکن بذالک فی حدیث۔

---

[1] (أخرجه أبو داود (٢٠٤٢)، وأحمد (٨٧٩٠) محمد ابن عبد الهادي (ت ٧٤٤)، الصارم المنكي ٣٢٢•مرسل •أخرجه عبدالرزاق في «المصنف» (٦٧٢٦) الهيثمي (ت ٨٠٧)، مجمع الزوائد ٤/٦• ابن حجر العسقلاني (ت ٨٥٢)، لسان الميزان٢/٤٣٩)

ترجمہ: اور امام احمد نے کہاوہ حدیث میں کچھ ایسالائق نہیں ہے۔

وقال ابو حاتم هو لين في حفظه۔

ترجمہ: اور ابو حاتم نے کہاوہ اپنے حافظہ میں نرم ہے۔

دوسرے نہی کی مختلف وجوہ بیان کی گئی ہیں:

چنانچہ پہلی وجہ قبر شریف کے پاس عید کا سامجمع نہ کرو اور کھیل کود نہ کرو، جیسے یہود و نصاریٰ کا طریقہ تھا۔

چنانچہ مسالک الخفاء میں ہے:

اى نهى عن الاجتماع لزيارته لاجتماعهم كالعيد كما كانت اليهود والنصارى يجتمع لزيارة قبور انبيائهم ويشغلون باللهو كما يفعل في الاعباد۔

ترجمہ: لوگوں کو آپ ﷺ کی زیارت کے لئے عید کی طرح جمع ہونے سے منع فرمایا، جس طرح یہود و نصاریٰ اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبور کی زیارت کے لئے جمع ہوتے اور کھیلوں میں مشغول ہوتے جیسے کہ عیدوں میں کیا جاتا ہے۔

دوسری وجہ قبر شریف کے پاس عید کا سامجمع نہ کرو جس میں لوگوں کو مشقت ہوتی ہے۔

چنانچہ مسالک الخفامیں ہے:

ويحتمل ان يكون نهيه في جهة المشقة الحاصلة من الاجتماع۔

ترجمہ: اور احتمال ہے کہ آپ ﷺ کی ممانعت اس مشقت کی بناپر ہو جو اجتماع سے ممکن تھی۔

تیسری وجہ قبر شریف پر آنے کی اس قسم کی عادت نہ کرو جس سے ادب دل سے جاتا رہے۔

چنانچہ مسالک الحنفاء میں ہے:

ویحتمل ان یکون العید اسما من الاعتیاد یعنی لاتجعلوا قبری محل اعتیاد یعتادونہ لما یؤدی ذالک الیٰ سوء الادب وارتفاع الحشمۃ۔

ترجمہ: اور ممکن ہے کہ عید عادت پڑنے کا نام ہو، یعنی تم میری قبر کو عادت کا مقام نہ بناؤ جس کے تم عادی ہو جاؤ، اس لئے اس کا نتیجہ بے ادبی اور زوال رعب ہو گا۔

چوتھی وجہ قبر شریف پر عید کی طرح گاہے گاہے نہ آیا کرو۔

چنانچہ مسلک الحنفاء میں ہے:

و یحتمل ان یکون المراد الحث علیٰ کثرۃ زیارتہ ولا یجعل کالعید الذی لا یاتی فی العام الا مرتین۔

ترجمہ: اور ممکن ہے کہ کثرت زیارت کی تاکید مقصود ہو، اور عید کی طرح نہ کرو جو سال بھر میں صرف دو مرتبہ آتی ہے۔

(۵) آنحضرت ﷺ کے نام مبارک کا توسل

شفا قاضی عیاض، مدارج النبوت اور حصن حصین میں ہے:

ان ابن عمر خدرت رجلہ فقیل لہ اذکر احب الناس الیک یزل عنک۔

ترجمہ: ایک دفعہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پاؤں سو گیا اور بے حس و حرکت ہو گیا، کسی نے آپ کو اس کا علاج بتلایا کہ آپ کسی ایسے شخص کو یاد کیجئے جو آپ سے سب سے زیادہ محبت کرتا ہو فوراً یہ عارضہ جاتا رہے گا۔

فصاح یامحمداہ۔ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم)

آپ نے اسی وقت چلا کر کہا: یامحمداہ! (ﷺ)

فانتشرت۔

ان الفاظ کازبان مبارک سے نکلنا ہی تھا کہ آپ کے پاؤں میں طاقت آگئی اور وہ درست ہو گیا۔

دیکھئے اس حدیث شریف سے رسول اللہ ﷺ کو پکارنا اور ان سے مدد طلب کرنا اور اس کا نیک نتیجہ ثابت ہوتا ہے۔

کیا ہی اچھا فرمایا ہے مولانا روم نے:

آب خواہ از جو بجو خواہ از سبو کاں سبو را ھم مدد باشد ز جُو

ترجمہ: پانی خواہ نہر سے لے خواہ صراحی سے در حقیقت وہ پانی نہر کا ہی ہو گا کیوں کہ صراحی کی مدد بھی نہر سے ہوتی ہے۔

نور خواہ از مہ طلب خواھی ز خور نور مہ ھم ز آفتاب است اے پسر

ترجمہ: نور خواہ چاند سے مانگ خواہ سورج سے طلب کر اے لڑکے! چاند کا نور بھی سورج کی وجہ سے ہے۔

(٦) یہودیوں کا آنحضرت ﷺ کے نام مبارک کے توسل سے فتح و نصرت طلب کرنا

اللہ تعالیٰ سورۃ البقرۃ رکوع نمبر ۱۱ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ (البقرۃ)

ترجمہ: اور وہ لوگ اس سے پہلے کافروں کے مقابلے میں اپنی فتح یابی کی دعائیں کیا کرتے تھے۔

تفسیر خازن میں اس کی تفسیر اس طرح مرقوم ہے:

وكانوا يعني اليهود من قبل أي من قبل مبعث النبي صلى الله عليه وسلم يستفتحون أي يستنصرون به على الذين كفروا يعني مشركي العرب وذلک أنهم كانوا إذا أحزنهم أمر

وهم عدو يقولون: اللهم انصرنا بالنبي المبعوث في آخر الزمان الذي نجد صفته في التوارة فكانوا ينصرون۔

ترجمہ: یہود رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل آپ ﷺ کی بعثت سے قبل آپ کی برکت اور آپ کے وسیلے سے کفار پر فتح و نصرت مانگتے تھے، جب انہیں کوئی مشکل پیش آتی یا غنیم چڑھائی کرتا تو وہ یہ دعا کرتے، اے اللہ! ہماری مدد کر اس نبی ﷺ کا صدقہ جو آخر زمانہ میں مبعوث ہوں گے، جن کی صفت ہم تورات میں پاتے ہیں، یہ دعا مانگتے تھے اور کامیاب ہوتے تھے۔ [1]

(۷) حضرت محمد ﷺ کے نام کی برکت سے درندوں کا ایذا نہ دینا

محمد بن منکدر سے روایت ہے کہ سرزمین روم میں سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکر کی راہ بھول گئے، جنگل میں لشکر کو تلاش کرتے پھرتے تھے کہ ایک شیر سامنے آگیا، آپ نے اس سے فرمایا:

أبا الحارث، إني مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم كان من أمري كيت وكيت، فأقبل الأسد له بصبصة حتى قام إلى جنبه كلما سمع صوتا، أهوى إليه، ثم أقبل يمشي إلى جنبه، فلم يزل كذلک حتى بلغ الجيش، ثم رجع الأسد۔

ترجمہ: اے شیر! میں غلام ہوں رسول اللہ ﷺ کا، میں راستہ بھول گیا ہوں، یہ سنتے ہی شیر خوشامد کرتا سامنے آیا اور آپ کے پہلو میں آکر کھڑا ہو گیا جب کوئی کھٹکا ہوتا اس طرف متوجہ ہو جاتا، پھر آپ کے پہلو میں آجاتا، اسی طرح شیر آپ کے ساتھ چلتا رہا یہاں تک کہ لشکر میں پہنچے، پھر شیر واپس چلا گیا۔ (مشکوٰۃ) [2]

---

[1] (تفسیر مدارک وروح البیان وتفسیر عزیزی)

[2] (شرح السنة ۵۱٦، ج ۱۳، ص ۳۱۳)

دیکھئے غلاموں کی حکومت کہ آقا کا نام لیا جنگلی درندے بجائے تکلیف دینے کے محافظ بن گئے اور خدمت گار ہو گئے۔

(۸) میدان جہاد میں توسل بالنبی ﷺ کا کرشمہ

فتوح الشام میں ہے کہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قنسرین سے حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک ہزار سپاہی دے کر لڑائی کے ارادے سے روانہ کیا چنانچہ وہاں کے حاکم یوقنا سے مڈبھیڑ ہو گئی، جس کے پاس پانچ ہزار جرار سپاہی موجود تھے جب گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی تو دشمن کے اور پانچ ہزار سپاہی ان کی امداد کے لئے میدان کارزار میں آ گئے، غرضیکہ ایک ہزار مسلمان سپاہیوں کا دس ہزار کفار سے مقابلہ ہو گیا، ادھر اسلامی فوج خوب جان نثاری کر رہی تھی، اُدھر حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت مضطرب ہو کر یوں پکار رہے تھے: یامحمد! یامحمد! یانصر اللہ! انزل۔

اے محمد! اے محمد (ﷺ)! اے اللہ تعالیٰ کی مدد آ! نزول فرما۔

خدا کی شان رسول اللہ ﷺ کو پکارنا تھا کہ امداد غیب کا نزول ہوا اور مسلمانوں نے اسلامی جوش سے سینکڑوں کو تہہ تیغ کیا، سینکڑوں گرفتار کر لئے اور کچھ بھاگ گئے، غرض کافروں کو شکست ہوئی اور مسلمانوں کو فتح۔

جانتے ہو کہ اس فتح کی اصل وجہ کیا تھی؟ یہ محض کلمہ یا محمد (ﷺ) پکارنے کی برکت تھی، آپ نے غائبانہ مدد کی جس کے باعث مسلمان دشمن پر غالب آ ئے۔

میرسد فیض سبک روروحاں باطراف جہاں
مے شود آفاق روشن صبح چوں خنداں شود

ترجمہ: دنیاوی آلائشوں سے پاک ہلکے روح والوں کا فیض دنیا کے تمام اطراف میں پہنچ رہا ہے صبح جب روشن ہوتی ہے تو ساری دنیا میں روشنی پھیل جاتی ہے۔

(۹) آنحضرت ﷺ کا انبیاء علیہم السلام سے توسل کرنا

عن انس بن مالک قال لما ماتت فاطمة بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنھا و کانت ربت النبی ﷺ وھی ام علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دخل علیھا رسول اللہ ﷺ فجلس عند راسھا و قال رحمک اللہ یا امی بعد امی و ذکر ثنائہ علیھا و کفنھا ببردہ و امرھم بحفر قبرھا فلما بلغو اللحد حفرہ ﷺ بیدہ و اخرج ترابہ بیدہ فلما فرغ دخل ﷺ فاضطجع فیہ ثم قال "اللہ الذی یحیی و یمیت و ھو حی لا یموت اغفر لامی فاطمة بنت اسد و وسع علیھا مدخلھا بحق نبیک و الانبیاء الذین من قبلی فانک ارحم الراحمین۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا جب فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وفات پائی اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی تربیت کی تھی، اور وہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ہیں تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس آئے، پھر ان کے سرہانے بیٹھ گئے اور فرمایا اے میری ماں کی قائم مقام ماں! اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے، اور ان کی تعریف فرمائی اور اپنی چادر سے کفن پہنایا اور لوگوں کو ان کی قبر کھودنے کا حکم فرمایا، جب وہ لحد تک پہنچ گئے تو آنحضرت ﷺ نے اس کو اپنے ہاتھ سے کھودا اور اپنے ہاتھ سے مٹی نکالی، پھر جب فارغ ہوئے، تو لحد میں داخل ہوئے، پھر اس میں لیٹ کر فرمایا: اللہ جو زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وہ زندہ ہے اس کو فنا نہیں، الٰہی میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش دے، اور اس کی قبر فراخ کر دے۔

بحق اپنے نبی ﷺ کے اور بحق ان انبیاء علیہم السلام کے جو مجھ سے پہلے ہوئے، بیشک تو تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔[1]

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے انبیاء علیہم السلام سے توسل کیا، جب باوصف اس عظمت کے آپ نے توسل فرمایا ہو تو پھر بھلا ہمارے لئے جواز توسل میں کیا تامل ہو سکتا ہے؟

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ جذب القلوب میں تحریر فرماتے ہیں:

دریں حدیث دلیل ست بر توسل در ھر دو حالت نسبت بآں حضرت ﷺ در حالت حیات و نسبت بانبیاء دیگر صلوات اللہ علیہ و علیہم اجمعین بعد از وفات وچوں توسل بانبیاء دیگر صلوات اللہ اجمعین بعد از وفات جائز باشد بسید انبیاء علیہ افضل الصلوۃ و اکملھا بطریق اولی جائز باشد بلکہ اگر بایں حدیث توسل باولیائے خدا نیز بعد از وفات ایشاں قیاس کنند دور نیست مگر آنکہ دلیلے بر تخصیص حضرات رسل صلوات الرحمن علیہم اجمعین قائم شود۔

ترجمہ: اس حدیث کے اندر دونوں حالتوں میں یعنی آنحضرت ﷺ کے ساتھ حیات میں اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ وفات کے بعد توسل کرنے کی دلیل موجود ہے اور جب دیگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ توسل وفات کے بعد جائز ہوا تو سید انبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ و اکملہا کے ساتھ تو بطریق اولیٰ جائز ہوگا، بلکہ اگر اس حدیث شریف کے ساتھ توسل باولیائے خدا بھی ان کے فوت

[1] (رواہ طبرانی و ابن حبان والحاکم و ابن ابی شیبہ، جامع کبیر، مدارج النبوۃ)

ہونے کے بعد قیاس کریں تو بعید نہیں، مگر یہ کہ حضرات رُسُل صلوات الرحمٰن علیہم اجمعین کی تخصیص پر کوئی دلیل قائم ہو۔

(۱۰) ایک اعرابی کا آپ ﷺ کے روبرو آپ کو وسیلہ قرار دینا

طبرانی اور شواہد النبوت میں ہے کہ حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنا قصیدہ پڑھا جس میں یہ اشعار تھے:

واشھدان اللہ لا رب غیرہ　　　وانک مامون علی کل غائب

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں اور اے نبی! آپ ﷺ ہر غائب کے محافظ ہیں۔

وانک ادنی المرسلین وسیلۃ　　　الی اللہ یا ابن الاکرمین الاطائب

اور اے پاک صاف لوگوں کے صاحبزادے! آپ ﷺ اللہ تعالیٰ تک تمام مرسلین سے زیادہ قریب الوسیلہ ہیں۔

فمرنا بما یاتیک یا خیر مرسل　　　وان کان فیما فیہ شیب الذوائب

ہم کو اے بہترین مرسلین! اس کا حکم دیجئے جو آپ کے پاس آتا ہے اگرچہ اس سے بال سفید پڑ جائیں۔

وکن لی شفیعاً یوم لا ذو شفاعۃ　　　بمغن فتیلاً عن سواد بن قارب

"اور اس دن میری شفاعت کیجیے جب کوئی شفیع سواد بن اقارب کو ذرہ برابر فائدہ پہنچانے والا نہیں۔"

دیکھئے رسول اللہ ﷺ نے حضرت سواد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایسے شعر سے منع نہیں فرمایا جس میں اُس نے آپ کو وسیلہ بنایا، بلکہ سکوت فرمایا، جس سے آپ ﷺ کی وسیلہ کے لئے

رضامندی ثابت ہوتی ہے، اور آپ کا وسیلہ ہونا توسل کے متقاضی ہے پس آپ سے توسل کرنا معترضین کو کیوں کھٹکتا ہے؟

(۱۱)وفات کے بعد آنحضرت ﷺ سے توسل اور اس کی قبولیت

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں قحط پڑا تو حضرت بلال بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبر شریف پر حاضر ہو کر عرض کیا"یارسول اللہ!ﷺ اپنی امت کے واسطے مینہ طلب فرمایئے" آپ ﷺ نے خواب میں تشریف لاکر ان سے فرمایا کہ مینہ برسے گا۔[1]

(۱۲)بزرگان دین کا اپنی قبروں میں پڑے پڑے امداد فرمانا

شیخ نظام گنجوی رحمہ اللہ تعالیٰ اولیاء اللہ کے قبور کے اندر سے امداد کرنے کی یوں کیفیت بیان کرتے ہیں:

بیاد آور اے تازہ کبک دری　　　　که چون بر سر خاک من بگزری

ترجمہ: یاد رکھ اے نوجوان کبک دری! جب میری قبر کے سرہانے سے تو گزرے۔

گیا بینی از خاکم انگیخته　　　　سرے سودہ بالیں فروریخته

ترجمہ: تو میری قبر سے اُگا پڑا گھاس دیکھے گا میرا سر شکستہ ہو چکا ہو گا اور سرہانہ ٹوٹ کے گر پڑا ہو گا۔

نھی دست بر شوشہ خاک من　　　　بیاد آری از گوھر پاک من

ترجمہ: میری قبر کے ایک کنارے پر ہاتھ رکھنا اور میرے پاک خاندان کو یاد کرنا۔

فشانی تو بر من سرشکے ز دور　　　　فشانم من از آسماں بر تو نور

ترجمہ: تو اگر دور سے میری یاد میں آنسو بہائے گا تو میں آسمان سے تجھ پر نور نچھاور کر دوں گا۔

---

[1] (مصنف ابن ابی شیبہ، بیہقی)

دعائے تو بر ہر چہ دارد شتاب　　　من آمین کنم تا شود مستجاب

ترجمہ: تیری دعا کو جس چیز کی جلدی ہو گی میں آمین کہوں گا تا کہ وہ قبول ہو جائے۔

درودم رسانی رسانم درود　　　بیائی بیائم ز گنبد فرود

ترجمہ: تو میرے لئے دعا کرے گا میں تیرے لئے دعا گو ہوں گا، اور اگر تو آئے گا تو میں گنبد سے نیچے تیرے پاس آجاؤں گا۔

مرا زندہ پندار چوں خویشتن　　　من آیم بجاں گر تو آئی بتن

ترجمہ: مجھے اپنی طرح زندہ خیال کر اگر تو جسم لے کر میرے پاس آئے گا تو میری روح تیرے پاس آئے گی۔

مداں خالی از ھم نشینی مرا　　　کہ بینم ترا گرنہ بینی مرا

ترجمہ: مجھے اپنا ہم نشین ہونے سے الگ نہ سمجھ میں تجھے دیکھوں گا اگرچہ تو مجھے نہ دیکھ سکے گا۔

(۱۳) شیخ احمد بن زروق مغربی علیہ الرحمہ کا قول کہ میں اپنے پکارنے والے کی مدد کروں گا

مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بستان المحدثین میں شیخ احمد بن زروق مغربی رحمہ اللہ تعالیٰ کی بڑی تعریف و توصیف لکھی پھر ان کے کلام سے دو شعر نقل کئے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں

انا لمریدی جامع لشتاتہ　　　اذا ما سطا جور الزمان بنکبتہ

میں اپنے مرید کی پریشانیوں میں جمعیت بخشنے والا ہوں، جب ستم زمانہ اپنی نحوست سے اس پر تعدی کرتے ہیں۔

وان کنت فی ضیق و کرب و وحشۃ　　　فناد بیا زروق أت بسرعتہ

اور اگر تنگی وتکلیف ووحشت میں ہو تو یوں ندا کر یازروق! میں فوراً آموجود ہوں گا۔

مرا زندہ پندار چوں خویشتن　　　　من آیم بجاں گر توآئی بتن

ترجمہ: مجھے اپنی طرح زندہ خیال کر اگر تو جسم لے کر میرے پاس آئے گا تو میری روح تیرے پاس آئے گی۔

مداں خالی از ھم نشینی مرا　　　　کہ بینم ترا گرنہ بینی مرا

ترجمہ: مجھے اپنا ہم نشین ہونے سے الگ نہ سمجھ میں تجھے دیکھوں گا اگرچہ تو مجھے نہ دیکھ سکے گا۔

شیخ احمد بن زروق رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک روز شیخ ابو العباس حضری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا:

"کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے یا مردہ کی؟"

جواب میں میں نے کہا: کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے، اور میں کہتا ہوں کہ مردہ کی مدد زیادہ قوی ہے۔

شیخ نے کہا: "ہاں" کیونکہ وہ لوگ خدا کے حضور میں ہیں۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ کا قول نداء واستمداد کی تائید میں

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ رد المختار میں گمشدہ چیز کے ملنے کے لئے فرماتے ہیں: کہ بلندی پر جاکر حضرت سید احمد بن علوان یمنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے لئے فاتحہ پڑھے، پھر یوں نداء کرے:

یاسیدی احمد یا ابن علوان۔

تو وہ گمشدہ چیز ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور مل جائے گی۔

(۱۴)سید محمد غمری رحمہ اللہ تعالیٰ کو نداء کرنے کا واقعہ

عبد الوہاب شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ **لواقح الانوار فی طبقات الاخیار** میں تحریر فرماتے ہیں:

''کہ محمد غمری رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک مرید بازار میں تشریف لے جاتے تھے اتفاق سے ان کے جانور کا پاؤں پھسل گیا، انہوں نے با آواز بلند پکارا: **یا سیدی محمد غمری!** ادھر بادشاہ وقت کا ایک ملازم ابن عمر اس کے حکم سے گرفتار ہو کر جیل جارہا تھا، ابن عمر کے کانوں میں اُس شخص کی یہ آواز آئی، اُس نے اس شخص سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ یہ سید محمد غمری کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میرے شیخ اور پیشوا ہیں، وہ میری پکار کو سنتے اور میری امداد کو پہنچتے ہیں، اگر کسی کو اس سے تسلیم کرنے میں کلام ہو تو میں ابھی اس کا ثبوت دے سکتا ہوں، چنانچہ لوگوں کے کہنے پر انہوں نے با آواز بلند پکارا **''یاسیدی محمد غمری لا حظنی!''** یعنی اے میرے سردار! اے محمد غمری! مجھ پر نظر عنایت کیجیے۔ ابھی یہ الفاظ منہ سے نکلے ہی تھے کہ سید محمد غمری فوراً تشریف لے آئے اور ارشاد فرمایا کہ تم کو کیا تکلیف ہے تمہاری کیا حاجت ہے اور تم کیا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ یا شیخ یہ شخص تکلیف میں ہے، آپ نے فوراً اس شخص کی تکلیف کی طرف توجہ فرمائی، اُسی وقت بادشاہ مع لشکر کے گھبراہٹ میں پڑ گیا اور ہاتف غیب سے آواز آئی کہ ابن عمر کو رہا کرو ورنہ تمہاری خیر نہیں ہے، بادشاہ نے اسی وقت ابن عمر کو بلایا اور اس کو مخلصی (رہائی) بخشی اور خلعت و انعام دے کر اس کو سابقہ خدمت پر بحال کر دیا۔

مشو بمرگ ز امداد اھل دل نومید

کہ خواب مردم آگاہ عین بیداری است

ترجمہ: موت کی وجہ سے اہل دل کی مدد سے ناامید نہ ہو کیونکہ لوگوں سے واقف آدمی کی نیند عین بیداری ہے۔

خاصان حق سے ان کی حیات میں مدد مانگنے کا ثبوت

یہ بات پایہء ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ دنیا عالم اسباب ہے، ہر ایک مخلوق اپنے وجود اور عدم میں اسباب سے وابستہ ہے، ایک دوسرے کی مدد کے بغیر کام نہیں چلتا، چنانچہ ہم چلنے کے لئے پاؤں سے مدد لیتے ہیں، پکڑنے کے لئے ہاتھ سے، لکھنے کے لئے قلم سے، دیکھنے کے لئے آنکھ سے، سننے کے لئے کان سے، سونگھنے کے لئے ناک سے، چکھنے کے لئے زبان سے مدد لیتے ہیں، علاوہ اس کے دنیوی امور میں کامیاب ہونے کے لئے کہیں دنیاداروں کی سفارش اور ذریعہ ڈھونڈا جاتا ہے، کہیں بڑے بڑے اسلامی جلسوں میں ہاتھ پھیلا کر قوم سے بھیک مانگی جاتی ہے، ان سب امور کو کوئی عقل سلیم والا نہ تو شرک کہتا ہے اور نہ ہی کفر، مگر تعجب ہے ان لوگوں کی عقل و دانش پر جو ایسی امداد کے تو قائل ہیں مگر کسی اہل اللہ سے خواہ وہ بحالت حیات ہوں یا عالم برزخ میں مدد مانگنے کو کفر و شرک کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سورۃ المائدہ رکوع نمبر ا میں ارشاد فرماتا ہے:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَاتَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَان (المائدہ ۲)

ترجمہ: ”اور نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو“۔

جب خود اللہ تعالیٰ آپس میں ایک دوسرے کو مدد دینے کے لئے حکم دے رہاہے اور وہ بھی عوام الناس کو تو انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے جو خواص الرجال ہیں مدد لینا کیونکر مورد اعتراض ہو سکتاہے۔

آنحضرت ﷺ بفضل خدا ہر سائل کا سوال پورا کرسکتے ہیں

عن ربیعة ابن کعب قال کنت ابیت مع رسول اللہ ﷺ سل (وفی روایة الطبرانی یا ربیعة سلنی فاعطیک) قال فقلت اسئلک مرافقتک فی الجنة قال او غیر ذالک قلت ھو ذلک قال فاعنی علی نفسک بکثرة السجود۔

ترجمہ: حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سویا کرتا تھا، ایک دن میں حسب معمول پانی اور آپ ﷺ کی حاجت کی چیزوں کو لے کر حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: مانگ، اور طبرانی کی روایت میں ہے اے ربیعہ! مجھ سے کچھ مانگ میں تجھ کو دوں گا، ربیعہ کہتاہے میں نے عرض کیا: آپ کے ساتھ رہنا جنت میں مانگتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا کچھ اس کے سوا بھی؟ میں نے عرض کیا بس یہی، آپ ﷺ نے فرمایا: پس مدد کر تو میری اپنے ذاتی مدعا پر کثرت سجود کے ساتھ۔[1]

اس حدیث شریف سے صراحتاً ثابت ہوتاہے کہ حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو جنت میں ساتھ رکھنے کا مختار باختیار خداداد سمجھ کر یہ سوال کیا، اور آپ نے اپنی ذات مقدس کو اس امر پر قادر بقدرت حق سمجھ کر ان کے سوال پر انکار نہ فرمایا بلکہ اس سے زیادہ مانگنے پر آمادہ کیا، اور جب آپ نے ان کی آرزوئے مرافقت مستحکم پائی جو امور اس آرزو کے پورا کر دینے کے

---

[1] (أبو داود (ت ٢٧٥)، سنن أبي داود ١٣٢٠• مسلم (ت ٢٦١)، صحيح مسلم ٤٨٩• صحيح)

معین تھے، اور جس طریق پر آپ اس آرزو کے بر لانے پر جانب اللہ مختار تھے اس پر اس کو ہدایت کر دی، اس واسطے کہ اگر آپ اس آرزو کے پورا کر دینے کے مختار نہ تھے اور آپ کے نزدیک یہ اختیار بجز خدا کے (کسی) اور کو مطلقاً نہ تھا خواہ وہ منجانب اللہ ہی ہو تو بمقتضائے نبوت آپ پر لازم تھا کہ ضرور ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس سوال پر انکار فرماتے، مگر آپ نے ان کے سوال مرافقت کو جائز رکھ کر اس سے زیادہ مانگنے پر آمادہ فرمایا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کی شرح اشعۃ اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں:

از اطلاق سوال کہ فرمود سل بخواہ تخصیص نہ کرد بمطلوب خاص معلوم مے شود کہ کار ھمہ بدست ھمت و کرامت اوست ﷺ ھر چہ خواھد و ھر کرا خواھد باذن پروردگار خود بدھد۔

فان من جودک الدنیا و ضرتھا ومن علومک علم اللوح والقلم

ترجمہ: اس سوال کے اعلان سے کہ مانگو اور کسی خاص مطلوب کے ساتھ تخصیص نہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام کام آپ ﷺ کے دست باہمت و کرامت میں ہیں کہ جس قدر چاہیں اور جس کو چاہیں پروردگار کے اذن سے دے دیں۔

فان من جودک الدنیا و ضرتھا ومن علومک علم اللوح والقلم

بے شک آپ کی بخشش سے دنیا ہے اور اس کی سوکن (عقبیٰ) اور آپ کے علم سے لوح و قلم ہیں۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ مرقات شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث شریف کی شرح اس طرح فرماتے ہیں:

ویوخذ من اطلاقه علیه السلام الامر بالسوال ان الله تعالیٰ مکنه من اعطاء کل ما ارادمن خزائن الحق۔

ترجمہ: حضور ﷺ کے مطلقاً سوال کا حکم دینے سے یہ بات اخز کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خزائن حق سے ہر ایسی چیز دے ڈالنے کا اختیار دے دیا تھا جو آپ چاہیں۔

دونوں عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مطلقاً فرمایا مانگ اور کسی خاص چیز کے ساتھ مخصوص کر کے نہ فرمایا کہ فلاں شے مانگ، بنابریں ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خزانوں سے ہر چیز کے دینے کی قدرت رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمائی تھی، اور آپ کو ہر چیز کا مالک بنایا ہے، آپ ہر قسم کی مدد فرماسکتے ہیں، ہر طرح کی حاجت روائی کر سکتے ہیں، دنیا و آخرت کی سب مرادیں اور جملہ مطالب و مقاصد کا عطا کرنا آپ کے قبضہ ء قدرت اور اختیار میں ہے، ورنہ بلا تقیید و تخصیص یہ کیسے فرماتے کہ جو مانگو گے میں تم کو دوں گا تم مجھ سے مانگو جو مراد چاہو۔

امام ابن سبع وغیرہ علماء نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص میں سے یہ بات ذکر کی ہے کہ جنت کی زمین اللہ تعالیٰ نے حضور کی جاگیر کر دی ہے کہ اس میں سے جو چاہیں اور جسے چاہیں بخش دیں۔

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دنیا میں آپ ﷺ سے شفاعت کا سوال کیا

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مشرف با اسلام ہوئے تو آپ نے رسول اللہ ﷺ کے حضور میں بہت سے اشعار پڑھے من جملہ ان کے ایک شعر یہ ہے:

وکن لی شفیعاً یوم لا ذو شفاعةً　　　سواک بمُغن عن سواد بن قارب

یعنی یا حضرت! میری شفاعت کرنا اس روز جب آپ کے سوا کوئی شفاعت کرنے والا سواد بن قارب کے کام نہ آئے گا۔

ابن شاہین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر سوال جائز نہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس سے منع فرماتے۔

خود رسول اللہ ﷺ کا استعانت فرمانا

عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ انا لا یستعین بمشرک۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ہم کسی مشرک سے استعانت نہیں کریں گے۔[1]

مطلب یہ ہوا کہ مسلمانوں سے مدد طلب کریں گے، اگر مسلمان سے استعانت ناجائز ہوتی تو مشرک کی کیوں تخصیص کی جاتی؟ پس جب نبی ﷺ کا دوسرے لوگوں سے استعانت کرنا روا ہے تو اس سے صراحتاً ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے دوسرے لوگوں کا مدد مانگنا بطریق اولیٰ جائز ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک غلام سے مدد مانگنا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ایک نصرانی غلام وثیق نامی سے کہ دنیاوی کاموں کا امانت دار تھا ارشاد فرماتے ہیں:

اسلم استعن بک علیٰ امانة المسلمین

ترجمہ: مسلمان ہو جا تا کہ میں مسلمانوں کی امانت پر تجھ سے استعانت کروں۔

---

[1] (رواہ ابو داؤد و ابن ماجہ)

جب وہ نہ مانتا تو فرماتے ہم کافر سے استعانت نہ کریں گے۔

اس سے بھی ثابت ہوا کہ مشرک سے امداد مانگنا ناجائز ہے مگر مسلمان سے جائز ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا قبائل عرب کو مدد دینا

عن انس ان النبی ﷺ اتاہ رعل و ذکوان وعصیۃ و بنو لحیان فزعموا انھم قد اسلموا واستمدوہ علیٰ قومھم فامدھم النبی ﷺ۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بنو رعل، بنو ذکوان، بنو عصیہ اور بنو لحیان نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ظاہر کیا کہ وہ مسلمان ہو گئے، اور انہوں نے اپنی قوم کے مقابلے میں آپ کی مدد مانگی تو آپ نے ان کو مدد دی۔ (مشکوٰۃ)[1]

غیر اللہ سے استمداد کے جواز کا ثبوت

مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

افعال عادی الٰھی را مثل بخشیدن فرزند و توسیع رزق و شفاء مریض و امثال ذالک را مشرکاں نسبت بارواح خبیثہ و اصنام مے نمایند و کافر مے شوند و موحداں از تاثیر اسماء الٰھی یا خواص مخلوقات او مے دانند از ادویہ و عقاقیر یا دعاء صلحاء بندگان او کہ ھم از جناب او درخواستہ انجاح مطالب مے کنانند مے فھمند و در ایمان ایشاں خلل نمے افتد۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے افعال عادی مثل بیٹا دینے، رزق وسیع کرنے، بیمار کو شفاء دینے وغیرہ کو مشرکین ارواح خبیثہ اور بتوں کی طرف نسبت کرتے ہیں اور کافر ہو جاتے ہیں، اور اہل توحید اللہ کے

---

[1] (رواہ البخاری، مسلم، نسائی)

ناموں کی تاثیر یا اُس کی پیدا کی ہوئی ادویہ وغیرہ کی خاصیت یا اللہ کے نیک بندوں کی دعا کی تاثیر سمجھتے ہیں جو اللہ کی جناب میں درخواست کر کے خلق کی حاجت روائی کراتے ہیں، اس اعتقاد سے ان کے ایمان میں کچھ خلل نہیں آتا۔[1]

دیکھئے شاہ صاحب بزرگوں کی دعا سے بیٹا ملنے، رزق وسیع ہونے، بیمار کے تندرست ہونے اور دیگر ہر قسم کی حاجت روائی کے قائل ہیں، اور یہ فرق کرتے ہیں کہ موحد اگر ان چیزوں کو اہل اللہ کی دعا کی تاثیر مانے تو اس کے ایمان میں کچھ خلل نہیں کیونکہ وہ ان امور میں صلحاء کو مستقل بالذات اور موثر حقیقی نہیں جانتا بلکہ وسیلہ سمجھتا ہے، اور مشرک ارواح خبیثہ یا اپنے بتوں کی طرف ان امور کی نسبت کرے تو یہ اس کا کفر ہے کیونکہ وہ ان بتوں کو مستقل بالذات اور موثر حقیقی اعتقاد کرتا ہے۔

یہ تو ہوا خاصان حق کا اپنے متوسلین کو قرب و حضور میں مدد پہنچانا، اس سے بڑھ کر حقیقت یہ ہے کہ یہ حضرات بعد وغیبت میں بھی اپنے متوسلین و مستمدین کو بقدرت حق اور باعُلام حق مدد دے سکتے ہیں اور دیتے ہیں جس میں تمام انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام شامل ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صدہا میل سے مجاہدین کو مدد دی

عن نافع عن ابن عمر قال: وجه عمر جيشا و رأس عليهم رجلا يدعى سارية فبينما عمر يخطب جعل ينادي: يا سارية الجبل ثلاثا ثم قدم رسول الجيش فسأله عمر فقال: يا أمير المؤمنين هزمنا فبينا نحن كذلک إذ سمعنا صوتا ينادي: يا سارية الجبل ثلاثا فأسندنا ظهورنا إلى الجبل فهزمهم الله قال: قيل لعمر: إنک كنت تصيح بذلک و ذلک الجبل الذي كان سارية عنده بنهاوند من أرض العجم قال ابن حجر في الإصابة: إسناده حسن۔

[1](تفسیر عزیزی سورۃ البقرہ، ص ۴۶۰)

ترجمہ: حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قوم جہاد پر بھیجی اور ایک شخص ساریہ نام کا اس کا افسر مقرر فرمایا، اس اثناء میں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ دے رہے تھے وہ یوں پکارنے لگے: "کہ اے ساریہ! پہاڑ کا خیال رکھو" تین مرتبہ، پھر فوج کا قاصد آیا تو اس سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حال پوچھا تو اس نے کہا اے امیر المومنین! ہم کو شکست ہو گئی تھی، اسی اثناء میں ہم نے آواز سنی کہ "اے ساریہ! پہاڑ کا خیال رکھو" تین مرتبہ یہ آواز آئی تو ہم نے پہاڑ کو اپنا پشت پناہ بنایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دی، راوی کہتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یاد دلایا گیا کہ آپ ہی تو یہ کلمات با آواز بلند کہتے تھے۔ اور وہ پہاڑ جس کے پاس ساریہ تھا ارض عجم میں نہاوند کے پاس ہے، ابن حجر نے اصابہ میں کہا ہے کہ اس روایت کی اسناد حسن ہیں۔[1]

بعض روایات سے ظاہر ہے کہ سامعین خطبہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان بے موقع الفاظ پر تعجب ظاہر کیا تھا، اور ان سے اُس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے صاف طور پر اپنا کشف بیان فرمایا چنانچہ:

أخرج ابن مردويه من طريق ميمون بن مهران عن ابن عمر قال: كان عمر يخطب يوم الجمعة فعرض في خطبته أن قال: يا سارية الجبل من استرعى الذئب ظلم فالتفت الناس بعضهم لبعض فقال لهم علي: ليخرجن مما قال فلما فرغ سألوه فقال: وقع في خلدي أن المشركين هزموا 'إخواننا و إنهم يمرون بجبل فإن عدلوا إليه قاتلوا من وجه واحد و إن جاوزوا هلكوا فخرج مني ما تزعمون أنكم سمعتموه قال: فجاء البشير بعد شهر فذكر أنهم سمعوا صوت عمر في ذلک اليوم فعدلنا إلى الجبل ففتح الله علينا۔

---

[1] (تاریخ الخلفاء، ج ا، ص ۱۱۳)

ترجمہ: حضرت ابن مردویہ نے میمون بن مہران کے طریق سے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے، پس اثنائے خطبہ میں کہنے لگے: "یا سارية الجبل من استرعى الذئب" "اے ساریہ! پہاڑ کا خیال رکھو، جو شخص بھیڑیئے کی حفاظت کرتا ہے اس نے ظلم کیا" تو لوگ ایک دوسرے کو تکنے لگے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو کہا وہ اپنے اس قول سے ضرور خطبے سے نکل گئے، جب وہ فارغ ہوئے تو لوگوں نے سوال کیا، فرمایا: میرے دل میں یہ بات آئی کہ دشمنوں نے ہمارے بھائیوں کو شکست دے دے اور وہ پہاڑ کے پاس سے گزر رہے ہیں اگر اس کی طرف پناہ گیر ہو جائیں تو ان کو صرف ایک طرف سے جنگ کرنی پڑے اور اگر آگے چلے گئے تو پس جائیں گے، بس میرے منہ سے یہ الفاظ نکل گئے جن کی نسبت تم کہتے ہو کہ تم نے سنے ہیں، راوی کہتا ہے کہ پھر ایک ماہ بعد فتح کی بشارت لانے والا آیا تو اُن سے ذکر کیا کہ ہم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز اسی روز سنی تھی، اس نے بتایا کہ پھر ہم نے پہاڑ کی طرف پناہ لی تو اللہ تعالیٰ نے ہم کو فتح بخشی۔

بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ چونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ان الفاظ کا کوئی قرینہ نہ تھا اس لئے سامعین خطبہ نے آپ کو مجنون وفاتر العقل کا خطاب دیا تھا چنانچہ:

أخرج أبو نعيم في الدلائل عن عمرو بن الحارث قال: بينما عمر على المنبر يخطب يوم الجمعة إذ ترک الخطبة فقال: يا سارية الجبل مرتين أو ثلاثا ثم أقبل على خطبته فقال بعض الحاضرين: لقد جن إنه لمجنون فدخل عليه عبد الرحمن بن عوف و كان يطمئن إليه فقال: لشد ما ألومهم عليک إنک لتجعل لهم على نفسک مقالا بينا أنت تخطب إذ أنت تصيح يا سارية الجبل أي شيء هذا؟ قال: إني و الله ما ملكت ذلک رأيتهم يقاتلون عند جبل يؤتون من بين أيديهم و من خلفهم فلم أملک أن قلت: يا سارية الجبل ليلحقوا بالجبل فلبثوا إلى أن جاء رسول سارية بكتابه: إن القوم لقونا يوم الجمعة فقاتلناهم حتى إذا حضرت الجمعة و دار

حاجب الشمس سمعنا مناديا ينادي: يا سارية الجبل مرتين فلحقنا بالجبل فلم نزل قاهرين لعدونا حتى هزمهم الله وقتلهم فقال أولئک الذين طعنوا عليه: دعوا هذا الرجل فإنه مصنوع له۔[1]

ترجمہ: ابو نعیم نے دلائل میں حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس اثناء میں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک خطبہ چھوڑ کر کہنے لگے: "یاسارية! الجبل" اے ساریہ! پہاڑ کا خیال رکھو! دو مرتبہ یا تین مرتبہ، پھر اپنے خطبہ کی طرف متوجہ ہوئے پس بعض حاضرین نے کہا ان کو جنون ہو گیا، بلاشبہ وہ دیوانے ہیں، تو ان کے پاس حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور وہ ان سے بے تکلف تھے، بس انہوں نے ان سے کہا آپ اپنے متعلق لوگوں میں چرچا کرا لیتے ہیں، چنانچہ ابھی خطبہ دیتے دیتے پکار اُٹھے ساریہ! پہاڑ کو دیکھو! بھلا یہ کیا بات تھی؟ آپ نے فرمایا بخدا یہ بات میرے بس کی نہ تھی، میں نے ان لوگوں کو دیکھا کہ ایک پہاڑ کے پاس جنگ کر رہے ہیں، ان پر آگے اور پیچھے سے حملے ہو رہے ہیں تو بے تحاشہ میرے منہ سے نکل گیا کہ اے ساریہ! پہاڑ! تا کہ وہ پہاڑ کے ساتھ مل جائیں۔ پس کچھ دن گزرے تو ساریہ کا قاصد اس کا خط لایا کہ "دشمن کی فوج جمعہ کے روز ہمارے مقابل آئی ہم نے ان سے جنگ شروع کی یہاں تک جب جمعہ کا وقت آیا تو ہم نے کسی پکارنے والے کی یہ آواز دو مرتبہ سنی کہ اے ساریہ! پہاڑ کی طرف! پس ہم پہاڑ سے جا ملے تو ہم برابر دشمن پر غالب آتے گئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دی اور ان کو تباہ کر دیا" اس پر ان لوگوں نے جو انہیں طعنہ دیتے تھے کہا: ان صاحب کو کچھ نہ کہو یہ ان کا قدرتی فعل تھا۔[2]

---

[1](تاريخ الخلفاء، ج ۱، ص ۱۱۳)

[2](تاريخ الخلفاء، ج ۱، ص ۱۱۳)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینے میں بیٹھے اپنی روحانیت سے اہل مصر کی مدد کی

قال: لما فتحت مصر أتى أهلها عمرو بن العاص حين دخل يوم من أشهر العجم فقالوا: يا أيها الأمير إن لنيلنا هذا سنة لا يجري إلا بها قال: و ما ذاک؟ قالوا: إذا كان إحدى عشرة ليلة تخلو من هذا الشهر عمدنا إلى جارية بكر بين أبويها فأرضينا أبويها و جعلنا عليها من الثياب و الحلي أفضل ما يكون ثم ألقيناها في هذا النيل فقال لهم عمرو: إن هذا لا يكون أبدا في الإسلام و إن الإسلام يهدم ما كان قبله فأقاموا و النيل لا يجري قليلا و لا كثيرا حتى هموا بالجلاء فلما رأى ذلک عمرو كتب إلى عمر بن الخطاب بذلک فكتب له: أن قد أصبت بالذي قلت و إن الإسلام يهدم ما كان قبله و بعث بطاقة في داخل كتابه و كتب إلى عمرو: إني قد بعثت إليک ببطاقة في داخل كتابي فألقها في النيل فلما قدم كتاب عمر إلى عمرو بن العاص أخذ البطاقة ففتحها فإذا فيها: من عبد الله عمر بن الخطاب أمير المؤمنين إلى نيل مصر أما بعد: فإن كنت تجري من قبلک فلا تجر و إن كان الله يجريک فأسأل الله الواحد القهار أن يجريک فألقى البطاقة في النيل قبل الصليب بيوم فاصبحوا و قد أجراه الله تعالى ستة عشر ذراعا في ليلة واحدة فقطع الله تلک السنة عن أهل مصر إلى اليوم۔[1]

ترجمہ: راوی کہتا ہے کہ جب مصر فتح ہوا تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں آئے جب عجم کے مہینوں میں ایک دن آیا تو لوگوں نے کہا: اے امیر! ہمارے اس دریائے نیل کا ایک دستور ہے کہ وہ اس سے جاری ہوتا ہے، انہوں نے کہا کہ وہ کیا دستور ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ جب اس مہینے سے گیارہ راتیں گزر جاتی ہیں تو ہم کسی کنواری لڑکی کو تلاش کرتے ہیں جس کے ماں باپ زندہ ہوں پھر اس کے ماں باپ کو راضی کر کے اسے اچھے سے اچھے کپڑے اور زیور پہناتے ہیں

---

[1] (تاريخ الخلفاء، ج ۱، ص ۱۱۳)

پھر اس کو اس دریا میں ڈال دیتے ہیں، حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا اب اسلام میں یہ بات کبھی نہ ہوگی اور بے شبہ اسلام پہلے مراسم کو مٹا دیتا ہے تو وہ لوگ ٹھہرے رہے اور نیل تھوڑا بہت کچھ بھی جاری نہ ہوا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے اس علاقے سے نکل جانے کا قصد کیا، جب حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حال دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اس کی اطلاع بھیجی، انہوں نے جواباً لکھا تم نے جو کچھ کیا نیک کیا اور بے شک اسلام پہلے مراسم کو مٹا دیتا ہے، اور خط کے اندر ایک پرچہ بھیجا اور حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ میں تمہاری طرف اس خط کے اندر ایک بھیجتا ہوں اس کو دریائے نیل میں ڈال دو، پس جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے پرچہ کھولا تو اس میں یہ لکھا پایا: یہ پرچہ اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کی طرف سے مصر کے دریائے نیل کی طرف ہے، امابعد: اے نیل! اگر تو پہلے باختیار خود جاری تھا تو بے شک جاری نہ ہو، اور اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ جاری کرتا تھا تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں جو واحد ہے زبردست ہے کہ تجھ کو جاری کرے چنانچہ یہ پرچہ دریائے نیل میں ستارہ صلیب کے طلوع سے ایک دن پہلے ڈال دیا، صبح کو کیا دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک ہی رات میں سولہ ہاتھ گہرے پانی کے ساتھ جاری کر دیا، پس اللہ تعالیٰ نے اہل مصر سے یہ رسم بد بند کر دی آج تک۔[1]

---

[1](تاریخ الخلفاء، ج ۱، ص ۱۱۳)

اس روایت سے چار باتیں ثابت ہوتی ہیں:

(۱) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ میں بیٹھے صدہا کوس کے فاصلے سے غیبت میں اہل مصر کے لئے دریائے نیل کو دوبارہ جاری کر دیا، اسی طرح اہل اللہ دور بیٹھے استعانت کرنے والوں کی مدد کر سکتے ہیں۔

(۲) یہ اعانت بصورت دعا تھی یعنی:

اسأل اللہ الواحد القھار ان یجریک۔

اے نیل! میں خداوند واحد قہار سے دعا کرتا ہوں کہ تجھے جاری کر دے۔

چنانچہ دعا فوراً قبول ہوئی، اور دریا جاری ہو گیا، اسی طرح باقی تمام اہل اللہ کی امداد و اعانت بھی بالاستقلال نہیں ہوتی بلکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اور ان کی دعا بوجہ ء تقرب خاص قبول ہو جاتی ہے۔ پھر اس میں شرک کا کون سا شائبہ ہے؟

(۳) اسمائے "الواحد القھار" کے ذکر میں یہ اشارہ مضمر ہے کہ اختیار و قدرت اکیلے خداوند تعالیٰ کا حق ہے کسی مخلوق کا یہ حق نہیں، اور وہ سب سے زبردست اور سب پر غالب ہے، خصوصاً ان کنت تجری الخ کے لفظ نے اس توحید حق اور عجز مخلوق کو اور بھی واضح کر دیا جس سے ظاہر ہے کہ اس قسم کی استعانت و اعانت کی تہہ میں کمال توحید مضمر ہوتی ہے، کوتاہ اندیش لوگ اپنی تنگ نظری سے اس کو شرک سمجھ رہے ہیں۔

(۴) اگر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پرزہ کاغذ کو کھولے بدوں دریا میں ڈال دیتے اور کوئی اس کے توحید آموز مضمون پر آگاہ نہ ہوتا اور دریا اس عمل کی بدولت جاری ہو جاتا تو شاید کج فہم لوگ اس فعل کو معاذ اللہ خاص حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مستقل تاثیر و

تصرف کا شبہ کرتے، اسی طرح کج فہم و کوتاہ اندیش لوگ بزرگان دین کی اعانت اور متوسلین و معتقدین کی استعانت کو اپنی نادانی سے شرک سمجھ بیٹھتے ہیں، کیونکہ ان کو نہ ان حضرات کی نیت کا پتہ ہے نہ ان کے مضمون دعا اور فحوائے سخن کی خبر ہے نہ شروع توحید اور وجوہ شرک پر نظر ہے، بس اعانت وامداد کا ذکر آیا اور جھٹ کفر وشرک کا فتویٰ جڑ دیا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک مقالہ اولیاء اللہ کے مسافت بعیدہ سے امداد فرمانے کے اثبات پر

وہ یکتا وارث اقلیم تجدید — وہیں مشکل کشائے سر توحید
ہے شان نسل فاروق ان سے صد چند — ہے پُر انوار ان سے شہر سرہند
تزلزل یاب تھا جب قصر اسلام — انہی کے ہاتھ نے اس کو لیا تھام
ہوئی ان سے بہار علم تازہ — رُخ عرفاں نے پایا ان سے غازہ
معارف سے اُٹھیں صدیوں کی اغلاط — ہوئی نابود ہر تفریط وافراط

مجدد توحید حق، مقوم اعوجاجات خلق، قامع آثار بدعت، جامع اطوار سُنت، حامی دین مبین، کاسر جیوش شیاطین، الامام الربانی مجدد الف ثانی، کاشف الاسرار الازلیۃ، مفیض الانوار السرمدیۃ المخصوص باللطف الخفی حضرت الشیخ احمد السرھندی نے اپنے ایک مکتوب میں اس مضمون پر خوب روشنی ڈالی ہے جو اُن متوہم طبائع کے لئے جن کو ہر ذرہ کی حرکت اور ہر پتے کی جنبش میں شرک کا وہم دامن گیر ہوتا رہتا ہے نہایت سبق آموز ہے، وھو ھذا۔

سوال: از حضرت امیر کرم اللہ تعالیٰ وجھہ واز بعضے دیگر اولیاء اللہ نیز منقول ست کہ بعضے از اعمال غریبہ و افعال عجیبہ پیش از وجود

عنصری بقرون متطاولہ از یشان در عالم شہادت بوقوع آمدہ است، صحت آں بے تجویز تناسخ چگنہ است؟

ترجمہ: سوال۔۔۔۔ حضرت امیر کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے اور بعض دیگر اولیاء اللہ سے یہی منقول ہے کہ ان سے ان کے وجود عنصری سے قرنہا قرن پہلے بعض احوال غریبہ اور افعال عجیبہ ظاہری عالم میں واقع ہوئے ہیں اس کے ثبوت کی کیا صورت ہے جبکہ اس سے تناسخ لازم نہ آئے؟

جواب: (۱) صدور آں اعمال وافعال از ارواح ایں بزرگواراں است کہ بمشیت اللہ سبحانہ خود متجسد باجساد گشتہ مباشر افعال عجیبہ گشتہ اند جسد دیگر نیست کہ باں تعلق گیرند، تناسخ آں ست کہ روح پیش از تعلق بایں جسد بجسد دیگر کہ مبائن ومغائر آں روح ست تعلق گرفتہ باشد وچوں خود متجسد بجسد گردد تناسخ چہ بود؟

(۲) جنیاں کہ متشکل باشکال میگردند ومتجسد باجساد مے شوند۔ ودریں حال اعمال عجیبہ کہ مناسب ایں اشکال واجساد است بوقوع مے آرند ہیچ تناسخ نیست وہیچ حلولے نہ، ھرگاہ جنیاں را بتقدیر اللہ سبحانہ ایں قدرت بود کہ متشکل باشکال گشتہ اعمال غریبہ بوقوع آرند، ارواح کُمل را اگر ایں قدرت عطا فرمایند چہ محل تعجب است وچہ احتیاج ببدن دیگر؟

(۳) ازیں قبیل ست آنچہ از بعضے اولیاء اللہ نقل مے کنند کہ دریک آن در امکنہ متعددہ حاضر مے گردند۔ وافعال متباینہ بوقوع مے آرند۔ این جا نیز لطائف ایشاں متجسد باجساد مختلفہ اند ومتشکل باشکال متباینہ۔

(۴) وھم چنیں عـزیزے کہ مثلا در ھندوستان توطن دارد وازاں دیار نہ برآمدہ است۔ جمعے از حضـرت مکہ معظمہ مے آیند ومیگویند کہ آں عـزیز رادر حرم کعبہ دیدہ ایم وچناں وچنیں درمیان ماوآں عـزیز گزشتہ است،وجمعے دیگر نقل مے کنند کہ ما اورا در روم دیدہ ایم، و جمع دیگر در بغداد دیدہ اند۔ ایں ھمہ تشکل لطائف آں عـزیز است باشکال مختلفہ۔ وگاہ ھست کہ آں عـزیز را ازاں تشکلات اطلاع نبود لھٰذا در جواب آں جماعت گاہ مے گویند کہ ایں ھمہ بر من تھمت است من از خانہ نہ برآمدہ ام وحرم کعبہ راندیدہ ام۔ وروم وبغداد رانمی شناسم و نمی دانم کہ شما چہ کسانید؟

(۵) وھم چنیں ارباب حاجات از اعزہ احیا و اموات در مخاوف و مھالک مددھا طلب مے نمایند و مے بینند کہ صور آں اعزہ حاضر شدہ ودفع بلیہ ازیں ھا نمودہ است، گاہ ھست کہ آں اعزہ است وایں تشکل گاہ درعالم شھادت بودہ وگاہ درعالم مثال۔

(٦) چنانچہ دریک شب ھزار کس آں سرور راعلیہ وآلہ الصلوۃ والسلام بصور مختلفہ درخواب مے بینند واستفادھا مے نمایند۔ایں ھمہ تشکل وصفات لطائف اوست علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام بصورت ھائے مثالی۔ وھم چنیں مریداں از صور مثالی پیران استفادھا مے نمایند و حل مشکلات میفرمایند۔الخ

جواب(۱): ان اعمال و افعال (یعنی اعمال عجیبہ) کا صدور ان بزرگوں کی ارواح سے ہے جو اللہ سبحانہ کے ارادے سے خود مجسم باجسام ہو کر افعال عجیبہ صادر کرتی ہیں کوئی دوسرا جسم نہیں ہوتا جس کے ساتھ ان کا تعلق ہوا ہو، تناسخ یہ ہے کہ روح اس جسم کے ساتھ متفق ہونے سے پہلے کسی دوسرے جسم سے جو اس جسم سے جدا گانہ اور علیحدہ ہو متعلق ہو چکی ہو اور جب وہ روح خود مجسم ہوتی ہے تو تناسخ کا احتمال ہی کیا؟

جواب(۲): جنات جو مختلف شکلیں بنا لیتے ہیں اور گوناگوں جسم اختیار کر لیتے ہیں اور اس حالت میں عجیب عجیب کام جو ان شکلوں اور جسموں کے لئے مناسب ہوں وقوع میں لاتے ہیں تو یہ نہ تناسخ ہے نہ علول ہے، جب جنات کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے اس قدر قدرت حاصل ہے کہ وہ مختلف شکلوں میں نمودار ہو کر عجیب اعمال کرتے ہیں تو کاملین کی ارواح کو بھی اگر اس قدر طاقت بخشی جائے تو کون سا تعجب کا مقام ہے اور دوسرے بدن کی ان کو کیا ضرورت ہے؟

جواب(۳): اس قبیل سے ہے ہر وہ جو بعض اولیاء اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آن میں مختلف مقامات کے اندر وہ حاضر ہو جاتے ہیں اور افعال گوناگوں وقوع میں لاتے ہیں، یہاں بھی ان کے لطائف مجسم باجسام مختلف ہوتے ہیں اور متشکل باشکال متفرقہ۔

جواب(۴): اسی طرح کوئی بزرگ جو مثلاً ہندوستان میں مقیم ہے اور اس ملک سے باہر نہیں نکلا، ایک جماعت جو مکہ معظمہ کی حاضری سے آ رہی ہے اور کہتی ہے کہ اس بزرگ کو ہم نے حرم کعبہ میں دیکھا، اور فلاں فلاں باتیں ہمارے اور ان کے مابین ہوئیں۔ اور ایک گروہ نقل کرتا ہے کہ ہم نے ان کو روم میں دیکھا ہے، اور ایک جرگہ نے بغداد میں ان کو دیکھا ہے، یہ تمام ان بزرگ کے لطائف کی شکلیں ہیں مختلف صورتوں میں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ان بزرگ کو ان تشکلات کی خبر تک

نہیں ہوتی، لہٰذا وہ ان لوگوں کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ تمام باتیں مجھ پر تہمت ہیں، میں گھر سے باہر نہیں نکلا اور نہ حرم کعبہ کو دیکھا ہے، نہ میں روم و بغداد کو جانتا ہوں، اور میں نہیں جانتا کہ تم کون لوگ ہو؟

(۵) اور اسی طرح حاجت مند لوگ زندہ اور وفات یافتہ بزرگوں سے خوف و ہلاکت کے مواقع میں مدد و اعانت طلب کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان بزرگوں کی صورتیں حاضر ہو کر ان لوگوں سے بلائیں دور کرتی ہیں، اور کبھی ایسا ہوا ہے کہ ان بزرگوں کو ان بلاؤں کے دور کرنے کی خبر ہوئی اور کبھی نہیں ہوئی، ہمارا تمہارا تو ایک بہانہ ہے، یہ ہی ان بزرگوں کے لطائف کا تشکل ہے اور یہ تشکل کبھی عالم شہادت میں ہوتا ہے اور کبھی عالم مثال میں۔

(٦) چنانچہ ایک رات میں ہزار آدمی آنحضرت ﷺ کو مختلف صورتوں میں خواب کے اندر دیکھتا ہے اور استفادہ کرتا ہے یہ سب تشکل آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات کا ہے جو مثالی صورتوں میں ہے، اور اسی طرح مرید پیروں کی مثالی صورتوں سے استفادہ کرتے ہیں اور وہ مشکلات حل کرتے ہیں۔ الخ۔[1]

حضرت المجدد رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقریر سے گراں قدر سبق

اس تقریر سے ہم کو پانچ گراں قدر سبق ملتے ہیں:

قولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: "صدور آں اعمال و افعال از ارواح آں بزرگواراں است"۔ سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی ارواح وجود عنصری سے پہلے بھی افعال عجیبہ کی مظہر ہو سکتی

[1] (مکتوبات شریف دفتر دوم مکتوب ۵۸)

ہیں اور طرح طرح کی شکلوں میں ظاہر ہو کر امور تکوینی میں تصرفات باذن حق بجالا سکتی ہیں، پس وجود عنصری میں آکر ان کا اپنے متوسلین کی امداد و اعانت کرنا توبطریق اولیٰ جائز ہو گا۔

(۲) ھر گاہ جنیاں را بتقدیر اللہ سبحانہ الخ"۔ سے ظاہر ہے کہ جب جنات آن واحد میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتے ہیں اور کچھ کا کچھ کر دکھاتے ہیں تو کاملان مقربین بفضل خدا ان سے بڑھ کر طاقت رکھتے ہیں، ان کا ان سے زیادہ عجیب کام کر دکھانا بطریق اولی المتوقع ہے، پس اگر وہ صدہا و ہزار ہا کوس سے اپنے متوسلین کی مدد کریں، یا ان کی صورت مثالیہ پہنچ کر مدد کرے تو اس میں کیا استبعاد و استعجاب ہے؟

(۳) "وھم چنیں ارباب حاجات از اعزہ احیاء اموات الخ"۔

اس بیان سے استمداد و استعانت کا مسئلہ روز روشن کی طرح واضح دلائح ہو گیا، منکرین، معترضین چشم بصیرت کھول کر غور کریں اور اپنی کج فہمی سے باز آئیں، مجدد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاف فرماتے ہیں کہ:

"مرید اپنے پیر کامل سے خواہ وہ زندہ ہو یا واصل بحق ہو چکا ہو غیبت میں استمداد کرے تو پیر کی صورت حقانی ہزار کوس سے اس کی مدد کو پہنچ سکتی ہے"۔

(۴) "از ما و شما بہانہ بر ساختہ اند"۔ میں ایک اشارہ مضمر ہے کہ یہ استعانت و استمداد جو ایک فانی فی اللہ کی طرف سے کی جاتی ہے در حقیقت خدا ہی سے استمداد ہوتی ہے اور اس وقت خدا ہی اس مضطر و مستعین بندے کی اعانت فرماتا ہے۔ اور وہ بحکمت تسبیب اس کے مرشد کی صورت مثالی کو اس کی مدد کے لئے بھیج دیتا ہے، چنانچہ ممکن ہے کہ اس کے مرشد کو اس سارے واقعہ کی خبر بھی نہ ہو، کیونکہ خاص خدا ہی مددگار ہے، اسی نے یہ سارے سامان امداد کئے ہیں مگر اس

نے مرید کے اعتقاد کے موافق اور اس کی محبت مرشد کے تقاضے سے مرشد کی صورت کو اس کے پاس بھیج دیا جس سے مرشد کا آگاہ ہونا ضروری نہیں۔

(۵) "مریداں از صور مثالی پیران استفادہ ھامے نمایند"۔ سے مذکورہ تقریر کی تائید کے علاوہ یہ بات بھی مستفاد ہوتی ہے: کہ مرید لوگ اپنے پیروں کی روحانیت سے علوم و معارف اخذ کرنے اور مقامات کی ترقی حاصل کرنے کا بھی فائدہ اٹھا سکتا ہے، یہ بھی صریحاً استمداد و استعانت ہے۔

مکتوبات شریف کے ایک مقام پر راقم نے پڑھا ہے (دفتر اور مکتوب یاد نہیں) کہ ایک سائل نے حضرت مجدد صاحب سے سوال کیا کہ یہ جو کہتے ہیں کہ تمام اولیاء سے ان کی ولایت وفات کے بعد سلب ہو جاتی ہے، مگر چار سے سلب نہیں ہوئی، اس کا مطلب کیا ہے؟

حضرت المجدد اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ درست ہے مگر سلب ولایت سے یہ مطلب نہیں کہ ان کے مراتب قرب سلب ہو جاتے ہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ امور تکوینیہ میں ان کے تصرفات بند ہو جاتے ہیں۔ (او کما قال)

اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ بزرگان دین زندگی میں امور تکوینیہ میں تصرف کرنے کی قدرت باعطائے حق رکھتے ہیں جس سے متوسلین کا استمداد و استعانت حق بجانب ٹھہرتا ہے۔

اس مقام پر مکتوبات شریف کے حاشیے میں لکھا ہے: کہ وہ چار بزرگ جو وفات کے بعد بھی گوناگوں تصرفات و کرامات کے مظہر ہیں:

(ایک) غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ

(دوسرے) خواجہ بزرگ سید بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ ہیں۔

دو اور بزرگوں کا نام درج ہے جو اس وقت یاد نہیں۔

اسی کتاب کے حاشیئے میں ایک موقع پر حضرت مرزا جان جاناں مظہر شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کے ملفوظات سے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کے اپنے مستمدین کی مدد و اعانت فرمانے کا ذکر نقل کیا ہے۔وھو ھذا۔

حضرت خواجہ نقشبند رحمہ اللہ تعالیٰ کا اپنے مستمدین و معتقدین کو مدد پہنچانا:

حضرت خواجہ نقشبند بحال معتقدان خود مصروف است، مغلاں در صحرا یا در وقت خواب اسباب و اسپان خود بحمایت حضرت خواجہ مے سپارند و تائیدات از غیب ھمراہ ایشاں می شود۔ دریں باب حکایات بسیار ست۔

ترجمہ: حضرت خواجہ نقشبند رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے معتقدوں کے حال پر مصروف ہیں، مغل لوگ جنگلوں میں یا سوتے وقت اپنے اسباب اور گھوڑوں کو حضرت خواجہ کی حمایت کے سپرد کر دیتے ہیں اور غیب سے تائیدات ان کے شامل حال ہو جاتی ہیں، اس بارے میں بکثرت حکایات منقول ہیں۔[1]

اہل اللہ کے تصرفات اور خداداد اختیارات

کیا انبیاء علیہم السلام و اولیائے کرام کو اللہ تعالیٰ نے اعانت کے لئے پیدا کیا ہے یا نہیں؟

اولیاء اللہ اُمت نبویہ کے حقانی حکیم ہیں، جس طور سے وہ عرض و معروض کو پہچانتے ہیں کوئی دوسرا نہیں پہچان سکتا، اور ان امراض کی مدافعت میں جو مدد وہ دے سکتے ہیں کوئی دوسرا نہیں دے

---

[1] (حاشیہ مکتوب ۵۸/ دفتر دوم)

سکتا، چنانچہ بعض اولیاء اللہ کی ماموریت خاص اعانت کے لئے ہوئی ہے، اور ان سے استعانت ایسے وقت میں مشروع ہے جس وقت کوئی سہارا بادی النظر میں نہ ہو۔

چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ رسالۃ "الخبر الدال علی وجود القطب و الاوتادو النجباو الابدال" میں تحریر فرماتے ہیں:

"کہ اولیاء اللہ کی تخلیق خاص اعانت کے واسطے ہے"۔

یسقٰی بھم الغیث۔ یعنی ان کے ذریعہ سے مینہ برستا ہے۔

تنصربھم علی الاعداء یعنی ان کی مدد سے اعداء پر فتح کامل حاصل ہوتی ہے۔

ان کی وجہ سے عذاب ٹلا رہتا ہے، ان کی برکت سے بلا دور ہوتی ہے۔

جب اولیاء اللہ اس کام کے لئے مامور ہوئے تو پھر ان سے استمداد کرنا ناجائز کیوں ہو گا؟

زخورشید روشن تواں جست نور　　　　که شد سایه را سایه زیں کار دور

ترجمہ: سورج سے نور کو تلاش کیا جا سکتا ہے، کہ اسی وجہ سے سایہ سے سایہ دور ہوتا ہے۔

اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اپنے متوسلین و مستمدین کی اعانت و امداد کی پوری قوت حاصل ہے، چونکہ وہ فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہوتے ہیں اس لئے ان کا ہر فعل خدائی فعل ہوتا ہے۔

اس بنا پر مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

گفتہ او گفتہ اللہ بود　　　　گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

ترجمہ: اس کا فرمان حکم باری تعالیٰ ہوتا ہے اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کے کسی بندے کے حلق سے ادا ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس وقت اگر وہ یہ کہہ دے کہ خدا کی قسم یہ کام اس طرح ہو گا، اللہ تعالیٰ اس کو اسی طرح ظاہر کر کے اس کی قسم پوری کر دیتا ہے۔

یہی معنی ہیں اس حدیث شریف کے جو ترمذی میں مروی ہے:

کم من اشعت اغبر لو اقسم علی اللہ لا برہ۔

یعنی بہت اللہ کے بندے ایسے ہیں کہ بظاہر بال پریشان اور غبار آلود ہیں، اور اگر وہ اللہ کے بھروسہ پر قسم کھالیں کہ خدا کی قسم! یہ کام اس طرح ہو گا تو اللہ تعالیٰ اس کام کو اسی طرح کر کے ان کی قسم پوری کر دیتا ہے۔

اور یہی مطلب ہے اس شعر کا جو مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اولیا را ھست قدرت از الٰہ　　　تیر جستہ باز دارندز قضا

ترجمہ: اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ قدرت عطا ہوتی ہے کہ کمان سے نکلے ہوئے تیر کو رستے سے واپس کر دیتی ہے۔

اس وقت ان کی مدد حقیقتاً اللہ ہی کی مدد ہوتی ہے اور اُن سے مدد مانگنا، مراد طلب کرنا فی الواقع اللہ ہی سے مدد طلب کرنا اور مراد مانگنا ہوتا ہے، اور ان کی محبت بعینہ اللہ کی محبت ہوتی ہے اور ان کی دشمنی اللہ کے ساتھ دشمنی ہوتی ہے۔

مظہر اوصاف حق ہیں اولیاء　　　ان کی ہے امداد امداد خدا

پھر اس غایت محبت کا نتیجہ جو اللہ تعالیٰ کو بندے کے ساتھ بوجہء حصول قرب نوافل کے ہوتی ہے یہ ہوتا ہے کہ عام لوگ ان کو محبوب خدا سمجھ کر ان سے حاجتیں طلب کریں، مدد مانگیں اور اللہ

تعالیٰ ان کے ذریعے سے ان کی حاجتیں پوری کر کے ان کی عظمت اور ولایت کا سکہ لوگوں کے دل میں جمادے تاکہ وہ لوگ ان کی تعظیم اور محبت کے سبب اللہ تعالیٰ کو پیارے لگیں۔

مسکیں حسن گوید ترا اے کار عاشق تو خوش

من گرازیشاں نیستم در کار ایشاں کن مرا

ترجمہ: اے وہ ہستی! جس کے عاشقوں کا کام بہت اچھا ہے یہ حسن مسکین تیری بارگاہ میں عرض پرداز ہے کہ اگر میں ان سے نہیں ہوں تو مجھے ان سے کر دے۔

ابدال اقطاب اوتاد و نجباء

قرون مشہود لها بالخیر مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ بستان المحدثین میں تحریر فرماتے ہیں:

میں اور اس کے بعد ابدال کا وجود

یکبار از بصرہ بمدینہ منورہ آمد و امام مالک را خبر قدوم او رسانیدند، امام یاران خود را فرمود برخیزید تا نزد بہترین اہل زمین برویم و بروے سلام کنیم۔ و ہر گاہ بطواف خانہ کعبہ زادھا اللہ تعظیماً و تشریفاً مشغول مے شد مے گفتند کہ ہیچ کس افضل از قعنبی طواف ایں خانہ متبرکہ نے کند، واو نیز مستجاب الدعوات بود۔۔۔۔۔۔۔ و اکثر اہل زمان او او را از ابدال مے دانستند و بزرگی و صلاح و مجمع علیہ اہل عصر او بود۔ (و وفات او در مکہ معظمہ ۶ محرم ۲۲۱ ھجری واقع است)

ترجمہ: ایک مرتبہ وہ بصرہ سے مدینہ منورہ میں آئے اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کو ان کی آمد سے مطلع کیا گیا، تو امام نے اپنے ساتھیوں کو فرمایا کہ اُٹھو تاکہ ہم زمین بھر کے اچھے آدمی کے پاس چلیں اور اس کو سلام کریں، اور جب خانہ کعبہ کے طواف کرتے (اللہ تعالیٰ اس کی عظمت و شرف کو بڑھائے) تو کہا جاتا کہ کوئی شخص قعنبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بہتر اس متبرک گھر کا طواف کرنے والا نہیں، اور وہ بھی اللہ ان پر رحم کرے مستجاب الدعوات تھے، اور اکثر اہل زمانہ ان کو ابدال میں سے سمجھتے تھے، اور اہل زمانہ کا ان کی بزرگی و نیکی پر اتفاق تھا وفات ان کی مکہ معظمہ میں ٦ محرم ٢٢١ھ کو واقع ہوئی ہے۔

اس سے واضح ہے کہ حدیثیں مثبت ابدال دوسری صدی میں جو زمانہ ہے تابعین و تبع تابعین کا مشہور تھیں اور لفظ ابدال مستعمل اور ان کے مصداق کا وجود محقق تھا۔

بستان المحدثین میں ترجمہ محمد بن اسلم میں ہے:

ابن خزیمہ وابو بکر وابوداؤد از وے شاگردی کردہ اند واز اجلہ علماء واز اولیاء وابدال وقت بود۔

ترجمہ: ابن خزیمہ اور ابو بکر اور ابو داؤد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے شاگردی کی ہے وہ بڑے علماء و اولیاء و ابدال وقت سے تھے۔

یہ تیسری صدی میں گزرے ہیں، اس سے وجود ابدال تیسری صدی میں ثابت ہے۔

بستان المحدثین میں ابن نجید نیشاپوری جو آٹھویں صدی میں ہوئے ہیں کے حال میں ہے:

اواز ابدال سبعہ است۔

ترجمہ: وہ سات ابدال میں سے ہیں۔

مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ وصیت نامہ میں ائمہ اثنا عشر کی نسبت تحریر فرماتے ہیں کہ ”وہ اقطاب تھے“۔

اس کی شرح میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

وآنچہ حضرت شیخ در اثبات قطبیت آئمہ اثنا عشر نوشتہ ایں مضمون را حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ در شرح بیت حضرت غوث نوشتہ۔

افلت شموس الاولین وشمسنا ابداً علیٰ اُفق العُلٰی لا تغرب

فقیر آں وھم در شمشیر برھنہ نوشتہ

ترجمہ: اور وہ جو حضرت شیخ نے بارہ اماموں کے قطب ہونے کے اثبات میں لکھا ہے اس مضمون کو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت غوث کے اس شعر کی شرح میں لکھا ہے:

افلت شموس الاولین وشمسنا ابداً علیٰ اُفق العُلٰی لا تغرب

پہلے لوگوں کے سورج چھُپ گئے اور ہمارا سورج ہمیشہ بلندی کے اُفق پر ہے چھُپتا نہیں۔

اور میں نے بھی اس کو کتاب شمشیر برہنہ میں لکھا ہے۔

ابدال کی تعداد اور جائے قیام اور ان کے فیوض وبرکات

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

شريح بن عبيد قال : ذكر أهل الشام عند علي [رضي الله عنه] وقيل العنهم يا أمير المؤمنين قال: لا إني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "الأبدال يكونون بالشام

وهم أربعون رجلا كلما مات رجل أبدل الله مكانه رجلا يسقى بهم الغيث وينتصر بهم على الأعداء ويصرف عن أهل الشام بهم العذاب"۔

ترجمہ: حضرت شریح بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اہل شام کا ذکر ہوا، لوگوں نے کہا یا امیر المومنین! ان لوگوں پر لعنت بھیجیئے، آپ نے کہا، ''نہیں'' میں نے رسول اللہ ﷺ سے سُنا ہے کہ ابدال شام میں ہیں، وہ چالیس آدمی ہیں، جب ان میں سے کوئی شخص مرتا ہے دوسرا شخص قائم مقام کیا جاتا ہے، انہیں کے سبب سے پانی برستا ہے، دشمنوں پر فتح ہوتی ہے، اہل شام پر عذاب نہیں ہوتا۔ (مشکوٰۃ)[1]

ابدال کی تعداد میں اختلاف ہے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، آپ نے فرمایا:

ستون رجلاً۔

یعنی وہ ساٹھ آدمی ہیں۔

لیکن ایک روایت میں ہے:

عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ الابدال اربعون رجلاًو اربعون امراۃً کلما مات رجل ابدل اللہ مکانہ رجلاًو کلماماتت امراۃابدل مکانہاامراۃ۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ چالیس مرد چالیس عورتیں ہیں، جب کوئی مرتا ہے تو مرد کی جگہ مرد، عورت کے قائم مقام عورت کی جاتی ہے۔

[1] (الحاوی للفتاوی للسیوطی ج۳، ص ۳۶۰/ المشکوٰۃ المصابیح، ج۳، ص م ۳۶۹)

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ خیار امتی فی کل قرن خمس مائة و الابدال اربعون فلا الخمس مائة ینقصون و لا الاربعون کلما مات رجل ابدل اللہ من الخمس مائة مکانہ وادخل من الاربعین مکانہ، قالوا یا رسول اللہ ﷺ! دلنا علیٰ اعمالھم قال یعفون عمن ظلمھم ویحسنون الیٰ من اساء الیھم ویتواسون فیما أتاھم اللہ۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے بہترین میری امت سے ہر قرن میں پانچ سو آدمی ہیں اور چالیس ابدال، کبھی ان سے کم نہیں ہوتے، جب کوئی مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ پانچ سو سے اس کی جگہ کسی کو بدل دیتا ہے، اور چالیس میں سے اس کی جگہ داخل کر دیتا ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ! ان کے اعمال سے ہم کو آگاہ فرمایئے، فرمایا: وہ اس شخص کو معاف کر دیتے ہیں جو ان پر ظلم کرے، اور اس شخص سے احسان کرتے ہیں جو ان سے برا سلوک کرے، جو کچھ توفیق ان کو اللہ نے دی ہے اس سے ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔[1]

ان کے اماکن میں بھی متعدد روایات وارد ہیں۔

چنانچہ ابو طفیل سے مروی ہے:

الابدال بالشام، النجباء بالکوفة۔

ترجمہ: ابدال شام میں ہیں اور نجباء کوفہ میں ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے مروی ہے:

الا ان الاوتاد من اھل الکوفة و من اھل الشام ابدال۔

یعنی یاد رکھو کہ اوتاد اہل کوفہ سے ہیں اور اہل شام سے ابدال ہیں۔

---

[1](اجابة الغوث، ابن عابدین شامی، ص ۲۷۰، ۲۷۱)

ایک روایت آپ سے مروی ہے:

الابدال من الشام و النجباء من اهل مصر و الاخیار من اهل العراق۔

یعنی ابدال شام سے ہیں اور نجباء اہل مصر سے اور اخیار اہل عراق سے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

البدلاء اربعون رجلاً اثنان و عشرون بالشام و ثمانیة عشر بالعراق کلما مات واحد ابدال اللہ تعالیٰ مکانه اٰخر فاذا جاء الامر قبضوا کلهم فعند ذالک تقوم الساعة۔

ترجمہ: ابدال چالیس ہیں، بائیس شام میں، اٹھارہ عراق میں، جب ان میں سے کوئی مرتا ہے تو دوسرا شخص ان کے قائم مقام کیا جاتا ہے، جب سب مر جائیں گے تو قیامت قائم ہو گی۔

ان روایات سے ثابت ہوا کہ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے نظام عالم موقوف رکھا ہے، جب تک یہ زندہ ہیں قیامت نہیں آئے گی، جس روز یہ سب کے سب مر جائیں گے، قیامت آجائے گی۔

ایک گاؤں میں سات سات بندے خاص بندے ایسے ہوتے ہیں جن کی بدولت گاؤں کے لوگ بلا سے پناہ میں رہتے ہیں۔

حضرت ابن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

الابدال سبعون فستون بالشام و عشرة بسائر الارض۔

ترجمہ: ابدال ستر ہیں، ساٹھ شام میں، دس باقی زمین میں۔

عبيد الله بن محمد العبسي قال سمعت الكتاني يقول النقباء ثلاثمائة و النجباء سبعون والبدلاء أربعون و الأخيار سبعة و العمد أربعة و الغوث واحد فمسكن النقباء المغرب ومسكن النجباء مصر و مسكن الأبدال الشام و الأخيار سياحون في الأرض و العمد في زوايا الأرض و مسكن الغوث مكة فإذا عرضت الحاجة من أمر العامة ابتهل فيها النقباء ثم النجباء ثم الأبدال ثم الأخيار ثم العمد فإن أجيبوا و إلا ابتهل الغوث فلا تم مسألته حتى تجاب دعوته۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن محمد سے روایت ہے کہ میں نے کتانی کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نقباء تین سو ہیں، نجباء ستر، ابدال چالیس، اخیار سات، اوتاد چار، غوث ایک، نُقباء دیار مغرب میں رہتے ہیں، نجباء مصر میں، اوتاد زمین کے اطراف میں، غوث مکہ معظمہ میں، جب عام مخلوق کو کوئی حاجت پیش آتی ہے تو نقباء دعا کرتے ہیں، پھر نجباء، پھر ابدال، پھر اوتاد اگر دعا قبول ہو گئی تو بہتر ورنہ غوث دعا کرتا ہے تو اس کی دعا ختم ہونے سے پہلے ہی قبول ہو جاتی ہے۔[1]

عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ ان بُدلاء اُمتی لم یدخلوا الجنۃ بکثرۃ صلاتھم ولا صیامھم ولکن دخلوھا بسلامۃ صدورھم وسخاوۃ انفسھم۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میری امت کے ابدال کچھ روزے، نماز کی کثرت سے بہشت میں داخل نہیں ہوں گے بلکہ اپنے قلوب کی صفائی اور اپنے نفوس کی سخاوت کی بدولت بہشت میں داخل ہوں گے۔

عن عبادۃ بن صامت قال قال رسول اللہ ﷺ الابدال فی امتی ثلٰثون رجلاً بھم تقوم الارض وبھم یمطرون وبھم ینصرون۔

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میری امت میں سے تیس ابدال ہیں، انہیں سے زمین قائم ہے، انہیں کے ذریعے مینہ برستا ہے، انہیں سے مدد چاہی جاتی ہے۔

پھر فرمایا عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ میں امید کرتا ہوں کہ انہیں ابدالوں میں سے حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔

[1] (تاریخ مدینۃ دمشق ج ۲۲، ص ۳۹۸، الناشر دار الفکر/تاریخ بغداد ج۳، ص ۸۹، الناشر دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال قال رسول اللہ ﷺ ما خلت الارض من بعد نوح عن سبعۃ یرفع اللہ بھم عن اھل الارض۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ نوح علیہ السلام کے بعد سے ہمیشہ سات آدمی زمین پر رہتے ہیں جن کے سبب سے اللہ تعالیٰ زمین سے بلا دور فرماتا ہے۔

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال قال رسول اللہ ﷺ لا یزال اربعون رجلاً یحفظ اللہ بھم الارض کلمامات رجل ابدال اللہ مکانہ أخر وھم فی الارض کلھا۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے چالیس ایسے خدا کے بندے ہمیشہ رہتے ہیں جن کی بدولت اللہ تعالیٰ نے زمین کو بلا سے محفوظ رکھا ہے، جب کوئی مرتا ہے تو ان میں قائم مقام کیا جاتا ہے، وہ لوگ تمام روئے زمین میں ہیں۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ابدال و اوتاد و اقطاب کے بارے میں احادیث صحابہ اور تابعین میں شائع تھیں حتیٰ کہ ان کے مصادیق کا بھی اظہار صحابہ تابعین اور اتباع و من بعد ھم نے فرمایا ہے، جیسا کہ اوپر کی حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام طریقت خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کی نسبت ابدال ہونے کی تعیین ثابت ہے۔

امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے میزان میں امام ابو حنیفہ اور دیگر آئمہ مجتہدین رحمھم اللہ تعالیٰ کو اوتاد میں سے شمار کیا ہے اور امام احمد بن حنبل، سری سقطی، بشر حافی، منصور بن عمار، جنید بغدادی اور سہل بن عبداللہ سری رحمہ اللہ تعالیٰ م کو ان احادیث کا مصداق ٹھہرایا اور اوتاد عراق فرمایا۔

مذکورہ بالا روایات سے یہی اشارہ پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان مقبولوں کو عالم کے انتظام اور تصرفات کونیہ کے لئے، یعنی جو جو امور عالم میں واقع ہوتے ہیں جیسے مینہ کا برسنا، بادشاہوں کا اقبال

وادبار، محتاج کا غنی ہو جانا اور غنی کا محتاج ہو جانا، اور بڑے چھوٹے منصب والوں کی ترقی و تنزلی، ظاہر و باطن میں لشکروں کو فتح اور شکست دینا، بیماریوں اور مصیبتوں کا ہٹانا، فریاد والے کی فریاد رسی کرنا وغیرہ غرض تمام مطالب اور حوادث عالم کے لئے وسیلہ سبب اور ذریعہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کو ٹھہرایا ہے۔

بہر صورت اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ نے حصول مقاصد دینی اور دنیوی کے لئے واسطہ ٹھہرایا، بلکہ قیام و انتظام عالم سب انہیں کے وجود سے وابستہ ہے۔

در منثور اور روح البیان وغیرہ میں بہت سی احادیث اور آثار مرقوم ہیں جن میں سے چند ایک لکھی جاتی ہیں:

دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّھُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ یُذْکَرُ فِیْھَا اسْمُ اللّٰہِ کَثِیْرًا۔(الحج ۴۰)

ترجمہ: "اور اللہ اگر آدمیوں میں ایک کو دوسرے سے دفع نہ فرماتا تو ضرور ڈھادی جاتیں خانقاہیں اور گرجا اور کلیسا اور مسجدیں جن میں اللہ کا بکثرت نام لیا جاتا ہے۔"

اس سے یہ بات مُستنبط ہو سکتی ہے کہ عبادت خانوں کی حفاظت کسی غیبی جماعت کے سپرد ہے۔

وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوهُمْ أَنْ تَطَئُوهُمْ فَتُصِيبَكُمْ مِنْهُمْ مَعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ لِيُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ (الفتح ۲۵)

ترجمہ: "اور اگر یہ نہ ہوتا کچھ مسلمان مرد اور کچھ مسلمان عورتیں جن کی تمہیں خبر نہیں کہیں تم اُنہیں روند ڈالو تو تمہیں اُن کی طرف سے انجانی میں کوئی مکروہ (ناپسندیدہ شے) پہنچے تو ہم تمہیں ان کی قتال کی اجازت دیتے ان کا یہ بچاؤ اس لیے ہے کہ اللہ اپنی رحمت میں داخل کرے جسے چاہے"۔

اس میں مستور الحال لوگوں کا جو ذکر ہے اس سے شاید ابدال مراد ہوں جن میں مرد اور عورتیں شامل ہیں اور عوام میں ملے جلے رہتے ہیں، چونکہ وہ اہل اللہ اور مامور من اللہ ہوتے ہیں اس لئے اگر کوئی جاہل اُن کو خاکسار اور غریب و مسکین سمجھ کر دکھ دیتاہے تو اپنی سزا پاتا ہے۔

دلیر بر صف افتادگان عشق متاز
کہ جائے گردازیں خاک مردے خیزد

ترجمہ: عشق کے باعث افتادہ لوگوں کی صف کے پاس سے دلیر ہو کر مت دوڑ کیوں کہ اس مٹی سے گرد کی بجائے ایک مرد اُٹھ کھڑا ہو گا۔

غوث الاعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی بزرگی تمام اولیاء پر

تفسیر روح البیان زیر آیت وجعل فیھا رواسی (سورہ حم سجدہ رکوع ۱/۲) لکھاہے:

قال بعضهم : رواسي الجبال أوتاد الأرض في الصورة والأولياء ، أوتاد الأرض في الحقيقة، فكما أن الجبال مشرفة على سائر الأماكن، كذلک الأولياء مشرفون على سائر الخلائق دل عليه قوله: {مِن فَوْقِهَا} يعني: من فوق العامة، فكما أن جبل قاف مشرف على كل جبل كذلک القطب الغوث الأعظم مشرف على كل ولي، وبه قوام الأولياء والرواسي دونه ومن خواص الأولياء من يقال لهم الأوتاد، وهم أربعة: واحد يحفظ المشرق بإذن الله تعالى، ويقال له: عبد الحي، وواحد يحفظ المغرب، ويقال له: عبد العليم وواحد يحفظ الشمال، ويقال له: عبد المريد۔

وواحد يحفظ الجنوب، ويقال له: عبد القادر۔

وكان الشافعي رحمه الله في زمانه من الأوتاد على ما نصّ عليه الشيخ الأكبر قدس سره الأطهر في "الفتوحات" وببركات الأولياء يأتي المطر من السماء ويخرج النبات من الأرض

وبدعائهم يندفع البلاء عن الخلق ، وأن حياتهم ومماتهم سواء ، فإنهم ماتوا عن أوصاف وجودهم بالاختيار قبل الموت بالاضطرار فهم أحياء على كل حال ولذا قيل۔

مشو بمرگ زامداد اهل دل نومید

کہ خواب مردم آگاہ عین بیداری ست

ترجمہ: بعض محققین فرماتے ہیں کہ رواسی سے جو پہاڑ مراد ہیں تو وہ ظاہری اوتاد ارض ہیں اور اولیاء حقیقی اوتاد ارض ہیں، پس جس طرح پہاڑ تمام مقامات سے بلند ہیں اسی طرح اولیاء کرام تمام مخلوق پر بلند ہیں اسی طرح اولیائے کرام تمام مخلوق پر بلند ہیں، جس پر اس کا قول "من فوقها" دلالت کرتا ہے، یعنی عوام سے اوپر، پس جس طرح کوہ قاف ہر پہاڑ سے بلند ہے اسی طرح غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ ہر ولی سے بزرگ ہیں۔ اور اولیاء کا نظام ولایت اسی سے ہے، اور رواسی (یعنی اوتاد) اس سے کم رتبہ ہیں، اور خاص اولیاء میں وہ ہیں جن کو اوتاد کہا جاتا ہے، اور وہ چار ہیں ایک مشرق کا محافظ ہے اللہ تعالیٰ کے اذن سے، اس کو عبد الحی کہا جاتا ہے، اور ایک مغرب کا نگہبان ہے، اس کا نام عبد العلیم ہے، اور ایک شمال کا محافظ ہے اس کو عبد المرید کہتے ہیں، اور ایک جنوب کا رکھوالا ہے اس کو عبد القادر کہا جاتا ہے، اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے زمانے میں اوتاد سے تھے۔ جیسے کہ شیخ اکبر قدس سرہ نے فتوحات میں تصریح فرمائی ہے، اور اولیائے کرام کی برکات سے بارش آسمان سے آتی ہے اور نباتات زمین سے اُگتی ہیں، اور ان کی دعا سے مخلوق سے بلائیں دور ہوتی ہیں، ان کی زندگی اور موت یکساں ہے، کیونکہ وہ موت اضطراری سے پہلے اپنے اوصاف وجود سے مر چکے، پس وہ ہر حالت میں زندہ ہیں اور اسی لئے کہا گیا ہے۔

مشو بمرگ زامداد اهل دل نومید

کہ خواب مردم آگاہ عین بیداری ست

ترجمہ: موت کی وجہ سے اہل دل کی مدد سے ناامید نہ ہو کیوں کہ لوگوں سے واقف آدمی کی نیند عین بیداری ہے۔[1]

اولیاء اللہ کا تصرف

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (إن الله قال من عادى لي وليا فقد آذنته بالحرب وما تقرب إلي عبدي بشيء أحب إلي مما افترضت عليه وما يزال عبدي يتقرب إلي بالنوافل حتى أحبه فإذا أحببته كنت سمعه الذي يسمع به وبصره الذي يبصر به ويده التي يبطش بها ورجله التي يمشي بها وإن سألني لأعطينه۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میرے ولی کا دشمن ہے اس کو میں جنگ کا پیغام دیتا ہوں، اور میرے بندے نے اس فرض کے ادا کرنے سے جو میں نے اس پر مقرر کیا ہے بڑھ کر اور کسی شے سے جو میرے نزدیک زیادہ عزیز ہے مجھ تک تقرب حاصل نہیں کیا، اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ساتھ مجھ تک تقرب حاصل کرتا ہے حتیٰ کہ میں اس کو دوست بنالیتا ہوں اور جب میں اس کو اپنا دوست بنالیتا ہوں تو پھر میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اگر مجھ سے مانگتا ہے تو میں اس کو ضرور دیتا ہوں۔ الخ (مشکوٰۃ)[2]

---

[1] (تفسیر روح البیان-موافق للمطبوع، ج۸، ص ۱۷۸، دار النشر/دار إحیاء التراث العربی)

[2] (باب التواضع، صحیح البخاری، ج۵، ص ۲۳۸۴، الناشر: دار ابن کثیر، الیمامة–بیروت)

غرض اولیاء اللہ کی یہ کیفیت ہے کہ ادائے نوافل سے اللہ تعالیٰ کے ایسے محبوب ہو جاتے ہیں کہ ان کے کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں، زبان عین اللہ ہو جاتے ہیں، وہ لوگ اللہ تعالیٰ میں فانی ہو جاتے ہیں۔

آں دعائے بیخوداں خود دیگر است   آں دعا او نیست گفت داور است

ترجمہ: بے خود لوگوں کی دعا اور ہی قسم کی ہوتی ہے وہ دعا نہیں بلکہ فرمان باری تعالیٰ ہوتی ہے۔

آں دعا حق مے کند چوں او فناست   آں دعا و آں اجابت از خداست

ترجمہ: وہ دعا (بندے کی زبان پر) خدا کرتا ہے کیوں کہ وہ فنافی اللہ ہوتا ہے وہ دعا اور اس کی قبولیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔

قرب نوافل

مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ مثنوی شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

گفت اورا من زبان و چشم تو   من حواس و من رضا و خشم تو

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اس کو فرمایا کہ میں تیری زبان اور آنکھ ہوں، میں تیرے حواس اور تیری خوشی و ناخوشی ہوں۔

رو کہ بی یسمع و بی یبصر توئی   سر توئی چہ جائے صاحب سر توئی

ترجمہ: چلو تم مجھ سے سنتے اور دیکھتے ہو سر تم ہی ہو چہ جائے کہ سر والے ہو۔

مولانا عبد العلی بحر العلوم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی شرح مثنوی میں تحریر فرماتے ہیں:

ایں مرتبہ قرب نوافل ست و حق دریں مرتبہ باطن عبد مے گردد و عبد ظاھر وقوائے او کہ باطن اند در حق فانی مے شوند و باقی ببقاء حق میشوند پس شنیدن ودیدن وبطش و مشی ونطق کہ از قوی مے شود ھمہ از حق است۔

ترجمہ: یہ قرب نوافل کا مرتبہ ہے اور حق تعالیٰ اس میں بندے کا باطن بن جاتا ہے اور بندہ ظاہر اور اس کی قوتیں جو باطن ہیں حق میں فانی ہو جاتی ہیں اور باقی ببقاء حق ہو جاتی ہیں، بس سُننا اور دیکھنا اور پکڑنا اور چلنا اور بولنا جو قوتوں سے وقوع پاتا ہے سب حق تعالیٰ سے ہے۔ پس جو حضرات اللہ تعالیٰ کے ایسے مقرب ہیں ان کو کسی حاجت کا ذریعہ ٹھہرانا ناجائز نہیں ہو سکتا۔

اولیائے کرام میں تکوین اور کن فیکون کی طاقت

جب اللہ تعالیٰ کا مقبول بندہ فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہو جاتا ہے تو اس میں تکوین (پیدا کرنے کی قوت) اور کن فیکون (یعنی ہو جا، پس وہ ہو جاتی ہے) کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔

شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فتوح الغیب مقالہ سادس/۶ میں ارشاد فرماتے ہیں:

افن عن الخلق بحکم اللہ۔

ترجمہ: مخلوق سے فانی ہو جا خدا کے حکم سے۔

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں:

فتنبو عن الاخلاق البشریۃ فلن یقبل باطنک شیئا غیر ارادۃ اللہ فحینئذ یضاف الیک التکوین وخرق العادات۔

ترجمہ: پس تو بشریت کی خصلتوں سے دور ہو جائے گا تیرا باطن سوائے اللہ تعالیٰ کے ارادے کے اور کوئی شے ہر گز قبول نہیں کرے گا، پس اس وقت تیری طرف موجودات کا پیدا کرنا اور خرق عادات منسوب ہوتا ہے۔

فیری ذالک منک فی ظاھر العقل و الحکم۔

پھر وہ (فعل اور تصرف) تجھ سے ظاہر عقل و حکم میں دیکھا جاتا ہے (لیکن باطن اور نفس الامر میں خدا کا فعل ہوتا ہے)۔

کیونکہ معجزہ اور کرامت فعل خدا ہے کہ بندے کے ہاتھ پر بوجہ اس کی تصدیق اور تکریم کے ظاہر ہوتا ہے خود بندہ کا فعل نہیں کہ اور افعال کی طرح اس سے صادر ہو۔

جیسا کہ آگے فرماتے ہیں:

وھو فعل اللہ و ارادتہ حقا فی العلم۔

ترجمہ: حالانکہ علمی نگاہ اور باطنی یقین میں وہ تکوین و خرق عادات اللہ تعالیٰ کا فعل و ارادہ ہے۔

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں:

قال اللہ تعالیٰ فی بعض کتبہ یا ابن آدم انا اللہ لا الٰہ الا انا اقول لشئی کن فیکون و اطعنی اجعلک تقول لشئی کن فیکون۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا کہ اے ابن آدم! میں خدا ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں شے سے کہتا ہوں "ہو جا" "وہ ہو جاتی ہے" اور تو میری اطاعت کر میں تجھے ایسا کروں گا کہ تو کسی شے سے کہے گا ہو جا تو ہو جائے گی۔

و قد فعل ذالک بکثیر من انبیائہ و خواصہ من بنی آدم۔

ترجمہ: اور بلاشبہ اس نے اپنے بہت سے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام اور خواص بنی آدم سے ایسا کیا ہے۔[1]

دیکھئے حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ ولی اللہ کے لئے تصرف تکوین اور کن فیکون وغیرہ ثابت کرتے ہیں، کیا آپ بھی ترک کی تعلیم دیتے تھے، آپ ہی غنیۃ الطالبین کے مصنف ہیں جن کو منکرین بھی بڑی وقعت[2] کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، آپ کی کتاب فتوح الغیب بھی ہے، اس کا بھی مطالعہ کر کے اپنے اعتقاد کو درست کیجئے۔

---

[1] نوٹ: فتوح الغیب میں یہ عبارت نہیں مصنف کی کے طرف سے تبصرہ معلوم ہوتا ہے۔

[2] وہابیہ غنیۃ الطالبین کو محض اس لئے وقعت دیتے ہیں کہ اس میں ایک جگہ گمراہ فرقہ مرجیہ کا ذکر ہے، اور اس فرقہ کی شاخوں میں ایک شاخ حنفیہ کے نام مذکور ہے، جس سے درحقیقت مرجیہ فرقہ کے وہ لوگ مراد ہیں جو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے درس فقہ میں شامل ہو جاتے تھے اس لئے وہ حنفیہ کہلاتے تھے، جس طرح بعض وہابی مولوی شیخ الہند اور سید انور رحمہ اللہ تعالیٰ سے حدیث پڑھنے کے سبب سے فاضل دیوبند کہلاتے ہیں حالانکہ ان کو علمائے دیوبند سے دور کی نسبت بلکہ حنفی درسگاہ میں تعلیم پانے کے باوجود وہی وہابی کے وہابی ہی ہیں اسی طرح ان مذکورہ حنفیہ کے شرذمہ قلیلہ کو بلحاظ عقائد حنفیہ کے سواد اعظم سے پوری مناسبت نہیں، جیسے کہ غنیۃ الطالبین کے اسی مقام پر اس گروہ حنفیہ مرجیہ کے مندرجہ عقائد سے ظاہر ہے، مگر چونکہ وہابیہ کو اس سند سے عامہ حنفیہ کو بدنام کرنے کا خاص موقع مل گیا اس لئے اس کتاب کو جگہ جگہ اٹھائے پھرتے ہیں، حالانکہ اس میں صدہا مسائل ایسے بھی مندرج ہیں جن کے خود وہابی خلاف ہیں، مثلاً نیت نماز بالالفاظ اور بیس تراویح وغیرہ مگر ان لوگوں کو اس سے کیا سروکار وہ تو صرف ان چند سطور پر فدا ہیں جس کی بناء پر ان کو حنفیہ کو مرجیہ کہہ کر بدنام کرنے کا موقع میسر ہے، سچ ہے۔

هنر بچشم عداوت بزرگ تر عیبیست   گل ست سعدی ودر چشم دشمناں خارست

ترجمہ: دشمنی کی نظر میں ہنر بہت بڑا عیب ہوتا ہے، سعدی اگرچہ پھول ہے لیکن دشمنوں کی آنکھ میں کانٹا ہے۔

پھر اور بھی تماشے کی بات یہ ہے کہ وہابیہ پنجاب نے جو حنفیہ کو چڑانے کے لئے غنیۃ الطالبین مترجم چھاپی ہے اس کے حاشیہ پر فتوح الغیب چڑھی ہے، مگر شاید بھلے لوگوں کو فتوح الغیب کے یہ الفاظ نظر نہیں آئے کہ بندہ بھی کن فیکون کا مظہر ہو سکتا ہے، حضرت یہ بات تو وہابیہ کے خرمن عقائد کے لئے برق خاطف ہے۔

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

اولیاء اللہ کو تصرف کی طاقت عطا ہونا

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر عزیزی میں زیر آیت **اذا السمآء انشقت** کے تحریر فرماتے ہیں:

وبعضے از خواص اولیاء اللہ کہ آلہ جارح تکمیل وارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند دریں حالت ھم تصرف در دنیا دادہ واستغراق آنھا بجہت کمال وی ست تدارک آنہا مانع توجہ ایں سمت نمے گردد و اویسیاں تحصیل کمالات باطنی از نہا مے نمایند وارباب حاجات ومطالب حل مشکلات خود از نہا مے طلبند و مے یابند و زبان حال آنہا دراں وقت ھم مترنم بایں مقالات ست۔ مصرع:

من آیم بجاں گر توآئی بہ تن

بعض خاص اولیاء اللہ کو جنہیں اپنے بنی نوع کی تکمیل و ارشاد کے لئے خاص مددگار بنایا گیا ہے اس حالت میں بھی دنیا میں تصرف کا اختیار دیا گیا ہے اور ان کا استغراق ان کے تدارک کے کمال کے باعث اس طرف توجہ کرنے کا مانع نہیں ہوتا، اویسی انہی سے تحصیل کمالات باطنی کرتے ہیں اور اہل حاجات و مطالب اپنی مشکلات کا حل ان سے چاہتے ہیں اور پاتے ہیں ان کی زبان حال اس وقت بھی ان الفاظ سے مترنم ہے۔

من آیم بجاں گر توآئی بہ تن

اگر تو جسم کے ساتھ آئے گا تو میں روح کے ساتھ آؤں گا۔

نیک روحیں ان فرشتوں میں جاتی ہیں جو مدبر عالم ہیں

اللہ تعالیٰ سورۃ النازعات رکوع/اول میں ارشاد فرماتا ہے:

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا وَالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا وَالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا فَالْمُدَبِّرٰتِ أَمْرًا (النازعات ۵)

قسم ان کی کہ سختی سے جان کھینچیں اور نرمی سے بند کھولیں اور آسانی سے پیریں (چلیں) پھر آگے بڑھ کر جلد پہنچیں پھر کام کی تدبیر کریں

تفسیر بیضاوی میں ہے:

او صفات النفوس الفاضلة حال المفارقة فانها تنزع عن الابدان غرقاً ای نزعاً شدیدا من اغراق النازع فی القوس فتنشط الیٰ عالم الملکوت و تسبح فیه فتسبق الیٰ خطائر القدس فتصیر بشر فها و قوتها من المدبرات۔

ترجمہ: یا ان کلمات (نازعات ناشطات) وغیرہ سے مراد ارواح فاضلہ کی صفات ہیں، جبکہ وہ اجسام سے جدا ہوتی ہیں، چنانچہ وہ اجسام سے بطور عرق کشید کی جاتی ہیں یعنی شدت سے کھینچی جاتی ہیں عالم ملکوت کی طرف اور اس میں وہ تسبیح پڑھتی ہیں پھر فرشتوں کے مقام کی طرف عروج کرتی ہیں اس کے بعد وہ اپنے شرف اور قوت سے انتظام کرنے والے فرشتوں میں شامل ہو جاتی ہیں۔

جب ارواح مقدسہ کو اس قسم کا شرف حاصل ہوا کہ ان کو تدبیر عالم میں دخل دیا گیا تو ان سے توسل کئے جانے میں کیا قباحت ہے؟

تائید اول از شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ

اس بیان کی تائید حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ہوتی ہے:

وان لارواح افاضل الادمیین دخولا فیهم ولهو قابهم کما قال اللہ تعالیٰ:

يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي (الفجر ٣٠)

وقال رسول الله ﷺ رايت جعفر بن ابی طالب ملكا يطير فی الجنت مع الملئكة بجناحين وانا هنالک ينزل القضاء ويتين الامر المشار اليه بقوله تعالیٰ فيها يفرق كل امر حكيم، وان هنالک يتقر الشرائع بوجه من الوجود۔

ترجمہ: افضل لوگوں کی ارواح کو فرشتوں میں داخل ہونے اور ان میں شامل ہو جانے کا حق ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي (الفجر ٣٠)

اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنّت میں آ۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ "میں نے جعفر بن ابی طالب کو فرشتہ بنا ہوا دیکھا جو جنت میں فرشتوں کے ساتھ دو پروں کے ساتھ اُڑ رہا تھا" اور یہاں قضائے الٰہی نازل ہوتی ہے، اور وہ امر متعین ہوتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے اس قول میں اشارہ ہے کہ "اس رات میں ہر معاملہ جو حکمت پر مبنی ہے فیصلہ پاتا ہے" اور یہاں شرائع کی قسم کے وجود سے تقرر ربانی ہے۔ الخ۔[1]

اس تقریر سے واضح ہے کہ افاضل بشر کی ارواح ایک ایسے مہتمم بالشان مقام میں پہنچتی ہیں جہاں مصالح کائنات کا انصرام، معاملات ارض و سماء کا انتظام، قضائے الٰہی کا نزول اور شرائع کا تقرر ہوتا ہے۔

---

[1] (حجۃ اللہ البالغت جلد اول صفحہ ۱۲/)

دیکھئے جب عدالت کے لئے ادنیٰ چپڑاسی متوسلین کے بڑے بڑے کام بنادیتے ہیں تو پھر اتنی بڑی سرکار کے اس عظیم الشان دربار میں اس کے ان ارکان عظمیٰ سے توسل کرنا کیوں لا حاصل ہونے لگا۔ شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

در میر ووزیر وسلطاں را　　　بے وسیلت مگرد پیرامن

ترجمہ: بادشاہ، وزیر اور امیر کے دروازے کے ارد گرد بغیر وسیلے کے نہ پھر۔

سگ ودرباں چو یافتند غریب　　　ایں گریبانش گیرد آں دامن

ترجمہ: کتا اور دربان جب کسی اجنبی کو دیکھ لیتے ہیں تو یہ گریبان سے اسے پکڑ لیتا ہے اور وہ دامن سے۔

تائید دوم از امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں:

ثُمَّ الْأَرْوَاحُ الْبَشَرِيَّةُ الْخَالِيَةُ عَنِ الْعَلَائِقِ الْجُسْمَانِيَّةِ الْمُشْتَاقَةُ إِلَى الِاتِّصَالِ الْعُلْوِيِّ بَعْدَ خُرُوجِهَا مِنْ ظُلْمَةِ الْأَجْسَادِ تَذْهَبُ إِلَى عَالَمِ الْمَلَائِكَةِ، وَمَنَازِلِ الْقُدْسِ عَلَى أَسْرَعِ الْوُجُوهِ فِي رَوْحٍ وَرَيْحَانٍ، فَعَبَّرَ عَنْ ذَهَابِهَا عَلَى هَذِهِ الْحَالَةِ بِالسِّبَاحَةِ، ثُمَّ لَا شَكَّ أَنَّ مَرَاتِبَ الْأَرْوَاحِ/فِي النَّفْرَةِ عَنِ الدُّنْيَا وَمَحَبَّةِ الِاتِّصَالِ بِالْعَالَمِ الْعُلْوِيِّ مُخْتَلِفَةٌ فَكُلَّمَا كَانَتْ أَتَمَّ فِي هَذِهِ الْأَحْوَالِ كَانَ سَيْرُهَا إِلَى هُنَاكَ أَسْبَقَ، وَكُلَّمَا كَانَتْ أَضْعَفَ كَانَ سَيْرُهَا إِلَى هُنَاكَ أَثْقَلَ، وَلَا شَكَّ أَنَّ الْأَرْوَاحَ السَّابِقَةَ إِلَى هَذِهِ الْأَحْوَالِ أَشْرَفُ فَلَا جَرَمَ وَقَعَ الْقَسَمُ بِهَا، ثُمَّ إِنَّ هَذِهِ الْأَرْوَاحَ الشَّرِيفَةَ الْعَالِيَةَ لَا يَبْعُدُ أَنْ يَكُونَ فِيهَا مَا يَكُونُ لِقُوَّتِهَا وَشَرَفِهَا يَظْهَرُ مِنْهَا آثَارٌ فِي أَحْوَالِ هَذَا الْعَالَمِ فَهِيَ فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْراً أَلَيْسَ أَنَّ الْإِنْسَانَ قَدْ يَرَى أُسْتَاذَهُ فِي الْمَنَامِ وَيَسْأَلُهُ عَنْ مُشْكِلَةٍ فَيُرْشِدُهُ إِلَيْهَا؟ أَلَيْسَ أَنَّ الِابْنَ قَدْ يَرَى أَبَاهُ فِي الْمَنَامِ فَيَهْدِيهِ إِلَى كَنْزٍ مَدْفُونٍ؟ أَلَيْسَ أَنَّ جَالِينُوسَ قَالَ: كُنْتُ مَرِيضًا فَعَجَزْتُ عَنْ عِلَاجِ نَفْسِي فَرَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ وَاحِدًا أَرْشَدَنِي إِلَى كَيْفِيَّةِ

الْعِلَاجِ؟ أَلَيْسَ أَنَّ الْغَزَالِيَّ قَالَ: إِنَّ الْأَرْوَاحَ الشَّرِيفَةَ إِذَا فَارَقَتْ أَبْدَانَهَا، ثُمَّ اتَّفَقَ إِنْسَانٌ مُشَابِهٌ لِلْإِنْسَانِ الْأَوَّلِ فِي الرُّوحِ وَالْبَدَنِ، فَإِنَّهُ لَا يَبْعُدُ أَنْ يَحْصُلَ لِلنَّفْسِ الْمُفَارِقَةِ تَعَلُّقٌ بِهَذَا الْبَدَنِ حَتَّى تَصِيرَ كَالْمُعَاوِنَةِ لِلنَّفْسِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِذَلِكَ الْبَدَنِ عَلَى أَعْمَالِ الْخَيْرِ فَتُسَمَّى تِلْكَ الْمُعَاوَنَةُ إِلْهَامًا؟ وَنَظِيرُهُ فِي جَانِبِ النُّفُوسِ الشِّرِّيرَةِ وَسْوَسَةٌ، وَهَذِهِ الْمَعَانِي وَإِنْ لَمْ تَكُنْ مَنْقُولَةً عَنِ الْمُفَسِّرِينَ إِلَّا أَنَّ اللَّفْظَ مُحْتَمِلٌ لَهَا جِدًّا۔

ترجمہ: آدمیوں کی ارواح جو جسمانی مخلوق سے علیدہ ہو جاتی ہیں اور عالم علوی کی طرف جا ملنے کی مشتاق ہوتی ہیں بعد اس کے کہ وہ اجسام کی اندھیری کوٹھری سے نکل جاتی ہیں عالم ملائکہ کی طرف روانہ ہوتی ہیں اور نہایت جلدی منازل قدس کی جانب جاتی ہیں نہایت خوشی اور راحت کے ساتھ، اور ان کی اس حالت میں اس روانگی کو سیاحت کہتے ہیں، ان ارواح کے مراتب آپس میں مختلف ہوتے ہیں، بعض ارواح کو از بس دنیا سے نفرت ہوتی ہے اور عالم علوی سے ملنے کا شوق انتہاء درجہ کا ہوتا ہے، بعض ارواح میں یہ دونوں امور کم ہوتے ہیں بعض میں متوسط، الحاصل جس روح میں یہ دونوں حالتیں کمال درجہ کو پہنچی ہوتی ہیں ان کی سیر منازل قدس میں سب سے بڑی ہوتی ہے، جن کی حالت کم ہوتی ہے ان کی سیر بھی کم ہوتی ہے، جن کی حالت متوسط ہوتی ہے وہ سیر بھی متوسط ہوتی ہیں، جن کی سیر سب سے بڑی ہوتی ہے وہ سب سے اشرف ہیں، اس لئے ایسی ارواح کی قسم کھائی گئی، ان ارواح شریفہ کو بسبب اپنی قوت و شرافت کے عالم دنیا کے احوال میں ایک خاص قسم کا تعلق ہے، اس وجہ سے وہ مدبرات سے سمجھی جاتی ہیں، چنانچہ شاگرد کبھی اپنے استاد کو خواب میں دیکھتا ہے اور کسی مشکل مسئلے کا سوال کرتا ہے اور استاد سے جواب شافی پاتا ہے، بیٹا کبھی اپنے باپ کو خواب میں دیکھتا ہے اور باپ اسے خزانہ بتادیتا ہے، جالینوس نے کہا میں مریض تھا اپنے علاج سے کچھ فائدہ نہ ہوا تو خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص نے علاج کی کیفیت بتائی جس سے مجھے صحت ہوئی، امام

غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ارواح طیبہ جب ابدان سے علیحدہ ہوتی ہیں اور اپنی مماثل کوئی ایسی روح پاتی ہیں جس کا تعلق ایسے بدن سے ہوتا ہے جو مماثل اسی بدن کے ہے جس کے ساتھ اس مبارک روح کو تعلق تھا تو ممکن ہے کہ اس مبارک روح کو اس بدن سے خاص تعلق پیدا ہو جائے جس سے یہ مبارک روح اس بدن کی روح کو اعمال خیر میں مدد دے۔ اسی معاونت کو الہام کہتے ہیں، اور اس کی نظیر شریر ارواح میں وسوسہ ہے اور یہ امور اگرچہ مفسرین سے منقول نہیں مگر لفظ سے نکلتے ہیں۔[1]

تائید سوم از حضرت شیخ ابن عربی قدس سرہ

شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ فتوحات مکیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

ان اللہ سبحانہ اذا قبض الارواح من ھذہ الاجساد الطبیعیة حیث کانت و العنصریة اودعھا صوراً جسدیة فی مجموع ھذا القرن النوری فجمیع مایدرکہ الانسان بعد الموت فی البرزخ من الامور انما یدرکہ بعین الصورة التی ھو فیھا فی القرن و بنورھا وھو ادراک حقیقی ومن الصور ھنالک مھی مقیدة عن التصرف ومنھا ما ھی مطلقة کارواح الانبیاء کلھم وارواح الشھداء و منھا ما یکون لھا نظر الیٰ عالم الدنیا فی ھذہ الدار و منھا ما یتحلی للنائم فی حضرة الخیال التی ھی فیہ وھو الذی تصدق رؤیاہ ابداً و کل رویا صادقة لا تخطی فاذا اخطات الرویا فالرویا ما اخطات ولکن العابر الذی یعبرھا ھو المخطی حیث لم یعرف ماالمرادبتلک الصورة؟

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جب ارواح کو ان کے اجسام طبعی سے جس حیثیت سے ہوں یا اجسام عنصری سے قبض کرتا ہے تو اس قرن نوری کے مجموعہ میں ان کو صور جسدیہ عنایت فرماتا ہے، پس انسان

---

[1](تفسیر کبیر، ج/۳۱، ص/۳۰، ۳۱، مطبوعہ مصر)

موت کے بعد برزخ میں جو امور ادراک کرتا ہے وہ اس صورت کی آنکھ سے ادراک کرتا ہے اور اس کے نور سے وہ ادراک حقیقی ہے، یہاں ان صورتوں میں سے بعض صور مقید ہوتی ہیں، انہیں کسی تصرف کا اختیار نہیں ہوتا، بعض آزاد ہوتی ہیں انہیں تصرف کا اچھی طرح اختیار ہوتا ہے، تمام انبیاء اللہ علیہم السلام کی ارواح طیبہ اور شہداء رحمہم اللہ تعالیٰ کی ارواح اسی قسم میں داخل ہیں، بعض ارواح کی عالم دنیا کی طرف توجہ ہوتی ہے، بعض ارواح خواب میں نظر آتی ہیں، اس قسم کا خواب ہمیشہ سچا ہوتا ہے، رؤیائے صادقہ میں خطا واقع نہیں ہوتی، البتہ تعبیر کہنے والے جب مطلب خواب کا نہیں سمجھتے کچھ کا کچھ کہہ دیتے ہیں تو یہ خطا معبر کی طرف منسوب ہوگی اصل خواب غلط نہیں سمجھا جائے گا۔[1]

اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ ارواح انبیاء علیہم السلام و شہداء عالم میں تصرف کرتی ہیں اور ان کے عالم دنیا کی طرف توجہ ہوتی ہے ارباب حاجات و اصحاب مشکلات کی فریاد رسی کے واسطے، تو جس طرح زندگی میں ان کی طرف رجوع کرنا اور مدد مانگنا اور مصیبت و مشکل کا حل چاہنا جائز اور مستحب تھا اسی طرح بعد وفات کے جائز اور مستحب رہے گا، بلکہ اس وقت ان کا ادراک اور توجہ بہ نسبت زندگی کے روشن اور زیادہ ہوتا ہے، قوت تصرف حالت حیات سے بڑھ کر بوجہ مزید تجرد کے ہوتی ہے۔

---

[1](فتوحات مکیہ، ج ۱، ص ۳۰۷، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرشتوں کے ساتھ دنیا میں آنا

حافظ ابن حجر عسقلانی اور ابن عساکر، ابن اسحاق سے روایت ہے کہ مجھ سے حسین ابن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا:

''کہ رسول اللہ ﷺ نے جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہید ہونے کے بعد فرمایا کہ ایک رات جعفر میرے پاس ہو کر گزرے اور وہ فرشتوں کی ایک جماعت کے پیچھے جاتے تھے اور ان کے دو پر تھے کہ جس کا اگلا حصہ خون سے رنگین تھا اور ان سب کا قصد ''بیشہ'' میں جانے کا تھا جو یمن کا ایک شہر ہے۔''

''ابن عدی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ہم نے جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرشتوں کی جماعت میں پہچانا اور وہ سب ''بیشہ'' کے لوگوں کو پانی برسنے کی خوشخبری دینے جاتے تھے۔'' (حاکم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اور اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کے قریب تھیں کہ اچانک آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: اے اسماء! یہ جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو جبرئیل اور میکائیل کے ساتھ ہیں، یہ سب چلے جارہے تھے انہوں نے مجھ کو سلام کیا اور جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ کو خبر دی کہ وہ مشرکوں سے فلاں فلاں روز لڑے تھے، انہوں نے کہا کہ میرے بدن پر نیزہ اور تلوار کے تہتر زخم پہنچے تھے، پھر میں نے علم کو داہنے ہاتھ میں لے لیا، میرا وہ ہاتھ کٹ گیا پھر میں نے اس کو اپنے بائیں ہاتھ میں لے لیا وہ بھی کٹ گیا، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں ہاتھوں میں دو پر دیئے کہ ان سے میں جبرئیل

اور میکائیل علیہما السلام کے ساتھ اُڑتا ہوں اور جنت سے اترتا ہوں جس جگہ چاہتا ہوں اور اس کا پھل کھاتا ہوں جو چاہتا ہوں۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خوشی ہو کیا اچھی روزی اللہ تعالیٰ نے ان کو دی، لیکن ہم کو یہ خوف ہے کہ لوگ اس بات کا یقین نہ کریں گے پس آپ ﷺ منبر پر چڑھ کر اس حال سے لوگوں کو خبر دے دیں، آپ ﷺ نے منبر پر چڑھ کر خدا کی تعریف کی، پھر کہا کہ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام کے ساتھ چلے جا رہے تھے اور ان کے دو پر تھے جو اللہ تعالیٰ نے دونوں ہاتھوں کے عوض میں دیئے ہیں، انہوں نے مجھے سلام کیا اور پھر رسول اللہ ﷺ نے وہ خبر بیان کی جو پہلے بیان کی تھی۔

اس حدیث شریف سے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شہید ہونے کے بعد دنیا میں آنا اور رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کرنا اور جس جگہ وہ چاہیں وہاں سیر کرنا ثابت ہوتا ہے۔

شہیدوں کی اعانت اپنے متعلقین کو

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر مظہری میں زیر آیت ”ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات“ تحریر فرماتے ہیں:

وقدتواتر عن کثیر امن الاکابر انھم ینصرون اولیائھم ویذمرون اعدائھم۔

ترجمہ: اور بڑے بڑے فضلاء سے متواتر منقول ہے کہ اولیاء اللہ وفات کے بعد اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور دشمنوں کو تباہ کرتے ہیں۔

قاضی صاحب تزکرۃ الموتیٰ والقبور میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

اولیاء اللہ دوستاں و معتقداں رادر دنیا و آخرت مددگای مے فرمایند و دشمناں راھلاک مے نمایند۔

ترجمہ: اولیاء اللہ دنیا و آخرت میں دوستوں اور معتقدوں کی مدد فرماتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں۔

شہداء کا شعور و ادراک

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالی تفسیر عزیزی میں تحریر فرماتے ہیں:

مگوئید در حق کسے کہ کشتہ شود درراہ خدا در جھاد کہ ایشاں مردہ اند، وح چنانچہ تر، زیراکہ تدبیر بدن و توجہ بامور سفلانیہ اورا از صفائی ادراک مانع مے شد، چوں از بدن جدا شد آں مانع مرتفع گشت، پس در حقیقت حیات ایشاں اتم حیات دنیوی است ولکن لا تشعرون لیکن شما شعور ندارید کہ ایشاں در ترقی اعمال و در تمتعات در تلذذات بدنی باشما شریک اند بلکہ از شما زیادہ تر و افزوں تر بایں جہت کہ آں ابدان ایشاں از نظر شما غائب اند و در عالم دیگر ورائے عالم شما رزق ایشاں راو سیر مقرر است مانند کسے کہ در ولایت میوہ ھا میخورد و سیر گلزار مے نماید و قھل ھندوستان چو اورانہ بینندہ مردہ انگارند۔

ترجمہ: اس شخص کے حق میں جو جہاد کے اندر راہ خدا میں کام آیا یہ نہ کہو کہ مارا گیا، روح جس طرح پہلے قوتوں کی مالک تھی اب بھی ہے، اور شعور اور ادراک جو پہلے رکھتی تھی اب بھی رکھتی ہے، بلکہ پہلے سے زیادہ صاف اور روشن ہے، کیونکہ پہلے بدن کی تدبیر اور امور سفلیہ کی طرف توجہ اس کو

صفائی ادراک سے مانع ہوتی تھی جب اس بدن سے جدا ہوئی تو مانع مرتفع ہاگیا، پس در حقیقت ان کی زندگی دنیاوی زندگی سے زیادہ مکمل ہے **ولکن لا تشعرون** (لیکن تم شعور نہیں رکھتے) کہ یہ ترقی اعمال اور بدنی نفع اٹھانے اور لذتیں پانے میں تمہارے ساتھ شریک ہیں بلکہ تم سے زیادہ تر اور بڑھ کر ہیں اس لحاظ سے کہ ان کے وہ بدن تمہاری سے غائب ہیں اور ایک اور عالم میں جو تمہارے اس عالم سے جدا گانہ ہے ان کا رزق اور سیر و گردش مقرر ہے، اس شخص کی طرح جو ولایت میں میوے کھاتا ہے اور گلزار کی سیر کرتا ہے اور اہل ہند جب اس کو دیکھتے نہیں تو مردہ سمجھتے ہیں۔

مرد ھمت گرچہ میرد زاں نکوترے شود

ابر گر بر داشت آب از بحر گوھرے شود

ترجمہ: ہمت والا مرد اگرچہ مر جاتا ہے لیکن پہلے سے اس کی حالت بہتر ہو جاتی ہے بادل اگر سمندر سے پانی اٹھائے تو وہ گوہر بن جاتا ہے۔

اولیاء اللہ کے تصرفات افعال الٰہیہ ہیں

سید احمد حموی **نفحات القرب و الاتصال** میں تحریر فرماتے ہیں:

اما بعد مماتهم فتصرفهم انما هو باذن الله تعالیٰ و ارادته لا شریک له خلقا و ایجادا اکرمهم الله به و اجراه علی ایدیهم و بسببهم خرقاً للعادة وتارة بالهام و تارة بدعائهم وتارة بفعلهم و اختيارهم وتارة بغير اختيارهم و تارة بالتوسل بهم الی الله تعالیٰ فی حیاتهم و بعد مماتهم ممايمكن فی القدرة الالٰهية ولا يقصد الناس بسوالهم ذالک منهم قبل الموت و بعد نسبتهم الی الخلق و الایجاد و الاستقلال بالافعال فان هذا لا یقصده مسلم و لا یخطر ببال احد من العوام فضلاً عن غيرهم، فصرف الكلام اليه و منعه من باب التلبیس فی الدین و التشویش علیٰ عوام موحدین، و کیف یحکم بالکفر علیٰ من اعتقد ثبوت التصرف بهم فی حیاتهم و بعد مماتهم حیث کان مرجع ذالک الیٰ قدرة الله تعالیٰ خلقاً و ایجاداً کیف و کتب

جمهور المسلمین طافحة به وانه جائز و واقع لامریة فیه البتة حتیٰ یکاد ان یلحق بالضروریات بل بالبدیهیات و ذالک لان جمیع کرامات هذه الامة فی حیاتهم و بعد مماتهم تصرفاً او غیره من جملة معجزات النبی ﷺ الدلالة علیٰ نبوته و عموم رسالته الباقیة بعد موته لا ینقطع دوامها بتعدد الکرامات فی کل عصر من الاعصار الیٰ یوم القیمة۔

ترجمہ: انبیاء علیہ السلام و اولیائے کرام کے انتقال کے بعد جو کچھ تصرفات ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم و ارادے سے ہوتے ہیں جس کا کوئی شریک نہیں نہ خلق میں نہ ایجاد میں، اللہ تعالیٰ نے ان کو اس تصرف سے بزرگی دی ہے اور اس کو ان کے ہاتھ پر اور ان کے سبب سے جاری کیا ہے، ان کا تصرف کبھی بطور خرق عادات ہوتا ہے، کبھی بالہام، کبھی ان کی دعا سے، کبھی ان کے فعل و اختیار سے، کبھی بغیر اختیار کے، کبھی ان سے اللہ تعالیٰ کی طرف توسل کرنے سے ان باتوں میں جو قدرت الٰہیہ میں ممکن ہیں عام ازیں کہ وہ زندہ ہوں یا انتقال کر گئے ہوں، اور لوگ جو ان سے ان کی زندگی میں یا موت کے بعد سوال کرتے ہیں تو ان کو مستقل سمجھ کر سوال نہیں کرتے، یہ کسی مسلمان کا کام نہیں، عوام کے بھی ذہن میں یہ بات نہیں آتی خواص تو اس قسم کو کب جائز سمجھیں گے، پھر خوامخواہ اس سے وہی مطلب نکالنا اور اس کو ممنوع قرار دینا ایک قسم کا فریب ہے دین میں اور موحدین کو پریشانی میں ڈالنا ہے، ہم پوچھتے ہیں کہ ایسا شخص کیونکر کافر ہو سکتا جس کا یہ عقیدہ ہو کہ ان سے تصرفات بحالت زندگی یا بعد وفات کا مرجع خلقا و ایجادا اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے، اور یوں نہ ہو جبکہ جمہور مسلمین کی کتابیں اس سے لبریز ہیں، اور وہ جائز اور واقع ہے جس مین ہرگز کسی قسم کا شک نہیں حتیٰ کہ وہ ضروریات میں شامل ہے بلکہ بدیعیات میں داخل ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس امت کی تمام کرامات جو ان کی زندگی میں ہوں یا ان کی وفات کے بعد تصرف ہو یا کچھ اور سب نبی ﷺ کے معجزات ہیں۔ جو آپ کی نبوت اور عموم رسالت پر دال ہیں جو آپ کی وفات کے بعد باقی

رہنے والی ہے کہ اس کا دوا منقطع نہ ہو گا اس لئے کہ ہر زمانے میں بکثرت کرامات کا ظہور ہوتا رہے گا قیامت تک۔

اولیاء اللہ کی کرامات نبی ﷺ کے معجزات ہیں

برماوی رحمہ اللہ تعالیٰ رسالہ **الدلائل الواضحاتفی اثبات الکرامات فی الحیات و بعد الممات** میں لکھتے ہیں:

"کہ جن لوگوں نے کرامت اولیاء اللہ کو ان کی زندگی میں اور وفات کے بعد ثابت کیا ہے ان میں سے شیخ الاسلام بن شحنہ حنفی ہیں اور شیخ عبد الباقی مقدسی حنفی ہیں جنہوں نے سیوف المقال میں لکھا ہے۔

اور شیخ احمد غنیمی حنفی ہیں اور اس کی عبارت یہ ہے:

"کہ ہر گاہ مرجع کرامات طرف قدرت اللہ تعالیٰ کے ہے تو ایسی حالت میں اولیاء کرام کی حیات اور موت میں کچھ فرق نہیں ہے، اس واسطے کہ اس کا خالق خدا ہے اور اولیاء کے ہاتھ سے اس واسطے جاری کراتا ہے تاکہ ان کو بزرگی حاصل ہو اور یہ کبھی ان کی دعا سے ہوتا ہے اور کبھی ان کے فعل اور اختیار سے اور کبھی بغیر اختیار اور قصد ان کے، اور کبھی ان کو اللہ تعالیٰ کے یہاں وسیلہ ٹھہرانے سے ہوتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی شرکت نہیں رہتی، اور علمائے اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ ہمارے پیغمبر ﷺ کے معجزے غیر منحصر ہیں، کچھ ان میں سے اللہ تعالیٰ جاری کر چکا اور کچھ اولیاء کے ذریعے بطور کرامت جاری کرے گا ان کی زندگی میں اور ان کی وفات کے بعد قیامت تک اور یہ امر ایسا ہے کہ جس کا حصر نہیں ہے۔ پس کرامات اولیاء اللہ رسول اللہ ﷺ کا

ایک معجزہ ہے جو ان کے وصال کے بعد باقی رہے گا اور جو صحت نبوت پر قیامت تک دلالت کرے گا۔ اور کوئی اس کا انکار نہیں کر سکتا مگر ذلیل اور بد اعتقاد۔

ظاہر و مظہر

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ الطاف القدس میں تحریر فرماتے ہیں:

چوں رفتہ رفتہ سخن بحقائق غامضہ افتاد ازاں حالت نیز رمزے باید گفت چوں آب از سر گزشت چہ یک مشت کمال عارف از بحر بحت بالاترمے رود و نفس کلیہ بجائے جسد عارف مے شود ذات بحت بجائے روح او ھمہ عالم را تبعاً بعلم حضوری در خود بیند۔

ترجمہ: جب رفتہ رفتہ بات باریک نکتوں تک پہنچی تو اس حالت سے بھی ایک رمز کہنی چاہئے، جب پانی سر سے گزر گیا تو کیا ایک نیزہ بھر اور کیا ایک مشت بھر برابر ہے، عارف بحر بحت سے بالاتر ہو جاتا ہے اور نفس کلیہ عارف کے جسم کا قائم مقام ہو جاتا ہے ذات اصل الاصل اس کی روح کی بجائے تمام عالم کو تبعاً علم حضوری سے اپنے اندر دیکھتی ہے۔

دیکھئے یہ ایک ایسا امر ہے جسے شارع کھل کر بیان نہیں کرتے لیکن یہ حضرت شاہ صاحب کا ہی حوصلہ تھا کہ آخر نہ رہ سکے اور کیفیت واقعہ کو صاف صاف بیان فرمایا پس جب ذات بحت بجائے روح کے ہوئی تو کوئی شے اس پر مخفی نہیں رہ سکتی۔

ایک شہید نوجوان نے اپنے ماں باپ کو سلام کیا

عن عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمۃ قال بینما رجل بالشام و معہ زوجتہ و قد کان استشھد لہ ابن قبل ذالک بما شاءاللہ اذ رأی فارساً قد اقبل فقال لامراتہ ابنی و ابنک یا فلانۃ!

قالت له اخدعک الشیطان ابنک قداستشهد منذحین و انت مفتون فاقبل علیٰ عملک و استغفر اللہ، ثم نظر و دنا الفارس فقال ابنک و اللہ یا فلانۃ! و نظرت فقالت ھو و اللہ فوقف علیھما فقال له ابو ہ الیس قداستشھدت یا بنی!قال بلیٰ و لکن عمر بن عبدالعزیز توفی فی ھذہ الساعۃ فاستاذن الشھداء ربھم فی شھو دہ فکنت منھم و استاذنت فی السلام علیکما ثم دعالھما و انصرف و وجد عمر قدتو فی فی ھذہ الساعۃ۔

ترجمہ: حضرت عبدالعزیز بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی کے ہمراہ شام میں تھا جن کا بیٹا شہید ہو چکا تھا اور اس پر ایک عرصہ گزر گیا تھا اچانک اس نے ایک سوار آتا دیکھا تو اس نے اپنی بی بی سے کہا اے فلانی! یہ سوار میرا اور تیرا بیٹا ہے، بیوی بولی کہ تجھے شیطان نے دھوکہ دیا ہے تیرا بیٹا تو مدت ہوئی شہید ہو چکا تو دیوانہ ہے اپنا کام کر اور استغفار کر، اس نے پھر غور سے دیکھا اور وہ سوار قریب آگیا، تب اس نے کہا کہ خدا کی قسم اے فلانی! یہ تیرا ہی بیٹا ہے اور اس عورت نے اسے دیکھا تو کہا قسم اللہ کی ہو بہو وہی ہے، وہ ان کے قریب آکر کھڑا ہو گیا، تب باپ نے اس سے کہا کہ اے پیارے بیٹے! تو شہید نہیں ہوا تھا، اس نے کہا بے شک (میں شہید ہو چکا ہوں) لیکن اسی وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز کی وفات ہوئی ہے شہیدوں نے اپنے پروردگار سے ان کے جنازے پر حاضر ہونے کے لئے اجازت چاہی اللہ تعالیٰ نے اجازت فرمائی میں بھی انہیں سے ہوں اور اللہ تعالیٰ سے یہ اذن بھی طلب کیا کہ ماں باپ کو سلام کرتا ہوا جاؤں، پھر ماں باپ کو دعا دے کر رخصت ہوا، تحقیق کیا اسی وقت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کا انتقال ہوا تھا۔

دو شہید اپنے بھائی کے نکاح میں شامل ہوئے

ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب **عیون الحکایات** میں بسند ابی علی الضریر کے لکھا ہے:

''کہ ملک شام میں تین بھائی تھے کہ وہ اکثر جہاد کیا کرتے تھے اور بڑے بہادر تھے، ایک بار رومیوں نے ان کو پکڑ لیا، شاہ روم نے ان سے کہا کہ اگر تم عیسائی ہو جاؤ تو ہم تم کو ملک اور جاگیر دیں گے اور اپنی لڑکیوں سے تمہاری شادی بھی کر دیں گے، انہوں نے انکار کیا اور کہا: یا محمداہ! شاہ کے حکم کے مطابق تین دیگیں لائی گئیں اور ان میں روغن زیتون ڈالا گیا، تین روز تک اس کے نیچے آگ سلگائی گئی تاکہ ان تینوں کو دیگوں میں ڈال کر ہلاک کیا جائے اور ہر روز یہ لوگ ان دیگوں کے پاس لائے جاتے تھے اور عیسائی مذہب کے قبول کرنے کو کہا جاتا تھا مگر وہ لوگ انکار ہی کرتے تھے، ایک روز ان میں سے بڑے بھائی کو دیگ میں ڈال دیا اور پھر منجھلے کو، پھر چھوٹے کو دیگ کے پاس لا کر دھمکایا اور اس کو دین اسلام سے پھرنے کی ترغیب دیتے تھے، حتیٰ کہ ایک کافر نے کہا کہ بادشاہ سلامت ہم اس کو اس کے دین سے پھیر دیں گے، بادشاہ نے پوچھا کہ کس طرح؟ اس نے کہا کہ بادشاہ سلامت یہ ہم جانتے ہیں کہ عرب عورتوں کی طرف زیادہ میلان رکھتے ہیں اور میری ایک ایسی لڑکی ہے جو ملک روم میں سب سے زیادہ خوبصورت اور خوش شکل ہے، میں اس کے ساتھ علیحدہ ایک جگہ چھوڑ دوں گا، اور وہ اس کو دین اسلام سے پھیر دے گی، آپ اس کو مجھے دے دیں، بادشاہ نے ان کو اس کافر کے حوالے کر دیا اور چالیس روز کی مہلت دی۔ پس وہ کافر اس جوان کو لے آیا اور اپنی لڑکی کے پاس چھوڑ دیا اور لڑکی کو اصل حال سے مطلع کر دیا، لڑکی نے کہا کہ میں اس کام کو کروں گی تو بے غم رہ، بس وہ جوان لڑکی کے ساتھ اس طرح رہا کہ دن بھر روزہ ہوتا اور رات بھر نوافل پڑھتا، یہاں تک کہ میعاد میں سے اکثر دن گزر گئے، اس کافر نے اپنی لڑکی کو کہا کہ تو نے کچھ نہیں کیا، لڑکی

نے کہا کہ میں یہ سمجھتی ہوں چونکہ اس کے دونوں بھائی اس شہر میں مارے گئے ہیں اس واسطے یہ ان کی نشانیوں کو دیکھ کر میری بات قبول نہیں کرتا لہٰذا تم بادشاہ سے کچھ مدت اور بڑھوا کر مجھے اور اس کو کسی دوسرے شہر میں بھیج دو، بادشاہ نے اس کے کہنے کے مطابق کچھ اور مدت بڑھا دی اور ان کو دوسرے شہر میں بھیج دیا، وہ جوان وہاں بھی صائم الدحر اور قائم اللیل رہتا تھا حتیٰ کہ میعاد مہینہ میں سے تھوڑے دن باقی رہ گئے، ایک دن اس لڑکی نے اس سے کہا کہ اے شخص! تو جس پروردگار کی پاکی بیان کرتا ہے وہ بڑا پروردگار ہے، بے شک تیرا دین سچا ہے اور میں اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر تیرے دین میں داخل ہوتی ہوں، تب اس نے اس لڑکی سے کہا کہ کسی حیلہ سے یہاں سے بھاگنا چاہیئے، اُس لڑکی نے کہا کہ میں ایک تدبیر کرتی ہوں وہ ایک جانور لے آئی، پھر وہ دونوں سوا ہو کر وہاں سے چلے رات کو چلتے اور دن کو چھپ رہتے، ایک رات ایسا ہوا کہ وہ جارہے تھے کہ اچانک انہوں نے گھوڑوں کے قدم کی آواز سنی جو دیکھا تو اس کے وہ دونوں بھائی جن کو دیگ میں ڈال دیا گیا تھا ان گھوڑوں پر سوار تھے اور ان کے ساتھ کچھ فرشتے بھی تھے جو ان کے پاس بھیجے گئے تھے، انہوں نے ان دونوں کو سلام کیا اور ان کا حال دریافت کیا، انہوں نے کہا کہ جب ہم دیگ میں ڈالے گئے اس میں جاتے ہی جنت الفردوس میں پہنچ گئے اور اس وقت اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے نکاح میں شریک ہونے کے لئے بھیجا ہے تاکہ تمہارا نکاح اس نوجوان عورت کے ساتھ کر دیں، الغرض ان دونوں بھائیوں نے اس چھوٹے بھائی کا اس عورت سے نکاح کر دیا اس کے بعد وہ چلے گئے۔"

اس روایت سے تین باتیں ثابت ہوئیں:

اول: صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اکثر مصائب کے وقت لفظ یا محمداہ پکارا کرتے تھے۔

دوم: بعض ان میں سے صائم الدھر اور قائم اللیل رہا کرتے تھے۔

سوم: جو دونوں بھائی شہید ہوئے تھے وہ پھر سے جنت سے دنیا میں اپنے چھوٹے بھائی کے پاس آئے اور زندوں کی طرح ان کا نکاح کر کے چلے گئے۔

چند شہیدوں کی ملاقات اپنے ایک زندہ رفیق سے

عن عمير بن الحباب السلمي قال أسرت أنا وثمانية معي في زمان بني أمية فأدخلنا على ملک الروم فأمر بأصحابي فضربت رقابهم ثم إني قدمت لتضرب عنقي فقام إليه بعض البطارقة فلم يزل يقبل رأسه ورجليه ويطلب إليه حتى وهبني له............ثم انه جعل ابنة له من اجمل النساء تعويه و تفتنه عن دينه فلم تقدر عليه فدعتني إبنته ذات ليلة إلى بستان لها فقالت ما يمنعک مما عرض عليک أبي فقلت ما أترک ديني لإمرأة ولا لشيء قالت فتحب المكث عندنا أو اللحاق ببلادک فقلت الذهاب إلى بلادي قال فأرتني نجما في السماء وقالت لي سر على هذا النجم بالليل واكمن بالنهار فإنه يبلغک إلى بلادک ثم زودتني وانطلقت فسرت ثلاث ليال أسير بالليل وأكمن بالنهار فبينما أنا اليوم الرابع مكمن فإذا الخيل فقلت طلبت فأشرفوا علي فإذا أنا بأصحابي المقتولين على دواب ومعهم آخرون على دواب شهب قالوا عمير قلت عمير فقلت أوليس قد قتلتم قالوا بلى ولكن الله بشر الشهداء وأذن لهم أن يشهدوا جنازة عمر بن عبد العزيز فقال لي بعض الذين معهم ناولني يدک يا عمير فناولته يدي فأردفني ثم سرنا يسيرا ثم قذف بي قذفة وقعت قرب منزلي۔

ترجمہ: محمد بن اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ عمی بن الحباب سلمی نے کہا کہ ہم آٹھ آدمی زمانہ بنی امیہ میں قید کئے گئے، پھر ہم کو شاہ روم کے پاس لایا گیا، بادشاہ نے ہمیں قتل کرنے کا حکم دیا، اسی وقت میرے ساتھی قتل کئے گئے پھر میں قتل کے واسطے لایا گیا تو ایک پادری نے کھڑے ہو کر بادشاہ کے سر اور پاؤں کو بوسہ دیا اور مجھے اپنے واسطے مانگا حتیٰ کہ بادشاہ نے مجھے اس کو بخش دیا،

اور پھر اس نے اپنی ایک لڑکی کو جو نہایت خوبصورت تھی مجھ پر تعینات کیا کہ وہ مجھے بہکائے اور مجھے دین اسلام سے پھیرے، لیکن وہ اس پر قادر نہ ہوئی، ایک رات اُس لڑکی نے مجھے اپنے باغ میں بلایا اور کہا کہ کس چیز نے تجھے اس بات کے قبول کرنے سے منع کیا ہے جو تجھ کو کہا جاتا ہے؟ بس میں نے کہا کہ میں اپنے دین کو عورت کے طمع یا اور کسی چیز کے لالچ سے نہیں چھوڑوں گا، پھر اس نے کہا کہ تو ہمارے پاس رہنا پسند کرتا ہے یا اپنے شہر کو جانا؟۔۔۔ میں نے کہا کہ اپنے شہر کو جانا،۔۔۔۔۔۔ کہتے ہیں پھر اس۔۔۔۔۔۔۔ نے ایک ستارہ مجھے دکھلایا اور یہ کہا کہ اُسی ستارے کے رُخ پر رات کو چلنا اور دن کو چھپ رہنا، یہ ستارہ تجھے تیرے شہر پہنچا دے گا، پس میں تین رات تک چلتا اور چوتھے روز چھپا ہوا بیٹھا تھا کہ میں نے اچانک گھوڑوں کو دیکھا تو میں نے سمجھا کہ اب میں پکڑا گیا، پس وہ سب میرے پاس کھڑے ہوئے، دراصل وہ سب سوار میرے وہ ساتھی تھے جو شہید ہوئے تھے اور ان کے ساتھ دوسرے لوگ سرخنک گھوڑوں پر تھے، عمیر کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ کیا تم لوگ قتل نہیں کئے گئے تھے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، لیکن اللہ تعالیٰ نے شہیدوں کو روانہ کیا ہے اور یہ اجازت دی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز علیہ الرحمہ کے جنازہ پر حاضر ہوں، پھر ان میں سے بعض نے مجھے کہا کہ اے عمیر! اپنا ہاتھ مجھے دو، میں نے اپنا ہاتھ اس کو دیا اور انہوں نے مجھے ساتھ بٹھایا، پھر ہم تھوڑا چلے، پھر انہوں نے مجھے یکبارگی اتار دیا تو میں اپنے گھر کے پاس اترا۔ (ابن عساکر)[1]

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ شہداء اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کا جنازہ پڑھنے کے واسطے آئے اور ان مقتولوں میں سے ایک نے اپنے گھوڑے پر حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چڑھا کر اُن کے گھر پہنچا دیا۔

---

[1](شرح الصدور، ص ۸، ۹)

انبیاء علیہم السلام کی دعوات مستجابہ

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرماتے ہیں:

للأنبياء عليهم السلام دعوات كثيرة مستجابة، وكذا استجيب لنبينا صلى الله عليه وسلم في مواطن كثيرة، لكن لكل نبي دعوة واحدة منبجسة من الرحمة التي هي مبدأ نبوته، فإنها إن آمنوا كانت بركات عليهم، وانبجس في قلب النبي أن يدعو لهم، وإن أعرضوا صارت نقمات عليهم، وانبجس في قلبه أن يدعو عليهم، واستشعر نبينا صلى الله عليه وسلم أن اعظم مقاصد بعثته أن يكون شفيعا للناس، واسطة لنزول رحمة خاصة يوم الحشر، فاختبأ دعوته العظمى المنبجسة من أصل نبوته لذلک اليوم۔

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام کے لئے بہت سی مقبول دعائیں ہیں اور اسی طرح ہمارے نبی ﷺ کی دعائیں بہت سے مقامات میں قبول ہوئیں لیکن ہر نبی کی دعا ایک ہی ہے، جس کی مظہر وہ رحمت ہے جو نبوت کی مبدا ہے، کیونکہ اگر وہ ایمان لائیں تو وہ ان کے لئے بمنزلہ برکات ہوگی، اور نبی کے قلب میں یہ تحریک ہوگی کہ ان کے حق میں اپنی دعا کرے، اور اگر روگردانی کریں تو وہ ان کے لئے بمنزلہ غضب ہوگی اور نبی کے دل میں یہ تحریک ہوگی کہ ان کے خلاف بد دعا کرے، اور ہمارے نبی ﷺ کو معلوم ہوا کہ آپ کی بعثت سے بڑا مقصد یہ ہے کہ وہ لوگوں کے لئے شفاعت کریں تاکہ نزول رحمت کا ذریعہ ہوں خصوصاً قیامت کے روز، پس آپ ﷺ نے اپنی بڑی دعا جو آپ کی اصل نبوت سے ہے اس دن کے لئے مخفی رکھی۔[1]

اس تقریر سے انبیاء علیہم السلام کی تاثیر دعا کا ثبوت ملتا ہے، پس ایسے مستجاب الدعوات حضرات علیہم السلام سے توسل کیوں ناجائز ہو؟

---

[1](حجۃاللہ البالغة، ج٢، ص ٩٠، الناشر: دار إحياء العلوم-بيروت لبنان)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

لکل نبي دعوة قد دعا بها فاستجيب فجعلت دعوتي شفاعة لأمتي يوم القيامة۔

ترجمہ: ہر نبی کے لئے دعا ہے جو دنیا میں مستجاب ہوئی ہماری وہ دعا جو جزماً مقبول ہوئی وہ شفاعت ہے۔(مشکوٰۃ)[1]

اس میں شک نہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی اکثر دعائیں مقبول ہوئیں، لیکن رسول اللہ ﷺ کی بے شمار دعائیں مقبول ہوئی ہیں۔

ہر نبی کے لئے ایک دعا خاص ہے نبی کی مبدء نبوت سے جوش زن ہوتی ہے جس نبی کی امت ایمان لائی اس کے لئے بھلائی کی دعا کی جاتی ہے اور جس نے نافرمانی کی ان کے حق میں عذاب کی، دونوں حال میں یہ دعا تیر بہدف ہوتی ہے، ادھر زبان قلب سے نکلی ادھر مقبول ہوئی، لیکن رسول اللہ ﷺ کی خاص دعا یہی تھی کہ آپ قیامت کے دن اپنی امت کے شفیع ہوں پھر اس کے مقبول ہونے میں کسی طرح کا شبہ نہیں۔

حضرت ﷺ کا فریاد رس ہونا، جانوروں کا آپ ﷺ سے فریاد کرنا

عن أم سلمة: كان النبي صلى الله عليه وسلم في صحراء، فنادته ظبية، يا رسول الله، قال: ما حاجتک؟ قالت: صادني هذا الأعرابي، و لي خفشان في ذلک الجبل، فأطلقني حتى أذهب فأرضعهما و أرجع. قال: و تفعلين؟ قال: نعم. فأطلقها، فذهبت و رجعت، فأوثقها، فانتبه الأعرابي و قال: يا رسول الله، ألک حاجة؟ قال: تطلق هذه الظبية فأطلقها فخرجت تعدو في الصحراء، و تقول: أشهد أن لا إله إلا الله، و أنک رسول الله۔

---

[1](الصحیح البخاری، ج۵، ص۲۳۲۳، دار ابن کثیر، الیمامۃ – بیروت) (صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۳)

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صحرا میں تھے، ایک ہرنی نے نداء کی یارسول اللہ ﷺ!، فرمایا: کیا حاجت ہے؟ عرض کیا مجھے ایک اعرابی نے پکڑ لیا ہے اور اس پہاڑ میں میرے دو چھوٹے بچے ہیں مجھے کھول دیجئے کہ میں انہیں دودھ پلا لوں، پھر میں واپس آجاؤں گی، فرمایا: "تو ایسا کرے گی؟ عرض کیا ضرور، آپ نے اس کو کھول دیا وہ گئی اور دودھ پلا کر واپس آگئی پھر اس کو باندھ دیا، اب اعرابی بیدار ہوا، عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کچھ حکم ہے؟ فرمایا: اس ہرن کو چھوڑ دے، اس نے ہرنی کو کھول دیا، وہ کلمہ ءشہادت **اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمداً رسول اللہ** پڑھتی ہوئی جنگل میں دوڑ گئی۔[1]

غرض رسول اللہ ﷺ ہر ایک مصیبت زدہ کے کام آتے ہیں اور ہر ایک کی فریاد سنتے ہیں۔

چنانچہ **روز النظیف** میں ہے:

فالله اقسم ما اتاک منکسر   **الا و اصبح منه الکسر ینجبر**

ترجمہ: میں قسم کھاتا ہوں کہ آپ ﷺ کے پاس کوئی شکستہ حال نہیں پہنچا کہ اس کی شکستگی کی اصلاح نہ کی گئی ہو۔

ولا احتمی بحماک المحتمی فزعاً   **الا و عاد بامن مله خضر**

ترجمہ: اور نہ کسی پناہ لینے والے نے گھبرا کر آپ ﷺ کے دربار میں پناہ لی مگر امن وامان کے ساتھ واپس ہوا کہ اب اس کو کسی بدرقہ کی ضرورت نہیں۔

ولا اتاک فقیر الحال ذو امل   **الا وفاض من الاثر له نهر**

ترجمہ: اور نہ آپ ﷺ کے پاس کوئی فقیر حال امیدوار حاضر ہوا مگر اس کے نشان قدم ہی سے اس کے لئے نہر حوائج کی جاری ہوگئی۔

---

[1] (الشفابتعریف حقوق المصطفی للقاضي عیاض، ج ۱، ص ۲۱۷)

ولا اتاک امراءمن ذنبہ وجل　　الا وعادبعفو وھو مغتفر

ترجمہ: اورنہ آپ ﷺ کے پاس کوئی شخص اپنے گناہ سے ڈوبا ہوا آیا مگر وہ عفو کے ساتھ بخشا ہوا گیا۔

ولا دعاک لھیف عندنازلۃ　　الا ولباہ منک العون والیسر

ترجمہ: اورنہ کسی مغموم نے کسی حادثہ کے وقت آپ کو پکارا مگر آپ ﷺ نے جان لیسے عون اور آسانی نے اس کو لبیک کہا۔

یارب صل وسلم دائما ابداً　　علی حبیبک زانت بہ العصر

ترجمہ: اے پروردگار! اپنے حبیب ﷺ پر جس سے کہ زمانوں نے زینت پائی ہمیشہ ابدلآباد تک درود بھیج۔

انبیاء کرام علیہم السلام و اولیاء عظام و صلحاء عالی مقام سے غائبانہ استمداد کرنے کا جواز

(۱) عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ اذا انفلتت دابۃ احدکم فلیناد اعینونی یا عباد اللہ! رحمکم اللہ۔ (رواہ البزار)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب کسی کا چوپایہ بھاگ جائے تو چاہیۓ کہ یوں پکارے:

اعینونی یا عباد اللہ! رحمکم اللہ۔

مدد کرو میری اے خدا کے بندو! اللہ تم پر رحم کرے۔ (حصن حصین)

(۲) عن عتبۃ بن غزوان: عن نبي اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: (اذا أضل أحدکم شیئا أو أراد أحدکم عونا وھو بأرض لیس بھا أنیس فلیقل یا عباد اللہ أغیثوني یا عباد اللہ أغیثوني فان للہ عبادا لانراھم) وقد جرب ذلک۔

ترجمہ: حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے اور مدد چاہے اور وہ ایسی جگہ ہو جہاں کوئی ہمدم نہیں تو

اسے چاہئے کہ یوں پکارے اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، کیونکہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جن کو ہم نہیں دیکھتے (وہ اس کی مدد کریں گے) طبرانی کہتے ہیں کہ یہ بات بارہا آزمائی گئی بالکل صحیح نکلی۔ (حصن حصین)

(نامی نے ایک دفعہ آزمایا اور صحیح پایا)۔

(۳) عن عبد الله بن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم: إذا انفلتت دابة أحدكم بأرض فلاة فليناد: يا عباد الله احبسوا علي يا عباد الله احبسوا علي فإن لله في الأرض حاضر سيحبسه عليكم۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب کسی کا جانور جنگل میں بھاگ جائے تو یوں ندا کرے کہ اے اللہ کے بندو! روک دو، اللہ تعالیٰ کی کچھ مخلوق زمین میں ہوتی ہے وہ اسے تمہارے لئے روک دے گی۔ (ابن السنی)[1]

(۴) عن بن عباس قال قال رسول الله ﷺ اعينونی یا عباد الله!۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، مدد کرو اے اللہ کے بندو۔[2]

اگر انبیاء علیہم السلام و اولیاء اللہ (رجال الغیب) کو غائب میں پکارنا شرک ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کبھی بھی ایسا نہ فرماتے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رجال الغیب کو پکارنا جائز ہے ہاں باطل معبودوں اور بتوں کو پکارنا البتہ ممنوع اور شرک ہے۔

---

[1] (المعجم الکبیر، ج۱۰، ص۲۱۷)

[2] (ابن شیبہ، بزار)

دیکھئے خود رسول اللہ ﷺ نے ندائے غیبیہ سے پکارنے اور غیر اللہ سے مدد مانگنے کی کیسی صاف طور پر تعلیم فرمائی، کیا اب بھی کوئی ناسمجھ ایسے کلمات کو شرک کہہ سکتا ہے، کیا اس وقت رسول اللہ ﷺ کے پیش نظر آیت ایاک نستعین نہ تھی، حقیقت یہ ہے کہ اگر انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے مدد مانگنا اور ان کو غائب میں خطاب حاضر کرنا شرک ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کبھی بھی ایسی تعلیم نہ دیتے۔ غرض ان احادیث سے ثابت ہو گیا کہ اللہ کے بندوں سے مدد مانگنا اور ان کو غائب میں خطاب حاضر کرنا شرک نہیں ہے بلکہ ارشاد رسول اللہ ﷺ کے عین مطابق ہے۔

اولیاء اللہ کی برکت سے عذاب کا ٹلنا، فتح پانا، بادلوں کا آنا

مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

الأبدال يكونون بالشام وهم أربعون رجلا كلما مات رجل أبدل الله مكانه رجلا فيسقي بهم الغيث وينتصر بهم على الأعداء ويصرف عن أهل الشام بهم العذاب۔

ترجمہ: ابدال ملک شام میں ہوتے ہیں وہ چالیس مرد ہیں، جب ان میں سے کسی کا انتقال ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ ایک قائم مقام کر دیتا ہے، انہی کی وجہ سے بادل لائے جاتے ہیں، انہی کی بدولت دشمنوں پر نصرت دی جاتی ہے، انہی کی برکت سے اہل شام سے عذاب دفع کئے جاتے ہیں۔[1]

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مرقات المفاتیح میں ایک حدیث ابن عساکر سے بروایت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بهم يدفع البلاء عن هذه الأمة۔

ترجمہ: ان کی برکت سے اس امت سے بلا دفع کی جاتی ہے۔[2]

---

[1] (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۱۸، ص۱۶۰)

[2] (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۱۸، ص۱۶۰)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ قصیدہ اطیب النغم میں ارقام فرماتے ہیں:

و انت مجیر من ھجوم ملمۃ اذا انشبت فی القلب شر المخالب

ترجمہ: یعنی آپ ﷺ مصیبت کے حملہ آور ہونے کے وقت پناہ دینے والے ہیں جب وہ اپنے سخت پنجے قلب میں گاڑھ دے۔

حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اولیاء اللہ کو ندا اور اُن سے استمداد جائز ہے

شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ علی الاعلان ارشاد فرماتے ہیں کہ تکالیف و مصائب کے وقت مجھ کو پکارو اور میرا توسل پکڑو تو تمہاری تکالیف اور حاجات بر آئیں گی۔

چنانچہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ زبدۃ الآثار میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

من استغاث بی فی کربۃ کشفت عنہ و من نادی باسمی فی شدۃ فرجت عنہ و من توسل بی الی اللہ عز و جل فی حاجتہ قضیت لہ و من صلی رکعتین یقرء فی کل رکعۃ بعد الفاتحہ سورۃ الاخلاص احدی عشرۃ مرۃ ثم یصلی علی رسول اللہ ﷺ بعد السلام و یسلم علیہ ثم یخطو الی جھۃ العراق احدی عشرۃ خطوۃ یذکر فیھا اسمی و یذکر حاجتہ فانھا تقضی۔[1]

ترجمہ: جو کسی تکلیف میں مجھ سے فریاد کرے وہ تکلیف دفع ہو اور جو کسی سختی میں میرا نام لے کر ندا کرے وہ سختی دور ہو اور جو کسی حاجت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ سے توسل کرے وہ حاجت بر آئے اور جو دو رکعت نماز ادا کرے ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے بعد سورۃ الاخلاص گیارہ

---

[1] (بھجۃ الاسرار ذکر فضل اصحابہ و بشراھم مصطفی البابی مصر ص ۱۰۲)

بار پڑھے پھر سلام پھیر کر رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجے پھر عراق کی طرف گیارہ قدم چلے ان میں میرا نام لیتا جائے اور اپنی حاجت یاد کرے اس کی وہ حاجت پوری ہو جائے گی۔[1]

اس نماز کا نام صلوٰۃ غوثیہ اور صلوٰۃ اسرار ہے یہ روایت ایسی صحیح اور مستند ہے کہ اس پر بڑے بڑے آئمہ و محدثین نے گواہی دی ہے اور اپنی اپنی تصانیف میں اس کا ذکر کیا ہے چنانچہ:

(۱) شیخ مجد الدین شیرازی فیروزآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ مصنف قاموس نے روض الناظرین میں۔

(۲) شیخ محمد سعید زنجانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نزہۃ الخواطر میں۔

(۳) شیخ شہاب الدین قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے روض الزاھر میں۔

(۴) امام عبد اللہ یافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خلاصتہ المفاخر میں۔

(۵) شیخ محمد یحیٰ التنانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے قلائد الجواہر میں۔

(۶) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ نے زبدۃ الاسرار زبدۃ الآثار (مختصر بھجۃ الاسرار) میں۔

(۷) شاہ ابو المعالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحفہء قادریہ میں۔

(۸) ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے نزھۃ الخاطر الفاتر میں۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ اس وظیفہ کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

وقد جرب ذالک مراراً افصح۔

یعنی اور تحقیق یہ وظیفہ بارہا آزمایا اور تجربہ کیا صحیح اور درست نکلا۔

---

[1] (بھجۃالاسرار ذکر فضل اصحابہ و بشراھم مصطفی البابی مصر ص ۱۰۲)

همہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند
آں سگے کیست کہ بگسلد ایں سلسلہ را

ترجمہ: دنیا کے سارے شیر اس زنجیر میں بندھے ہوئے ہیں ایسا کتا کون ہو سکتا ہے کہ اس زنجیر کو توڑ سکے؟

شیخ شہاب رملی انصاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا جائز ہے

شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری رحمہ اللہ تعالیٰ ندائے غیبیہ کو خطاب حاضر کرنا جائز فرماتے ہیں چنانچہ فتاوٰی شیخ الاسلام رملی انصاری میں ہے:

سئل عما یقع من العامة من قولھم عند الشدائد یا شیخ فلان! و نحو ذالک من الاستغاثة بالانبیاء و المرسلین و الصالحین و ھل للمشائخ اغاثة بعد موتھم ام لا؟ فاجاب بما نصه ان الاستغاثة بالانبیاء و المرسلین و الاولیاء و الصالحین جائزة و للانبیاء و الرسل و الاولیاء و الصالحین اغاثة بعد موتھم۔

ترجمہ: شیخ الاسلام شہاب رملی رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا گیا کہ عوام الناس جو مصائب کے وقت انبیاء و مرسلین علیہم السلام اور صالحین (اولیاء) سے فریاد کرتے ہیں، یا شیخ فلاں اور مثل اس کے کلمات کہتے ہیں کیا یہ جائز ہے یا نہیں، اور کیا مشائخ (اولیاء) وصال کے بعد بھی مدد کرتے ہیں یا نہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ بے شک انبیاء علیہم السلام و مرسلین علیہم السلام اور اولیاء کرام و

صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا جائز ہے، اور انبیاء علیہم السلام و رسول علیہم السلام اور اولیاء و صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ موت کے بعد بھی امداد فرماتے ہیں۔[1]

مردہ کی مدد زندہ کی امداد سے زیادہ قوی ہے

شیخ احمد بن زروق رحمہ اللہ تعالیٰ گفت کہ حضرت شیخ ابو العباس حضرمی از من پرسید کہ امداد حی قوی ہست یا امداد میت؟ من گفتم قومے میگویند کہ امداد حی قوی است و من مے گویم امداد میت قوی است پس شیخ گفت نعم زیرا کہ وے در بساط حق و در حضرت اوست۔ (بھجۃ الاسرار)

ترجمہ: شیخ احمد بن زروق رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک روز شیخ ابو العباس حضرمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے یا مردہ کی؟ جواب میں میں نے کہا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے مگر میں کہتا ہوں کہ مردہ کی مدد زیادہ قوی ہے، شیخ نے فرمایا کہ بے شک! کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں ہے۔

انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ سے براہ راست مدد مانگنا

توسل کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ خود انبیاء علیہم السلام سے براہ راست مدد و اعانت مانگی جائے اور اپنا مقصود ان سے طلب کیا جائے مثلاً:

یا رحمۃ اللہ انی خائف وجل　　　　یا نعمۃ اللہ انی مفلس عان

ترجمہ: اے اللہ کی رحمت! میں خوفزدہ اور تشویش ناک ہوں، اے اللہ کی نعمت! میں مفلس اور تکلیف زدہ ہوں۔

---

[1] (فتاوٰی جمال بن عمر مکی)

فکن امانی من شر الحیوٰۃ و من شر الممات و من احراق جسمانی

ترجمہ: پس تم میری زندگی کے شر سے مجھے امن دلاؤ اور موت کے شر سے اور میرے جسم کو عذاب نار سے۔

یا محمد بمن بے سر و ساماں مددے
قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

ترجمہ: یارسول اللہ ﷺ مجھ بے سر و ساماں کی مدد فرمایئے، اے دین کے قبلہ! اور اے ایمان کے کعبہ کچھ مدد فرمایئے۔

یا نبی کشتی امت بکف ھمت تست
اندریں ورطہ گم صدمہ طوفاں مددے

ترجمہ: یارسول اللہ ﷺ انسانیت کی کشتی آپ کی توجہ مبارک کی ہتھیلی کے سپرد ہے اس غم کے گرداب اور طوفان کے دھکا میں مدد کیجئے۔

ما گدائیم تو سلطان دو عالم شدہ شاہ شاھاں مددے شاہ گدایان مددے

ترجمہ: ہم منگتے ہیں اور آپ دو جہاں کے بادشاہ ہیں، اے بادشاہوں کے بادشاہ! اور اے منگتوں کے لئے شاہ! کچھ مدد کیجئے۔

عاصیم پُر گناھم سخت غریبے دارم
رحم فرماز غریبے غریباں مددے

ترجمہ: ہم گناہ گار ہیں، گناہوں سے پر ہیں اور غریب ہیں غریبوں کی غربت پر رحم فرایئے کچھ مدد کیجئے۔

شیئاللہ چوں گدائے مستمند　　　المدد خواھم ز شاہ نقشبند

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ عطا ہو کیوں کہ میں حاجت مند فقیر ہوں، میں شاہ نقشبند رحمہ اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتا ہوں۔

امداد کن امداد کن از بند و غم آزاد کن

در دین و دنیا شاد کن یا غوث اعظم دستگیر

ترجمہ: اے غوث اعظم !ہاتھ کو تھامنے والے ! مدد فرمایئے، مدد فرمایئے، غم اور قید سے رہائی دیجئے، دین و دنیا میں مجھے شاد فرمایئے۔

اگر مسئول مسئول عنہ کا اختیاری ہے تو اس قسم کا توسل انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے بلا خلاف جائز ہے، کیونکہ ارواح مقدسہ مدبرات سے ہیں، اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ افعال اختیاریہ کو اچھی طرح کر سکتے ہیں، چنانچہ قاضی بیضاوی، امام رازی، حضرت مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ اور محی الدین ابن عربی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کا یہی مسلک ہے۔

امام بوصیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ندائے غائبانہ کر کے مرض فالج سے شفا پائی

منقول ہے کہ امام بوصیری رحمہ اللہ تعالیٰ مصنف بردہ شریف راستے میں جاتے ہوئے یکایک مرض فالج میں مبتلا ہو گئے اس وقت ان کے ہمراہ نہ تو کوئی رفیق تھا اور نہ ہی کوئی اور مددگار تھا جو ان کو منزل مقصود تک پہنچا دیتا، پس انہوں نے اسی حالت میں یہ قصیدہ بردہ تصنیف کیا جس کے دو شعر یہ ہیں:

یا اکرم الخلق مالی من الوذبہ　　　سواک عند حلول الحادث العمم

(آپ رسول اللہ ﷺ سے یوں التجا کرتے ہیں) کہ اے بزرگ ترین خلائق! میرے لئے عام حادثہ اور مصیبت کے وقت آپ کے سوا کوئی نہیں ہے جس کے ساتھ پناہ مانگوں۔

ولن یضیق رسول اللہ جاھک بی　　　　اذا الکریم تجلی باسم منتقم

اور اے رسول! ﷺ آپ کی شان ہماری شفاعت کرنے سے کچھ کم نہ ہو گی، جس وقت اللہ تعالیٰ صفت انتقام سے ظہور فرمائے گا۔

الغرض جب انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے استغاثہ کیا اور قصیدہ کو ختم کیا تو ان کو یک بیک نیند سی آ گئی، خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ تشریف لائے ہیں اور میری حالت کو دیکھ کر آپ ﷺ نے میرے جسم پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا، جب میں بیدار ہوا تو میں نے اپنے آپ کو بالکل تندرست پایا، اور فالج کا نام و نشان تک نہ دیکھا۔

گمشدہ اونٹوں کی بازیافت یا غوث اعظم پکارنے سے

علامہ شیخ نورالدین شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ بھجۃ الاسرار میں تحریر فرماتے ہیں کہ عبد اللہ جبائی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ”میں ہمدان میں دمشق کے ایک شخص سے ملا اور وہ بشر قرظی رحمہ اللہ تعالیٰ سے شہر نیشاپور میں ملاقی ہوا، اس کے ہمراہ چودہ اونٹ شکر سے لدے ہوئے تھے، اس نے کہا کہ ہم نے ایک ایسے خوفناک جنگل میں جا کر رات گزاری جہاں کوئی شخص بھی خوف کے مارے ٹھہر نہیں سکتا تھا، غرض جب میں نے رات کے وقت اونٹوں کی پڑتال کرنی شروع کی تو چار اونٹ گم نکلے، میں نے ادھر اُدھر ان کی بڑی تلاش و تجسس کی مگر کہیں دستیاب نہ ہوئے، آخر میرے ہمراہی مجھے تنہا چھوڑ کر چل دیئے، صرف ایک ساربان میری خاطر ٹھہر گیا، اس نے بھی اونٹوں کے تلاش کرنے

میں میری بڑی مدد کی، لیکن جب صبح نمودار ہوئی تو مجھے غوث پاک کا ارشاد یاد آگیا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ: "اگر تو کبھی کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو مجھے یاد کرنا فوراً رفع ہو جائے گی"۔

میں نے اسی وقت با آواز بلند پکارا: "یا حضرت شیخ سید محی الدین عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ میرے اونٹ گم ہو گئے ہیں اللہ کے لئے میری مدد کیجئے"۔

تھوڑی دیر کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص مشرق کی طرف ٹیلہ پر کھڑا ہے، جس کے کپڑے سفید براق ہیں، اس نے مجھے اشارے سے بلایا میں اسی وقت اُٹھ کر اس شخص کی طرف چل پڑا جب میں اس ٹیلہ پر چڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں نہ تو کوئی آدمی ہے اور نہ چرند پرند، اور وہ شخص بھی غائب تھا اسی حیرانی میں، میں نے ادھر ادھر دیکھا تو اپنے گمشدہ اونٹوں کو وہاں پایا۔۔۔۔۔۔۔۔

میں نے نہایت خوشی سے اونٹوں کو جا کر پکڑا اور ساربان کے حوالہ کیا، پھر ہم جلدی جلدی قدم اُٹھا کر قافلے کے ساتھ جا ملے، قافلہ والوں نے دریافت کیا کہ اونٹ کس طرح ہاتھ آئے؟ میں نے تمام واقعہ بیان کر کے کہا کہ وہ ٹیلے والے شخص غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے کہ وہ یاد کرنے پر حاضر ہو کر بتلا گئے، یہ واقعہ سن کر تمام قافلہ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلسلہ میں داخل ہو گئے۔

غوث پاک کو پکار کر ڈاکوؤں کے ہاتھ سے رہائی پانا

شیخ نور الدین شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ بھجۃ الاسرار میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"شیخ ابو عمرو عثمان صریفینی اور شیخ ابو محمد عبد الحق حریمی رحمہ اللہ تعالیٰ ما سے مروی ہے کہ ہم بروز اتوار ۳/ صفر/ ۵۹۹ ہجری بغداد کے مدرسہ میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حلقہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے یکایک اُٹھ کر وضو کیا اور دوگانہ ادا کیا، پھر بڑے زور سے نعرہ

مارا اور اپنی ایک کھڑاؤں کو اٹھا کر ہوا میں پھینک دیا اور وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئی، پھر آپ نے دوبارہ نعرہ مارا اور دوسری کھڑاؤں کو بھی ہوا میں پھینک دیا وہ بھی غائب ہو گئی، پھر آپ خاموش ہو کر بیٹھ گئے لیکن حاضرین میں سے کسی کو اس راز کے دریافت کرنے کی جرأت نہ ہوئی، لیکن تیئس (۲۳) روز کے بعد عجم کے شہروں سے ایک قافلہ آیا اور کہنے لگے کہ ہم نے غوث پاک کو نذر دینی ہے حضرت شیخ سے اجازت مانگی کہ کیا ان سے نذر لی جائے، آپ نے فرمایا کہ ہاں لے لو، انہوں نے ایک سیر ریشم چند ریشمی کپڑے، تھوڑا سا سونا اور شیخ کی دو کھڑائیں دیں، ہم نے ان سے پوچھا کہ یہ کھڑائیں کہاں سے ملیں؟ انہوں نے کہا کہ ہم اتوار کے روز ۳؍ صفر کو جا رہے تھے کہ راستہ میں ہم پر عرب کے بدو حملہ آور ہوئے انہوں نے ہمارا تمام مال و اسباب لوٹ لیا اور ہم میں سے بعض کو مار ڈالا اور بعض کو زخمی کیا، پھر وہ جنگل کی طرف بھاگ گئے، ہم بھی ان کے پیچھے ہو گئے، وہ ایک جگہ ٹھہر کر وہ مال و اسباب آپس میں تقسیم کرنے لگے، یکا یک ہمارے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر اس وقت ہم غوث پاک سے فریاد کریں اور ان سے مدد مانگیں تو ہماری مشکل آسان ہو جائے گی، اور مال کے مل جانے پر کچھ حصہ نذر دیا جائے گا، غرض ہم نے باآواز بلند پکارنا شروع کیا: **یا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی المدد!۔** تھوڑی دیر کے بعد ایسی خوفناک آواز آئی کہ تمام لوگ کانپ اُٹھے، ہم نے خیال کیا کہ شاید لٹیروں پر اور زبردست ڈاکو حملہ آور ہو گئے ہیں، ابھی ہم یہ خیال کر رہے تھے کہ چند آدمی دوڑتے ہوئے ہمارے پاس آکر کہنے لگے کہ چل کر اپنا تمام مال و اسباب گن کر لے لو اور جو مصیبت ہم پر نازل ہوئی ہے اس کو اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کرو، چنانچہ ہم ان کے ساتھ چل کر وہاں پہنچے، کیا دیکھتے ہیں کہ ان لٹیروں کے دو سردار مرے پڑے ہیں اور ان دونوں کے پاس ایک ایک گیلی کھڑاؤں پڑی ہوئی ہے، غرض انہوں نے ہمارا تمام مال و اسباب دے کر کہا کہ یہ کوئی راز ہے جس کو

ہم نہیں سمجھ سکے، ہم نے اس راز کا انکشاف کیا، جب لٹیروں نے شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ کرامت دیکھی تو سب کے سب تائب ہو کر غوث پاک کی خدمت میں پہنچ کر بیعت مسنونہ سے شرف یاب ہوئے اور تھوڑی ہی عرصے میں حضرت کی توجہ سے سب کے سب ولی اللہ ہو گئے۔

دست پیر از غائباں کوتاہ نیست

دست او جز قبضۃ اللہ نیست

ترجمہ: شیخ کا ہاتھ اپنے غائب مریدوں کی مدد سے کوتاہ نہیں ہوتا کیوں کہ اُس کا ہاتھ دراصل اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہوتا ہے۔

التماس

لو خبر میری خدارا غوث اعظم دستگیر
پھر رہا ہوں بے سہارا غوث اعظم دستگیر

ہو رہے ہیں ہم غریق بحر عصیاں المدد
ہاتھ پکڑو اب ہمارا غوث اعظم دستگیر

چھوڑ کر جاؤں کدھر میں آپ کو فرمایئے
ہے کہاں تم سا سہارا غوث اعظم دستگیر

کس کے در جاؤں پکاروں کس کو اے فریادرس!
کون ہے تم بن ہمارا غوث اعظم دستگیر

آتش دوزخ جلا دے گی مجھے کیا تاب ہے
نام لیوا ہوں تمہارا غوث اعظم دستگیر

کون ہے جُز آپ کے دیگر مرا حاجت روا
دو مجھے اپنا سہارا غوث اعظم دستگیر

قبر میں پرسش کریں گے جب فرشتے آن کر
نام کہہ دوں گا تمہارا غوث اعظم دستگیر

پار اُس کا ہو گیا بیڑا بحکم ذوالجلال
آپ کو جس نے پکارا غوث اعظم دستگیر

ہوتی رہے ان کی تسلی دستگیر بے کساں
رات دن پڑھتے ہیں جو غوث اعظم دستگیر

حضرت نجم الدین علیہ الرحمہ کا امام رازی کو غائبانہ امداد دینا

ایک روز حضرت نجم الدین کبریٰ رحمہ اللہ تعالیٰ حسب معمول وضو کر رہے تھے اور آپ کا ایک مرید پانی ڈال رہا تھا کہ یکایک آپ بے خیال ہو گئے حتیٰ کہ ایک ہاتھ کے دھونے میں تین لوٹے پانی صرف ہو گیا، اسی اثناء میں آپ نے ایک چلو پانی مغرب کی طرف پھینکا اور کہا کہ:

"کیوں نہیں کہتے ہم بغیر دلیل خدا کو واحد مانتے ہیں"۔

کیونکہ خدا بدیہات میں سے ہے، اور بدیہی کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں ہوا کرتی۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب۔

یہ کلمات سُن کر آپ کا مرید اور بھی متعجب ہوا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو مرید نے موقع پا کر آپ سے عرض کیا آج کیا بات تھی آپ نے صرف ایک ہاتھ دھونے میں تین لوٹے خرچ کر دیئے حالانکہ تمام وضو کے لئے صرف ایک لوٹا خرچ ہوا کرتا تھا، اور نیز آپ نے اف معمول ایک چلو پانی مغرب کی طرف پھینکا؟ آپ نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ امام فخر الدین رازی نزع کی حالت میں ہیں اور شیطان نے ان کو تنگ کر رکھا ہے وہ ان سے سوال کرتا ہے کہ خدا کی ہستی کی دلیل کیا ہے؟ آپ نے یکے بعد دیگرے ایک سو ساٹھ دلیلیں پیش کیں وہ سب کو رد کرتا جاتا تھا، حتیٰ کہ ایک دلیل باقی رہ گئی، قریب تھا کہ وہ لاجواب ہو کر کافر ہو جاتے، ان کی یہ حالت دیکھ کر میں نے ایک چلو پانی ان کے سینہ کی طرف پھینک کر کہا کہ تم یہ کہو کہ میں بے دلیل خدا کو مانتا ہوں، چنانچہ اسی وقت انہوں نے شیطان کو یہی جواب دیا وہ یہ سن کر بھاگ گیا، آپ فرماتے ہیں کہ ایک روز کے لئے امام صاحب میری ملاقات کے لئے آئے تھے۔

یک زمانہ صحبتے با اولیاء　　　بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

ترجمہ: اولیائے کرام کے ساتھ کچھ وقت کی مجلس سو سال کی بے ریا عبادت سے بہتر ہوتی ہے۔

چند قصائص و اشعار بمضمون ندائے غائبانہ

ذیل میں ہم چند قصائد و اشعار اکابر امت کے لکھے ہوئے نقل کرتے ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ سے غائبانہ استغاثہ و استمداد کی گئی ہے، یہ کلام ان لوگوں پر حجت ہے جو نداء غائبانہ کو شرک ٹھہراتے ہیں۔

(۱) قصیدہ

از شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ بنام قصیدہ اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم:

تطلبت هل من ناصر او مساعد ۔۔۔ الوذبه من خوف سوء العواقب

میں نے تلاش کی کہ کیا کوئی مددگار یا دستگیر ہے جس سے میں انجام امور کی خرابی سے پناہ لوں۔

فلست ارى الا الحبيب محمدا ۔۔۔ رسول الله الخلق جم المناقب

تو مجھے کوئی نظر نہ آیا مگر پیارے محمد ﷺ جو خدائے عالم کے رسول ﷺ ہیں اور بڑی صفات والے ہیں۔

و معتصم المكروب فى كل غمرة ۔۔۔ و منتجع الغفران من كل تائب

اور مصیبت زدہ کا سہارا ہیں ہر مشکل میں، اور ہر تائب کے لئے مغفرت تلاش کرنے کی جگہ ہیں۔

ملاذ عباد الله ملجا خوفهم ۔۔۔ اذا جاء يوم فيه شيب الذوائب

آپ اللہ کے بندوں کے لئے جائے پناہ ہیں اور ان کے خوف میں جائے رجوع، جب وہ دن آئے گا جس میں سر کے بال سفید پڑ جائیں گے۔

و احسن خلق الله خلقا و خلقة ۔۔۔ و انفعهم للناس عند النوائب

اور اللہ کی ساری مخلوق سے خلق اور پیدائش میں اچھے ہیں اور سب سے بڑھ کر لوگوں کے لئے مصائب میں نفع رساں ہیں۔

وانفعهم للناس عند النوائب ویاخیر مامول ویاخیر واهب

اور اے اللہ کی مخلوق میں سب سے اچھے! آپ ﷺ پر اللہ کی رحمت ہو، اور اے ان لوگوں سے اچھے! جن سے امید کی جاتی ہے اور اچھے عطا کرنے والے۔

ویاخیر من یرجیٰ لکشف رزیة ومن جوده قدفاق جود السحائب

اور اے ان لوگوں سے اچھے! جن سے مصیبت دفع کرنے کی امید کی جاتی ہے، اور وہ کہ جن کی بخشش بادلوں کی بارش سے بڑھ کر ہے۔

وانک اعلی المرسلین مکانة وانت لهم شمس وهم کالثواقب

اور بے شک آپ تمام پیغمبروں سے درجہ میں بڑھ کر ہیں، اور آپ ان کے لئے آفتاب ہیں اور وہ ٹوٹنے والے تاروں کی مثل ہیں۔

وانت مجیری من هجوم ملمة اذانشبت فی القلب شر المخالب

اور آپ مجھے پناہ دینے والے ہیں حادثہ کے ہجوم سے جب اس نے دل میں سخت پنجے گاڑھے ہوئے ہوں۔

فماانااخشی ازمة مدلهمة وماانامن ریب الزمان براهب

بس میں نہ کسی تاریک قحط سے ڈرتا ہوں، اور نہ میں زمانہ کی گردش سے خائف ہوں۔

فانی منکم فی قلاع حصینة وحدحدیدمن سیوف المحارب

کیونکہ میں آپ کی بدولت مضبوط قلعوں میں پناہ گیر ہوں اور جنگجو (محافظ) کی تلواروں کی تیز دھاروں میں۔

(۲) تخمیس بر وصیدہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

از مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ:

تقضیٰ شباب العمر فی غفلتی سدٰی   وما زلت فی قید المعاصی مقیدا

زندگی کا شباب میری غفلت میں رائیگاں تلف ہو گیا اور میں ہمیشہ گناہوں کی قید میں گرفتار رہا۔

ولم اذخر للذنب عذرا امهدا   فلست ارٰی الا الحبیب محمدا

اور میں نے گناہ کے لئے کوئی باقاعدہ عذر نہ تیار کیا پس میں کسی کو مددگار نہیں دیکھتا مگر پیارے محمد ﷺ کو۔

رسول اله الخلق جم المناقب

جو خداوند مخلوقات کے پیغمبر ہیں بڑی صفات والے ہیں۔

مدار وجود الکون فی کل لحظة   ومفتاح باب الجود فی کل عسرة

آپ ہر وقت وجود کائنات کے مدار ہیں ہر تنگی میں بخشش کے دروازے کی کلید ہیں۔

ومتمسک الملهوف فی کل شدة   ومعتصم المکروب فی کل غمرة

اور ہر سختی میں مغموم کا سہارا ہیں اور ہر مشکل میں مصیبت زدہ کا سہارا ہیں۔

ومنتجع الغفران من کل تائب

اور ہر توبہ کرنے والے کے لئے بخشش تلاش کرنے کی جگہ ہیں۔

ومقصد اهل الله کعبة طوفهم   ومشبعهم من بره ملاجوفهم

اور اہل اللہ کا مقصد ہیں، ان کے طواف کا کعبہ ہیں اور اپنے احسانات سے ان کو گرسنگئی شکم کے وقت پر کر دینے والے ہیں۔

الیه اشاروا فی عسادهم وسوفهم   ملاذ عباد الله ملجا خوفهم

لوگ اپنی امیدوار توقع میں میں انہی کی طرف اشارہ کرتے ہیں، آپ بندگان خدا کی جائے پناہ ہیں اور ان کے خوف میں جائے رجوع۔

اذا جاءیوم فیہ شیب الذوائب۔

جب وہ دن آئے گا جس میں بال سفید پڑ جائیں۔

الیک تمد العین حین ضراعۃ وفیک یفر الخلق من ھول ساعۃ

عاجزی کے وقت میں آپ ہی کی طرف آنکھ اٹھتی ہے اور قیامت کے خوف سے مخلوق آپ ہی کی طرف دوڑتی ہے۔

ویرجو نداک العم کل جماعۃ وانت شفیع یوم لا ذو شفاعۃ

اور ہر جماعت آپ ہی کی وسیع بخشش کی امیدوار ہے اور آپ شفاعت کرنے والے ہیں اس روز جب کوئی شفاعت کرنے والا نہ ہو گا۔

بمغن کما اثنیٰ سواد بن قارب

کافی نہیں جیسے سواد بن قارب نے تعریف کی ہے۔

بلیت باحزان تطول معمۃ وفترۃ عزم فی امور مھمۃ

میں غموں میں مبتلا ہوں جو لمبے ہیں وسیع ہیں اور ضروری معاملات میں سختی میں مبتلا ہوں۔

فانت الذی ارجوہ فی کشف غمۃ وانت مجیری من ھجوم ملمۃ

پس آپ ہی ہیں جن سے رفع غم کی امید رکھتا ہوں اور آپ حادثہ کے ہجوم سے مجھے پناہ دینے والے ہیں۔

اذاانشبت فی القلب شر المخالب

جب وہ قلب میں سخت پنجے گاڑھ دے۔

وان کنت لا ارعی عھودا وذمۃ ولاأمن الشیطٰن شرا ولمۃ

اور اگرچہ میں عہد وپیمان کو نباہ نہیں سکتا اور شیطان کی برائی اور وسوسہ سے امن میں ہوں۔

فمازلت ارجو من جنابک همة　　　فماانا اخشیٰ ازمة مدلهمة

تاہم میں ہمیشہ حضور سے توجہ (ودعا) کا امیدوار ہوں، پس میں نہ کسی تاریک قحط سے ڈرتا ہوں۔

وماانا من ریب الزمان براهب

اور نہ زمانے کی گردش سے خائف ہوں۔

فلو قطعونی کل عرق ولینة　　　وقاربت وسط البحر غرق سفینة

پس اگر میری رگ رگ اور بوٹی بوٹی کاٹ ڈالی جائے اور منجدھار میں یوں کشتی ڈوبنے لگے۔

فمازلت خوفاعن مقام سکینة　　　فانی منکم فی قلاع حصینة

تو بھی میں اطمینان کے مقام سے سرکنے والا نہیں، کیونکہ میں آپ ﷺ کی بدولت مضبوط قلعوں میں پناہ گیر ہوں۔

وحد حدید من سیوف المحار

اور اس محافظ جنگجو کی تلواروں کی تیز دھاروں میں۔

(۳) قصیدہ ہمزیہ

از شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ قصیدہ ہمزہ میں تحریر فرماتے ہیں:

واخر مالمادحه اذاما　　　احس العجز عن کنه الثناء

ترجمہ: اور آپ ﷺ کا مداح سراجب حقیقت مدح سے (اپنا) عجز محسوس کرے تو اس کا آخری حیلہ یہ ہے کہ:

لینادی ضارعا بخضوع قلب　　　وذل وابتهال والتجاء

نہایت مشتاق ہو کہ خضوع دل سے اور خاکساری وزاری اور التجاء کے ساتھ ندا کرے۔

رسول اللہ یاخیر البرایا　　　نوالک ابتغی یوم القضاء

رسول اللہ ﷺ کو کہ اے مخلوق سے افضل! میں قیامت کے روز آپ کی بخشش کا خواہاں ہوں۔

اذا ما حل خطب مدلهم فانت الحصن من کل البلاء

جب کوئی تاریک حادثہ آپڑے تو ہر بلا سے آپ ﷺ ہی (امن کا) قلعہ ہیں۔

الیک توجهی و بک استنادی و فیک مطامعی و بک ارتجائی

آپ ہی کی طرف میری توجہ اور سہارا ہے اور آپ ہی سے میری امید وابستہ اور آپ ہی سے مجھے توقع ہے۔

(۴) شاہ والی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ قصیدہ میں دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں

فاغثنا یامن هو الغوث و الغیث اذا اجهد الوری اللداء

پس فریاد رسی کرو ہماری اے وہ! جو فریاد رس اور باران رحمت ہیں، جب تنگ کر دیا خلق کو سختی نے۔

و الجواد الذی به تفرج الغمة عنا و ر کشف الحوباء

اور وہ جوانمرد ہیں جن کے ہاتھوں دور ہوتا ہے غم ہم سے اور کھل جاتا ہے قلب۔

(۵) از یحییٰ صرصری رحمہ اللہ تعالیٰ

جو اقران مجد الدین جد تقی الدین بن تیمیہ سے تھے اور جن کو ابن تیمیہ نے کتاب انتصار میں لکھا ہے:

الفقیه الصالح صاحب الشعر المشهور۔

یعنی وہ ایک نیک فقیہ شاعر ہیں جن کے شعر مشہور ہیں۔

اور حضرت ابن اخبب رحمہ اللہ تعالیٰ نے طبقات میں لکھا ہے:

و مدائحه سائرة و کان حسان و قته۔

یعنی ان کے نعتیہ قصائد مشہور ہیں اور اپنے زمانہ کے حسان ہیں۔

الا یارسول اللہ انت وسیلتی **الی اللہ ان ضاقت بمارمت حیلتی**

ہاں یارسول اللہ ﷺ آپ میرے وسیلہ ہیں اللہ کی طرف، اگر میرے مقصد کی طرف میرا حیلہ قاصر ہے۔

وانت نصیری فی خطوب تتابعت **علی وذخری عند فقری وعیلتی**

اور آپ ﷺ میرے مددگار ہیں حوادث میں جو لگاتار آئیں مجھ پر اور میرے کام آنے والے ہیں میری محتاجی و تنگدستی میں۔

ایک دوسرے قصیدہ میں فرماتے ہیں:

یاسیدی یارسول اللہ یاسندی **فی کل خطب ثقیل موجع الم**

اے میرے آقا! اے اللہ کے رسول ﷺ! اے میرے سہارا! ہر بھاری حادثہ اور دردناک تکلیف رساں میں۔

فاستغفر اللہ لی یامن اذا نزلت **لی شدۃ انجو فیہ من النقم**

بس میرے لئے اللہ تعالی سے بخشش مانگو جب مجھ پر سختی نازل ہوئی تاکہ میں عتاب سے چھوٹ جاؤں۔

(۳) وظیفہ یاشیخ عبدالقادر شیئاً للہ کے جواز کی تحقیق

بعض لوگ وظیفہ **یاشیخ سید عبدالقادر شیئاً للہ** کا پڑھنا کفر و شرک کہتے ہیں، حالانکہ تمام محققین صوفی مشرب علماء و صلحاء اس وظیفہ کو مصائب و تکالیف اور قضائے حاجات کے واسطے پڑھنا اکسیر فرماتے ہیں، حقیقت میں اگر عقل سلیم سے غور کیا جائے تو پھر شرک کا احتمال جاتا رہتا ہے۔

یاشیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ: کے لغوی معنی یا شیخ! یعنی اے بزرگ! عبدالقادر، یعنی بندہ قادر، جیلانی یعنی جیلان (گیلان) کے رہنے والے، شیئاً للہ، یعنی کوئی چیز خدا کے واسطے یعنی "فی

سبیل اللہ" اور "اکراماًللہ" دیجئے۔ مطلب یہ ہوا کہ یا شیخ عبد القادر جیلانی فی سبیل اللہ کوئی چیز عطا فرمایئے۔

خود منکرین شیئاًکہنے کے مرتکب ہیں

منکرین کو بھی منبروں اور پلیٹ فارموں پر یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ اس درویش اور فقیر کو للہ روٹی دو، کپڑا دو، کرایہ دو، فلاں مولوی صاحب کی امداد کرو، علی ہذا انجمنیں بھی یہی کہتی ہیں کہ یتیموں کی للہ امداد کرو، طالب علموں کی مدد کرو، غرضیکہ ہر قوم اور ہر فرقہ شیئاًللہ کہتا ہے، مگر فرق صرف یہ ہے کہ بعض لوگ فارسی، اردو، پنجابی اور عربی میں کہتے ہیں، لیکن مطلب سب کا ایک ہی ہے، حالانکہ شرک نہ عربی میں ہے، نہ فارسی میں، نہ اردو میں اور نہ ہی پنجابی وغیرہ میں۔

رفع اشتباہ

غرض شیئاًللہ کہنے میں کسی طرح کا بھی گناہ نہیں ہے کیونکہ اس کا پڑھنے والا نہ تو حضرت غوث پاک کو خدا سمجھتا ہے اور نہ خدا کا بیٹا، نہ خدا کا شریک، نہ مختار ذاتی، نہ متصرف کلی و جزئی، بلکہ ہر وقت عبد القادر یعنی اللہ کا بندہ جانتا ہے، اور سوال بھی بلفظ للہ پیش کرتا ہے، اور آپ کا دور سے بھی باذن اللہ جانتا ہے اور آپ امداد فرمائیں تو اس امداد کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیال کرتا ہے پھر بھلا عقل سلیم والا اس وظیفہ کو کس طرح شرک کہہ سکتا ہے۔

مولانا روم رحمت اللہ تعالیٰ علیہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:

آب خواہ از جو بجو خواہ از سبوہ　　　کاں سبو را ھم مدد باشد زجو

پانی خواہ نہر سے لو یا گھڑے سے (یکساں ہے) کیونکہ گھڑے کو بھی نہر ہی سے (پان کی مدد) ملتی ہے۔

نور خواہ از مہ طلب خواہی ز خور　　　نور مہ ھم آفتاب است اے پسر

روشنی خواہ چاند سے حاصل کرو یا سورج سے (برابر ہے کیونکہ) اے عزیز چاند کا نور بھی سورج سے ہے۔

علامہ خیر الدین رملی رحمتہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ درباره جواز یاشیخ عبدالقادر الخ

علامہ خیر الدین رملی رحمہ اللہ تعالیٰ جو علامہ علاؤالدین حصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ مصنف در مختار کے استاد ہیں وظیفہ **یاشیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ** کو جائز فرماتے ہیں۔

چنانچہ فتاوی خیریہ میں ہے:

سئل فی دمشق عن الشیخ الصماوی فیمااعتاده السادة الصوفیة من حلق الذکرالجھریة فی المساجدمن الجماعة ورثواذلک من آبائھم واجدادھم والصادرة عن ذوی المعارف الالھیة کالقادریة والسعدیة ویقولون "یاشیخ عبدالقادریاشیخ احمدالرفاعی شیئاللہ" ونحوذلک ویحصل لھم فی اثناءالذکروجدعظیم۔

ترجمہ: دمشق میں شیخ خیر الدین رملی سے شیخ ابراہیم صماوی کی طرف سے سوال کیا گیا درباره عادات صوفیہ کے کہ حلقہ میں وہ ذکر جہر مساجد میں کرتے ہیں جیسا کہ انہوں نے اپنے آباو اجداد سے ورثہ میں پایا ہے ار اشعار صوفیہ جو اہل معارف الٰہیہ مثلاً قادریہ وسعدیہ سے انہوں نے لئے ہیں پڑھتے ہیں اور وہ "**یاشیخ عبدالقادر**" "**یاشیخ احمد رفاعی شیئاً للہ**" وغیرہ کہتے ہیں اور اثنائے ذکر میں ان کو وجد عظیم ہوتا ہے۔

اجاب بعدماذکران حقیقة ماعلیه الصوفیة لاینکرھاالاکل نفس جاھلة غبیة وبعدماذکرجوازحلق الذکروالجھریة وانشادالقصائدوالاشعارفی المسجدبماصورته واماقولھم یاشیخ عبدالقادرفھونداءواذااضیف الیه شیئاللہ فھوطلب شئی اکرامالله فھوجائزولایجوزالاغتراربقول من انکره اونقله من الوھبانیة نظراالی ان معناه اعط اللہ شیئاوھذاالمعنی لایجوزقطعاوعلی ھذانقل صاحب الدرالمختارغیرجوازه، والحال انه

لا یختلج ببال احدمن المسلمین ان اللہ فقیر اعطہ شیئانعوذباللہ من ذلک بل معناہ الصحیح لتلک الکلمۃ اعطنی شیئالوجہ اللہ او اکراما للہ وھذاجائزوصحیح ونظیرہ فی القرآن معمول وموجودفان للہ خمسہ وللرسول وقدردہ یعنی صاحب الدرالمختارفی ھذاالقول جمع کثیرمن الفقھاءمنھم خیرالدین الرملی استاذہ فی الفتاویٰ الخیریۃ من ھامش الفتاوی الحامدیۃ فی الجزءالثانی "مطبوعۃ مصر ص ۲۸۲،وفی ردالمختار للعلامۃ الشافی فی الجزءالثالث ان یقول اردت ان اطلب شیئااکراماللہ تعالی ان قصدالمعانی الصحیح فانہ لابأس بہ ھکذافی طوالع الانوارشرح الدرالمختارالشیخ محمدعابدسندھی ثم المدنی وفی الطحطاوی علی الدرالمختار"۔

ترجمہ: جواب (شیخ خیر الدین رملی رحمہ اللہ تعالیٰ نے) اس ذکر کے بعد کہ صوفیاء کے دستور العمل اور مشرب کا انکار وہی شخص کرتا ہے جس کا نفس جاہل وغبی ہے، اس کا ذکر کے بعد کہ ذکر و جہریہ کے حلقے اور قصائد و اشعار کا پڑھنا مسجد میں جائز ہے جواب دیا، جس کی صورت یہ ہے کہ ان لوگوں کا یا شیخ عبد القادر کہنا محض ندا ہے اور جب اس ندا کے ساتھ شیئاً للہ لگایا جائے تو اس کا مطلب کسی چیز کا بوجہ اللہ طلب کرنا ہے اور یہ جائز اور درست ہے اور اس شخص کے قول سے دھوکا کھانا درست نہیں جو اس کا انکار کرتا ہے، یا اس کو وہابیہ سے نقل کرتا ہے اس خیال سے اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کو کچھ دو حالانکہ یہ معنی قطعاً درست نہیں اسی لئے اس کلمہ کا عدم جواز صاحب در مختار نے نقل کیا، حالانکہ کسی مسلمان کے دل میں ایسے معنی نہیں گزرتے کہ اللہ محتاج ہے اس کو کچھ دو (نعوذ باللہ من ذالک) بلکہ اس کلمہ کے صحیح معنی یہ ہیں کہ مجھ کو کوئی چیز برائے خدا، یا باکرم خدا عطا کرو، اور یہ معنی حق ہیں اور جائز ہیں اور اس کی نظیر قرآن مجید میں بھی پائی جاتی ہے، مثلاً:

فَأَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ (الانفال ۴۱)

"تو اس کا پانچواں حصہ خاص اللہ اور رسول ﷺ کا"۔

اور صاحب در مختار کی اکثر فقہاء مثلاً علامہ خیر الدین رملی، علامہ شامی، محمد عابد سندھی اور طحطاوی وغیرہ نے معنی اول کے سمجھنے میں تردید کی ہے، چنانچہ فتاوٰی حامدیہ (فہریہ) جلد دوم صفحہ ر ۲۸۲، اور رد المختار شرح در المختار جلد ر سوم میں ہے کہ کسی چیز کا اکراماًللہ طلب کرنا صحیح ہے اور اس میں کسی قسم کا خوف نہیں ہے اسی طرح طوالع الانوار شرح در مختار شیخ محمد عابد سندھی ثم المدنی اور طحطاوی شرح در مختار میں ہے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے نزدیک وظیفہ ءیا شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا جواز

کتاب دعوت الحق میں لکھا ہے:

هذا ما حققه الشيخ عبدالحق المحدث الدهلوی فی کتابه المسمی بتوصيل المريد المشهور بدعوة الحق فی اختتام شبر الاسماء الالٰهية ومما يستحفظ ويستعصم ويتمسک هذا العبد فی قراءة هذه الاحزاب ان يقراء عند اول كل شبر هذه الصيغة من الصلوٰة "اللهم صل علی سيدنا محمد صلوٰة تنجينا من جميع الاهوال والآفات الخ" ويستحضر جمال الحضرة النبوية و يلتجی اليها و كمال الحضرة الالٰهية و يستعين بها من جميع الاٰفات ثم يقول هٰذه الكلمة عشر مرات فصاعدًا يا شيخ عبدالقادر شيئا لله ثم يقول بسم الله الرحمن الرحيم ثم يشرع ويقول بعد تمام كل شبر اٰمين اللهم صل علٰی محمد واله وصحبه وسلم ثلٰثا يا شيخ عبدالقادر شيئا لله ثلٰثا ثم يقول بسم الله الرحمن الرحيم ثم يشرع فی شبر اٰخر وهذا اعتصام هذا الحزم عندی بالهام الله سبحانه والله الحفيظ۔

ترجمہ: یہ وہ وظیفہ ہے جس کی تصدیق شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب توصیل المرید الی المراد مشہور بہ دعوۃ الحق میں اسمائے الٰہیہ کے شبر کے شروع میں جس چیز کے ساتھ حفاظت چاہتا اور امن طلب کرتا اور سہارا پکڑتا ہے وہ درود شریف کا یہ صیغہ ہے کہ: اللھم

صل علی سیدنا محمد صلوٰۃ تنجینا من جمیع الاھوال و الآفات الخ اور اس وقت حضور ﷺ کا جمال حاضر فی الذہن کرکے اور اس کی پناہ چاہے اور جناب الٰہی کا کمال متحضر کرے اور اس کی پناہ لے تمام آفات سے، پھر یہ کلمہ دس یا زیادہ مرتبہ کہے کہ: یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ پھر پڑھے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پھر شروع کرے اور ہر شبر کے خاتمے پر آمین اللھم صل علیٰ محمد و الہ وصحبہ وسلم تین مرتبہ کہے، یا شیخ عبدالقادر شیئاًللہ تین مرتبہ، پھر کہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پھر دوسرا شبر شروع کرے اور یہ اسی حزب کا اعتصام ہے۔ میرے نزدیک اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا الہام ہے اور اللہ حافظ ہے۔

وظیفہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ

قال الشیخ المحقق عبدالحق المحدث الدھلوی البخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فی کتاب دعوۃ الحق و عبارتہ ”اقول بعد اتمام ھذا الدعاء یاشیخ عبدالقادر الجیلی الحسنی الحسینی شیئا للہ ثلٰثا او فصاعدًا۔

ترجمہ: حضرت شیخ المحقق عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب دعوت الحق میں فرماتے ہیں اور ان کی عبارت یہ ہے، ”اس دعاء کے خاتمہ پر میں یہ کہتا ہوں یا شیخ عبدالقادر الجیلی الحسنی الحسینی شیئاً للہ تین مرتبہ یا اس سے زیادہ۔

وحضرت شیخ عبدالحق دھلوی در رسالہ ضرب الاقدام می نویسند چوں فقیر در سفر حرمین الشریفین در کشتی بودم کہ اکثر اھل آں کشتی در برداشتن لنگر کشتی یاد نام حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میکردند فقیری را شنیدم کہ بایں کلمات مشغول بود، یا گیلانی شیئاً للہ، یا جیلانی شیئاً للہ۔۔۔ یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ۔

ترجمہ: اور شیخ ممدوح اپنے رسالہ ضرب الاقدام میں لکھتے ہیں کہ جب فقیر حرمین شریفین کے سفر میں کشتی میں بیٹھا تھا تو اس کشتی کے اکثر مسافر کشتی کا لنگر اٹھانے میں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام یاد کرتے تھے ایک فقیر کو میں نے سنا جو ان کلمات میں مشغول تھا:

یا جیلانی شیئاً للہ، یا جیلانی شیئاً للہ، یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ۔

وحضرت شاہ ابوالمعالی وادری لاھوری کہ عالم و فاضل صوفی کامل عالم عامل در وقت خود بے نظیر بودند وداد محبت و عشق حضرت سید الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ دادند مریداں و تلمیذان خود را بخواندن یا شیخ عبدالقادر شیئاًللہ ھزار بار وصیت میفرمودند۔

ترجمہ: اور حضرت شاہ ابوالمعالی قادری لاہوری جو عالم و فاضل صوفی کامل اور عالم عامل اپنے وقت میں لاثانی تھے اور حضرت سید الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عشق و محبت کی داد دیتے تھے، اپنے مریدوں اور شاگردوں کو "یا شیخ عبدالقادر شیئاًللہ" ہزار بار پڑھنے کی وصیت کیا کرتے۔

شیخ شہاب الدین شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول

حضرت شیخ شہاب الدین شعرانی تلمیذ بلا واسطہ مولانا شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ ماکہ محدث وفقیہ بود در طبقات در ذکر سید احمد بدوی می آرد کہ عادت اھل مصر وغیرہ ھمیں بود کہ سید احمد شیئاًللہ۔

ترجمہ: حضرت شیخ شہاب الدین شعرانی جو مولانا شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ ماکے شاگرد بلاواسطہ ہیں جو محدث وفقیہ تھے طبقات کے اندر سید احمد بدوی کے ذکر میں بیان فرماتے ہیں

کہ اہل مصر وغیرہ کی عادت ایسی تھی کہ سید احمد کے ساتھ استغاثہ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ: **یا سید احمد شیئاً للہ۔**

ودر رسالہ حامیہ کہ تصنیف خلف الصدق خواجہ باقی باللہ قدس سرہ در مناقب حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ می نویسند کہ زیادہ ازیں چہ منقبت ایشاں خواھد بود کہ عوام و خواص حرمین الشریفین یاد آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ عقب یاد حضرت رسالت مآب ﷺ میکنند در پیش آمدن مہم ھر کار بعد از التجاء بدرگاہ رسالت ﷺ از و استعانت جویند و ساکنان حرمین بخواندن شیئاً للہ یا شیخ عبدالقادر مخصوص وملتزم اند۔

ترجمہ: اور رسالہ حسامیہ میں جو خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے فرزند کی تصنیف ہے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب میں لکھا ہے کہ زیادہ اس سے کیا منصب ان کا ہو گا کہ حرمین شریفین کے عوام و خواص آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد رسالت مآب ﷺ کی یاد کے بعد کرتے ہیں، اور ہر کام کی مہم پیش آنے کے وقت رسالت مآب ﷺ کی درگاہ میں التجاء کے بعد ان سے استعانت کرتے ہیں اور حرمین شریفین کے باشندے **شیئاً للہ یا شیخ عبدالقادر** کے پڑھنے میں مخصوص وملتزم ہیں۔

محب رسول اللہ ﷺ آپ کی زیارت کر سکتا ہے اور آپ سے ہم کلام ہو سکتا ہے

حضرت مولانا علی القاری در شرح حدیث **عرضت علی صلوتہ** نوشتہ **ای بالمکاشفۃ او بواسطۃ الملائکۃ۔**

(۱) و نیز شیخ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ در کتاب انتباہ الاذکیاء فی حیات الانبیاء بحدیث صحیح اثبات کردہ کہ آنحضرت ﷺ رادر عالم برزخ وجود سمع خارق عادت ست کہ از اطراف درود بعید الارجاء نداء وآواز صلوٰۃ وسلام ونیاز اھل راز میشنوند۔ چنانکہ آنحضرت ﷺ دردار دنیا بسمع خارق عادت ممتاز بودند۔

(۲) وھذا عبارتہ قدس سرہ ان للّٰہ یرد علیہ سمعہ الخارق للعادۃ بحیث یسمع سلام المسلم وان بعد نظرہ وقد کان لہ ﷺ فی الدنیا حالۃ یسمع فیھا سمعاً خارقاً للعادۃ بحیث کان یسمع اطیط السماء و حالہ ﷺ فی البرزخ کحالہ فی الدنیا سواء (انتھٰی)

(۳) در مشکوٰۃ از ابوہریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ مذکور قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیاً ابلغتہ۔

(۴) در بعض احادیث وارد گشتہ کہ آنحضرت ﷺ درود و سلام بے واسطہ از دور استماع می نمایند چنانچہ شیخ سید سلیمان جزولی کتاب "دلائل الخیرات" روایت کردہ:

قیل لرسول الله ﷺ ارئیت صلاة المصلی علیک ممن غاب عنک ومن یاتی بعدک ما حالهما عندک؟ فقال اسمع صلوة اهل محبتی و اعرفهم الحدیث در مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات گفته" وظاهر الحدیث انه ﷺ یسمع صلوٰة اهل محبته سواء ﷺ المحب له عندقبره او نائباً عنه بعیدمنه۔

(۵) در مشکوٰۃ شریف آوردہ کہ حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ﷺ گفت شنیدم کہ رسول خدا ﷺ فرمود: صلو علی فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم، رواہ النسائی قال ابن حجر ورواہ احمد فی مسندہ وابوداؤد وصححہ النووی فی الاذکار۔

(۶) دریں جا تسلیہ و تبشر است مر مشتاقاں را اگر بسبب دوری ضروری از سعادت قرب صوری محروم باشند باید کہ از توجہ و حضور قلبی غافل نباشند وخودرا از ساحت حضور دور خیال نکنند۔

یکساں بہ پیش مہر بود قرب وبعد خاک

کوذرہ پرور است بہر شہر وھر دیار

درراہ عشق مرحلہ قرب وبعد نیست

می بینمت عیاں ودعامی فرستمت

مصرعہ:

قرب جانی چو بود بعد مکانی سہل است

ترجمہ: حضرت مولانا علی القاری نے اس حدیث شریف کی شرح میں کہ عرضت علی صلوٰتہ لکھا ہے کہ یعنی مکاشفہ کے ساتھ یا بذریعہ ملائکہ۔

(۱) اور نیز شیخ جلال الدین سیوطی نے کتاب انتباہ الاذکیا فی حیات الانبیاء میں حدیث صحیح سے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے لئے عالم برزخ میں شنوائی کا وجود خارق عادت ہے کہ تمام دور دراز کی طرفوں سے درود اور نداء، آواز صلوٰۃ و سلام کا اور نیاز اہل راز کا سُن لیتے ہیں، جیسے کہ آنحضرت ﷺ دنیا کے اندر شنوائی کے خارق عادت سے ممتاز تھے۔

(۲) اور یہ ان کی عبارت ہے اللہ ان کے راز کو پاک کرے "اللہ تعالیٰ آپ کو شنوائی بطور خرق عادات واپس دے دیتا ہے، چنانچہ آپ مسلمان کا سلام سنتے ہیں اگرچہ وہ آپ کی نظر سے دور ہو اور آنحضرت ﷺ کی حالت دنیا میں ایسی تھی کہ آپ ﷺ اس میں بطور خرق عادات سنتے تھے، یہاں تک کہ آسماں کی چرچر کی آواز سن لیتے، آنحضرت کا حال برزخ ایسا ہی ہے جیسے دنیا میں تھا، انتھٰی۔

(۳) اور مشکوٰۃ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جس شخص نے میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھا میں اس کو سن لیتا ہوں اور جس نے دور سے مجھ پر درود پڑھا وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔

(۴) اور بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ درود و سلام بلا واسطہ دور سے سن لیتے ہیں جیسے شیخ سید سلیمان جزولی علیہ الرحمہ نے کتاب دلائل الخیرات میں روایت کیا ہے: رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا ان لوگوں کو درود کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں جو آپ ﷺ سے غائب ہیں اور جو آپ ﷺ کے بعد پیدا ہوں گے آپ کے نزدیک ان کا کیا حال ہے؟ تو فرمایا میں اپنے اہل محبت کا درود سنتا ہوں اور ان کو پہچانتا ہوں آخر حدیث تک، مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں لکھا ہے کہ اس حدیث کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے اہل محبت کا درود سن لیتے ہیں خواہ آپ کا محب آپ ﷺ کی قبر کے پاس پڑھے یا آپ ﷺ سے دور فاصلے پر رہ کر پڑھے۔

(۵) مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: تم اپنا درود مجھ پر پڑھو وہ مجھ تک پہنچ جائے گا جہاں بھی تم ہو۔

اس کو نسائی نے روایت کیا ہے۔ ابن حجر نے کہا ہے کہ احمد نے بھی اس کو اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور ابو داؤد نے اذکار میں روایت کیا ہے اور نووی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

(٦) یہاں تسلی و بشارت ہے خاص مشتاقوں کو، سو اگر وہ مجبوراً دوری کے سبب سے ظاہری مراتب کی سعادت سے محروم ہیں تو چاہیئے کہ قلب کے حضور و توجہ سے غافل نہ ہوں اور اپنے آپ کو قدم حضور سے دور نہ سمجھیں کیونکہ درود و سلام کے وسیلے اور اس کے پہنچ جانے کی بدولت وہ آنحضرت ﷺ کی طرف قریب ہیں۔

یکساں بہ پیش مہر بود قرب وبعد خاک
کو ذرہ پرور است بہر شہر وہر دیار

ترجمہ: سورج کے آگے خاک کا قرب و بعد یکساں ہوتا ہے، کیونکہ وہ ہر شہر و ملک میں ذرہ پرور ہے۔

درراہ عشق مرحلہ قرب وبعد نیست   می بینمت عیاں ودعامی فرستمت

ترجمہ: عشق کی راہ میں قرب وبعد کا مرحلہ نہیں ہے میں آپ کو ظاہراً دیکھ رہا ہوں اور آپ کی طرف دعا بھیج دیتا ہوں۔

قرب جانی چو بود بعد مکانی سہل است

جب روحانی قرب ہو تو مکانی دوری معمولی بات ہے۔[1]

(ا) حضرت شیخ عبدالحق محدث دھلوی در جلد ثانی اخیر مدارج النبوۃ می فرمایند:

---

[1] (کذا فی اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ للشیخ عبدالحق محدث دھلوی صفحہ ۴۲۸ جلد اول)

وصل نوع ثانی کہ تعلق معنوی ست بجناب محمدی وآں نیز دو قسم ست: قسم اول دوام استحضار آں صورت بدیع المثال اگر ہستی تو کہ بتحقیق دیدہ وقتی از اوقات درخواب و تو مشرف شدہ بداں پس استحضار کن صورتے راکہ دیدہ کہ دیدہ درمنام۔

(۲) واگرندیدہ ہرگزومشرف نشدہ بآں واستطاعت نداری کہ استحضار کنی آں صورت موصوفہ ایں صفات رابعینھا ذکر کن اوراودرود بفرست بروئی ﷺ وباش درحال ذکرگویاحاضراست پیش درحالت می بینی ومی شنود کلام ترازیراکہ متصف است بصفات اللہ تعالیٰ ویکے ازصفات الٰہی آنست کہ انا جلیس من ذکرنی مرپیغمبر راﷺ نصیب وافراست ازیں صفت زیراکہ عارف وصف اووصف معروف اواست سبحانہ ووی ﷺ اعرف الناس باللہ تعالیٰ است۔

(۳) واگرنمی توانی بودنزدوی بایں صفت وہستی توکہ زیارت کردہ روزے قبر شریف اورادیدہ رُوضہ ٔعالیہ وقبلہ شریفہ اوراحضار کن درذھن خودآں حضرت ﷺ سنیہ راوہرگاہ ذکرکنی اورادرود بفرست بروی وباش چنانکہ ایستادہ نزدقبر شریف وی باجلال وتعظیم تاآنکہ مشاہدہ کنی روحانیت اوراظاہراً وباطناً۔

(۴) واگرنیستی توکہ زیارت کردہ قبر شریف اوراوندیدہ موطنِ حضرت وروضہ منورہ اوراپس دائم بفرست صلوۃ وسلام بروی

وتصورکن وی می شنودسلام ترا، وباش درحال تأدب جامع اللہ تابرسد صلوۃ توبروی دریں حضور قلب نزدوی وجمع ہمت رااثرے عظیم ست وشرم دارازان کہ ذکرکنی اوراونابفرستی بروی درودوتومشغول بغیروی باشید صلوۃ تودر حکم جسم بے روح۔

(۵) وچوں دانستی انچہ ذکرکردیم مرتراکہ قسم اول ازتعلق معنوی استحضارصورت شریف اوست بآنچہ متعلق است باملازمت ومداومت تعلق بدآں بہ ہیبت واجلال وعزت کمال پس لازم گیرآں راکہ دروست سعادت کبریٰ ومکانت زلفی واللہ الموفق۔

(۶) (قسم ثانی)ازتعلق معنوی استحضارحقیقت کاملہ موصوفہ باوصاف کمال وی کہ جامع است میان جمال وجلال و متجلی باوصاف خدائے کبیرمتعال مشرف بنورذات الٰہی درآبادوآزال محیط بکل کمال خفی خلق مستوجب بہر فضیلت وجود صورۃ ومعانی حقیقتاًوحکماًعیناًوشہادۃًظاہراًوباطناً۔

(۷) ونمی توانی کہ استحضارکنی ایں ہمہ راتاآنکہ بدانی کروی ﷺ برزخ کلی ست قائم درحقائق وجود قدیم وحدیث، پس اوست حقیقت ہریک ازجہتین ذاتاوصفاتازیراکہ وی مخلوق ست ازنورذات جامع اسماءوصفات وافعال وآثارآنراحکماًوعیناً۔

(۸) وصیت میکنم ترااى برادربدوام ملاحظہ صورت ومعنى اواگرچہ باشی تومتکلف ومستحضرپس نزدیک است کہ الفت گیردروح توبوی پس حاضرآیدتراوی ﷺ عیاناًوگویا بی اوراوحدیث کنی باوی وجواب دہدتراوی وچوں

حدیث گوید باوو خطاب کند ترا فائز شوی بدرجۂ صحابۂ عظام ولاحق شوی بایشاں ان شاءاللہ تعالٰی۔[1]

ترجمہ: (۱) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ مدارج النبوۃ کی دوسری جلد کے آخر میں فرماتے ہیں: فصل، دوسری قسم جو تعلق معنوی ہے جناب محمدی ﷺ کے ساتھ اوروہ بھی دو قسم پر ہے: قسم اول اس صورت بدیع المثال کا دوام استحضار، اوراگر تم کو یہ موقع میسر ہے کہ تم نے کسی نہ کسی وقت آپ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے اور تم اس پر مشرف ہوئے ہو پس اس صورت کو جو تم نے خواب میں دیکھی ہے استحضار کرو۔

(۲) اور اگر ہر گز خواب میں زیارت نہیں کی اور اس پر مشرف نہیں ہوئے اور طاقت نہیں رکھتے کہ اس صورت موصوفہ بایں صفات کا بعین ہا استحضار کرو تو آپ ﷺ کو یاد ہی کرو اور آپ ﷺ پر درود بھیجو، ﷺ، اور ذکر میں تم ایسی حالت میں رہو کہ گویا آپ ﷺ تمہارے آگے بحالت حیات تشریف فرماہیں اور تم آپ ﷺ کو مودبانہ تعظیم و تکیم سے اور ہیبت و حیاء سے دیکھ رہے ہو اور واضح رہے کہ آنحضرت ﷺ تم کو دیکھ رہے ہیں اور تمہارے کلام کو سن رہے ہیں، اور خود اللہ تعالٰی کی ایک صفت یہ ہے کہ:

انا جلیس من ذکرنی۔

”میں اس شخص کا ہم نشین ہوں جو مجھے یاد کرے“۔

---

[1](مدارج النبوۃ للشیخ المحقق ومدقق المحدث عبدالحق دھلوی قدس سرہ ، مدارج ۲) (مدارج النبوۃ للشیخ المحقق ومدقق المحدث عبدالحق دھلوی قدس سرہ، مدارج ۲)

اس صفت میں پیغمبر ﷺ کو کافی حصہ ملا ہے، کیونکہ اُس کا وصف "عارف" ایک مشہور وصف ہے سبحانہ، اور آنحضرت ﷺ تمام لوگوں سے بڑھ کر عارف باللہ ہیں۔

(۳) اور اگر تم اس صفت کے ساتھ آپ کے نزدیک نہیں ہو سکتے اور تم کو یہ بات حاصل ہے کہ کسی دن آپ کی قبر شریف کی زیارت کی ہے تو آپ ﷺ کے روضہء عالیہ کا استحضار اپنے ذہن میں کرو اور جب آپ کو یاد کرو تو آپ ﷺ پر درود بھیجو اور ایسا تصور کرو کہ گویا تم آپ کی قبر شریف پر کمال تکریم و تعظیم کے ساتھ کھڑے ہو حتیٰ کہ تم ظاہراً و باطناً آپ ﷺ کی روحانیت کو مشاہدہ کروگے۔

(۴) اگر تم نے آپ ﷺ کی قبر شریف کی زیارت نہیں کی اور حضرت ﷺ کے وطن اور آپ کے روضہء منورہ کو نہیں دیکھا، پس ہمیشہ آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجتے رہو اور تصور کرو کہ آپ ﷺ سن رہے ہیں تمہارے سلام کو، اور ادب کے حال میں رہو اس بات سے شرم کرو کہ آپ کی یاد کے وقت یا آپ پر درود بھیجتے وقت غیر کے ساتھ مشغول رہو، اور تمہارا درود مثل جسم بے روح ہو۔

(۵) اور جب مذکورہ باتوں سے تم نے سمجھ لیا کہ تعلق معنوی سے پہلی قسم آپ کی صورت شریف کا استحضار ہے ان صفات سے جو آپ سے متعلق ہیں، پس اس کو لازم پکڑو۔

(۶) (قسم دوم از تعلق معنوی) اس حقیقت کاملہ کا استحضار ہے جو آپ ﷺ کے اوصاف کمال کے ساتھ موصوف ہے جو جمال و جلال کی جامع ہے اور خداوند کبیر متعال کے اوصاف سے آراستہ ہے ذات الٰہی کے نور سے ازل و ابد میں مشرف ہے ہر کمال پر حاوی ہے وجوہ صورت اور معنی حقیقت کی ہر فضیلت کو گھیرنے والی ہے، **حکماً و عیناً** اور **شہادۃً ظاھراً و باطناً**۔

(۷) اور ان تمام باتوں کا استحضار تم نہیں کر سکتے کہ جب تک یہ نہ سمجھو کہ آنحضرت ﷺ برزخ کلی ہیں جو وجود قدیم وحدیث کے حقائق میں قائم ہے، پس ہر ایک کی حقیقت دونوں طرف سے ذاتاً وصفاتاً آپ ﷺ ہی ہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ اس ذات کے نور سے پیدا ہوئے ہیں جو **حکماً و عیناً** اپنے اسماء وصفات و افعال و آثار کی جامع ہے۔

(۸) اے بھائی! میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ آپ کی صورت اور معنیٰ کا ہمیشہ تصور رکھو، اگر تم متکلف اس کو مستحضر رکھوگے تو نزدیک ہے کہ تمہاری روح آپ ﷺ کے ساتھ الفت اختیار کرے گی، اور آنحضرت ﷺ عیاناً تمہارے پاس تشریف لائیں گے اور تم آپ ﷺ سے ملاقات کروگے آپ ﷺ کے ساتھ بات کروگے اور آپ ﷺ تم کو جواب دیں گے تم سے بولیں گے تم سے خطاب کریں گے، پس تم صحابہ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درجے پر فائز ہوگے اور ان کے ساتھ جاملوگے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ [1]

(۴) خود بعض اکابر وہابیہ کا پاؤں استمداد کے پھندے میں

نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی جو غیر مقلدوں کے سرگروہ ہیں، جنہوں نے سینکڑوں کتابیں لکھی ہیں، وہ اپنی دوسری کتاب "تحفۃ النبلاء" میں طبرانی کی مذکورہ سابق حدیث کے ذیل میں ارقام فرماتے ہیں:

"کہ میں نے خود اس حدیث پر عمل کیا ہے اور مجرب پایا ہے، وہ اس طرح کہ میں ۱۲۷۵ھ میں مرزاپور سے جبل پور کے راستہ بھوپال کو آرہا تھا موسم برسات کا تھا، راستہ میں ایک ندی کو عبور

[1] (مدارج النبوۃ للشیخ المحقق ومدقق المحدث عبدالحق دھلوی قدس سرہ، مدارج ۲) (مدارج النبوۃ للشیخ المحقق ومدقق المحدث عبدالحق دھلوی قدس سرہ، مدارج ۲)

کرنا تھا، ندی بڑی طغیانی پر تھی، میں نے اپنا گھوڑا اس خیال پر کہ پانی تھوڑا ہو گا اس میں ڈال دیا، جب میں ندی میں داخل ہوا تو خدا کی قدرت پانی اور چڑھ گیا، میں اور میرا کرایہ دار ڈوب جانے لگے، میں فوراً گھوڑے پر سے پانی میں کود پڑا گھوڑے کو تو پانی بہا کر لے گیا اور ہم بھی اس کے ساتھ بہہ گئے اُس وقت میں نے تین بار با آواز بلند کہا:

یا عباد اللہ اعینونی۔

اے اللہ کے بندوں میری مدد کرو۔

میرا یہ کہنا تھا کہ ہم سب ایک پتھر پر جا کر ٹھہر گئے، اس وقت میرے اور کرایہ دار کے سوا اور کوئی موجود نہ تھا، اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اس بلا اور مصیبت سے نجات بخشی اور میں جان سلامت لے گیا۔

واقعی یہ کلمہ بڑا پُر تاثیر ہے، اولیاء اللہ ایسے آڑے وقتوں میں غائبانہ یاد کرنے سے حاضر ہو کر امداد فرما دیتے ہیں، خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو بزرگوں سے روحانی تعلق اور ان کے تصرف اور اختیارات پر اعتقاد رکھتے ہیں، یہی لوگ جنت الفردوس کے وارث ہیں، یہی لوگ اہل سنت والجماعت کہلانے کے حق دار ہیں یہی لوگ ناجی فرقے والے ہیں۔

نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد کا قاضی شوکانی سے امداد مانگنا

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی غیر مقلد اپنے مشہور دیوان نفخ الطیب میں قاضی شوکانی سے بایں الفاظ طالب امداد ہوتے ہیں:

زمرہ رائے درافتادہ ارباب سنن
شیخ سنت مددے قاضی شوکاں مددے

ترجمہ: اہل رائے کی جماعت اہل حدیث جماعت سے الجھ رہی ہے، اے شیخ سنت! کچھ مدد کیجئے اے شوکاں کے قاضی! کچھ مدد کیجئے۔

مولوی عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ ابرازالغی میں نواب صاحب کے اس شعر پر اعتراض کرتے ہیں کہ بلا جو شخص رسول ربانی، غوث صمدانی سے استمدادو استعانت طلب کرنے کو حرام و شرک جانتا ہے اور قاضی شوکانی سے حلال اور جائز کہتا ہے ایسا شخص کون ہوا؟

ناظرین خود ہی انصاف سے غور کریں کہ کیا قاضی صاحب کا مرتبہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر تھا؟ آیا قاضی صاحب (معاذ اللہ) او تاد تھے جن سے امداد طلب کرنا جائز ہوا؟ افسوس ہے ایسے لوگوں کی حالت پر کہ:

خودرا فضیحت دیگرے را نصیحت۔

ترجمہ: اپنے لئے رسوائی کا سامان اور دوسروں کو نصیحت۔

نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد بھوپالی کا رسول ﷺ سے امداد مانگنا

نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد بھوپالی قصیدہ عنبریہ میں رسول اللہ ﷺ سے بایں الفاظ استغاثہ کرتے ہیں:

مالی وراءک مستغاث فارحمن　　　　یا رحمتہ للعالمین بکائی

ترجمہ: یارحمتہ للعالمین! ﷺ میرے پاس آپ کے سوا کوئی فریادرس نہیں ہے، پس آپ ﷺ میرے رونے پر ضرور رحم فرمائیے۔

نواب صاحب اپنی کثیر تصانیف میں غیر اللہ سے امداد طلب کرنے کو کفر و شرک تحریر کرتے ہیں، لیکن تعجب ہے کہ ان دونوں کتابوں میں کس طرح غیر اللہ سے امداد مانگتے ہیں، شاید بھول گئے یا واقعی ان کا یہ عقیدہ بعد میں ہو گیا ہو گا، گویا یہ شعر ان کے توبہ نامہ پر دال ہے۔

مولوی محمد عثمان غیر مقلد کا رسول اللہ ﷺ سے مدد مانگنا

مولوی محمد عثمان غیر مقلد اپنی کتاب "نظارہ گلبن عثمان" میں رسول اللہ ﷺ سے مدد کا یوں خواستگار ہوتا ہے:

اے شافع محشر ہے یہی وقت مدد کا
جز آپ ﷺ کے سب ہیبت حق کھائے ہوئے ہیں
سب نبی تم سے مدد خواہ ہیں ہم کیسے نہ ہوں
شافع حشر ہو تم عیش کے ساماں تم ہو!

غیر مقلدین جو استمداد و استعانت کے دشمن ہیں ان کو خود اہل اللہ سے استعانت کرنا دنیا کے عجائبات سے ہے اور دراصل یہ اس مسئلہ استمداد کی حقانیت کے لئے قدرتی اور غیبی تائید ہے سچ ہے:

چوں تیرے جہد ز کمان گفتگوئے حق
ہر چند خصم ساعی انکار مے شود

ترجمہ: حق تعالیٰ کا فرمان کمان سے تیر کی مانند ہدف تک پہنچ جاتا ہے اگرچہ دشمن انکار کی کوشش کرتا رہے۔

استمداد باولیاء اللہ و استعانت بہ اہل القبور

انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے مدد مانگنا خواہ وہ زندہ ہوں یا عالم برزخ میں محققین کے نزدیک جائز اور مستحسن ہے، اس طور پر کہ ان کو مظہر عون الٰہی جان کر توجہ الی اللہ کرے اور اس مدد کو اللہ تعالیٰ ہی کی مدد جانے، بالذات وہی مدد کرتا ہے، وہی مستعان حقیقی ہے اور اولیاء کرام محض ذریعہ اور وسیلہ ہیں اور اگر مستعان ہیں تو مجازاً ہیں، اور ان سے استمداد کرنا اسباب ظاہریہ سے ہے مثل دیگر اسباب کے، اس قسم کی استمداد شرعاً ثابت ہے، اگر کوئی شخص اس کو شرک کہے تو یہ اس کی جہالت ہے، لہٰذا انصاف پسند اور عقل سلیم والوں کے لئے اس بحث کے تمام پہلوؤں پر نظر کرنے کے بعد قول فیصل حوالہ قلم کیا جاتا ہے۔

استمداد باولیاء کے مانعین کے سرکردہ علامہ ابن تیمیہ کو سمجھنا چاہیئے وہ اپنے رسالہ زیارت قبور میں رقمطراز ہیں:

وان قال انا اسالہ لکونہ اقرب الی اللہ منی لیشفع لی فی ھذہ الامور لانی اتوسل الی اللہ بہ کما یتوسل الی السلطان بخواصہ واعوانہ فھذا من افعال المشرکین والنصاریٰ فانھم یزعمون انھم یتخذون احبارھم و رھبانھم شفعاء یستشفعون بھم فی مطالبھم و کذالک اخبر اللہ عن المشرکین مانعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ۔

ترجمہ: اگر وہ (طالب امداد) اپنے فعل کی تائید میں یہ دلیل پیش کرے کہ صاحب قبر قرب الٰہی میں مجھ سے بڑا ہوا ہے، وہ میری سفارش کرے گا میں اس کا توسل اس لیے پکڑتا ہوں جیسے بادشاہوں کے ہاں ان کے مقربین اور درباری لوگوں کے ساتھ توسل کیا جاتا ہے، تو یہ مشرکین و نصاریٰ کا سا قول و فعل ہے، کیونکہ ان کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ احبار اور رہبان بارگاہ ایزدی میں ان کی حاجات پورا کرنے کی سفارش کرتے ہیں۔

جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اس قول کو قرآن مجید میں ذکر فرمایا ہے:

مَا نَعۡبُدُھُمۡ إِلَّا لِیُقَرِّبُونَا إِلَی اللَّہِ زُلۡفَی۔ (الزمر ۳)

”صرف اتنی بات کے لیے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے پاس نزدیک کر دیں۔“

علامہ صاحب کا دعویٰ کس قدر بلند آہنگ ہے، مگر جس دلیل پر دعویٰ کا مدار ہے وہ کس قدر غیر چسپاں ہے اور اس کو کہتے ہیں:

کلمۃ الحق ارید بہ الباطل۔

ترجمہ: حق بات کے باطل معنی لئے گئے ہیں۔

یعنی دعویٰ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے استمداد کرنے والے مشرکوں کی مانند ہیں (معاذاللہ من ذالک) اور دلیل یہ ہے کہ جس طرح یہ لوگ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام میں ذریعہ قرب پانے کے امیدوار ہیں اسی طرح مشرک لوگ بتوں کے ذریعہ قرب حق کے امیدوار ہوتے ہیں، جس کے معنی یہ ہو گئے کہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے استمداد کرنا یا شفاعت چاہنا بتوں سے استمداد کے برابر ہے، اس سے یہ لازم آیا کہ معاذ اللہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کی مثال بتوں پر صادق آتی ہے، اس صورت میں ناظرین انصاف فرمائیں کہ استمداد باولیاء کرنے والے زیادہ گنہگار ہوئے یا ان اولیاء کرام اور انبیاء علیہم السلام کو بتوں کے ساتھ مثال دینے والے۔

لو آپ اپنے جال میں صیاد آ گیا

افسوس کہ منکرین استمداد نے جوش استدلال میں انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام رحمھم اللہ تعالیٰ کے ادب کا خیال نہ رکھا، اب ذرا اس استدلال کے دخل و خدع کا راز سنئیے:

وَالَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اَوۡلِیَآءَ مَا نَعۡبُدُھُمۡ اِلَّا لِیُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَی اللّٰہِ زُلۡفٰی۔ (الزمر ۳)

اس آیت سے علامہ ابن تیمیہ نے دلیل کو دعوی پر چسپاں کرنے کے لئے اولیاء سے مراد احبار و رھبان کے لئے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی اس لفظ سے مراد اصنام و اوثان ہیں۔

چنانچہ تفسیر خازن میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے:

اولیاء یعنی الاصنام۔

تفسیر مدارک میں ہے:

اولیاء ای الھۃ وھو مبتامحذوف الخبر تقدیرہ والذین عبدوا الاصنام۔

مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے فتوے درباره جواز استمداد باولیاء

شاید شیخ ابن تیمیہ کے اس دعوی و دلیل اور استدلال کا پہلو لے کر کسی سائل نے مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی سے سوال کیا تو شاہ صاحب نے اس کا جواب کس قدر شافی و مدلل فرمایا، سوال و جواب دونوں لفظ بلفظ درج کئے جاتے ہیں۔

فتویٰ اول استمداد اور بت پرستی میں فرق

(سوال) (۱) بت پرستے مدد از بت میخواست عالمے منع کرد کہ شرک مکن، بت پرست گفت کہ گر شریک خدا دانستہ پرستش کنم البتہ شرک ست، و گر مخلوق فھمیدہ پرستش نمایم چگونہ شرک باشد؟

(۲) عالم گفت کہ در کلام مجید متواتر آمدہ کہ از غیر خدا مدد مجوئید، بت پرست گفت کہ بنی نوع انسان از یک دگر چرا سوال مے نمایند؟

(۳) عالم گفت کہ بنی نوع زندہ اند از یشاں سوال منع نیست وبتاں تو مثل کنھیا و کالکا و غیرہ مردہ اند قدرت بر ھیچ چیز ندارند۔

(۴) بت پرست گفت کہ شما از اهل قبور مدد و شفاعت مے طلبید باید کہ بر شما هم شرک عائد شود، القصہ بہ چہ مقصد و مراد شما از اهل قبور ست هماں قسم مقصود من هم از کنہیا[1] و کالکا[2] است۔ بحسب ظاهر نہ قوت اهل قبور دارند نہ بت۔

(۵) واگر میگوئی کہ بقوت باطن اهل قبور کشائش حالات بنمایند، بہ جا از بتاں هم روائی حاجات میشود واگر میگوئید کہ بایشاں میگویم کہ از خدا برائے ما شفاعت بخواهید من هم از بتاں همیں استدعا دارم پس هر گاہ جواز استمداد از اهل قبور ثابت شد بعض ضعیف الاعتقاد از پرستش سیتلا و مسانی وغیرہ چگونہ باز خواهند آمد؟

ترجمہ: (ا)سوال ایک بت پرست بت سے استمداد کرتا تھا کسی عالم نے اس کو منع کیا کہ شرک نہ کر، بت پرست نے کہا کہ اگر میں خدا کا شریک سمجھ کر پرستش کروں تو البتہ شرک ہے اور اگر مخلوق سمجھ کر پرستش کروں تو کیونکر شرک ہو گا؟

(۲) عالم نے کہا کہ کلام مجید میں بار بار آیا ہے کہ غیر خدا سے مدد مت مانگو، بت پرست نے کہا کہ بنی نوع انسان ایک دوسرے سے کیوں سوال کرتے ہیں؟

(۳) عالم نے کہا بنی نوع زندہ ہیں ان سے سوال کرنا منع نہیں اور تمہارے بت مثل کنہیا و کالکا وغیرہ مردہ ہیں، کسی خیر پر قدرت نہیں رکھتے۔

---

[1] کنہیا: ہندوؤں کے اوتاد سری کرشن کا نام ہے

[2] کالکا: کالی دیوی

(۴) بت پرست نے کہا تم لوگ بھی تو اہل قبور سے مدد اور سفارش طلب کرتے ہو چاہئے کہ تم پر بھی شرک عائد ہو، القصہ جو کچھ مقصد و مراد تمہاری اہل قبور سے ہے اسی قسم کا میرا مقصود بھی کنہیا اور کالکا سے ہے، بظاہر نہ اہل قبور قوت رکھتے ہیں نہ بت۔

(۵) اور اگر کہو کہ اہل قبور قوت باطن سے کشائش حالات کرتے ہیں تو بہت جگہ بتوں سے بھی حاجت روائی ہو جاتی ہے اور اگر کہو کہ ہم اہل قبور سے یہ کہتے ہیں کہ خدا کے حضور میں ہماری سفارش کرو تو میں بھی بتوں سے یہ استدعا رکھتا ہوں، پس جب استمداد اہل القبور ثابت ہوئی تو بعض ضعیف الاعتقاد مسلمان ستیلا اور مسانی کی پرستش سے کیونکر باز آئیں گے؟

(جواب) (۱) دریں سوال چند جا اشتباہ واقع شدہ آں چند جا را خبردار باید شد آنگاہ بفضل الٰہی جواب سوال بخوبی واضح خواہد شد۔

(۲) اول آنکہ مدد خواستن چیز دیگر ست و پرستش چیز دیگر است، عوام مسلمین بر خلاف حکم شرع از اھل قبور مدد مے خواھند و پرستش نمیکنند و بت پرستاں مدد ھم میخواھند و پرستش ھم میکنند پرستش آنست کہ سجدہ کنند و طواف کنند یانام او رابطریق تقرب ورد سازد یاذبح جانور بنام او کند یاخود را بندہ فلانی بگوید و ھر کہ از مسلمانان جاھل با اھل قبور ایں چیزھا بعمل آرد فی الفور کافر میگرداز مسلمانی مے برآید۔

(۳) دوم آنکہ مدد خواستن دو طور مے باشد۔ اول مدد خواستن مخلوقے از مخلوقے، مثل آنکہ از امیر و بادشاہ نوکر و گدا در مہماتے خود مدد مے جویند، و عوام

الناس از اولیاء دعاء میخواهند کہ از جناب الٰہی فلاں مطلب مارا درخواست نمائید این نوع مدد خواستن در شرع از زندہ مردہ جائزست۔

(۴) دوم آنکہ بالاستقلال چیزے کہ خصوصیت بجناب الٰہی دارد مثل دادن فرزند یا بارش و باراں یا دفع امراض یا طول عمر، مانند این چیزھائے آنکہ دعاو سوال از جناب الٰہی در نیت منظور باشد از مخلوقے درخواست نمایند این نوع حرام مطلق بلکہ کفر است، واگر از مسلماناں کسے از اولیائے مذھب خود خواہ ز زندہ باشد یا مردہ این نوع مدد خواھد از دائرہ مسلماناں خارج می شود بخلاف بت پرستاں کہ ہمیں نوع مدد از معبودان باطل خود مے خواھند وآں را جائزے مے شمارند۔

(۵) وآنچہ بت پرست گفت کہ من ھم از بتان خود شفاعت میخواھم چنانچہ شماھم از پیغمبران و اولیاء شفاعت میخواھید پس دریں کلام ھم دغل و تلبیس است زیرا کہ بت پرستاں ھر گز شفاعت نمی خواھند بلکہ معنے شفاعت را نمی دانند و نہ در دل خود تصور می کنند، معنی شفاعت سفارش است و سفارش آنست کہ کسے مطلب کسے را از غیر خود بعرض و معروض ادا سازد و بت پرستاں در وقت درخواست مطالب خود از بتاں نمی گویند کہ سفارش بالحضور پروردگار جل و علا نمیند و مطالب ما را از جناب او تعالٰی بر آرید بلکہ از بتان خود درخواست مطلب خود میکنند۔

(۶) وآنچہ گفتہ است کہ ھرچہ مقصد شما از اھل قبور ست ھماں قسم مقصود من ھم از صورت کنہیا و کالکا است نیز خطا در خطاست زیرا کہ در ارواح را

تعلق بہ بدن خود کہ در قبر مدفون ست البتہ مے باشد زیرا کہ مدت دراز دریں بدن بودہ اند ولہذا قبور معبودان خود را تعظیم نمی کنند بلکہ از طرف خود صورت ھا و سنگھاو درختاں و دریاھا را اقرار مے دھند کہ صورت فلان است بے آنکہ آں چیز را تعلق باں ارواح باشد یا بدن آنہا را در آنجا سوختہ گرددریں قرارداد افترائی را ھیچ اثر نیست ،آرے حاجت روائی بندگان خالق اکبر از راہ رحمانیت خود میفرماید آنہا مے فھمند کہ از طرف بتاں ایں فائدہ حاصل شد حق تعالیٰ کہ عالم الغیب والخفیات ست حالات بندگان خود را مے داند و در زندگانی آنہا حاجت روائی منظور ست از ھر خود را کہ صغیر السن ست میداند و در وقتیکہ از خدمت گار و دایہ خود چیزے می طلبد باو میدھ حالانکہ خدمتگار و دایہ مقدور نہ دارند و ھمچنیں است حال بتاں بلکہ حال اھل قبور نیز موافق قاعدہ اھل اسلام۔

(۷) وآنچہ مرقوم شدہ پس ھر گاہ کہ جواز استمداد از اھل قبور ثابت شد بعض مسلمین ضعیف الاعتقاد از پرستش سیتلا و مانی وغیرہ چگونہ باز خواھند؟ آمد پس فرق میان استمداد از اھل قبور و پرستش سیتلا و مانی بچند وجہ است۔

(۸) اول آنکہ اھل قبور معلوم اند کہ صلحاء و بزرگان بودہ اند و سیتلا و مانی موھوم محض از وجود آنہا معلوم نیست بلکہ بظاھر خیال بندئ ایں مردم ست۔

(۹) دوم آنکہ سیتلا و مسانی بر تقدیر وجود آنہا از قبیل ارواح خبیثہ و شیاطین اند کہ کمر بر ایذائے خلق بستہ اند اینہارا با رواح طیبہ انبیاء و اولیاء چہ مناسبت۔

(۱۰) سوم آنکہ استمداد از اھل قبور بطریق دعا است کہ از جناب الٰہی عرض کردہ مطلب مابر آرند و پرستش ایں چیز ھا بنا بر اعتقاد استقلال و قدرت ست کہ کفر محض ست۔

ترجمہ: (۱)اس سوال میں کئی جگہ اشتباہ واقع ہوا ہے ان متعدد جگہوں سے آگاہ ہونا چاہیئے پھر بفضل الٰہی سوال کا جواب بخوبی واضح ہو جائے گا۔

(۲) اول یہ کہ مدد مانگنا اور بات ہے اور پرستش دوسری بات ہے، عوام مسلمین شرع کے ظاہری احکام کے خلاف اہل قبور سے مدد مانگتے ہیں اور پرستش نہیں کرتے، اور بت پرست مدد بھی چاہتے ہیں اور پرستش بھی کرتے ہیں، پرستش یہ ہے کہ سجدہ کرے یا طواف کرے یا اس کے نام کو بطور تقرب ورد کرے یا جانور اس کے نام پر ذبح کرے یا اپنے آپ کو فلاں کا بندہ کہے، اور جو جاہل مسلمان اہل قبور کے ساتھ یہ باتیں عمل میں لاتا ہے فی الفور کافر ہو جاتا ہے اور مسلمانی سے نکل جاتا ہے۔

(۳) دوم یہ کہ مدد چاہنا دو طرح ہوتا ہے، اول مدد مانگنا مخلوق کا مخلوق سے جیسے کسی امیر و بادشاہ سے نوکر اور فقیر اپنی مہمات میں مدد مانگتے ہیں اور عوام الناس اولیائے کرام سے دعا کرتے ہیں کہ جناب الٰہی سے ہمارے فلاں مطلب کی استدعا کرو، اس طرح کی مدد چاہنا شرع میں زندہ اور مردہ سے جائز ہے۔

(۴) دوم یہ کہ بالاستقلال وہ چیزیں مخلوق سے طلب کریں جو جناب الٰہی سے خصوصیت رکھتی ہیں بلا اس کے کہ جناب الٰہی سے دعا و سوال کرنے کی نیت ہو، جیسے فرزند دینا یا بارش برسانا یا امراض کو دفع کرنا یا لمبی عمر بخشنا، اور اس کے مانند، اس قسم کی استمداد حرام مطلق بلکہ کفر ہے، اور اگر کوئی مسلمان اپنے مذہب کے بزرگوں سے خواہ وہ زندہ ہوں یا وفات پا چکے ہوں اس قسم کی مدد مانگے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، بخلاف بت پرستوں کے کہ وہ اسی قسم کی مدد اپنے معبودوں سے مانگتے ہیں اور اس کو جائز سمجھتے ہیں۔

(۵) اور یہ جو بت پرست نے کہا کہ میں بھی اپنے بتوں سے شفاعت شفاعت چاہتا ہوں جیسے کہ تم بھی پیغمبروں اور اولیاء اللہ سے شفاعت چاہتے ہو۔ پس اس کلام میں بھی فریب اور دھوکا ہے کیونکہ بت پرست ہرگز شفاعت نہیں چاہتا بلکہ شفاعت کے معنی بھی نہیں جانتا اور نہ اپنے دل میں تصور کرتا ہے، شفاعت کے معنی ہیں سفارش کرنے کے، اور سفارش یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کے مطلب کو اپنے سوا کسی اور سے عرض معروض کر دے، اور بت پرست اپنے مطالب کو بتوں سے طلب کرتے وقت یہ نہیں کہتے کہ ہماری سفارش پروردگار جل علا کے حضور میں کرو اور ہماری مرادیں خدا تعالیٰ کی جانب سے برلاؤ بلکہ اپنے بتوں سے ہی اپنے مطالب کی درخواست کرتے ہیں۔

(٦) اور وہ جو کہا ہے کہ جو کچھ تمہارا مقصد اہل قبور سے ہے اسی قسم کا میرا مقصد بھی کہنیا اور کالکا کی مورتی سے ہے، یہ بھی غلط در غلط ہے کیونکہ ارواح کا تعلق اپنے اپنے بدنوں کے ساتھ جو قبر میں مدفون ہیں ضرور ہوتا ہے اس لئے کہ وہ انہی بدنوں میں مدت دراز تک رہی ہیں، اور یہ بت پرست لوگ اپنے معبودوں کی قبروں کی تعظیم نہیں کرتے بلکہ اپنی طرف سے تصویروں اور پتھروں اور درختوں اور دریاؤں کو قرار دیتے ہیں کہ فلاں کی صورت ہیں بدوں اس کے کہ ان چیزوں کا ان

ارواح کے ساتھ تعلق ہو، یا ان کے بدن اس جگہ پھونکے گئے ہوں اور اس بناوٹی قرارداد کا کوئی اثر نہیں، ہاں خالق اکبر اپنی رحمانیت سے خود ہی بندوں کی حاجت روائی کر دیتا ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ یہ فائدہ بتوں کی طرف سے حاصل ہوا ہے، حق تعالیٰ جو غیب اور مخفی اشیاء سے آگاہ ہے اپنے بندوں کے حالات کو جانتا ہے اور ان کی زندگی میں ان کی مراد پوری کرنا منظور ہے اس لئے وہ خواہ کسی طرف سے اپنی مرادیں مانگیں ان کی مرادیں پوری کر دیتا ہے، جیسے مشفق باپ اپنے فرزند کی حاجت کو جو چھوٹا بچہ ہے سمجھتا ہے اور وہ خدمتگار اور اپنی دایہ سے کچھ مانگتا ہے تو باپ دے دیتا ہے حالانکہ خدمتگار اور دایہ مقدور نہیں رکھتے اور یہی حال ہے بتوں کا بلکہ اہل اسلام کے قاعدے کے موافق اہل قبور کا بھی۔

(۷) اور وہ جو لکھا گیا ہے کہ پس جب اہل قبور سے استمداد کا جواز ثابت ہوا تو بعض ضعیف الاعتقاد مسلمان سیتلا اور مسانی وغیرہ کی پرستش سے کیونکر باز رہیں گے؟ پس اہل قبور سے استمداد کرنے اور سیتلا اور مسانی کی پرستش کرنے میں کئی وجہ سے فرق ہے۔

(۸) اول یہ کہ اہل قبور کے متعلق یہ معلوم ہے کہ وہ صالحین اور بزرگ ہوئے ہیں اور سیتلا اور مسانی موہوم محض ہیں، ان کے وجود کا کوئی علم نہیں بلکہ بظاہر ان کی خیال بندی ہے۔

(۹) دوسرے یہ کہ سیتلا اور مسانی کہ وجود کی تقدیر پر وہ ارواح خبیثہ اور شیاطین کے قبیل سے ہیں اور انہوں نے مخلوق کو دکھ دینے پر کمر باندھ رکھی ہے ان کو انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام رحمہ اللہ تعالیٰ کی پاک روحوں سے کیا مناسبت؟

(۱۰) سوم یہ کہ اہل قبور سے استمداد بطریق دعا کے ہے کہ جناب الٰہی سے عرض کر کے ہماری مراد پوری کر دیں، اور ان چیزوں کی پرستش ان کی مستقل قدرت کے اعتقاد پر مبنی ہے جو کفر محض ہے۔[1]

شاہ صاحب کے اس فتوے میں ایک لفظ بر خلاف شرع سرسری نظر میں ضرور کھٹکتا ہے غالباً اس میں کاتب کی غلطی ہوئی ہے دراصل یہ لفظ بر خلاف ظاھر شرع ہو گا، یہ فقرہ یوں ہو جائے گا:

عوام مسلمین بر خلاف حکم ظاھر شرع از اھل قبور مدد میخواھند۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ استمداد کا یہ طریقہ جو مروج ہے صریحاً شرع میں نہیں آیا اور کسی روایت سے قرون اولیٰ میں اس کا ثبوت نہیں ملتا، مگر اصول شرع کے خلاف بھی نہیں، چنانچہ شاہ صاحب کا دوسرا فتویٰ جو استمداد ہی کی تائید میں ہے اس احتمال کی تائید کر رہا ہے۔

فتویٰ دوم استمداد بدعت حسنہ ہے

سوال: از انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام و شہدائے عظام و صلحائے عالی مقام بعد موت شان استمداد بایں طور کہ یا فلان از حق تبارک و تعالیٰ حاجت مرا بخواہ و شفیع من شو و دعا برائے من بخواہ درست است یا نہ؟

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام اور شہدائے عظام اور صلحائے عالی مقام سے ان کی وفات کے بعد اس طرح استمداد کرنا کہ: اے فلاں! حق تبارک و تعالیٰ سے میری مراد کی استدعا کرو اور میری شفاعت کرو اور میرے لئے دعا کرو اور یہ درست ہے یا نہیں؟

---

[1] (فتاوٰی عزیزی)

جواب: استمداد از اموات خواہ نزدیک قبور باشد یا غائبانہ بے شبہ بدعت است در زمان صحابہ و تابعین نبود لیکن اختلاف است دراں کہ ایں بدعت سیئہ است یا حسنہ؟ و نیز حکم مختلف مے شود باختلاف طرق استمداد اگر استمداد بایں طریق است کہ در سوال مذکور است پس ظاہراً جواز ست زیرا کہ دریں صورت شرک نمے آید مانند استمداد از صلحاء بدعا و التجاء در حال حیات و اگر بنوع دیگر است پس حکم آں موافق آں خواہد بود و در حدیث برائے رواں شدن حاجت ایں قدر آمدہ است:

عن عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ان رجلا ضریر البصر اتی النبی ﷺ فقال ادع اللہ ان یعافینی فقال ان شئت دعوت و ان شئت صبرت فھو خیر لک قال فادعہ قال فامرہ ان یتوضاء فیحسن الوضوء ویدعوا بھذا الدعاء "اللھم انی اسئلک و اتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ انی توجھت بک الیٰ ربی لیقضی فی حاجتی ھذہ اللھم فشفعہ فی۔

ترجمہ: جواب فوت شدہ بزرگوں سے استمداد خواہ قبروں کے نزدیک ہو یا غائبانہ بے شبہ بدعت ہے، صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں نہ تھی، لیکن اختلاف ہے اس میں کہ یہ بدعت سیئہ ہے یا حسنہ؟ اور نیز استمداد کے طریقوں کے اختلاف سے حکم مختلف ہوتا ہے، اگر استمداد اس طرح ہے جو سوال میں مذکور ہے تو بظاہر جواز کا حکم ہے کیونکہ اس صورت میں شرک لازم نہیں جیسے صالحین کی حیات میں دعا و التجاء کے ساتھ استمداد کرنا، اور اگر کسی اور طرح ہے تو حکم اس کے موافق ہوگا، اور حدیث شریف میں حاجت روائی کے لئے اس قدر آیا ہے "حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی جو نابینا تھا نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا پھر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ مجھے صحت بخشے، تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہتے ہو تو دعا کر دوں اور اگر چاہو تو صبر

کرو،بس یہ تمہارے لئے بہتر ہے،اس نے کہادعا کیجئے،راوی کہتاہے کہ بس آپ نے اس کو حکم دیا کہ وضو کرے تو وضو کماحقہ کرے اور یہ دعا کرے:

اللھم انی اسئلک و اتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ انی توجھت بک الیٰ ربی لیقضی فی حاجتی ھذہ اللھم فشفعہ فی۔

الٰہی میں سوال کرتاہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتاہوں تیرے نبی محمد ﷺ کے وسیلے سے جو نبی الرحمتہ ہیں میں آپ کے ساتھ اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میری یہ مراد برلائے الٰہی !بس ان کی شفاعت میرے لئے قبول فرمایئے۔(مشکوٰۃ)[1]

فتویٰ سوم جواز استمداد میں

استمداد بارواح بزرگان دو قسم است، قسم آن ست کہ با بزرگان زندہ ھم مانند آں بعمل مے آید۔ یعنی دعائے ایشاں را اقرب الی الاجابہ فہمیدہ ایشاں را واسطہ درخواست مطالب خود سازد وایشاں را مرتبہ بجز توسط اولیت درذھن خود نہ نھد و مانند عینک پندارد وھذا جائز بلا اشتباہ، و قسم آنست کہ توجہ مقصود برایشاں باشد و چناں پندارد کہ ایشاں درد ھانیدن مطلب یادادن آں مستقل اند، و مرتبہ از قرب حق دارند کہ تدبیر الٰہی را تابع مرضی خود توانند ساخت و ھمیں وسم ست کہ عوام بآں استمداد مے طلبند و ایں قسم شرک محض ست مشرکان زمان جاھلیت زیادہ بریں در حق اصنام خود اعتقاد داشتند فقط۔

[1](رواہ الترمذی)(فتاویٰ عزیزی جلد اول)

ترجمہ: ارواح بزرگاں سے استمداد کرنے کی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے جو زندہ لوگوں کے ساتھ بھی عمل میں آتی ہے، یعنی ان کی دعا کو **اقرب الی الاجابۃ** سمجھ کر ان کو اپنے مطالب کی درخواست کا واسطہ بنائیں، اور ان کے لئے سوائے واسطہ اور آلہ ہونے کے اور کوئی مرتبہ اپنے ذہن میں نہ رکھیں اور عینک کی مانند سمجھیں، اور بلاشبہ جائز ہے، اور ایک قسم وہ ہے کہ توجہ مقصود انہی پر ہو اور ایسا سمجھیں کہ یہ حضرات مطلب کے دلانے یا حکم دینے میں خود مختار ہیں، اور قرب حق سے وہ مرتبہ رکھتے ہیں کہ خدائی تدبیر کو اپنی مرضی کے تابع کر سکتے ہیں اور یہی قسم ہے اس عوام استمداد کرتے ہین اور یہ قسم شرک محض ہے، جاہلیت کے عہد کے مشرک اپنے بتوں کے حق میں اس سے بھی زیادہ اعتقاد رکھتے تھے۔

فتویٰ چہارم بتوں کے اور بزرگوں کے توسل میں فرق

شاہ صاحب ممدوح تفسیر عزیزی سورۃ البقرۃ میں تحریر فرماتے ہیں:

افعال عادی الہی مثل بخشیدن فرزند و توسیع رزق و شفاء مریض وامثال ذالک رامشرکاں نسبت بارواح خبیثہ واصنام مے نمایند و کافرمے شوند وموجداں ازتاثیر اسماء الہیٰ یا خواص مخلوقات او مے دانند از ادویہ و عقاقیر یا دعاء صلحابندگان او کہ ھم از جناب اودرخواستہ انجاح مطالب مے کنانند مے گھمند ودر ایمان ایشاں خلل نمے افتد۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے افعال عادی مثل بیٹا دینے، رزق وسیع کرنے، بیمار کو شفا دینے وغیرہ کو مشرکین ارواح خبیثہ اور بتوں کی طرف نسبت کرتے ہیں اور کافر ہو جاتے ہیں، اور اہل توحید اللہ تعالیٰ کے ناموں کی تاثیر یا اُس کی مخلوقات ادویہ وغیرہ کی خاصیت یا اللہ کے نیک بندوں کی دعا کی تاثیر

سمجھتے ہیں جو اللہ کی جناب میں درخواست کر کے خلق کی حاجت روائی کراتے ہیں، اس اعتقاد سے ان کے ایمان میں کچھ خلل نہیں آتا۔

دیکھئے شاہ صاحب بزرگوں کی دعا سے بیٹا ملنا، رزق وسیع ہونا، بیمار کا تندرست اور خلق کی حاجت روائی اس سب کے قائل ہیں اور یہ فرق کرتے ہیں کہ موحد اگر ان چیزوں کو اہل اللہ کی دعا کی تاثیر مانے تو اس کے ایمان میں خلل نہیں، کیونکہ وہ ان امور میں صلحاء کو مستقل بالذات اور موئثر حقیقی نہیں جانتا بلکہ وسیلہ سمجھتا ہے اور مشرک ارواح خبیثہ یا اپنے بتوں کی طرف ان امور کو نسبت کرے تو یہ اس کا کفر ہے کیونکہ وہ ان بتوں وغیرہ کو مستقل بالذات اور موثر حقیقی اعتقاد کرتا ہے۔

فتویٰ پنجم اولیاء اللہ سے امداد کا مانگنا عین اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہے

پھر شاہ صاحب ایک اور جگہ یہ تحریر فرماتے ہیں:

اگر التفات محض بجانب حق ست واورا یکے از مظاھر عوام دانستہ و نظر بکار خانہ اسباب و حکمت او تعالیٰ درآں نمودہ بغیر استعانت ظاھری نماید دور از عرفان نخواھد بود و در شرع نیز جائز ر رواست و انبیاء اولیاء ایں نوع استعانت بغیر کردہ اند و در حقیقت ایں نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت بحضرت حق است نہ از غیر۔

ترجمہ: اگر التفات خاص اللہ تعالیٰ کی طرف ہو اور بندہ مقرب کو مدد الٰہی کا مظہر جان کر اور اللہ تعالیٰ کے کارخانۂ اسباب و حکمت پر نظر کر کے ظاہراً غیر سے استعانت کرے تو یہ عرفان سے دور نہ ہو گا اور شرع میں بھی جائز وروا ہے، اور انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام نے غیر سے اس طرح کی استعانت کی ہے اور در حقیقت اس طرح مدد مانگنا غیر سے نہیں بلکہ خدا ہی سے مدد مانگنا ہے۔

مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے جو مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:

آب خواہ از جو بجو خواہ از سبو　　　کاں سبو را هم مدد باشد زجو

پانی خواہ نہر سے لو یا گھڑے سے (یکساں ہے) کیونکہ گھڑے کو بھی نہر ہی سے (پانی کی) مدد ملتی ہے۔

نور خواہ از مہ طلب خواهی زخور　　　نور مہ هم زآفتاب است اے پسر

روشنی خواہ چاند سے حاصل کرو یا سورج سے (برابر ہے کیونکہ) اے عزیز! چاند کا نور بھی سورج سے ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ دربارۂ استمداد

شیخ ابن تیمیہ جیسے مانعین استمداد کے منع و انکار کی کیا وقعت ہے جبکہ ایک طرف مولانا شاہ عبدالعزیز جیسے خاتم المحدثین اور رئیس الفقہاء اس کے مؤید ہوں اور دوسری طرف امام ربانی جیسے مجدد اعظم اور عارف اکبر اس پر صاد صحیح ثبت فرمائیں حضرت المجدد کے کلمات طیبات یہ ہیں:

هم چنیں ارباب حاجات از اعزہ باحیا و اموات در مخوف مهالک مدد ها طلب مے نمایند و مے بینند کہ صور آں اعزہ حاضر شدہ و دفع بلیہ ازیں ھا نمودہ است گاہ ہست کہ آں اعزہ را از دفع آں بلیہ اطلاع بود و گاہ نبود۔

از ما و شما بہانہ بر ساختہ اند

ترجمہ: اسی طرح اہل حاجات خدا کے پیاروں سے جو زندہ ہوں یا فوت شدہ ہوں خوف و ہلاکت کے مقامات میں مددیں طلب کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان خدا کے پیاروں کی صورتوں نے حاضر ہو

کر ان سے بلا کو دفع کیا ہے، اور کبھی ایسا ہوا ہے کہ ان خدا کے پیاروں کو اس بلا کے دفع کئے جانے کی اطلاع ہوئی اور کبھی نہیں ہوئی ہے۔

ازما و شما بہانہ بر ساختہ اند

ہم اور تم سے بہانہ بنالیا گیا۔[1]

اس ارشاد سے جواز استمداد کے علاوہ تین سبق اور ملتے ہیں:

(۱) اہل حاجات جو خدا کے پیاروں سے مدد طلب کرتے ہیں یہ گویا خدا ہی سے طلب امداد ہے، کیونکہ وہ ان کو مستقل سمجھ کر استمداد نہیں کرتے جو موہم شرک ہوتی، بلکہ ان کو صرف واسطہ اور ذریعہ قرار دیتے ہیں۔

(۲) ان کے اعتقاد کے پاک و بے لوث ہونے کا ثبوت یہ کہ ان کو منجانب اللہ امداد مل جاتی ہے، وگرنہ اگر ان کا عقیدہ موہم شرک ہوتا تو الٹا ان پر غضب نازل ہوتا اور ان پر اس بلا کی گرفت اور سخت ہو جاتی۔

(۳) اس امداد کے منجانب اللہ ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ بعض اوقات ان محبوبان خدا کو جن سے استمداد کی جاتی ہے اس امداد اور کاربر آئی کی خبر ہی نہیں ہوتی، کیونکہ بامر حق دیگر ارواح طیبہ یا ملائکہ یا ان محبوبان کی صور مثالیہ حاضر ہو کر امداد کر دیتی ہیں۔

---

[1](مکتوبات مطبوعہ امرتسر دفتر دوم، مکتوب ۵۸/ صفحہ ۲۵)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی تحقیق دربارۂ استمداد

ہندوستان کے نامور محدث حضرت المجدد کے ہم عصر شاہ جہان بادشاہ کے مفتیٔ اعظم اور قاضی القضاہ رسول اللہ ﷺ کے عاشق زار شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

(۱) ودر استعانت و استمداد از قبور فقہا را سخن ست ایشاں گویند کہ زیارت قبور در غیر انبیاء علیہم السلام از برائے عبرت واعتبار وتذکر موت بود یا برائے ایصال نفع و استغفار برائے موتی باشد چنانچہ فعل آنحضرت در زیارت بقیع بصحت رسیدہ است۔

(۲) ومشائخ صوفیہ قدس اللہ اسرار ھم گویند کہ تصرف بعضے اولیاء در عالم برزخ دائم و باقی ستو توسل واستمداد بارواح مقدسہ ایشاں ثابت و موثر۔

(۳) وامام حجۃ الاسلام محمد غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ مے گویند کہ ھر کہ در حیات وے بوے توسل و تبرک جویند بعد از موتش نیز تواں جست۔

(۴) وایں سخن موافق دلیل ست چہ بقائے روح بعد از موت بدلالت احادیث واجماع علماء ثابت است و متصرف در حیات وبعد از ممات روح ست نہ بدنی و متصرف حقیقی حق تعالیٰ ست، وولیات عبارت از فنا فی اللہ وبقا بدوست وایں نسبت بعد از موت اتم واکمل است۔

(۵) و نزد ارباب کشف و تحقیق مقابلہ مرات بامرات۔ و اولیاء را ابدان مکتسبہ مثالیہ نیز بود کہ بداں ظہور نمایند و امداد و ارشاد طالباں کنند۔

(٦) و منکراں را دلیل و برهان بر انکار آں نیست۔

(۷) یکے از مشائخ گفتہ است کہ چہار کس از اولیاء را دید مکہ در قبر خود تصرف مے کنند مثل تصرف ایشاں در حالت حیات یا بیشتر:

(۱) ازاں جملہ شیخ معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(۲) و شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

و دیگر را از اولیاء نیز شمردہ۔

ترجمہ: (۱) قبروں سے اعانت و مدد چاہنے کے بارے میں فقہاء کو کلام ہے یہ کہتے ہیں کہ قبروں کی زیارت جو انبیاء علیہم السلام کی نہ ہوں عبرت و نصیحت اور یاد موت کے لئے ہوتی ہے یا مردوں کو نفع پہنچانے اور ان کے لئے بخشش مانگنے کی غرض سے ہوتی ہے، چنانچہ آنحضرت ﷺ کا فعل بقیع کی زیارت میں ثابت ہو چکا ہے۔

(۲) اور مشائخ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم کہتے ہیں کہ بعض اولیاء کا تصرف عالم برزخ میں دائم اور قائم ہے اور ان کی پاک روحوں سے توسل و استمداد کرنا ثابت اور موثر ہے۔

(۳) اور امام حجۃ الاسلام محمد غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس بزرگ سے اس کی زندگی میں توسل اور تبرک چاہیں اس کی موت کے بعد بھی طلب کر سکتے ہیں۔

(۴) اور یہ بات دلیل کے موافق ہے کیونکہ موت کے بعد روح کا باقی رہنا احادیث کی دلالت اور اجماع علماء سے ثابت ہے اور متصرف زندگی میں اور مرنے کے بعد روح ہے نہ کہ بدن اور

متصرف حقیقی حق تعالیٰ ہے اور ولایت سے مراد فنا فی اللہ اور بقا باللہ ہے اور یہ نسبت موت کے بعد اتم اور اکمل ہے۔

(۵) اور اہل کشف و تحقیق کے نزدیک زائر کی روح کا مقابلہ مزور کی ارواح سے انوار و اسرار کی روشنی کی شعاعوں کا عکس پڑنے کا موجب ہوتا ہے جیسے ایک آئینے کے ساتھ دوسرے آئینے کا مقابلہ۔ اور اولیاء کے لئے جسم حاصل کردہ مثالیہ بھی ہوتے ہیں جن کے ساتھ وہ ظہور کرتے ہیں اور طالبوں کو ارشاد اور ان کی امداد کرتے ہیں۔

(۶) اور منکروں کے پاس اس کے انکار پر کوئی دلیل و برہان نہیں۔

(۷) مشائخ میں سے ایک نے کہا ہے کہ میں نے چار اولیاء کرام کو دیکھا جو کہ اپنی قبر میں اسی طرح تصرف کرتے ہیں جس طرح زندگی میں تصرف کرتے تھے، یا زیادہ۔ منجملہ ان کے:

(۱) شیخ معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۲) اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ

اور دوسرے بزرگوں کو بھی شمار کیا ہے۔ (رسالہ تکمیل الایمان)

دیوبندیوں کے مولوی اشرف علی تھانوی کا فتویٰ دربارۂ جواز استمداد

سوال: طریق اربعین یعنی چلہ میں حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ضیاء القلوب صفحہ ۵۵/ میں تحریر فرماتے ہیں:

استعانت و استمداد از ارواح مشائخ طریقت بواسطۂ مرشد خود کردہ الخ۔

استعانت و استمداد کے الفاظ ذرا کھٹکتے ہیں، غیر اللہ سے استعانت و استمداد بطریق جائز کس طرح کرتے ہیں، خالی الذہن ہونے کی تاویل کی توجیہ بالکل جی کو نہیں لگتی، ایسی بات ارشاد ہو جس سے قلب کو تشویش نہ رہے؟

جواب: (۱) جو استعانت واستمداد بالمخلوق باعتقاد علم وقدرت مستقل مستمد منہ ہو شرک ہے۔

(۲) اور جو باعتقاد علم و قدرت غیر مستقل ہو مگر وہ علم و قدرت کسی دلیل صحیح سے ثابت نہ ہو معصیت ہے۔

(۳) اور جو باعتقاد علم و قدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم و قدرت کسی دلیل سے ثابت ہو جائز ہے خواہ وہ مستمد منہ حی یا میت ہو۔

(۴) اور جو استمداد بلا اعتقاد علم وقدرت ہو نہ مستقل نہ غیر مستقل پس اگر طریق استمداد مفید ہو تب بھی جائز ہے جیسے:

استمداد بالنار والماء والواقعات التاریخیة۔

(۵) ورنہ لغو ہے۔

یہ کل پانچ قسمیں ہوئیں پس استمداد ارواح مشائخ سے صاحب کشف الارواح کے لئے قسم ثالث ہے اور غیر صاحب کشف کے لئے محض ان حضرات کے تصور و تذکر سے قسم رابع ہے کیونکہ اچھے لوگوں کے خیال کرنے سے ان کو اتباع کی ہمت ہوتی ہے اور طریق مفید ہے اور غیر صاحب کشف کے لئے قسم خامس ہے۔[1]

---

[1] (فتاویٰ اشرفیہ جلد دوم)

بعض لوگ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے مدد مانگنے کو شرک کہتے ہیں اور وہ اپنے دعوے میں بالعموم یہ آیت پیش کیا کرتے ہیں:

وَیَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰہِ مَا لَا یَضُرُّھُمْ وَلَا یَنْفَعُھُمْ وَیَقُولُونَ ھٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰہِ(سورۃ الیونس ۱۸)

ترجمہ: اور اللہ کے سوا ایسی چیز کو پوجتے ہیں جو ان کا کچھ بھلا نہ کرے اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں۔

اس آیت سے انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے مدد مانگنے کی ممانعت ثابت کرنا صریحاً قرآن مجید کی تحریف کرنا ہے، کیونکہ یہ آیت بتوں کے بے نفع اور بے ضرر ہونے پر دلالت کرتی ہے کہ بت محض بے اختیار ہیں وہ کوئی نفع و ضرر نہیں پہنچا سکتے، لہٰذا اس کو انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام پر چسپاں کرنا کفر ہے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کی شفاعت اور نفع و ضرر احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

براہ راست انبیاء علیہم السلام و اولیا کرام سے مدد مانگنا

انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام سے براہ راست مانگنا بھی جائز ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

(۱) عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ ﷺ اطلبوا الحوائج الیٰ ذوی الرحمۃ من امتی ترزقوا و تنجحوا فان اللہ تعالیٰ یقول رحمتی فی ذوی الرحمۃ من عبادی ولا تطلبوا الحوائج عند القاسیۃ قلوبھم فلا ترزقوا ولا تنجحوا فان اللہ تعالیٰ یقول ان سخطی فیھم۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی حاجتوں کو میری امت کے مہرباں لوگوں سے مانگو (یعنی نرم دل لوگوں سے) تو تم دیئے جاؤ گے (اپنا مقصد) اور تمہاری حاجتیں پوری کی جائیں گی بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری رحمت

میرے مہربان بندوں میں ہے اور اپنی حاجتوں کو سخت دل والوں سے نہ مانگو کہ نہ دیئے جاؤ گے اور نہ پوری کی جائیں گی بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بے شک میری ناخوشی ان میں ہے۔ (رواہ الطبرانی)

اس حدیث شریف سے صاف ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام و اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا جائز ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے خزانے سے طالبوں کو مرحمت فرماتے ہیں۔

(۲) عن عتبۃ بن غزوان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من اراد عونا فلیقل یا عباد اللہ! اعینونی یا عباد اللہ! اعینونی، یا عباد اللہ! اعینونی و قد جرب ذالک۔

ترجمہ: حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو چاہے مدد تو چاہیئے کہ کہے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو! اے اللہ کے بندو میری مدد کرو! اے اللہ کے بندو میری مدد کرو!، طبرانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تحقیق یہ بات بارہا آزمائی گئی۔ (رواہ الطبرانی)

(۳) عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا نفلتت دابۃ احدکم بارض فلاۃ فلیناد اعینونی یا عباد اللہ! رحمکم اللہ۔ (رواہ الطبرانی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کسی کا جانور بیابان میں بھاگ جائے تو چاہیئے کہ پکارے، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو! اللہ تم پر رحم کرے۔ (حصن حصین)

دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود آیت ایاک نعبد و ایاک نستعین کے غیر اللہ سے مدد مانگنے کے لئے ارشاد فرمایا۔

(۳) بہجۃ الاسرار میں ہے کہ شیخ ابو عمرو عثمان صریفینی اور شیخ ابو محمد عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ ما سے روایت ہے کہ ہم بغداد میں اپنے شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے مدرسہ

میں اتوار کے روز بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے ہمارے سامنے کھڑے ہو کر اپنی کھڑاؤں میں وضو کیا اور دوگانہ ادا کیا، جب سلام پھیرا تو بڑے زور سے نعرہ مار کر اپنی کھڑاؤں کو اٹھا کر اونچا پھینک دیا وہ ہماری آنکھوں سے فوراً او جھل ہو گئی پھر آپ نے دوبارہ نعرہ مار کر دوسری کھڑاؤں کو پھینک دیا وہ بھی ہماری آنکھوں سے بہت جلد غائب ہو گئی پھر آپ آرام سے بیٹھ گئے کسی کو آپ سے کچھ پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی کہ عرصہ کے بعد عجم کے شہروں سے ایک قافلہ آیا اور کہنے لگا کہ ہمارے پاس شیخ کی نذر ہے ہم نے حضرت سے اجازت مانگی کہ کیا ان سے نذر لے لیں؟ آپ نے فرمایا بے شک لے لو چنانچہ انہوں نے ایک سیر ریشم، چند ریشمی کپڑے، کچھ سونا اور شیخ کی دو کھڑائیں لا کر دے دیں، ہم نے ان سے پوچھا کہ تم کو یہ کھڑائیں کہاں سے ملی ہیں، انہوں نے کہا کہ ہم اتوار کے روز چلے جا رہے تھے کہ راستہ میں ہم پر عرب کے لوگ حملہ آور ہوئے، انہوں نے ہمارا تمام مال و متاع لوٹ لیا اور ہم میں سے بعض کو مار ڈالا، اور بعض کو زخمی کیا، پھر وہ جنگل کی طرف چل دیئے، ہم بھی ان کے پیچھے پیچھے ہو گئے، وہ ایک جگہ ٹھہر کر مال و اسباب آپس میں تقسیم کرنے لگے، دور سے ہم بھی دیکھ رہے تھے، اچانک ہمارے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر اس وقت ہم محی الدین جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے فریاد کریں اور ان سے امداد طلب کریں، ممکن ہے کہ آپ کی روحانی امداد سے ہم کو فائدہ پہنچے، بنا بریں ہم نے اپنے مال میں سے کچھ حصہ نذر مانا کہ اگر ہم کو ہمارا تمام مال و اسباب واپس مل جائے اور ہم بھی صحیح سالم رہیں تو یہ سب کچھ ادا کر دیں گے، چنانچہ ہم نے شیخ سے فریاد کرنا شروع کی، یا شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ المدد! جب ہم تھوڑی دیر تک یہ وظیفہ پڑھتے رہے تو اچانک ایسی مہیب آواز آئی کہ تمام لوگ کانپ اٹھے اور خوفزدہ ہو گئے اور جنگل بھی گونج اٹھا، ہم نے اس وقت یہ خیال کیا کہ شاید ان لٹیروں کو لوٹنے کے لئے کوئی اور زبردست لٹیرے آ گئے ہیں جس سے یہ شور و

غل پیدا ہوا ہے، ابھی ہم اپنے خیالوں میں تھے کہ چند آدمی ان کی طرف سے ہماری طرف دوڑتے ہوئے آئے اور کہنے لگے کہ اٹھو ہمارے ساتھ چلو اور اپنا تمام مال و متاع گن کر لے لو، اور جو مصیبت اس وقت ہم پر نازل ہوئی ہے اس کو دیکھو، چنانچہ ہم ان کے ساتھ وہاں گئے تو اس جگہ پہنچ کر کیا دیکھتے ہیں، کہ ان لٹیروں کے دو سردار مرے پڑے ہیں اور ان دونوں کے پاس ایک ایک گیلی کھڑاؤں پڑی ہوئی ہے، الغرض انہوں نے ہمارا مال و اسباب سب کا سب واپس دے کر کہا کہ یہ کوئی راز ہے جس کو ہم نہیں سمجھ سکتے، کسی اللہ کے مقبول بندے نے تمہاری امداد کی ہے، ہم نے کنایۃً اس راز کا انکشاف کیا، جب ان لٹیروں نے حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ کرامت دیکھی تو سچے دل سے تائب ہو کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے غلاموں میں داخل ہو گئے، خدا کی شان یہ ڈاکو زہد و ریاضت کر کے حضرت کی توجہ سے ولی اللہ ہو گئے۔

بستان المحدثین میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شیخ ابو العباس احمد زروق رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہ دو شعر تحریر کئے ہیں:

انالمریدی جامع لشتاته　　　اذا ماسطا جور الزمان بنکبته

ترجمہ: میں اپنے مرید کا اس کی پراگندگیوں میں جامع ہوں جبکہ جور زمانہ سختیوں کے ساتھ اس پر حملہ کرے۔

وان کنت فی ضیق و کرب و وحشة　　　فناد بیازروق اتی بسرعته

ترجمہ: اور اگر تنگی و سختی و وحشت میں ہو تو یازروق کہہ کر پکار میں جلد آؤں گا۔

اولیاء اللہ کا فیض جس طرح ان کی دنیوی زندگی میں تھا وصال کے بعد بھی بدستور جاری ہے لہذا ان کی قبروں کی زیارت کے لئے جانا اور ان سے امداد مانگنا سلف صالحین کا طریقہ ہے سینکڑوں حاجت مند لوگ فیض یاب ہو چکے ہیں اور ان شاء اللہ ہوتے رہیں گے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اشعۃ اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں:

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ گفتہ ہر کہ استمداد کردہ شود بوی در حیات استمداد کردہ می شود بوی بعد وفات۔

ترجمہ: حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس کے ساتھ استمداد کی جاتی ہے زندگی میں اس سے استمداد کی جاسکتی ہے بعد وفات کے بھی۔

شیخ صاحب موصوف ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں:

سیدی احمد زروق کہ از اعاظم فقہاء وعلماء مشائخ دیار مغرب است گفتہ کہ از روزے شیخ ابوالعباس حضرمی از من پرسید کہ امداد حیی اقویٰ است یا امداد میت من گفتم کہ قومے می گویند کہ امداد حیی قوی تراست و من می گویم کہ امداد میت قوی تراست پس شیخ گفتہ نعم زیراکہ وی در بساط حق است ودر حضرت اوست۔

ترجمہ: سیدی احمد زروق جو بڑے فقہاء اور علماء اور مشائخ دیار مغرب سے ہیں فرماتے ہیں کہ ایک روز شیخ ابوالعباس حضرمی نے مجھ سے پوچھا کہ مدد کرنا زندہ کا زیادہ قوی ہے یا مردہ کا؟ میں نے جواب دیا کہ ایک قوم کہتی ہے کہ امداد زندہ کی زیادہ قوی ہے۔ شیخ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے کیونکہ وہ بساط حق پر ہے اور اس کے دربار میں حاضر ہے۔

بعض عارفوں نے ذکر کیا ہے کہ ولی اللہ کی بزرگی انتقال کے بعد زیادہ ہو جاتی ہے حالت زندگی کے اعتبار سے کیونکہ ان کے تعلقات مخلوق سے منقطع ہو جاتے ہیں اور ان کی روح کو خاص اللہ تعالیٰ

کے ساتھ تعلق ہو جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ ان کو یہ عزت وبزرگی دیتا ہے کہ ان کے ذریعے جو لوگ اپنی حاجت کو چاہنے والے ہیں ان کی حاجت کو پورا کر دیں۔[1]

اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت کا فائدہ

اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت کرنے کا یہ فائدہ ہے کہ ان کے طفیل مرادیں حاصل ہوتی ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

چنانچہ مشارق الانوار میں ہے:

شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ بعض مشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک ولی کی قبر پر فرشتہ کو مقرر کر دیتا ہے جو زائرین کی حاجات کو پوری کر دیتا ہے اور کبھی کبھی وہ بزرگ خود لوگوں کی حاجت کو پوری کر دیتے ہیں، کیونکہ عالم برزخ میں ان کے اختیارات وسیع ہو جاتے ہیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ کا آنا جانا ان کی روح کے لئے آسان ہو جاتا ہے اور جو بزرگ زائرین کی حاجت کو خود پورا کرتے ہیں ان کو اس کا اس قدر ثواب ملتا ہے ج قدر ان کو عالم برذک میں نماز پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ہمعات میں تحریر فرماتے ہیں:

بزیارت قبر ایشاں رود وزیارت ازاں حبا انجذاب دریوزہ کند۔

اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت کرے اور وہاں سے حصول جذب کی بھیک مانگے۔

---

[1] (مشارق الانوار ص ۸۸)

اہل روم کا حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر سے مدد مانگنا

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں یزید کے ہمراہ قسطنطنیہ میں لڑنے کو گئے تھے اور وہیں شہید ہو گئے، مسلمانوں نے ان کو شہر پناہ کی جڑ میں دفن کر دیا، راوی کہتا ہے کہ لوگ ہمیشہ ان کی قبر کی زیارت کو جاتے ہیں اور جب قحط پڑتا ہے تو ان کی قبر پر جا کر پانی مانگتے ہیں۔(حکم واسد الغابہ)

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ روم کے رہنے والے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کو قحط کے وقت طلب باراں کا ذریعہ قرار دیتے تھے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اشعۃ اللمعات میں چار ایسے اشخاص کا نام مبارک لکھتے ہیں جو اپنی اپنی قبروں میں اسی طرح تصرف کرتے ہیں جس طرح زندگی میں کرتے تھے۔

(۱) شیخ طفیل منبجی علیہ الرحمہ

(۲) شیخ حیات بن قیس حرانی علیہ الرحمہ

(۳) شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ

(۴) شیخ معروف کرخی علیہ الرحمہ

یہ روایت راقم نے کتاب "**شذرات الذھب فی احوال من ذھب**" میں بھی دیکھی ہے۔

مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ رسالہ ہمعات میں تحریر فرماتے ہیں:

شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی در قبر خود مثل احیاء تصرف میکند۔

ترجمہ: شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی قبر میں زندوں کی طرح تصرف فرماتے ہیں۔

علامہ ابن جوزی محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب صفۃ الصفوہ میں تحریر فرماتے ہیں:

عن احمد بن الفتح قال سالت بشراً عن معروف الکرخی قال فمن کانت له حاجة فلیات قبره ویدع فانه یستجاب له ان شاء اللّٰہ تعالیٰ۔

ترجمہ: حضرت احمد بن فتح سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے بشر حافی تابعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے معروف کرخی علیہ الرحمہ کا حال پوچھا، آپ نے فرمایا کہ:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اگر کسی کو کچھ حاجت ہو تو اس کو چاہیے کہ ان کی قبر پر جائے اور دعا کرے ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول ہو گی۔

تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ سری سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ جب تجھے اللہ تعالیٰ سے کچھ حاجت ہو تو اس کو قسم دے کہ یا اللہ بحق معروف کرخی میری حاجت کو پورا کر، قبول ہو گی۔

ان چار کے علاوہ کئی اور بزرگ ہیں جن کے تصرفات بعد وفات ثابت ہیں یعنی:

(۵) امام موسیٰ کاظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر مبارک۔

چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر مبارک دعا کے قبول ہونے کے لئے تریاق ہے۔

(۶) امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر مبارک۔

چنانچہ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر مبارک دعا کے قبول ہونے کے لئے تریاق ہے۔

مرقات میں ہے کہ بڑے بڑے علماء وفضلاء حاجت مند امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر مبارک پر آتے اور اپنی حاجتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ پکڑتے اور بانیل مرام واپس آجاتے۔

ان میں سے ایک امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی ہیں، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

انی اتبرک بابی حنیفة واجیی الی قبرہ فاذا عرضت لی حاجة صلیت رکعتین وسالت اللہ تعالیٰ عند قبرہ فتقضیٰ سریعاً۔ (ردالمختار)

ترجمہ: میں امام صاحب کی قبر مبارک سے برکت حاصل کرتا ہوں اور جب ضرورت پیش آتی ہے تو امام صاحب کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر دو رکعت نماز نفل گزارتا ہوں تو اللہ تعالیٰ صاحب قبر کی برکت سے میری حاجت پوری کر دیتا ہے۔ (خیرات الحسان)

(۷) ابی اسحٰق ابراہیم بن شہریار گازرونی علیہ الرحمہ کی قبر مبارک۔

چنانچہ منقول ہے کہ آپ کی قبر مبارک قبولیت دعا کے واسطے تریاق اکبر ہے، جس نے آپ کے طفیل سے بدرگاہ رب العالمین دعا مانگی، اس کی مراد بر آئی۔

(۸) شیخ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمہ کی قبر مبارک۔

چنانچہ تزکرۃ الاولیاء میں ہے کہ آپ نے وفات کے وقت فرمایا جو کوئی میری قبر کے پتھر پر ہاتھ رکھ کر حاجت طلب کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی مراد بر لائے گا۔

شیخ ابو نصر سراج رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی زندگی میں فرمایا تھا کہ جو جنازہ میری قبر کے پاس لایا جائے گا بخشا جائے گا، چنانچہ اب تک طوس میں یہ رسم ہے ک ہر جنازے کو پہلے آپ کے روضہء مبارک کے پاس لا کر رکھتے ہیں پھر دفن کرتے ہیں۔ (تذکرۃ الاولیاء)

ان کے علاوہ اور بھی بے شمار بزرگوں کی قبریں ہیں جن سے لوگ فیض وبرکت حاصل کر رہے ہیں، مثلاً لاہور میں حضرت علی ہجویری، بمقام میترانوالی ضلع سیالکوٹ میں راقم الحروف کے والد

حضرت مولانا مست علی نقشبندی قادری، اجمیر شریف میں خواجہ معین الدین چشتی، سرہند شریف میں سید احمد مجدد الف ثانی، دہلی میں حضرت باقی باللہ و حضرت نظام الدین اولیاء، کلیر شریف میں حضرت علاؤالدین صابر، چورہ شریف میں حضرت نور محمد و فقیر محمد وغیرہ۔

استفاضہ از قبور الاولیاء اور زیارت قبور اولیاء کا طریقہ

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

گاہ کہ برائے زیارت قبرے از عوام مومنین برود اول پشت بقبلہ رو سینہ میت نماید و سورۂ فاتحہ یکبار واخلاص سہ بار وددر وقت آمدن بمقبرہ ایں الفاظ بگوید السلام علیکم اہل الدیار من المومنین یغفر اللہ لنا ولکم وانا ان شاءاللہ بکم اللاحقون۔ واگر قبرے بزرگے از اولیاء و صلحاء باشد روے سوئے سینہ آں بزرگ کردہ بنشیند وبست ویکاب بچہار ضرب سبوح قدوس ربنا ورب الملائکۃ والروح گوید و سورۃ انا انزلنا سہ بار بخواند و دل را از خطرات خلاص کردہ مقابل سینہ آں بزرگ آرد و برکات در دل ایں زیارت کنندہ خواھد رسی۔

ترجمہ: جب عام مومنوں میں سے کسی کی قبر کی زیارت کے لئے جائے تو قبلہ کی طرف پشت کر کے میت کے سینے کی طرف منہ کرے اور سورۃ الفاتحہ ایک بار اور سورۃ الاخلاص تین بار پڑھے اور قبرستان میں آنے کے وقت یہ الفاظ کہے:

السلام علیکم اہل الدیار من المومنین یغفر اللہ لنا ولکم و انا ان شاءاللہ بکم اللاحقون۔

"سلامتی ہو تم پر اے اس مقام والو! مومنوں اور مسلمانوں سے، اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو بخش دے اور ہم ان شاءاللہ تمہارے ساتھ آ ملنے والے ہیں۔"

اور اگر اولیاء و صلحاء رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے کسی کی قبر ہو تو اپنا منہ اس کے سینے کے مقابل لائے تو اس زیارت کرنے والے کے دل میں اس بزرگ کی برکات پہنچیں گی۔ (فتاوی عزیزی)

طریق استمداد

حضرت شاہ صاحب موصوف فتاویٰ عزیزی جلد اول میں تحریر فرماتے ہیں:

بعضے از اھل قبور مشہور بکمال اند و کمال ایشاں بتواتر شدہ، طریق استمداد از ایشاں آں است کہ جانب سر قبر او سورۃ البقر انگشت بقبر نہادہ مفلحون بخواند، باز بطرف پائین قبر بیاید و امن الرسول تاآخر سورہ بخواند و بزبان گوید اے حضرت! من برائے فلاں کار در جناب الہیٰ التجائے کنم و دعائے شما نیز بدعا و شفاعت امداد من نماید، باز رو بقبلہ آرد و مطلوب خود را از جناب باری خواھد و کسانیکہ کمال ایناں معلوم نیست و مشہور و متواتر نشدہ دریافت کمال آنہا بھاں طریق ست کہ بعد از فاتحہ و درود و ذکر سبوح دل خود را مقابلہ سینہ مقبور بدارد اگر راحت و تسکین و نورے دریافت کند بداند کہ ایں قبر از اھل صلاح و کمال ست لاکن استمداد از مشہورین باید کرد۔

ترجمہ: بعض اہل قبور کمال کے ساتھ مشہور ہیں اور ان کا کمال متواتر ہو چکا ہے تو ان سے مدد طلب کرنے کا طریق یہ ہے کہ ان کی قبر کے سرہانے قبر پر انگلی رکھ کر سورۂ بقر مفلحون تک پڑھے پھر پائنتی کی طرف آئے اور امن الرسول آخر سورہ تک پڑھے اور زبان سے کہے: اے حضرت! میں فلاں کام کے لئے جناب الہٰی میں التجاء کرتا ہوں اور دعا۔ آپ بھی دعا اور شفاعت سے میری امداد کرو، پھر رو بقبلہ ہو اور اپنا مطلوب جناب باری تعالیٰ سے چاہے، اور جن کا کمال معلوم نہیں اور شہرت

وتواتر کو نہیں پہنچا ان کے کمال کے دریافت کا وہی طریقہ ہے کہ فاتحہ و درود اور ذکر سبوح کے بعد اپنے دل کو صاحب قبر کے سینے کے مقابل کرے اگر راحت اور تسکین اور نور محسوس کرے تو سمجھے کہ یہ کسی اہل صلاح و کمال کی قبر ہے، لیکن استمداد مشہور بزرگوں ہی سے کرنی چاہیئے۔ (رسالہ فیض عام)

شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ تعالیٰ ضمیمۂ مقامات مظہریہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ شاہ غلام علی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یک باریک پہلو شل شد استمداد از روح حضرت مجدد رحمہ اللہ تعالیٰ نمودم ھموں وقت صورت شریف ایشاں را معلق در ھوا دیدم کل آں بیماری سلب نمودند۔

ترجمہ: ایک بار میرا پہلو شل ہو گیا میں نے حضرت مجدد رحمہ اللہ تعالیٰ کی روح سے مدد چاہی اسی وقت حضرت کی صورت ہوا میں معلق نظر آئی میری تمام بیماری سلب کر لی۔

انبیاء علیہم السلام کی قبروں کا فیض

حضرت دانیال علیہ السلام کے تابوت سے توسل

حافظ ابن القیم اپنی کتاب اغاثۃ اللھفان میں نقل فرماتے ہیں ابن اسحاق نے مغازی میں روایت کیا ہے کہ ابی العالیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

"جب ہم لوگوں نے شہر تستر کو فتح کیا تو ہرمز کے گھر میں ایک تخت ملا جس پر ایک مردہ تھا اور اس کے سرہانے ایک مصحف تھا، ہم اس مصحف کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لے گئے، انہوں نے کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلوایا اور اس کتاب کو عربی میں لکھوایا، پہلے میں نے اس کتاب

کو پڑھ کر ابو العالیہ سے پوچھا کہ اس کتاب میں کیا لکھا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس کتاب میں تمہاری خصلتیں اور تمہارے حالات اور تمہاری گفتگو کے لہجے اور جو آئندہ ہونے والا ہے وہ سب لکھا ہوا ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ تم نے اس مردے کو کیا کیا؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے دن کو تیرہ قبریں جدا جدا کھودیں، جب رات ہوئی تو ہم نے اس کو ایک قبر میں دفن کر دیا اور سب قبروں کو برابر کر دیا، اور یہ اس واسطے کیا کہ لوگ اصلی قبر سے ناواقف رہیں اور کفن نہ چرائیں، پھر میں نے پوچھا کہ اس مردے کو کس امید پر رکھا تھا؟ انہوں نے کہا کہ جب پانی نہیں برستا تھا تو اس تابوت کو باہر نکالتے تھے تو پانی برستا تھا، پھر میں نے پوچھا کہ وہ مردہ کون تھا؟ انہوں نے کہا کہ وہ حضرت دانیال علیہ السلام تھے، پھر پوچھا کہ ان کو لوگ کب سے رکھے ہوئے تھے؟ انہوں نے کہا کہ تین سو برس سے، پھر پوچھا کہ ان کے جسم میں کچھ تغیر تو نہیں ہوا تھا؟ انہوں نے کہا کچھ نہیں صرف چند بال سر کے پیچھے سے خراب ہو گئے تھے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے جسم کو زمین بوسیدہ نہیں کر سکتی اور نہ ہی کوئی درندہ کھاتا ہے۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کو دنیا میں اور بعد از وصال حصول مطالب کے لئے ذریعہ کرنا ایک قدیم دستور تھا اسی واسطے حضرت دانیال علیہ الاسلام کی نعش کو تین سو برس تک رکھے رہے اور ان کی وساطت سے طلب باراں کرتے رہے، اگر یہ فعل شرک ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاف فرمادیتے کہ یہ شرک ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے تابوت کی برکت

تفسیر مظہری میں ہے کہ جب فرعون نے مصر میں بنی اسرائیل کو تنگ کرنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا کہ سب بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات مصر سے نکل جاؤ، موسیٰ علیہ

السلام سب کو لے کر چل دیئے، جب دریائے نیل پر پہنچے تو راستہ بھول گئے، بڑی کوشش کی گئی مگر پتہ نہ لگا، آپ نے پکار کر کہا کہ جو شخص اس بھید سے واقف ہو وہ آکر بتلائے، ایک بڑھیا نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ جب یوسف علیہ السلام کا انتقال ہونے لگا تھا تو انہوں نے اپنے بھائیوں کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر کسی وقت تم لوگ مصر کا رہنا چھوڑ دو تو میرا تابوت جس میں میری لاش ہو گی اپنے ہمراہ لے جانا ورنہ راستہ نہیں ملے گا، آپ نے پوچھا کہ وہ کہاں دفن ہے؟ اس نے کہا کہ میں اس شرط پر بتلاتی ہوں کہ میری ایک بات کو مان لیا جائے، آپ نے پوچھا، وہ کیا ہے، کہنے لگی کہ وہ یہ ہے کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہو اور بہشت میں جہاں آپ کو جگہ ملے وہیں میں بھی ہوں، آپ نے بارگاہ الٰہی میں یہ عرض کی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اس سے اس کا اقرار کر لو ہم اس کی آرزو پوری کریں گے، چنانچہ آپ نے اس بڑھیا سے اقرار کر لیا، اس نے اسی وقت تابوت کا پتہ بتلا دیا کہ دریا کے بیچ اس جگہ دفن ہے، انہوں نے وہاں سے فوراً تابوت نکال لیا اور اس کی برکت سے راستہ کا پتہ چل گیا۔

اس روایت سے تین مفید نتیجے نکلتے ہیں:

(۱) تابوت یوسف نبی علیہ السلام سے استمداد کرنے کی مشروعیت۔

(۲) خود حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے تابوت سے استمداد کرنے کی وصیت کرنا۔

(۳) بڑھیا کی حق پسندی کہ اپنے لئے کوئی دنیاوی مراد طلب نہیں کی بلکہ عقبیٰ کی نعمت چاہی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبر سے نکل کر سائل کے لئے دعا کرنا

علامہ احمد شہاب الدین حجر ہیتمی مکی رحمہ اللہ تعالیٰ فتاوی حدیثیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

نقل الیافعی وغیرہ عن الشیخ الکبیر ابی عبداللہ القرشی انہ وقع بمصر غلاء کبیر فتوجہ للدعاء برفعہ فقیل لا تدع فلا یسمع لاحد منکم فی ھذا الامر دعاء فسافرت الی الشام فلما

وصلت الی قریب من ضریح الخلیل علیه و علی نبینا افضل الصلاۃ و السلام تلقانی فقلت یا رسول اللہ اجعل ضیافتی عندک الدعاء لاھل مصر فدعالھم ففرج اللہ عنھم۔

ترجمہ: امام یافعی وغیرہ نے شیخ کبیر ابو عبداللہ قرشی سے نقل کیا کہ مصر میں بڑی گرانی واقع ہوئی تو شیخ دعا کے لئے متوجہ ہوئے اس پر آپ سے کہا گیا کہ تم دعا نہ کرو، اس باب میں تم میں سے کسی کی نہ سنی جائے گی، شیخ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے شام کی طرف سفر کیا، جب میں ابراہیم خلیل اللہ علیہ وعلی نبینا الصلوٰۃ والسلام کے مزار مبارک کے قریب پہنچا تو آپ نے مجھ سے ملاقات فرمائی، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ میری میزبانی وضیافت میں اہل مصر کے لئے دعا فرمائیں، آپ نے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے وہ گرانی رفع کر دی۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ انبیاء زندہ ہیں اور وہ زائرین کو بظاہر بھی ملتے ہیں اور مدد بھی کرتے ہیں اور ان کی برکت سے کشائش رزق بھی ہوتا ہے۔

روضہء رسول ﷺ سے امداد مانگنا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر بہت سے اشعار پڑھے جن کا پہلا شعر یہ تھا:

اتیناک و العذر ایدمی لبانھا — و قد شغلت ام الصبی عن الطفل

ترجمہ: ہم حضور ﷺ کے پاس اس حال میں آئے ہیں کہ کنواری لڑکیوں کے سینے سے خون بہہ رہا ہے اور بچوں والیاں بچوں سے غافل ہو گئی ہیں۔

یہاں تک کہ ان شعروں میں یہ بھی پڑھا:

ولیس لنا الا الیک فرارنا — و این فرار الخلق الی الی الرسل

ترجمہ: حضور ﷺ کے سوا ہمارا کہیں ٹھکانہ نہیں ہے اور مخلوق بھاگے تو بجز رسولوں کے پاس کہاں بھاگے۔

اور آپ ﷺ نے کوئی انکار نہ فرمایا بلکہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اعرابی نے وہ شعر پڑھے تو رسول اللہ ﷺ اس کی التجاء کے موافق خوشی اور عجلت کے ساتھ چادر مبارک کھینچتے ہوئے اٹھے اور منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھا اور مینہ کے لئے دعا فرمائی ابھی دعا تمام نہیں ہوئی تھی کہ مینا برسنا شروع ہو گیا۔ (بیہقی)

صحیح بخاری میں ہے کہ جب اعرابی نے آپ سے قحط کی شکایت کی تو آپ نے دعا کی اور مینہ برسا پھر آپ نے فرمایا کہ:

"اگر ابو طالب زندہ ہوتے تو بے شک ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں کون ان کا شعر ہمیں سناتا ہے؟"

چنانچہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے ابو طالب کا وہ شعر جو رسول اللہ ﷺ کی مراد تھی پڑھ کر سنایا اور وہ شعر یہ تھا:

وابیض یستسقی الغمام بوجھه   ثمال الیتامیٰ عصمت للارامل

ترجمہ: یعنی گورے رنگ والا جس کے چہرے کے وسیلے سے مینہ طلب کیا جاتا ہے جو یتیموں کا ماوی اور بیواؤں کا ملجا ہے۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کا چہرہء انور خوشی و شادمانی سے دمکنے لگا۔ (بیہقی)

اگر یہ شرک ہوتا تو آپ ﷺ اس سے کبھی خوش نہ ہوتے، اور ابو طالب کے قصیدہ گوئی کا منشاء جس میں آپ کا وہ شعر ہے جسے حضور ﷺ نے پڑھوا کر سنایا یہ تھا کہ قریش حضور ﷺ کے

نبی ہونے سے پیشتر ایک بار قحط میں مبتلا ہوئے تو ابو طالب نے حضور ﷺ کے توسل سے تمام قریش کے سامنے مینہ مانگا تھا، حق تعالیٰ نے بڑے زور کا مینہ برسایا تھا، اس پر ابو طالب نے یہ قصیدہ حضور ﷺ کی مدح میں تصنیف کیا تھا۔

(۲) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روضہ ء رسول کے توسل سے بارش طلب کیا کرتے تھے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

قحط اهل المدينة قحطاً شديداً فشكوا الى عائشة فقالت انظروا الىٰ قبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فاجعلو منه كوا الى السماء حتى لا يكون بينه و بين السماء سقف ففعلو افمطروا۔

ترجمہ: حضرت ابو الجواز ء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار مدینہ منورہ میں بہت سخت قحط پڑا، صحابہ کرام حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی مصیبت کا اظہار کیا، فرمایا کہ روضہ ء رسول ﷺ پر جاؤ اور چھت میں سوراخ کر دو تاکہ رحمتہ للعالمین کے روضہ ء مقدسہ کو دیکھ کر آسمان سے رحمت نازل ہو چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا پس بارش ہو گئی۔(رواہ الدارمی)

دیکھئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ نہ فرمایا کہ دعا مانگو اور نہ ہی یہ کہا کہ نفل پڑھو یا قرآن مجید پڑھو بلکہ وہی کہا جو "پیر پرست" کہا کرتے ہیں کہ متبرک قبروں پر جاؤ، اگر قبروں پر جانا شرک ہوتا تو آپ ہرگز جانے کی اجازت نہ دیتیں، غرض اس روایت سے توسل بالفعل ثابت ہوا، اس کے معنی بھی بزبان حال یہ تھے کہ یہ آپ کے نبی ﷺ کی قبر مبارک ہے جس کو ہم تلبس، حسد نبوی کی وجہ سے متبرک سمجھتے ہیں اور نبی کی ملابس بس چیز موجب رحمت ہے اس لئے ہم پر رحم فرمایئے۔

(۳) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خازن مالک الدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں قحط پڑا، ایک شخص نے روضہء رسول ﷺ پر حاضر ہو کر قحط کی شکایت کی: "یا رسول اللہ ﷺ! اپنی امت کے واسطے اللہ تعالیٰ سے پانی مانگیے کہ وہ ہلاک ہو رہی ہے"، آپ ﷺ نے خواب میں اس شخص سے فرمایا کہ تم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جا کر ان کو سلام کہو اور خبر دو کہ پانی برسے گا ہوشیار رہو، وہ شخص خواب سے بیدار ہو کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور ان سے اپنا خواب بیان کیا، آپ زار زار رونے لگ گئے، پھر بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ یا اللہ! میں قصور نہیں کرتا ہوں جہاں مجبور رہتا ہوں۔[1]

اس روایت سے ایک اعرابی کا قحط کے دنوں میں طلب بارش کے لیے روضہء مقدسہ پر جانا اور رسول اللہ ﷺ کا اس کی استدعا کو قبول کر کے خواب میں یہ دکھلانا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہہ دو کہ پانی برسے گا، اور پھر اس اعرابی کا پیغام حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچانا، اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس پیغام کو برحق تسلیم کرنا ثابت ہوتا ہے۔

(۴) محمد بن حرب ہلالی (بروایت عتبی) رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب میں مدینہ منورہ میں جا کر روضہء رسول ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا تو وہاں ایک عجیب واقعہ دیکھا کہ ایک اعرابی وہاں کھڑا ہو کر یوں عرض کر رہا ہے: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے ایک سچی کتاب آپ پر نازل فرمائی ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا (النساء ۶۴)

---

[1] (بیهقی، ابن ابی شیبه، جذب القلوب)

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شِفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

لہٰذا میں اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوا آپ ﷺ کو اپنا شفیع بنانے کے لئے آپ کے حضور میں حاضر ہوا ہوں، یہ کہہ کر وہ زارو قطار روتا ہوا یہ شعر پڑھتا تھا:

یا خیر من دفنت فی القاع   اعظمہ فطاب من طیبھن القاع الاکم

ترجمہ: اے بہترین! ان لوگوں کے جن کی ہڈیاں اس سرزمین میں مدفون ہیں جن کی خوشبو کی لپک سے ہر نشیب و فراز اس میدان کا معطر ہے۔

روحی الفداء لقبر انت ساکنہ   فیہ العفاف و فیہ الجود و الکرم

ترجمہ: میری جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ ﷺ رہتے ہیں، اس میں پرہیز گاری ہے اور جود و کرم ہے۔

محمد بن حرب فرماتے ہیں کہ پھر وہ اعرابی چلا گیا، میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ اس اعرابی کو جاکر بشارت دو، کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے تمام گناہ بخش دیئے۔[1]

اس روایت سے ثابت ہوا کہ روضہء رسول ﷺ پر جاکر عرض کرنے سے لوگوں کو مرادیں حاصل ہوتی ہیں گویا وصال کے بعد آپ ﷺ امور دینی اور دنیوی دونوں میں ذریعہ ہوسکتے ہیں۔

---

[1] (ابن عساکر، ابن جوزی، ابن کثیر، مواھب اللدنیہ اور خلاصت الوفاء)

(۵) احمد بن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں جنگل میں تین ماہ تک ادھر اُدھر پھرتا رہا، جس سے میں بے حد تھک گیا اور بھوک کی شدت سے بے تاب ہو گیا، لاچار مدینہ منورہ میں آکر روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہوا اور میں نے رسول اللہ ﷺ، ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر سلام عرض کیا، پھر میں آپ ﷺ سے اپنی حالت کا اظہار کرتے ہوئے سو گیا، خواب میں آپ ﷺ نے فرمایا، اے احمد! کیا حال ہے؟ عرض کیا یا حضرت میں بھوک سے بے تاب ہو کر آپ کا مہماں ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا ہاتھ بڑھاؤ، میں نے اپنا ہاتھ آپ کی طرف پھیلایا تو آپ نے چند درہم میرے ہاتھ میں رکھ دیئے، جب میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ درہم میرے ہاتھ میں بعینہ موجود ہیں، میں اسی وقت بازار کی طرف چلا گیا اور روٹی اور فالودہ لے کر خوب پیٹ بھر کر کھایا پھر جنگل کی طرف واپس چلا آیا۔[1]

(۶) ایک شخص مدینہ منورہ میں آکر پانچ روز تک ٹھہرا لیکن کھانے کے لئے کہیں کچھ نہ ملا،، آخر روضہ رسول پر حاضر ہو کر سلام کر کے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میں آپ کا مہمان ہوں، یہ بار بار کہتے ہوئے سو گیا، وہ کہتا ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ صحابہ سمیت تشریف لائے ہوئے ہیں، مجھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آکر فرمایا کہ اُٹھ کھڑا ہو رسول اللہ ﷺ تشریف لارہے ہیں، میں نے اُٹھ کر اسی وقت آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا، آپ ﷺ نے مجھے ایک روٹی عطا فرمائی، جس کو میں کھاتے کھاتے جاگ پڑا، دیکھتا کیا ہوں کہ آدھی روٹی میرے ہاتھ میں موجود ہے۔[2]

---

[1](جذب القلوب)

[2](جذب القلوب، صفۃ الصفوہ)

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں مہمان آکر کھانا کھاتے تھے، اسی طرح آپ ﷺ کے وصال کے بعد بھی یہ فیض کا چشمہ جاری ہے۔

(۷) امام ابو بکر بن مقری رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں اور طبرانی اور ابوالشیخ تینوں مدینہ منورہ میں پڑھا کرتے تھے، خرچ کی کمی کے باعث فاقہ پر فاقہ گزرنے لگا، ایک دن عشاء کے وقت میں روضہء مقدسہ پر جاکر یوں عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ہم بھوک سے بے تاب ہو گئے ہیں، اب آپ کے مہمان ہیں، یہ کہہ کر میں واپس چلا آیا، میں اور ابوالشیخ دونوں سو رہے مگر طبرانی جاگتا رہا، ایک مرد علوی نے آکر دستک دی، جب دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہ شخص ہاتھوں میں دو تشتریاں کھانے اور چھواروں سے بھری ہوئی لئے کھڑے ہیں، انہوں نے ہم تینوں کے ساتھ مل کر کھانا کھایا، پھر فارغ البال ہونے کے بعد کہنے لگے کہ شاید تم نے رسول اللہ ﷺ کے حضور میں شکایت کی تھی، کیونکہ مجھے خواب میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ میرے مہمانوں کے پاس کھانا لے جاکر ان کے ساتھ کھاؤ۔[1]

(۸) حافظ ابن قیم کتاب الکبائر فی السنۃ والبدعۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ دمشقی رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ:

"ہم اتفاق سے مدینہ منورہ گئے ہوئے تھے، ایک روز رباعی (سکہ) لے کر بازار میں آٹا خریدنے گئے، شیعہ دکاندار نے ہمیں سنی خیال کر کے کہا کہ اگر تم ابو بکر صدیق اور عمر خطاب پر لعنت کرو گے تو میں آٹا دوں گا ورنہ نہیں، میں نے کہا کہ میں تو ایسا ہرگز نہیں کہوں گا، غرض کئی دفعہ ایسا ہی کہتا رہا مگر میں اس کا جواب دیتا رہا آخر مجھے غصہ آگیا اور میں نے جوش میں آکر کہا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر

[1] (دارمی، کتاب الوفاء، جذب القلوب)

لعنت کرے جو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر لعنت کرتا ہے، اس دکاندار نے جونہی یہ کلمات میری زبان سے سنے اسی وقت میری آنکھوں پر ایک ایسا گھونسا مارا جس سے میری دونوں آنکھیں باہر نکل آئیں اور میں اندھا ہو گیا میں روتا ہوا روضہء رسول ﷺ پر جا کر یوں فریادی ہوا، "یارسول اللہ ﷺ! میں مظلوم ہوں آپ کے دروازے پر فریاد لے کر حاضر ہوا ہوں، خدارا میری مدد کیجیے، یہی کلمات بار بار کہتے ہوئے مجھے نیند سی آگئی، خواب میں آپ ﷺ نے میرے چہرے پر اپنا دست مبارک پھیرا صبح کو جب میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میری دونوں آنکھیں بالکل درست ہیں، گویا ان کو کبھی تکلیف ہی نہیں ہوئی تھی، میں نے آپ ﷺ کا شکریہ ادا کیا اور وطن کو واپس چلا آیا، دوسرے سال پھر مجھے مدینہ منورہ میں جانے کا اتفاق ہوا، بازار میں چلتے ہوئے مجھے اس دکاندار نے پہچان کر آواز دی، میں نے اس کے پاس جا کر کہا کہو کیا کہتے ہو؟ اُس نے کہا کہ کیا تو وہ شخص نہیں ہے جس کو میں نے مار کر اندھا کر دیا تھا؟ کہا میں بے شک وہی ہوں جس کی آنکھیں تو نے پھوڑ ڈالی تھیں، اس پر وہ تعجب سے کہنے لگا کہ پھر آنکھیں کس طرح درست ہوئیں یہ تو ناممکن کام ہے میں نے اپنے بینا ہونے کا تمام قصہ بتلایا، وہ یہ سن کر مع اہل و عیال کے اپنا مذہب چھوڑ کر اہل سنت والجماعت میں داخل ہو گیا۔

یا محمد من بے سروساماں مدد ے

قبلہ ٔدیں مددے کعبہ ءایماں مددے

ترجمہ: یارسول اللہ ﷺ! مجھ بے سروسامان کی مدد فرمایئے اے دین کے قبلہ! اور اے ایمان کے کعبہ! کچھ مدد فرمایئے۔

یا نبی کشتیٔ اُمت بکفِ ھمت تست

اندریں ورطۂ غم صدمۂ طوفاں مددے

ترجمہ: یارسول اللہ ﷺ! انسانیت کی کشتی آپ کی توجہ مبارک کی ہتھیلی کے سپرد ہے اس غم کے گرداب اور طوفان کے دھکا میں مدد کیجئے۔

ماگدائیم تو سلطان دوعالم شدہ   شاہ شاھاں مددے شاہ گدایاں مددے

ترجمہ: ہم منگتے ہیں اور آپ دوجہاں کے بادشاہ ہیں، اے بادشاہوں کے بادشاہ! اور اے منگتوں کے لئے شاہ! کچھ مدد کیجئے۔

لیس لی غیرک یاسیدمکی مدنی   سوئیم افگن نظرے بر من حیراں مددے

ترجمہ: اے میرے مکی مدنی آقا! میرے لئے آپ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، میری طرف نظر رحمت فرمایئے اور مجھ حیران کی مدد فرمایئے۔

عاصیم پر زگناھیم وغریبی داریم

رحم فرما بغریبی غریباں مددے

ترجمہ: ہم گناہگار ہیں، گناہوں سے پر ہیں اور غریب ہیں غریبوں کی غربت پر رحم فرمایئے کچھ مدد کیجئے۔

(۹) علامہ یوسف نبہانی رحمہ اللہ تعالیٰ شواہد الحق میں تحریر فرماتے ہیں کہ قطب رفاعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ میں شرف حاضری پایا تو روضۂ مبارک پر کھڑے ہو کر یہ اشعار پڑھے:

فی حالة البعد روحی کنت ارسلھا   تقبل الارض عنی فھی نائبتی

وھٰذہ دولة الاشباح قد حضرت   فامدد یمینک کی تحظیبھا شفتی

اس کے بعد فرماتے ہیں:

فمدیدہ الشریفۃ من الشباک فقبلھا۔

یعنی جب آپ ﷺ سے دور تھا تو اس وقت اپنی روح کو اپنا نائب بنا کر آپ ﷺ کی خدمت مبارک میں روانہ کرتا تھا تاکہ وہ آپ کی قبر مبارک کو بوسہ دے کر تبرک حاصل کرے، لیکن اب تو میں خود آپ ﷺ کی خدمت مبارک میں حاضر ہو گیا ہوں اس لئے آپ ذرا اپنے دائیں ہاتھ کو نکالئے تاکہ میرے لب اس سے فیض یاب ہوں آپ ﷺ نے اسی وقت اپنا دست مبارک روضہء مقدسہ سے باہر نکالا تو میں نے اس کو بوسہ دیا۔

دیکھئے روضہءرسول ﷺ سے اب تک لوگ ویسے ہی فیض پا رہے ہیں جیسے آپ کی ظاہری زندگی میں معمول تھا، غرض آپ ﷺ کا فیض لوگوں پر ہر وقت نازل ہوتا رہتا ہے، اور آپ ﷺ کے دروازے کا سائل کبھی بھی محروم نہیں جاتا۔

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری

بدرگاھش بیا وھر چہ میخواھی تمنا کن

ترجمہ: اگر دنیا اور آخرت کی خیریت کی تجھے آرزو ہے اُن کی بارگاہ میں آ، اور جو چاہے مانگ اور آرزو کر تجھے سب کچھ ملے گا۔

عاشق رسول ﷺ مولانا احمد رضا خان بریلوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ہے مجھے تیرا وسیلہ یا محمد مصطفیٰ ﷺ
کون ہے جز تیرے میرا یا محمد مصطفیٰ ﷺ

کچھ نہیں ہے پاس اور راہ عدم در پیش ہے
آسرا ہے ایک تیرا یا محمد مصطفیٰ ﷺ

نقد توبہ رائیگاں کھویا ہوا توبہ شکن
نفس نے مجھ کو تو لوٹا یا محمد مصطفیٰ ﷺ

کون ساوہ کار بد ہے جو نہیں مجھ سے ہوا میں رہا مجرم خدا کا یا محمد مصطفیٰ ﷺ
سر پہ گٹھڑی ہے گناہ کی کیوں نہ پھر تشویش ہو تم سے آکر کیا کہوں گا یا محمد مصطفیٰ ﷺ
ایک دن بھی عاقبت کی فکر کچھ میں نے نہ کی میں رہا پابند دنیا یا محمد مصطفیٰ ﷺ
جز خطا مجھ سے نہ کوئی بھی ہوا کار ثواب کون ہے بد کار مجھ سا یا محمد مصطفیٰ ﷺ
میں غریق بحر عصیاں ہوں کرم کی ہو نظر پار ہو اب میرا بیڑا یا محمد مصطفیٰ ﷺ
آپ ہی اپنے در اقدس پہ جب رہنے نہ دیں پھر کہاں میرا ٹھکانہ یا محمد مصطفیٰ ﷺ
امت عاصی کی کشتی کے نگہباں آپ ہیں ناخدا کا کیا بھروسہ یا محمد مصطفیٰ ﷺ
آرزو ہے دن قیامت کے لوائے حمد کا ہو میرے سر پر بھی سایہ یا محمد مصطفیٰ ﷺ
یہ تمنا ہے کہ ہو خورشید محشر تیز جب چہرۂ انور دکھانا یا محمد مصطفیٰ ﷺ

عام موتیٰ کے لئے انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کے مزاروں کے پاس دفن ہونے کی برکت

انبیاء علیہم السلام اولیاء کرام جہاں مدفون ہوتے ہیں وہ جگہ متبرک ہوتی ہے، اس لئے عوام و خواص کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ ہم ان کے مزار کے قریب دفن ہوں ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے ہم گناہ گاروں کو بخش دے، یہ بھی ایک طرح سے استمداد باولیاء اللہ ہے، بہر کیف جس طرح زندگی میں ان کی صحبت مفید ہوتی ہے اسی طرح عالم برزخ میں بھی۔

دیکھئے جب رسول اللہ ﷺ زیارت کرنے والوں کی شفاعت کے بھی ضامن ہوتے ہیں، بھلا جو شخص آپ ﷺ کے قریب دفن ہو گا وہ کس طرح آپ ﷺ کی شفاعت سے محروم رہ سکتا ہے، یہی برکت اولیائے کرام کے مزارات کی ہے م بنا بریں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر

فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہمانے رسول اللہ ﷺ کے قریب دفن ہونے کی خواہش ظاہر کی تھی اس لئے آپ کو وہیں دفن کیا گیا۔

شیخ جمال موصلی کی آرزو روضہء مقدسہ کے پاس دفن ہونا

جمال موصلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے روضہء مبارک کے پاس جگہ پانے کے لئے بہت سارو پیہ خرچ کیا، جب جگہ مل گئ تو آپ نے وصیت کی کہ میری قبر پر یہ لکھنا کہ ایک کتا دہلیز پر پڑا ہے جو چند قدم تیرے دوستوں کے ساتھ چلا ہے تو اپنی اس نظر عنایت سے جو ان پر ڈال رہا ہے محروم نہ کرنا۔(تذکرۃ الاولیاء)

منکرین استمداد کا مولانا روم کی مثنوی سے استدلال اور اس کا جواب

مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

ھیں از وخواھید نے از غیر او　　　　آب در یم جو مجواز خشک جو

ترجمہ: ارے اُس سے مانگو اُس کے غیر سے مت مانگو، پانی سمندر سے ڈھونڈو خشک نہر سے مت ڈھونڈو۔

غیر مقلدین جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں، ان کا شیوہ عموماً یہ ہے کہ اکابر اسلاف کی کتابوں کی ورق گردانی کر کے ان سے ایسے اقوال چن لیتے ہیں جن کے ظاہری مفہوم سے اُن کے اپنے غیر مقلدانہ عقائد کی تائید ہوتی ہو اگرچ وہ ظاہری مفہوم صاحب کتاب کے مذہب و مسلک سے کتنا ہی منافی و بعید واقع ہو، اس بنا پر وہ مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ کے مندرجہ بالا شعر کو استمداد باولیاء اللہ کی تردید میں پیش کرتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ دیکھو مولانا روم بھی فرماتے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی نبی، ولی، غوث، قطب، ابدال سے استمداد و استعانت نہ کرو، اور یہ غیر مقلدین کا محض ایک

فریب ہے جس سے یہ لوگ بھولے بھالے مسلمانوں کو اپنا ہم خیال بنانے یا ان کو مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ سے بدگمان کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اول تو اس شعر میں استمداد کا زیر بحث مسئلہ ہی مراد نہیں، بلکہ یہاں مولانا کا مدعا یہ ہے کہ تم کو جب کوئی ضرورت پیش آئے تو کسی دوست یا قریبی رشتہ دار کے آگے دست سوال دراز نہ کرو کسی صنم و متمول اور بادشاہ کی آستان بوسی کی عار اختیار کرو، بلکہ جو کچھ مانگو اللہ سے مانگو کہ کہ متوکلین کی شان یہی ہے، چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

من سال الناس اموالھم تکثرا فانما یسئل جمرا فلیستقل او لیستکثر۔

یعنی جو شخص مال جمع کرنے کے لئے لوگوں سے سوال کرے وہ آگ کے انگار مانگ رہا ہے خواہ تھوڑے مانگے یا زیادہ۔ (مشکوٰۃ)

مایزال الرجل یسال الناس حتیٰ یاتی یوم القیامۃ لیس فی وجھہ مضغتۃً لحم۔

یعنی جو آدمی ہمیشہ لوگوں سے سوال کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ قیامت کے روز ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر بوٹی تک نہ ہو گی۔ (مشکوٰۃ)

اور فرمایا:

لیسال احدکم ربہ حاجۃ کلھا حتیٰ یسال شسع نعلہ اذا انقطع۔

یعنی ہر شخص اپنی تمام ضروریات خداوند تعالیٰ سے طلب کرے حتیٰ کہ اپنے نعل کا تسمہ بھی جب وہ ٹوٹ جائے اسی سے مانگے۔ (مشکوٰۃ)

مولانا اپنے قول میں اس قسم کی طلب اور سوال سے منع فرما رہے ہیں جن سے احادیث مندرجہ بالا میں نہی وارد ہوئی ہے، کہ وہ دوں ہمتی اور عدم توکل پر مبنی ہے، اور اولیاء اللہ سے فی الحیات اور بعد

الممات استمداد کرنا ایک اور مسئلہ ہے جس کو اس طلب و سوال سے کوئی نسبت نہیں، مولانا کے اس مدا کا تعین یہ دوسرا شعر کر رہا ہے جو اس کے آگے فرمایا ہے:

ور بخواھی از دگر ھم او دھد　　　　بر کفِ میلش سخا ھم او نہد

یعنی اگر تو کسی دوسرے منعم سے سوال کرتا ہی ہے تو بھی اس کے ذریعہ خداوند تعالیٰ ہی دیتا ہے اور اس کے ہاتھ پر سخاوت کا وصف وہی رکھتا ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں سائلین غیر متوکلین کو توکل کی تعلیم دینا مقصود ہے نہ کہ اولیا اللہ سے استمداد و استعانت کرنے کو غیر شرع ٹھہرانا۔

دوسرے یہ کہ مخاصم معاند پر یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ صوفیہ میں سے ہیں بلکہ صوفیہ کے سرتاج ہیں، ساتھ ہی اس کو یہ بھی بخوبی معلوم ہے کہ استمداد باہل قبور صوفیہ کا ایک خاص مسئلہ ہے اور اسلاف کا اہل باطن کے قبور سے بطریق مراقبہ فیض حاصل کرنا ان کے اشغال سے ہے۔

چنانچہ شاہ اسحق محدث دہلوی نے شیخ عبد الحق دہلوی علیہما الرحمہ کی کتاب شرح مشکوٰۃ عربی سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے:

واما الاستمداد باهل القبور فی غیر النبی ﷺ او الانبیاء علیهم السلام فقد انکره لثیر من الفقهاء و اثبته المشائخ الصوفیة قدس الله اسرارهم و بعض الفقهاء رحمته الله تعالیٰ علیهم الخ۔

یعنی استمداد باہل القبور سوائے نبی ﷺ کے یا دیگر انبیاء علیہم السلام کے اکثر فقہاء کے نزدیک ناجائز ہے اور صوفیاء کرام اور بعض فقہاء کے نزدیک جائز ہے۔(مائۃ المسائل)

پس مولانا کے کلام سے استمداد کے مسئلہ میں کوئی ایسی بات نکالنا جو جمہور صوفیہ کے خلاف مسلک ہو ایک ایسی حرکت ہے جس کا کوئی معقول آدمی مرتب نہیں ہو سکتا۔

فوت شدہ بزرگان دین ک قبور سے استمداد اور اس کی اجابت کے واقعات

ان وااقعات و نظائر کو بیان کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہتا ہے کہ پلے چند اکابر ملت کے بیانات استمداد و اعانت کی تائید میں نقل کئے جائیں۔

نداء الاولیاء کا جواز

حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمہ اللہ تعالیٰ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے جواہر خمسہ کے تمام عملوں کی اجازت شیخ ابو طاہر مدنی اور شیخ محمد سعید لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ ما سے حاصل کی، یہ جواہر خمسہ شیخ محمد غوث گوالیاری رحمہ اللہ تعالیٰ جو اکابر اولیاء اللہ سے ہوئے ہیں کی تصنیف سے ہے، یہ کتاب بڑی مستند اور معتبر ہے، اسی واسطے حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے اکابر محدث نے اس کے عملیات کی اجازت حاصل کی ہے، اگر اس کے عملیات وغیرہ غیر مشروع ہوتے تو آپ ہرگز اجازت حاصل نہ کرتے، دیکھئے اس کتاب میں ذیل کا عمل مرقوم ہے جس میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امداد طلب کی گئی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں ناد علی سات بار، یا تین بار، یا ایک بار پڑھے اور وہ ناد علی یہ ہے:

نادعلیا مظهر العجائب تجده عونا لک فی النوائب، کل هم و غم سینجلی بولیتک یا علی یا علی یا علی!

جس کا ترجمہ یہ ہے: "پکار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو عجائب امور کے مظہر ہیں، تم ان مصیبتوں میں اپنے مددگار پاؤ گے، ہر ایک فکر اور غم اے علی! اے علی! اے علی! آپ کی ولایت کی برکت سے عنقریب جاتا رہے گا۔"

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا روضہء رسول ﷺ پر جا کر اپنے مصائب کی شکایت کرنا

عن علی ابن ابی طالب قال لما مات رسول اللہ ﷺ و دفن جاءت فاطمۃ فاخذت قبضۃ من تراب القبر فوضعتہ علی عینیھا و بکت:

ماذا علی من شم تربۃ احمد	عن لا یشم مدی الزمان غوالیا
صبت علی مصائب لو انھا	صبت علی الایام عدن لیالیا

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا اور وہ دفن کئے گئے تو فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کے روضے پر تشریف لائیں اور قبر مبارک سے ایک مٹھی خاک لے کر اپنی آنکھوں پر رکھی اور روئیں اور یہ شعر پڑھے:

ماذا علی من شم تربۃ احمد	عن لا یشم مدی الزمان غوالیا
صبت علی مصائب لو انھا	صبت علی الایام عدن لیالیا

ترجمہ: اس کو اس بات کی حاجت نہیں ہے جس نے قبر احمد کی خوشبو کو سونگھا کہ وہ کبھی کسی خوشبو کو سونگھے، مجھ پر وہ مصیبتیں گریں کہ اگر وہ دنوں پر گرتیں تو وہ رات بن جاتے۔ (وفا ابن جوزی)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی قبروں پر جا کر اظہار مصائب کرنا جائز ہے، بلکہ مسنون ہے۔[1]

[1] (رواہ ابن الجوزی فی الوفا)

قبور اکابر سے استفادہ جمہور کے نزدیک مشروع ہے

حضرت ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن محمد العبدری مالکی المشہور بابن الحاج رحمہ اللہ تعالیٰ مدخل میں لکھتے ہیں:

فمن اراد حاجة فليذهب اليهم ويتوسل بهم فانهم الواسطة بين الله تعالىٰ و خلقه و قد تقرر فى الشع و علم مالله تعالىٰ بهممن الاعتناء و ذالک کثیر مشهور وما زال الناس من العماء والاكابر كابرا عن كابر مشرقاً و مغرباً يتبركون بزيارة قبورهم ويجدون بركة ذالک حسا و معنى۔

ترجمہ: جو شخص اپنی حاجت روائی چاہتا ہو اسے چاہیئے کہ بزرگان دین کی قبروں پر جائے اور ان سے توسل کرے اس لئے کہ بزرگان دین اللہ تعالیٰ اور بندے میں واسطہ ہیں، اور شریعت میں یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی توجہء خاص ہے، یہ امر کثیر الوقوع و مشہور ہے، ہر زمانے کے علماء کا یہی دستور چلا آتا ہے عام ازیں کہ علماء مشرق ہوں یا مغرب بزرگان دین کی قبروں کی زیارت سے فیض وبرکت حاصل کرتے اور اس کی برکت ظاہراً وباطناً محسوس کرتے رہے ہیں۔

تشفع وتوسل آئمہ دین کا معمول ہے

امام ابو عبد اللہ بن نعمان رحمہ اللہ تعالیٰ سفینۃ النجاء لاھل الالتجاء فی کرامات الشیخ ابی النجاء میں تحریر فرماتے ہیں:

تحقق لذوى البصائر والاعتبار ان زيارة قبور الصالحين محبوبة لاجل التبرک مع الاعتبار فان بركة الصالحين جارية بعد مماتهم كما كانت فى حياتهم والدعاء عند قبور الصالحين والتشفع بهم معمول به عند علماء المحققين من ائمة الدين۔

ترجمہ: ارباب بصیرت کے نزدیک یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ بزرگان دین کی قبور کی زیارت برکت و عبرت کے لئے بہتر ہے کیونکہ اولیاء اللہ کی برکت ان کے انتقال کے بعد اسی طرح جاری رہتی ہے جیسے عالم حیات میں تھی، صالحین کی قبور کے پاس جاکر دعا کرنا اور ان کی شفاعت چاہنا، علمائے محققین اور ائمہ دین کا معمول ہے۔(رواہ فی مدخل)

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر اہل روم استمداد و استسقاء کرتے ہیں

ابو ایوب انصاری غزیٰ قسطنطنیۃ فی خلافۃ معاویۃ مع ولدہ یزید فقتل ھنالک ودفنہ المسلمون فی اصل سور البلد قال الراوی فالروم یزورون قبرہ و یستسقون بہ اذا قحطوا۔ (رواہ الحاکم)

ترجمہ: حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر معاویہ کی خلافت کے زمانہ میں ان کے بیٹے یزید کے ہمراہ قسطنطنیہ میں جہاد کو گئے تھے اور وہیں شہید ہوئے، مسلمانوں نے ان کو شہر پناہ کی جڑھ میں دفن کر دیا، راوی کہتا ہے کہ ہمیشہ روم کے آدمی ان کی قبر کی زیارت کو جاتے ہیں اور جب قحط پڑتا ہے تو ان کی قبر پر جاکر پانی مانگتے ہیں۔(اسد الغابۃ)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ روم کے رہنے والے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توسل سے قحط کے دنوں میں بارش مانگا کرتے تھے۔

اہل اللہ کی قبر پر منہ رکھنے کا ثبوت

اوی اقبل مروان یوما فوجد اجلا و اضعاً وجھہ علی القبر فقال اتدری ما تصنع؟ فاقبل علیہ فاذا ابو ایوب انصاری فقال جئت رسول اللہ ولم أت الحجرۃ سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لاتبکوا علی الدین اذا ولاہ اھلہ ولکن ابکوا علی الدین اذا ولاہ غیر اھلہ۔

ترجمہ: مروی ہے کہ ایک روز مروان روضہ ءرسول ﷺ پر گیا وہاں اس نے ایک شخص کو دیکھا کہ اپنا منہ قبر مبارک پر رکھے ہوئے ہے، مروان نے کہا کیا تم کو معلوم ہے کہ تم کیا کر رہے ہو؟ پھر ان کے آگے آیا تو دیکھا کہ وہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے ہیں نہ کہ پتھر کے پاس (اور یہ بھی فرمایا) کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم دین پر نہ رؤو جبکہ اس پر وہ شخص حاکم ہو جو اس کے قابل ہو، لیکن تم دین پر اس وقت رؤو جبکہ اس پر وہ شخص حاکم ہو کہ جو اس کے قابل نہیں ہے۔[1]

اس روایت سے تین باتیں ثابت ہوئیں:

اول: رسول اللہ ﷺ یا بزرگان دین کے مزار مبارک پر جانا گویا خود ان کے پاس جانا ہے، گویا مزار ایک ظاہری چیز ہے، چنانچہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے روضہ ءمبارک پر جانے کو ایسا ہی تعبیر فرمایا ہے۔

دوم: اہل اللہ کے مزاروں پر بوسہ دینا یا منہ رکھنا جائز ہے کیونکہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے روضہ ءمبارک پر اپنا منہ رکھا تھا، لہٰذا صحابہ کا فعل حجت ہے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم۔

---

[1] (رواہ احمد و الحاکم)

ترجمہ: یعنی میرے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم ستاروں کی طرح ہیں ان میں سے جس کسی کی تم پیروی کروگے ہدایت پاؤگے۔

سوم: اگر کوئی انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے مزاروں پر منہ رکھنے کو تعجب یا کراہت کی نظر سے دیکھے تو ایسے شخص کو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کے مطابق روناچاہیئے جیسا کہ انہوں نے مروان کو فرمایا۔

انبیاء علیہم السلام کے مزارات سے استعانت عام شائع ہے

ابن حاج مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ مدخل میں تحریر فرماتے ہیں:

وَأَمَّا عَظِيمُ جَنَابِ الْأَنْبِيَاءِ، وَالرُّسُلِ - صَلَوَاتُ اللهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ أجْمَعِينَ فَيَأْتِي إلَيْهِمْ الزَّائِرُ ــــــــــــــــــــــثُمَّ يَتَوَسَّلُ إلَى اللهِ تَعَالَى بِهِمْ فِي قَضَاءِ مَآرِبِهِ وَمَغْفِرَةِ ذُنُوبِهِ وَيَسْتَغِيثُ بِهِمْ وَيَطْلُبُ حَوَائِجَهُ مِنْهُمْ وَيَجْزِمُ بِالْإِجَابَةِ بِبَرَكَتِهِمْ وَيُقَوِّي حُسْنَ ظَنِّهِ فِي ذَلِكَ فَإِنَّهُمْ بَابُ اللهِ الْمَفْتُوحِ، وَجَرَتْ سُنَّتُهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى فِي قَضَاءِ الْحَوَائِجِ عَلَى أَيْدِيهِمْ وَبِسَبَبِهِمْ وَمَنْ عَجَزَ عَنْ الْوُصُولِ إلَيْهِمْ فَلْيُرْسِلْ بِالسَّلَامِ عَلَيْهِمْ وَذِكْرِ مَا يَحْتَاجُ إلَيْهِ مِنْ حَوَائِجِهِ وَمَغْفِرَةِ ذُنُوبِهِ وَسَتْرِ عُيُوبِهِ إلَى غَيْرِ ذَلِكَ، فَإِنَّهُمْ السَّادَةُ الْكِرَامُ، وَالْكِرَامُ لَا يَرُدُّونَ مَنْ سَأَلَهُمْ وَلَا مَنْ تَوَسَّلَ بِهِمْ، وَلَا مَنْ قَصَدَهُمْ وَلَا مَنْ لَجَأَ إلَيْهِمْ۔

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام کی یہ کیفیت ہے کہ زیارت کرنے والے ان کے مزار پر آتے ہیں اپنی قضائے حاجات میں اللہ تعالیٰ کی طرف ان کو وسیلہ بناتے ہیں، ان کے ذریعے سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتے ہیں، ان سے استغاثہ کرتے ہیں، اپنی حاجات ان سے چاہتے ہیں، اور یقیناً یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی برکت سے کامیاب ہوں گے کیونکہ وہ حضرات اللہ تعالیٰ کے کھلے ہوئے دروازے ہیں، اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ ہے کہ وہ لوگوں کی حاجتوں کو ان کے ہاتھ پر اور ان کے سبب سے پوری کرتا

ہے، اور جو ان کے مزار مبارک پر حاضر نہیں ہو سکتا وہ ان کی درگاہ میں سلام بھیجتا ہے اور اپنی حاجت عرض کرتا ہے، مغفرت کی دعا کرتا ہے، ستر عیوب کا آرزومند ہوتا ہے، کیونکہ وہ لوگ بڑے بزرگ ہیں، بزرگ سائل کے سوال کو رد نہیں کرتے، جو ان سے توسل کرتا ہے وہ ناکام نہیں رہتا، جو ان کی خدمت میں التجا کرتا ہے خالی نہیں جاتا۔[1]

اہل اللہ تعالیٰ کی قبر سے فیض حاصل کرنا

مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ لمعات میں تحریر فرماتے ہیں:

بزیارت قبر ایشاں رود واز انجا انجذب فیض ودریوزہ کند۔

ترجمہ: اولیاء اللہ کی قبر کی زیارت کے واسطے جائے اور اس جگہ سے حصول فیض کی بھیک مانگے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ شفا میں تحریر فرماتے ہیں:

انه قال لابی جعفر المنصور لما ساله عن استقبال القبر حين الدعاء فقال الامام مالک له ولم تصرف وجهک عنه وهو وسيلتک ووسيلة ابيک آدم قبلک بل استقبله و تشفع به فيشفعک الله۔

ترجمہ: ایک روز امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے ابی جعفر منصور نے پوچھا کہ دعا کی حالت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضے کی طرف استقبال کیا جائے یا نہیں؟ امام صاحب نے فرمایا کہ کیوں منہ پھیرتے ہو، وہ تمہارا وسیلہ ہیں اور تم سے پہلے تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے وسیلہ ہیں بلکہ مرقد مبارک کی طرف رخ کرو اور شفاعت چاہو، اللہ تعالیٰ تمہارے لئے ان کی شفاعت منظور فرمائے گا۔

---

[1] (المدخل لابن الحاج مکی ج ا ص ۲۵۸)

یہ مسئلہ فتح القدیر شرح ہدایہ اور مسند امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ میں بھی ہے۔(عبدالعزیز مصحح)

استمداد قبور پر ایک جامع تقریر

شیخ الاسلام کشف الغطا میں تحریر فرماتے ہیں:

وایں امریست ثابت و مقرر نزد مشائخ صوفیہ از اھل کشف و کمال تاآنکہ گویند اکثرے را فیوض و فتوح از ارواح رسیدہ، امام شافعی گفتہ کہ قبر موسی کاظم تریاق مجرب است مراجابت دعارا حجۃ الاسلام گفتہ ھر کہ استمداد کردہ شود بوے در حیات استمداد کردہ شود بودے بعد از ممات، وامام رازی گفتہ چوں مے آید زائر نزد قبر حاصل مے شود نفس اورا تعلق خاص بقبر چناں کہ نفس صاحب قبر راوبسبب ایں دو تعلق حاصل مے شود میان ھر دوو نفس ملاقات معنوی وعلاقہ مخصوص پس اگر نفس صاحب مزار قوی تر باشد نفس زائر مستفیض مے شود و اگر بعکس بود بر عکس شود، و در شرح مقاصد ذکر کردہ نفع یافتہ مے شود بزیارت قبور واستعانت بنفوس احیارا ازاموات بدرستی کہ نفس مفارقہ راتعلقے است بہ بدن وبہ تربتے کہ دفن کردہ شدہ است دراں۔ پس چوں زیارت مے کنند زندہ آں تربت راو متوجہ مے شود بسوئے نفس میت حاصل مے شود میان ھر دو نفس ملاقات و اضافات، و اختلاف کردند دریں کہ امداد حی قوی تر است از امداد میت یا بالعکس؟ مختار بعض محققان ثانی ست و دریں باب بعضے روایت مے کنند کہ فرمود

آنحضرت ﷺ چوں متحیر شوید شما در امور یعنے بر آمد کار پس و جوئید از اصحاب قبور۔

ترجمہ: اور یہ امر مشائخ صوفیہ کے نزدیک ثابت مسلم ہے اہل کشف و کمال سے، حتیٰ کہ کہتے ہیں کہ اکثر کو فیوض و فتوح ارواح سے پہنچا ہے، امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا کہ موسیٰ کاظم علیہ الرحمہ کی قبر اجابت دعا کے لئے تریاق مجرب ہے، اور حجۃ الاسلام نے کہا ہے کہ جس سے زندگی میں استمداد کی جائے اس سے اس کی وفات کے بعد بھی استمداد کر سکتے ہیں، اور امام رازی علیہ الرحمہ نے کہا ہے جب زائر قبر کے پاس آتا ہے تو اس کے نفس کو قبر کے ساتھ تعلق خاص حاصل ہوتا ہے جس طرح صاحب قبر کے نفس کو ہوتا ہے، اور ان دو تعلقوں کے سبب سے دونوں نفسوں کے مابین ملاقات معنوی اور خاص تعلق حاصل ہو جاتا ہے، پس اگر صاحب قبر کا نفس قوی ہے تو زائر کا نفس اس سے فیض پاتا ہے اور اگر بالعکس ہو تو برعکس ہوتا ہے، اور شرح مقاصد میں مذکور ہے کہ زیارت قبور سے اور زندوں کے متوفیوں سے استمداد کرنے سے نفع ملتا ہے، بلاشبہ جدا ہونے والے نفس کو بدن کے ساتھ اور قبر کے ساتھ جس میں وہ دفن ہے تعلق ہے، پس جب کوئی زندہ آکر قبر کی زیارت کرتا ہے اور میت کے نفس کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو دونوں نفسوں کے درمیان ملاقات حاصل ہوتی ہے اور ملاپ ہو جاتا ہے، اور اس مسئلے میں اختلاف کیا گیا ہے کہ زندہ کی امداد مردہ کی امداد سے قوی تر ہے یا بالعکس، بعض محققین کا مختار یہ ہے کہ متوفی کی امداد قوی تر ہے، اور اس بارہ میں بعض روایات کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تم کسی امر میں متحیر ہو یعنی کاربر آری میں مشکل پیش آئے، تو اہل قبور سے مدد مانگو۔

استمداد و توسل کے متعلق قول فیصل

شیخ عبد الحق صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں:

(۱) اما استمداد باھل قبور در غیر نبی ﷺ یا غیر انبیاء علیہم السلام مزکر شدہ اند، زیر آنکہ بسیاری از فقھاء مے گویند نیست زیارت قبور مگر از برائے دعائے موتی و استغفار برائے ایشاں و رسانیدن نفع بایشاں بہ دعا واستغفار و تلاوت قرآن، و اثبات کردہ اند آنرا مشائخ صوفیہ قدس اللہ اسرارھم و بعضے فقہاء رحمۃ اللہ علیہم۔ و ایں امر محقق و مقرر ست نزد اھل کشف و جمال از ایشاں تا آنکہ بسیاری را فیوض و فتوح از ارواح رسیدہ و ایں طائفہ را در اصطلاح ایشاں اویسی خوانند۔

(۲) امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ گفتہ است قبر موسیٰ کاظم تریاق مجرب ست مر اجابت دعا را۔

(۳) وحجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ گفتہ ھر کہ استمداد کردہ مے شود بوے۔۔۔۔ در حیات استمداد کردہ مے شود بوے بعد از وفات۔

(۴) و یکے از مشائخ عظام گفتہ است دیدم چہار کس را مشائخ تصرف مے کنند در قبور خود مانند تصرف ھائے ایشاں در حیات خود یا بیشتر شیخ معروف کرخی و عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ ما و دو

کس دیگر را از اولیاء شمردہ اند و مقصود حصر نیست آنچہ خود دیدہ و یافتہ است گفتہ۔

(۵) سیدی احمد بن رزوق کہ از اعاظم فقہا و علماء و مشائخ دیار معرب ست گفت کہ روزے شیخ ابو العباس حضرمے از من پرسید امداد حی قوی است یا امداد میت؟ من گفتم قومے میگویند کہ امداد حی قوی ترست و من میگویم کہ امداد میت قوی تراست پس شیخ گفت نعم زیرا کہ وے در بساط حق ست و در حضرت اوست۔

(۶) و نقل دریں معنی ازیں طائفہ بیشتر ازاں است کہ حصر و احصار کردہ شود و یافتہ نمی شود در کتاب و سنت و اقوال سلف صالح چیزے کہ منافی و مخالف ایں باشد ایں ردمے کند۔

(۷) و تحقیق ثابت شدہ است بآیات و احادیث کہ روح باقی است و اورا علم و شعور بر زئراں و و احوال ایشاں ثابت و ارواح کاملہ را قربے و مکانے در جناب حق ثابت است چنانچہ در حیات بود یا بیشتر ازاں و اولیاء را کرامت و تصرف در عوام حاصل است وآں نیست مگر ارواح ایشاں را دراں باقی است و متصرف حقیقی نیست مگر خدا عز شانہ وھمہ بقدرت اوست و ایشاں فانی اند در جلال حق در حیات و بعد از ممات، پس اگر دادہ شود مر احدے را چیزے بواسطت یکے از دوستان حق بمکانتے کہ نزد خدا دارد دور نباشد چنانچہ در

حالت حیات بود و نیست فعل و تصرف در هر دو حالت مگر حق را جل جلالہ وعم نوالہ و نیست چیزے کہ فرق کند میان هر دو حالت۔

(۸) و یافتہ شدہ است دلیل براں در شرح بخاری شیخ ابن حجر در شرح حدیث: لعن اللہ الیھود والنصاری اتخذوا قبور انبیاءھم مساجداً گفتہ است ایں بر تقدیر یست کہ نماز گزارد بجانب قبر از جهت تعظیم وے کہ حرام است باتفاق، واما اتخاذ مسجد در جوار پیغمبر یا صالح و نماز گزاردن نزد قبر وے نہ بقصد تعظیم قبر و توجہ بجانب قبر بلکہ بہ نیت حصول مدد از وے تا کامل شود ثواب عبادت بہ برکت قرب و مجاورت مرآں روح پاک را حرج نیست درآں۔

(۹) و در آخر باب چیزے بیاید متعلق بایں سخن و تمام گردد ایں بحث ان شاءاللہ تعالٰی در کتاب جهاد و در قصہ مقتولان بدر۔ واما استمداد باھل قبور منکر شدند آں را بعض فقہاء اگر انکار از جهت آن است کہ سماع و علم نیست ایشاں را بزائراں و احوال ایشاں پس بطلان او ثابت شدہ۔

(۱۰) و اگر سبب آں ست کہ قدرت و تصرف نیست مر ایشاں را دراں موطن تا مدد کنند بلکہ محبوس و ممنوع اند و مشغول بآنچہ عارض شدہ است مر ایشاں را از محنت و شدت آنچہ باز داشتہ است از دیگراں، ممنوع کہ ایں کلیہ باشد خصوصاً در شان متقین کہ دوستان خدا اند شاید کہ حاصل شود ارواح ایشاں از قرب در برزخ و منزلت و قوت و قدرت بر شفاعت و دعا و طلب

حاجات مرزائراں راکہ متوسل اند بایشاں چنانچہ روز قیامت خواھد بود و چیست دلیل بر نفی آں۔

(۱۱) و تفسیر کردہ است بیضاوی آیت کریمہ والنازعات غرقاً الایہ را بصفات نفوس فاضلہ در حال مفارقت از بدن کہ کشیدہ مے شوند از ابدان و نشاط مے کنند بسوئے عالم الملکوت و سیاحت مے کنند دراں پس سبقت مے کنند و حظائر قدس پس مے گردند بشرف و قوت از مدبرات۔

(۱۲) ولیت شعری چہ مے خواھند ایشاں استمداد و امداد کہ ایں فرقہ منکر اند آں را از آنچہ ما مے فہمیم از اں ایں است کہ داعی محتاج فقیر الی اللہ دعا مے کنند خدارا و طلب مے کند حاجات خود را از قرب جناب عزت و غناء وے و توسل مے کند بروحانیت ایں بندۂ مقرب مکرم در درگاہ عزت وے وے مے گوید خداوندا بہ برکت ایں بندۂ ت کہ رحمت کردہ بروے و اکرام کردہ او را بلطف و کرمے کہ بوے داری برآوردہ گرداں حاجت مرا کہ تو معطی کریمی، یاندا مے کند ایں بندۂ مقرب را کہ اے بندۂ خدا و ولی وے شفاعت کن مرا و بر خواہ از خدا کہ بدھد مسول و مطلوب مرا و قضا کند حاجت مرا۔ پس معطی و مسئول و مامول پروردگار ست تعالیٰ و تقدس و نیست ایں بندہ درمیاں مگر وسیلہ، نیست قادر و فاعل و متصرف در وجود مگر حق سبحانہ و اولیاء اللہ فانی و ھالک اند، در فعل الہٰی و قدرت سطوت وے نیست ایشاں را فعل و قدرت و تصرف نہ اکنوں کہ در قبور اند و نہ دراں ھنگام کہ زندہ بودند در دنیا۔

(۱۳) واگر ایں معنی کہ در امداد و استمداد ذکر کردیم موجب شرک و توجہ بماسوٰی حق باشد چنانکہ منکر زعم مے کن پس باید کہ منع کردہ شود توسل و طلب دعا از صالحاں و دوستان خدا در حالت حیات نیز و ایں ممنوع نیست بلکہ مستحب و مستحسن ست باتفاق و شائع ست در دین۔ و اگر میگویند کہ ایشاں بعد از موت معزول شد و بروں آوردہ شدند ازاں حالت و کرامت کہ بود ایشاں را در حالت حیات چیست دلیل برآں؟

(۱۴) یا گویند کہ مشغول و ممنوع شدند بآنچہ عارض شدند از آفات بعد از ممات، پس ایں کلیہ نیست بردوام و استمرار آں تا روز قیامت نہایت ایں کہ ایں کلیہ نباشد و قاعدہ استمداد عام نباشد بلکہ ممکن است کہ بعضے منجذب باشند بعالم قدس و مستھلک باشند در لاھوت حق چنانچہ ایشاں را شوعری و توجہی بعالم دنیا نماندہ باشد و تصرفی و تدبیری در وے نہ چنانکہ دریں عالم نیز از تفاوت حال مجذوباں و متمکناں ظاھر مے گردد نعم اگر زائراں اعتقاد کنند کہ اھل قبور متصرف و مستبد و قادر اند بے توجہ بحضرت حق والتجاء بجانب وے تعالٰی ست چنانکہ عوام و جاھلاں و غافلاں اعتقاد دارند و چنانکہ مے کنند آنچہ حرام و منھی عنہ است در دین از تقبیل قبر و سجدہ مرآں را و نماز بسوئے وے و جزآں کہ ازاں نہی و تحذیر واقع شدہ است، ایں اعتقاد و ایں افعال ممنوع و حرام خواھد بود، و فعل عوام اعتبارے

ندارد وخارج مبحث است، وحاشاازعالم شریعت وعارف باحکام دین که اعتقاد بکند این اعتقاد را واین فعل رابکند۔

(۱۵) وآنچہ مروی ومحکی است از مشائخ اھل کشف در استمداد از ارواح اکمل و استفادہ ازاں خارج از حصر ست ومذکور ست در کتب ورسائل ایشاں ومشہور است میان ایشاں حاجت نیست کہ آں راذکر کنم وشاید کہ منکر متعصب سود نکند اورا کلمات ایشاں عافانااللہ من ذالک۔

(۱۶) سخن دریں جاازوجہ علم وشریعت است آری مروی ومسنون در زیارت، سلام بر موتی واستغفار مرایشاں راوقرات قرآن است ولیکن در اینجا نہی از استمداد نیست۔ پس زیارت برائے امداد موتی واستمداد ایشاں ھردو باشد بر تفاوت حال زائرومزور۔

(۱۷) باید دانست کہ خلاف در غیرانبیاءاست صلوات اللہ وسلامہ علیھم اجمعین کہ ایشاں احیااند بحیات حقیقی دنیاوی باتفاق واولیاءبحیات اخروی معنوی، وکلام دریں مقام بحد اطناب وتطویل کشید بر رغم منکراں کہ در قرب ایں زماں ایں فرقہ پیدا شدہ منکراستمداد واستعانت راازاولیائے خداکہ نقل کردہ شدہ اندازیں دار فانی بدار بقاوزندہ اند نزدپروردگار خودومرزوق اندوخوشحال اندوھر مردم راازاں شعور نیست ومتوجہان بجناب ایشاں رامشرک بخداوعبدہ اصنام مے دانندومے گویند آنچہ میگویند۔

ترجمہ: (۱) لیکن استمداد اہل قبور سے سوائے نبی ﷺ کے یا سوائے انبیاء علیہم السلام کے انکار کیا گیا ہے کیونکہ اکثر فقہاء کہتے ہیں کہ زیارت قبور نہیں ہے مگر مردوں کے لئے دعا کرنے یا ان کے لئے مغفرت چاہنے اور ان کو دعا و استغفار اور تلاوت قرآن کے ساتھ نفع پہنچانے کے لئے۔ مگر مشائخ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم نے استمداد کو صحیح تسلیم کیا ہے اور بعض فقہار حمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے بھی اس کو مانا ہے، اور یہ امر ثابت و مسلم ہے اہل کشف و کمال کے نزدیک حتی کہ بہت سے اصحاب کو ارواح سے فیوض و فتوح پہنچا ہے اور اس جماعت کو ان کی اصطلاح میں اویسی کہتے ہیں۔

(۲) امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر اجابت دعا کے لئے تریاق مجرب ہے۔

(۳) اور حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ جس سے زندگی میں استمداد کی جاتی ہے اس سے وفات کے بعد بھی استمداد کی جاسکتی ہے۔

(۴) اور مشائخ عظام میں سے ایک نے کہا کہ میں نے چار بزرگوں کو دیکھا ہے جو اپنی قبور میں تصرف کرتے ہیں اسی طرح جس طرح وہ زندگی میں تصرف کرتے تھے، یا اس سے زیادہ شیخ معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ اور عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ اور دو بزرگ اور شمار کئے اور مقصود حصر نہیں ہے بلکہ اس لئے کہ جو دیکھا اور پایا ہے بیان کر دیا۔

(۵) سیدی احمد بن زروق رحمہ اللہ تعالیٰ جو دیار مغرب کے بڑے فقہاء علماء اور مشائخ سے ہیں کہتے ہیں کہ ایک دن شیخ ابو العباس حضرمی نے مجھ سے پوچھا کہ زندہ کی امداد قوی ہے یا متوفی کی؟ میں نے کہا کہ ایک جماعت کہتی ہے کہ زندی کی امداد قوی ہے مگر میں کہتا ہوں کہ متوفی کی امداد زیادہ قوی ہے، پس شیخ نے کہا! ہاں کیونکہ وہ حق تعالیٰ کی درگاہ میں اور ان کے حضور میں ہیں۔

(٦) اور اس بارے میں ان حضرات صوفیاء وفقہاء عظام کے اقوال منقولہ اس کثرت سے ہیں کہ ان کا حصر و شمار نا ممکن ہے، اور کتاب و سنت اور اقوال سلف صالحین میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کے مخالف ہو اور اس کو رد کرے۔

(٧) اور بتحقیق ثابت ہوا ہے آیات و احادیث سے کہ روح باقی ہے اور اس کو زائروں پر اور ان کے احوال پر علم و شعور ثابت ہے اور ارواح کاملہ کو جناب حق میں قرب اور درجہ ثابت ہے جیسے کہ زندگی میں تھا، یا اس سے زیادہ، اور اولیاء کو لوگوں میں تصرف اور کرامت حاصل ہے اور یہ ان کی ارواح کو ہی حاصل ہے اور وہ باقی ہے اور متصرف حقیقی محض خداوند عزشانہ ہی ہے اور سب کچھ اس کی قدرت میں ہے اور یہ حضرات اپنی زندگی میں اور وفات کے بعد جلال حق میں فانی ہیں، پس اگر کسی کو کوئی چیز اللہ کے کسی دوست کے توسل سے دی جائے اس درجہ کی بدولت جو اس کو خدا کے ہاں حاصل ہے تو بعید نہیں جیسے کہ حالت حیات میں تھا اور دونوں صورتوں میں فعل و تصرف خاص خداوند تعالیٰ کا ہے اور دونوں حالتوں میں کوئی فرق کی بات نہیں۔

(٨) شیخ ابن حجر کی بخاری شریف کی شرح میں اس پر دلیل موجود ہے آپ نے درج ذیل حدیث کی شرح میں:

لعن اللہ الیھود و النصاری اتخذو اقبور انبیائھم مساجدًا۔

"لعنت بھیجے اللہ یہود و نصاریٰ پر جنہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبور کو سجدہ گاہ بنالیا"۔

فرمایا ہے یہ اس تقدیر پر ہے کہ قبر کی طرف اس کی تعظیم کے لئے سجدہ کرے کیونکہ یہ حرام ہے بالاتفاق، لیکن کسی پیغمبر علیہ السلام یا صالح آدمی کے قرب میں مسجد بنانا اور اس کی قبر کے پاس نماز پڑھنا نہ تو قبر کی تعظیم کے قصد سے نہ قبر کی طرف رخ کرکے بلکہ اس سے مدد لینے کی نیت سے

تاکہ اس روح پاک کے قرب اور پڑوس کی برکت سے عبادت کا ثواب پورا ہو جائے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

(۹) اور ان شاء اللہ تعالیٰ اس باب کے آخر میں کچھ باتیں اور آئیں گی جو اس مسئلہ سے متعلق ہیں اور یہ بحث ان شاء اللہ تعالیٰ کتاب جہاد میں اور مقتولان بدر کے قصے میں پوری ہو جائے گی لیکن استمداد باہل قبور سے جو بعض فقہاء منکر ہوئے تو اگر ان کا انکار اس لحاظ سے ہے کہ ان کو زائر کا اور اس کے احوال و سماع کا علم نہیں ہے پس اس کا بطلان ثابت ہو چکا۔

(۱۰) اور اگر اس سبب سے ہے کہ قدرت و تصرف اس مقام میں ان کو حاصل نہیں ہے تاکہ مدد کر سکیں بلکہ وہ مقید اور ممنوع ہیں اور مشغول ہیں ان مشاغل میں جو ان کو مانع ہیں یعنی محنت اور اس حالت کی سختی جو دوسروں سے باز رکھتی ہے، پس اس بات کا کلی ہونا ممنوع ہے خصوصاً متقیوں کے حق میں جو خدا کے دوست ہیں شاید کہ ان کی ارواح کو برزخ میں قرب و منزلت کے باعث زائر جو ان سے توسل کرتے ہیں ان کی شفاعت، ان کے لئے دعا اور طلب حاجت پر قدرت ہو، جیسے کہ روز قیامت میں ہو گی، اور اس کی نفی پر کیا دلیل ہے۔

(۱۱) اور بیضاوی علیہ الرحمہ نے آیت کریمہ والنازعات غرقاً الایۃ کی تفسیریوں کی ہے کہ ان سے وہ نفوس فاضلہ مراد ہیں جو بدن سے جدا ہوئے ہیں کہ وہ بدنوں سے کھینچے جاتے ہیں اور عالم ملکوت کی طرف نشاط کرتے اور اس میں چلے جاتے ہیں پھر حظائر قدس کی طرف سبقت کرتے ہیں پھر اپنے شرف اور قوت کی بدولت مدبرات بن جاتی ہیں۔

(۱۲) معلوم نہیں یہ لوگ استمداد و امداد سے کیا مراد سمجھتے ہیں جو یہ لوگ اس کے منکر ہیں، ہم جو کچھ سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ داعی (دعا گو) جو محتاج ہے، اور اللہ کا فقیر ہے وہ خدا سے دعا کرتا ہے

اور اپنی حاجت کا سوال کرتا ہے جناب عزت کے قرب سے اور اس کی غنا سے اور توسل کرتا ہے اس بندہ مقرب کی روحانیت سے جو اس کی درگاہ میں عزت یافتہ ہے اور کہتا ہے کہ خداوند اس اپنے بندے کی برکت سے جس پر تو نے رحمت فرمائی ہے اور اس کو عزت بخشی ہے، اپنی اس مہربانی اور کرم سے جو تو اس پر رکھتا ہے میری حاجت بر لا، کیونکہ تو عطا فرمانے والا کریم ہے، یا اس مقرب بندے کو پکارے کہ اے خدا کے بندے! اور اس کے ولی! میری شفاعت کر اور خدا سے دعا کر کہ میرا مقصود و مراد وہ مجھے دے، اور میری حاجت کو پورا کرے، پس دینے والا پروردگار ہے اسی سے سوال ہے اسی سے امید ہے، تعالیٰ و تقدس بندہ محض درمیان میں وسیلہ ہے۔ اور کوئی قادر و فاعل ع متصرف موجود نہیں مگر حق سبحانہ و تعالیٰ اور اولیاء اللہ خدا کے فعل و قدرت و سطوت میں فانی و ہالک ہو چکے ہیں، ان کا کوئی فعل و قدرت و تصرف نہیں، نہ اب قبر میں اور نہ اس وقت کہ وہ زندہ تھے دنیا میں۔

(۱۳) اور اگر یہ معنی جو امداد و استمداد میں ہم نے ذکر کئے ہیں موجب شرک و توجہ بماسوائے حق ہوں، جیسے کہ منکر کا زعم ہے پس چاہئے کہ صالحان اور دوستان خدا سے ان کی زندگی میں بھی توسل کرنا ممنوع ہو حالانکہ یہ ممنوع نہیں بلکہ باتفاق مستحب و مستحسن ہے اور دین میں شائع ہے، اور اگر کہتے ہیں کہ یہ حضرات موت کے بعد معزول ہو گئے اور اس حالت و کرامت سے جو ان کو زندگی میں حاصل تھی خارج کر دیئے گئے ہیں تو اس کی دلیل کیا ہے؟

(۱۴) یا کہتے ہیں کہ وہ حضرات ان آفات کی وجہ سے جو موت کے بعد پیش آتی ہین مشغول و ممنوع ہو جاتے ہیں، پس یہ بات ہمیشہ کلیہ نہیں اس کا دوام قیامت تک نہیں زیادہ سے زیادہ یہ کہ یہ کلیہ نہیں ہو گا، اور استمداد کا قاعدہ عام نہ ہو گا، بلکہ ممکن ہے بعض حضرات عالم قدس کی طرف

منجذب اور لاہوت حق میں مستہلک ہوں، چنانچہ ان کو عالم دنیا کی طرف شعور اور توجہ نہ رہی ہو، اور اس میں تصرف اور تدبر نہ ہو، جیسے کہ اس عالم میں بھی مجذوبوں ور متمکنوں کے تفاوت احوال سے ظاہر ہوتا ہے، ہاں اگر زائر لوگ یہ اعتواد کریں کہ اہل قبور حضرت حق کی طرف توجہ کرنے اور حق تعالیٰ سے التجاء کرنے کے بغیر خود متصرف مستقل اور قادر ہیں جیسے کہ عوام اور جاہل لوگ اور غافل اعتقاد رکھتے ہیں، اور جیسے کہ یہ لوگ وہ کام کرتے جو اسلام میں حرام اور ممنوع ہیں مثلاً بوسہء قبر، سجدہء قبر، نماز بجانب قبر وغیرہ جس سے نہی اور بچنے کی ہدایت وارد ہوئی ہے، یہ اعتقاد اور افعال ممنوع اور حرام ہیں، عوام کے فعل کا کوئی اعتبار نہیں اور وہ بحث سے خارج ہے، ایک عالم شریعت اور واقف احکام سے یہ بات بعید ہے کہ ایسے اعتقاد کا معتقد ہو اور اس فعل پر عمل کرے۔

(۱۵) اور وہ جو مروی و مذکور ہے مشائخ اہل کشف سے کاملین کی ارواح سے استمداد کرنے اور ان سے فائدہ اٹھانے کے متعلق وہ بے شمار ہے، اور ان حضرات کی کتب ورسائل میں مذکور ہے اور ان میں مشہور ہے اس کے ذکر کی حاجت نہیں کہ شاید منکر متعصب کو کلمات ان حضراتکے مفید نہ پڑیں، اللہ تعالیٰ ہم کو بچائے۔

(۱۶) یہاں علم و شریعت کے لحاظ سے کلام ہے خواہ مروی و مسنون زیارت ہو، مردوں کو سلام کرنا ان کے لئے استغفار کرنا ہے اور قرآن شریف پڑھنا، لیکن یہاں استمداد سے نہی وارد نہیں، پس موتی کی زیارت سے ان کی امداد اور ان سے استمداد زائر و مزور کے تفاوت حال پر دونوں ہو سکتی ہیں، واضح رہے کہ اختلاف غیر انبیاء علیہم السلام میں ہے کیونکہ یہ زندہ بحیات حقیقی دنیاوی ہیں باتفاق، اور اولیائے کرام بحیات اخروی معنوی۔

(۱۷) اور کلام یہاں طوالت و درازی کو پہنچ گیا منکروں کے خلاف جو اس زمانے کے قریب یہ فرقہ پیدا ہو گیا ہے یہ لوگ اولیاء اللہ سے جو اس دار فانی سے دارالبقاء کی طرف منتقل ہو کر ہو کر زندہ ہیں اپنے پروردگار کے پاس، اور رزق پاتے ہیں اور خوشحال ہیں اور ہر شخص کو اس کی خبر نہیں، استمداد و استعانت کرنے کے منکر ہیں اور ان کی جناب میں توجہ ہونے والوں کو مشرک اور بت پرست جانتے ہیں اور جو منہ پر آتی ہے کہتے ہیں۔

ایک اعرابی کو روضہ مبارک سے مغفرت کی بشارت

روی ابن عساکر فی تاریخه و ابن الجوزی فی مثیر العزم الساکن الیٰ اشرف الاماکن، والامام هبة الله فی توثیق عری الایمان من العتبی ان اعرابیا جاء الیٰ قبر النبی ﷺ فقال السلام علیک یا رسول الله سمعت الله یقول "وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاؤُکَ فَاسْتَغْفَرُ الله وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدَ اللهَ تَوَّاباً الرَّحِیْمًا"(النساء ۶۴)، وقد جئتک مستغفرا من ذنبی مشفعاً بک الیٰ ربی ثم انشا یقول۔

یا خیر من دفنت فی القاع اعظمه	فطاب من طیبهن القاع والاکم
روحی الفداء لقبر انت ساکنه	فیه العفاف و فیه الجود والکرم

قال العتبی فغلبتنی عینای فرایت رسول الله ﷺ فی النوم فقال یا عتبی! الحق الاعرابی و بشره بان الله قد غفر له۔ (جزب القلوب)

ترجمہ: ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اور ابن جوزی نے مثیر العزم الساکن الیٰ اشرف الاماکن میں اور امام ھبتہ اللہ نے توثیق عری الایمان میں عتبی سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک پر آیا اور کہا:

السلام علیک یارسول اللہ۔ ہم نے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (النساء ۶۴)

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شِفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

اور تحقیق میں آپ کے پاس آیا ہوں معافی چاہنے والا اپنے گناہوں سے، میں آپ ﷺ کے ذریعہ سے اپنے رب کی طرف شفاعت چاہتا ہوں، اور پھر یہ شعر پڑھا:

یا خیر من دفنت فی القاع اعظمه فطاب من طیبهن القاع و الاکم

”اے بہترین! ان لوگوں کے جن کی ہڈیاں اس سرزمین میں مدفون ہیں، جن کی خوشبو کی لپک سے ہر نشیب و فراز اس میدان کا معطر ہے۔“

روحی الفداء لقبر انت ساکنه فیه العفاف و فیه الجود و الکرم

”میری جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ ﷺ رہتے ہیں، اس میں پرہیز گاری ہے اور جود و کرم ہے۔“

عتبی نے کہا کہ مجھ کو نیند آ گئی اور میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے عتبی! تم اعرابی کے پاس جاؤ اور اس کو خوشخبری دو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہوں کو بخش دیا۔

اس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے روضہ ءمبارک پر جاکر عرض کرنے سے لوگوں کے مطالب حاصل ہوتے ہیں اور حاجتیں بر آتی ہیں۔

روضہ ءمبارک سے بشارت مغفرت کی دوسری نظیر

روی ابو سعید السحانی عن علی کرم اللہ وجهه ان اعرابیا قدم علینا بعد ما دفنا رسول اللہ ﷺ ثلاثة ایام فرمی بنفسه علی قبره وحثی علیٰ راسه من ترابه وقال یا رسول اللہ! قلت فسمعنا قولک ووعیت عن اللہ فوعینا عنک وکان فیما انزل الیک ولو انهم "وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَا ؤُکَ فَاسْتَغْفَرو اللہ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدَ اللہ تَوَّاباً الرَّحِیْمَا" (النساء ٦٤)، وقد ظلمت نفسی وجئتک تستغفر لی فنودی من القبر انه قد غفر لک۔ (مواهب اللدنیا، خلاصة الوفا)

ترجمہ: حضرت ابو سعید سحانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے تین روز بعد ایک اعرابی آیا اور وہ رسول اللہ ﷺ کی قبر اطہر پر گر پڑا اور قبر مبارک کی مٹی کو اپنے سر پر ڈال کر کہا: یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے جو فرمایا تھا ہم نے آپ کے قول کو سنا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ سے آپ نے محفوظ رکھا ہم نے اسے سیکھ کر محفوظ اور یاد رکھا اور آپ پر جو نازل ہوا اس میں یہ آیت ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللہَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا (النساء ٦٤)

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

تو حضرت میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے یعنی گناہوں میں مبتلا ہوا ہوں، حضور میں آیا ہوں کہ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہئے اور بخشش مانگئے، اسی وقت اسے روضہ مقدسہ سے آواز آئی کہ یقیناً تیری مغفرت ہو گئی اور تو بخش دیا گیا۔[1]

اس روایت سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے روضہ ءمبارک پر جاکر عرض کرنے سے لوگوں کے مطالب حاصل ہوتے ہیں اور حاجتیں بر آتی ہیں، نیز اس روایت میں رسول اللہ ﷺ نے روضہ ءمبارک سے زندوں کی طرح جواب دیا۔

روضہ مبارک سے نزول باراں کی بشارت

عن مالک الدار و کان خازن عمر رضي الله عنه قال أصاب الناس قحط في زمان عمر بن الخطاب فجاء رجل إلى قبر النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله أستسق لأمتک فإنه قد هلکوا فأتاه رسول الله صلى الله عليه وسلم في المنام فقال ائتي عمر فاقرأه السلام و أخبره أنهم مسقون و قل له عليک الکيس الکيس فأتى الرجل عمر رضي الله عنه فأخبره فبکی عمر ثم قال يا رب ما آلو إلا ما عجزت۔

ترجمہ: حضرت مالک الدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خزانچی تھے سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں قحط پڑا تو ایک شخص جس کا نام بلال بن حارث ہے نبی ﷺ کے روضہ ءمبارک پر آیا اور قحط کی شکایت کی اور کہا: یارسول اللہ ﷺ اپنی امت کے واسطے پانی مانگئے کیونکہ وہ ہلاک ہوئے جاتے ہیں، تب خواب میں اس شخص کے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ تم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جاکر ان کو میرا اسلام کہو اور خبر دو کہ پانی برسے گا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہو کہ ہوشیار رہیں،

---

[1] (شواھد الحق۔ص ۸۶، ۸۷)

اس شخص نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے حال بیان کیا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روئے اور فرمایا کہ اے اللہ! ہم قصور نہیں کرتے مگر جہاں ہم عاجز ہوتے ہیں۔[1]

اس روایت سے ایک اعرابی کا قحط کے دنوں میں رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک پر بارش و باراں مانگنے کے لئے جانا اور آنحضرت ﷺ کا اس کی استدعا کو قبول کر کے خواب میں کہنا کہ عمر خطاب سے کہہ دو کہ پانی برسے گا، پھر اس اعرابی کا یہ پیغام حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچانا ثابت ہوتا ہے، پس اگر طلب حاجات کے لئے قبر پر جانا شرک ہوتا تو آپ ﷺ اس اعرابی کی عرض کو کیونکر قبول کرتے، پس جب رسول اللہ ﷺ کے روضہء مبارک پہ جانے اور عرض کرنے سے قحط جیسی بلا دفع ہوئی اور بزرگوں کی قبروں پر جا کر مراد مانگنا کیونکر شرک ہو سکتا ہے بلکہ یہ ایک امر مستحسن ہے، غرض انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کی قبروں پر جانا کفر و شرک نہیں ہے اور ان کا توسل پکڑنا جائز ہے، بتوں سے مانگنے یا توسل پکڑنے اور اولیاء اللہ سے مانگنے یا توسل پکڑنے میں زمین و آسماں کا فرق ہے۔ بت بے جان ہیں اور اولیاء اللہ قبروں میں زندہ ہیں جو مظہر انوار الٰہی ہیں۔

روضہ مبارک کے توسل سے بارش برس گئی

امام دارمی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بار مدینہ منورہ میں بہت سخت قحط پڑا، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر اپنی مصیبت کا اظہار کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

انظروا الی قبر النبی ﷺ۔

---

[1] (خلاصۃ الوفا بأخبار دار المصطفی، ص ۴۹، ج ۱، اخرجہ ابن ابی شیبۃ فی المصنف ج۷، ص ۴۸۲، ۳۲۰۰۲، والبھیقی فی الدلائل ج۷، ص ۴۷)

یعنی روضہ ءمقدسہ پر جاؤ۔

آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ جاؤ دعا مانگو، یا قرآن مجید پڑھو، بلکہ وہی فرمایا جو متوسلین کہا کرتے ہیں۔

فاجعلوا منه كوا الى السماء حتى لا يكون بينه و بين السماء سقف۔

اس سے آسمان کی طرف ایک سوراخ کردو تاکہ رحمت اللعالمین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے روضہ مبارک اور آسمان کے مابین کوئی چھت حائل نہ رہے۔

ففعلوا۔۔۔۔۔۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

فمطروا۔۔۔۔۔۔ پس موسلا دھار بارش شروع ہو گئی، حتیٰ کہ جانوروں کے بدن چربی سے پھول گئے۔

یہی روایت ایک اور طریقہ سے یوں آئی ہے:

عن أبي الجوزاء قال قحط أهل المدينة قحطا شديدا فشكوا إلى عائشة رضي الله عنه فقالت فانظروا قبر النبي صلى الله عليه وسلم فاجعلوا منه كوة إلى السماء حتى لا يكون بينه وبين السماء سقف ففعلوا فمطروا حتى نبت العشب وسمنت الإبل حتى تفتقت من الشحم۔

ترجمہ: حضرت ابوالجوزاء اوس بن عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک بار سخت قحط پڑا اور لوگوں نے اس کی شکایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کی، انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے روضہ مبارک کو دیکھو اور ایک ایسا سوراخ چھت میں بنادو کہ آسمان اور قبر مبارک کے درمیان کوئی حجاب نہ رہے، چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا اور پانی خوب زور سے برسا حتیٰ کہ گھاس بکثرت پیدا ہو گئی اور اونٹ فربہ ہو گئے حتی کہ چربی سے پھٹ گئے۔[1]

---

[1] (خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ ج ۲، ص ۱۴۱)

دیکھئے اگر توسل بالقبر شرک ہوتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے روجہ مبارک پر بارش مانگنے کے لئے نہ بھیجتیں، چونکہ انہوں نے اس کو مستحسن طریقہ سمجھا تھا اس لئے انہیں اجزت دی، لطف یہ ہے کہ لوگ بھی اپنے مطلب پر کامیاب ہوگئے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اشعۃ اللمعات جلد چہارم میں اس حدیث کی شرح میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

و سبب در رفع حجاب میان قبر شریف و آسماں آں باشد کہ ایں طلب شفاعت است از قبر شریف زیرا کہ در حیات آنحضرت استسقاء مے کردند بذات شریف وچوں ذات شریف وے در پردہ شد امر کرد عائشہ کہ کشف کردہ شود قبر شریف تا باراں ببارد، گویا استسقاء کردند بقبر در حقیقت استسقاء و استشفاع است بذات شریف وے و کشف قبر مبالغہ است دراں۔

ترجمہ: چھت میں اس سوراخ کرنے کا سبب یہ تھا کہ طلب شفاعت کرنی ہے قبر شریف سے، اس واسطے کہ جب تک رسول اللہ ﷺ زندہ تھے آپ کی ذات شریف سے طلب باراں کی جاتی تھی اور جب آپ کی ذات پردہ میں ہوگئی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حکم فرمایا چھت میں سوراخ کرنے کا تاکہ پانی برسے، گویا طلب باراں کی بذریعہ قبر شریف کے مگر یہ حقیقت میں طلب باراں ہے کہ آپ کی ذات کے ساتھ اور شفیع کرنا ہے آپ کی ذات کے ساتھ اور شفیع کرنا ہے آپ کی ذات بابرکات کو اور سوراخ کرنا اس میں مبالغہ ہے۔

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک کو واسطہ اور شفیع کرنا گویا خود آپ کی ذات شریف کو واسطہ اور شفیع کرنا ہے۔

دیکھئے کہ جب مدینہ منورہ میں سخت خشک سالی ہوئی اس وقت نہ تو نماز استسقاء پڑھی گئی اور نہ دعا مانگی گئی بلکہ حسب حکم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے روضہ مبارک کا حجاب جو قبر اور آسمان کے درمیان تھا اٹھا دیا گیا، یعنی چھت میں سوراخ کر دیا گیا اور قبر شریف واسطہ کی گئی کہ جس سے اس قدر پانی برسا کہ ملک سرسبز و شاداب ہو گیا۔

کاش کہ اگر اس زمانہ میں بھی خشک سالی کے وقت ہم لوگ بھی اس سنت کی پیروی کر کے کسی ولی اللہ کی قبر شریف کے ذریعے سے طلب بارش کیا کریں تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید کامل ہے کہ مدعا بر آئے اور یہ کام حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حکم سے تمام صحابہ کرام اور اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے روبرو کیا گیا اور کسی نے اس سے انکار نہیں کیا، اب کس مسلمان کی ایسی جرأت ہو سکتی ہے کہ ایسے فعل مسنون کا نام (جو بحکم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے روبرو کیا گیا ہو، اور اس کا اثر بھی مترتب ہوا ہو) شرک رکھے اور اس کو قبر پرستی قرار دے، اس واسطے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول و فعل و اعتقاد کا نام سنت ہے نہ شرک، بس جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول و فعل شرک ٹھہرا تو اسلام کا خدا حافظ۔

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی۔

ترجمہ: جب کفر کعبہ سے ہی اُٹھ کھڑا ہو تو اسلام کہاں رہے گا۔

ایک مہمان نے روضہ مبارک سے غیبی ضیافت فرمائی

أبو الخير الدعوى رعونة لا يحتمل القلب أمساكها فليلقها إلى اللسان فتنطق بها ألسنة الحمقى قال و سمعته يقول دخلت مدينة الرسول صلى الله عليه و سلم و أنا بفاقة فأقمت خمسة أيام ما ذقت ذوقا فتقدمت إلى القبر فسلمت فسلمت على النبي صلى الله عليه و سلم و على أبي بكر و عمر و قلت أنا ضيفك الليلة يا رسول الله و تنحيت فنمت خلف المنبر فرأيت في النوم النبي صلى الله عليه و سلم و أبو بكر عن يمينه و عمر عن شماله و علي ابن أبي طالب بين يديه فحركني علي و قال لي قم قد جاء رسول الله صلى الله عليه و سلم فقمت إليه و قبلت بين عينيه فدفع إلي رغيفا فأكلت نصفه و انتبهت و إذا في يدي نصف رغيف۔

ترجمہ: حضرت ابو الخیر الشیبانی سے روایت ہے کہ میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور میں فاقہ سے تھا، وہاں میں پانچ دن ٹھہرا اور میں نے کچھ نہ کھایا، پھر میں روضہ نبوی ﷺ پر آیا اور میں نے رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سلام کیا اور میں نے کہا: أنا ضيفك الليلة: یا رسول اللہ ﷺ آج رات میں آپ کا مہمان ہوں، یہ کہہ کر میں الگ ہو گیا پھر میں منبر کے پیچھے سو رہا خواب میں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ کو آپ کے داہنے طرف اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بائیں جانب اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کے آگے دیکھا، حضر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے بلایا اور فرمایا کہ اُٹھ رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے ہیں، میں اُٹھا اور میں نے آپ ﷺ کی پیشانی مبارک پر بوسہ دیا، پھر آپ نے مجھے ایک روٹی دی، میں نے اس میں سے کچھ کھایا، پھر میں جاگ پڑا تو آدھی روٹی میرے ہاتھ میں تھی۔[1]

[1](صفة الصفوة ج ۴، ص ۲۸۳، الناشر: دار المعرفة - بيروت)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ جس طرح سے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ حیات میں ان کے پاس مہمان آتے تھے اور ان کو آپ کھانا کھلاتے تھے اسی طرح وصال کے بعد بھی آپ نے اپنے روضہ مبارک سے مہمانوں کو کھانا کھلایا، مخالفین اسی توحید پرستی کو قبر پرستی ٹھہرا رہے ہیں۔

دوسری نظیر: شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جذب القلوب میں تحریر فرماتے ہیں:

ابن الجلاء گوید کہ بمدینہ رسول اللہ ﷺ درآمد مویک دو فاقہ بر من گزشتہ بود، وقبر شریف ایستادم گفتم: انا ضیفک یا رسول اللہ! وبخواب رفتم پیغمبر خدا را دیدم ﷺ رغیفے بدست من داد نصفے را ھم در خواب خوردم چوں بیدار شدم، نصف دیگر در دست من باقی بود۔

ترجمہ: حضرت ابن الجلار رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں آیا اور ایک دو یوم فاقہ رہا، لاچار میں نے روضہ مبارک پر جا کر عرض کیا: انا ضیفک یا رسول اللہ ﷺ! یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ کا مہمان ہوں، یہ کہہ کر میں سو گیا، خواب میں میں نے آپ ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ نے مجھے ایک روٹی عطا فرمائی، میں نے ابھی آدھی کھائی تھی کہ میں بیدار ہو گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ باقی آدھی روٹی میرے ہاتھ میں موجود ہے۔

تیسری نظیر: جذب القلوب میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ارقام فرماتے ہیں:

ابو بکر اقطع گوید بمدینہ درآمدم وپنج روز بر من گزشت کہ بعام نچشیدم روز ششم بر قبر شریف رفتم و گفتم: انا ضیفک یا رسول اللہ ﷺ! بعد ازاں در خواب مے بینم کہ سرور انبیاء علیہم السلام مے آید وابو بکر بہ یمین و عمر بہ شمال و علی بن ابی طالب در پس، علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرا مے گوید: برخیز کہ

پیغمبر آمد، رفتم وبوسہ درمیان دو چشم او دادم رغیفے بمن داد اوراخوردم چوں بیدار شدم ہنوز پارئہ ازوے دردست من بود۔

ترجمہ: حضرت ابو بکر اقطع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں مدینہ طیبہ میں آیا اور پانچ روز تک میں نے طعام نہ چکھا، چھٹے روز روضہ مبارک پہنچا اور کہا: **انا ضیفک یا رسول اللہ ﷺ!** یارسول اللہ ﷺ میں آپ کا مہمان ہوں، اس کے بعد خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ تشریف لا رہے ہیں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے دائیں ہیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بائیں طرف اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے کی طرف، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر مجھ سے ارشاد فرمایا: کہ اٹھو حضور اکرم ﷺ تشریف لا رہے ہیں، میں اسی وقت اٹھ کھڑا ہوا اور آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان پیشانی پر بوسہ دیا، آپ ﷺ نے مجھے ایک روٹی عنایت فرمائی میں نے اس کو کھانا شروع کر دیا، میری آنکھ کھل گئی، کیا دیکھتا ہوں کہ روٹی کا ٹکڑا میرے ہاتھ میں موجود ہے۔[1]

مدینہ کے مہمانوں کو آنحضرت ﷺ نے کھانا پہنچانے کے لئے خواب میں ہدایت کی

وقال الإمام أبو بكر بن المقرئ: كنت أنا والطبراني وأبو الشيخ في حرم رسول الله صلى الله عليه وسلم، وكنا على حالة، وأثّر فينا الجوع، وواصلنا ذلك اليوم، فلما كان وقت العشاء حضرت قبر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقلت: يا رسول الله الجوع، وانصرفت، فقال لي أبو القاسم: اجلس، فإما أن يكون الرزق أو الموت، قال أبو بكر: فقمت أنا وأبو الشيخ والطبراني جالس ينظر في شيء، فحضر بالباب علوى، فدقّ ففتحنا له، فإذا معه

---

[1] (صفۃ الصفوۃ مصنفہ ابن جوزی، متوفی ۵۷ھ)

غلامان مع كل واحد زنبيل فيه شيء كثير، فجلسنا وأكلنا وظننا أن الباقي يأخذه الغلام، فولى وترك عندنا الباقي، فلما فرغنا من الطعام قال العلوي: يا قوم أشكوتم إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم؟ فإني رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم في المنام فأمرين أن أحمل بشيء إليكم۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن صالح رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ ابو بکر المنقری کہتے تھے کہ میں اور ابو الشیخ اور طبرانی حرم رسول اللہ ﷺ میں فاقہ کی حالت میں تھے، ہمیں بھوک معلوم ہوئی، ہم نے وہ دن تمام کیا، پھر میں رات کے وقت روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہوا اور میں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ الجوع الجوع، یا رسول اللہ ﷺ ہم بھوکے ہیں، ہم بھوکے ہیں، پھر میں چلا آیا، اس کے بعد ابو الشیخ نے مجھ سے کہا بیٹھ جاؤ اب یا تو کھانے کی کوئی چیز آ جائے گی یا پھر موت آ جائے گی، حضرت ابو بکر نے کہا کہ میں اور ابو الشیخ سو رہے اور طبرانی بیٹھے ہوئے کچھ دیکھ رہے تھے کہ دروازے پر ایک علوی آیا اور اس نے کواڑ کو ہلایا، میں نے کواڑ کو کھولا تو دیکھا کہ اس کے ساتھ دو غلام ہیں اور ہر غلام کے ساتھ ایک زنبیل ہے کہ جس میں بہت سی کوئی چیز ہے ہم نے بیٹھ کر اس کو کھایا، پھر وہ شخص چلا گیا اور چھوڑ دیا جو باقی رہا تھا، پس جس وقت میں نے کھانے سے فراغت پائی تو علوی نے کہا کہ اے قوم! کیا تم نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی تھی، کیونکہ میں نے آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ نے آپ لوگوں کے لئے کچھ طعام لے جانے کا حکم دیا۔[1]

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر بھوکے حضور ﷺ کے روضہ مبارک پر جا کر کھانا مانگیں تو آپ کے ذریعے سے بعض اوقات کھانا بھی ملتا ہے۔

---

[1](وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى، ج۴، ص ۲۰۰، الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت)

ایک درویش کا سوال اور روضہ پاک سے اجابت

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ **جذب القلوب** میں ارشاد فرماتے ہیں:

احمد بن صوفی گوید کہ سہ ماہ در بادیہ گشتہ بودم و پوست بدن من ھمہ طرقیدہ کہ بمدینہ آمدم و براں سرور ﷺ و صاحبیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سلام کردم و بجواب رفتم آنحضرت ﷺ رادر خواب دیدم کہ مے فرماید احمد آمدی، چہ حال داری؟ گفتم: انا جائع وانا فی ضیافتک یا رسول اللہ! فرمود دست بکشا، کشادم دراھمے چند در دست من نہاد، بیدار شدم دراھم در دست من بود، بباز ار رفتم و فطیر و فالودہ خریدم و خوردم و ببادیہ در شدم۔

ترجمہ: حضرت احمد بن محمد صوفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں جنگل میں تین ماہ تک پھرتا رہا اور میرا تمام بدن چور چور ہو گیا، میں مدینہ منورہ میں آکر رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک پر حاضر ہوا اور میں نے حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سلام عرض کیا اور سو گیا، خواب میں حضور ﷺ کو دیکھا کہ فرمارہے ہیں کہ اے احمد! آئے ہو کیسا حال ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ بھوک سے بے تاب ہوں، آپ کا مہمان ہوں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاتھ بڑھاؤ میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو آپ ﷺ نے چند درہم میرے ہاتھ میں رکھ دیئے جب میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ درہم میرے ہاتھ میں بعینہ موجود ہیں، میں اسی وقت اٹھ کر بازار کی طرف گیا اور روٹی اور فالودہ خرید کر کھایا اور جنگل کی طرف چلا آیا۔

آنحضرت ﷺ نے روضہ مبارک سے اپنا ہاتھ نکال کر غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے مصافحہ کیا

بهجة الاسرار میں ہے کہ جب شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک کی زیارت کے لئے تشریف لائے تو روضہ مقدسہ کے سامنے دست بستہ کھڑے ہو کر یوں عرض کی:

فی حالة البعد کنت روحی ارسلها تقبل الارض عنی وهی نائبی

ترجمہ: میں دوری کی حالت میں آپ کی طرف اپنی روح کو روانہ کرتا تھا، وہ زمین کو میری طرف سے چومتی اور وہ میری نائب تھی۔

وهذه نوبة الاشباح قد حضرت فامدد یدیک کی تحظی بها شفتی

اور اس وقت یہ موقع ہے کہ میرا جسم حاضر ہے، پس اپنا دست مبارک نکالئے کہ میرے ہونٹ اس سے لذت پائیں۔

پس رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر اپنا دست مبارک نکالا اور حضرت غوث اعظم سے مصافحہ کیا۔

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبر سے نکل کر حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مصافحہ کیا

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ زبدۃ الاسرار میں تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ ابو الحسن علی بن الہیتی رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ اور شیخ بقا بن بطو رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر کی زیارت کی،

پھر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ امام صاحب نے اپنی قبر سے نکل کر حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کو اپنے سینے سے لگالیا اور ان کو خلعت پہنا کر فرمایا: "اے شیخ عبد القادر! میں علم شریعت، علم حال اور فعل حال میں تمہارا محتاج ہوں"۔

غالباً یہی وجہ تھی کہ حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حنبلی مذہب کو اختیار کیا، کیونکہ حنبلی مذہب کے لوگ کم تھے، آپ کی شمولیت سے اس مذہب کو زیادہ شہرت ہوئی۔

ایک مریض کو روضہ پاک پر عرض کرنے سے شفاء حاصل ہوئی

عن ابی محمد الاشبیلی نزلت بر جل من اھل غرناطة علة عجز عنھا الاطباء و ایسوا من برئھا فکتب عنه الوزیر بن ابی الخصال کتابا الیٰ رسول اللہ ﷺ یسئاله فیه الشفاء لدائه فما ھو الا ان وصل الراکب الی المدینة الشریفة و قرء علیٰ قبر رسول اللہ ﷺ ھذا الشعر و برء الرجل مکانه۔

کتاب و قید من زمانة مشفی　　　　بقبر رسول اللہ احمد یستشفی

ترجمہ: حضرت ابو محمد اشبیلی رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ غرناطہ کے ایک شخص کو ایسی بیماری لاحق ہوئی جس کے علاج سے اطباء نے جواب دیا، وزیر بن ابی الخصال نے اس کی طرف سے ایک معروضہ آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا، اس میں شفا کی درخواست تھی، جب قاصد نے آکر مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کے روضہ مبارک کے سامنے کھڑے ہو کر یہ شعر پڑھا اور وہ شخص اپنے گھر بیٹھا اچھا ہو گیا۔

کتاب و قید من زمانة مشفی　　　　بقبر رسول اللہ احمد یستشفی

یہ عریضہ ہے لاغر مریض کا جو اپنے پرانے مرض سے قریب بہ ہلاکت ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی قبر پر طالب شفاء ہے۔[1]

روضہ پاک پر دو مظلوموں کی فریادرسی

حافظ ابن قیم نے دو شخصوں کا قصہ لکھا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک پر فریاد لے کر گئے تھے وہ یہ ہے کہ:

كان بعض العدو قطع لسان احدهما و بعضهم فقا عين الاخر فلما اتياقبره الشريف و استغاثا به رد الله عليهما ما فقد من اللسان و العين۔

ترجمہ: بعض دشمنوں نے ایک شخص کی زبان کاٹ لی تھی، اور ایک شخص کی آنکھ پھوڑ دی تھی، وہ دونوں شخص رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک پر گئے اور فریاد کی، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو زبان اور آنکھ عطا فرمائی۔[2]

اس روایت سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک پر جا کر فریاد کرنے سے اندھوں کو آنکھ اور زبان کٹے ہوئے کو زبان مل جاتی ہے۔ لہٰذا قبروں پر جانا اور ان سے مدد مانگنا جائز ہوا۔

---

[1] (خلاصة الوفاء)

[2] (رواه ابن قيم فى كتابه الكبائر فى السنة و البدعة)

حضور ﷺ نے خواب میں ایک مظلوم کی آنکھیں درست کر دیں

شیخ دمشقی رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ:

"کہ ہم اتفاق سے مدینہ منورہ گئے ہوئے تھے، ایک روز رباعی (ایک سکہ کا نام ہے) لے کر بازار میں آٹا خریدنے گئے ایک شیعی بقال ہماری وضع قطع دیکھ کر کہنے لگا کہ اگر تم شیخین پر لعنت کرو گے تو میں آٹا دوں گا ورنہ نہیں، میں نے کہا کہ ایسا تو میں کبھی نہیں کہوں گا، آخر کار وہ کئی بار ایسا ہی ہنس ہنس کر کہتا رہا، میں تو اس کو یہ کہہ کر ٹالتا رہا آخر مجھے غصہ آگیا اور میں نے طیش میں آکر کہا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جو شیخین پر لعنت کرتا ہے۔ اس شیعہ نے جونہی یہ کلمات میری زبان سے سنے اس نے فوراً میری آنکھوں پر ایک گھونسا رسید کیا جس سے میری دونوں آنکھیں بہہ کر رخسار پر آگئیں اور میں اندھا ہو گیا۔ الغرض میں آہ وبکا کرتا ہوا روضہ مبارک پر جا کر یوں فریادی ہوا کہ یارسول اللہ ﷺ! میں مظلوم ہوں آپ کے در پر فریاد لے کر آیا ہوں، للہ میری دستگیری کیجئے، یہی کلمات بار بار کہتے ہوئے مجھے نیند سی آگئی، خواب میں آپ ﷺ نے میری چہرے پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ صبح کو جب میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میری دونوں آنکھیں صحیح سلامت ہیں ایسی کہ جیسے ان کو کبھی تکلیف نہیں ہوئی تھی، میں نے حضور ﷺ کا شکریہ ادا کیا اور میں اپنے وطن کو واپس چلا آیا، دوسرے سال پھر مجھے مدینہ منورہ جانے کا اتفاق ہوا، بازار میں چلتے ہوئے مجھے اس رافضی نے پہچان کر آواز دی، میں اس کے پاس چلا گیا، اس نے کہا کہ کیا تو وہ شخص نہیں ہے جس کو میں نے مار کر اندھا کر دیا تھا؟ میں نے کہا کہ بے شک میں وہی آدمی ہوں، جس کی آنکھیں تو نے پھوڑ ڈالی تھیں، رافضی کہنے لگا کہ پھر آنکھیں درست کس طرح ہوئیں، یہ تو محال اور ناممکن بات ہے، میں

نے اپنا تمام ماجرا بتایا کہ یہ محض حضور ﷺ کی برکت کا نتیجہ ہے کہ بینا ہو گیا ہوں ورنہ یہ واقعی محال امر تھا، وہ یہ سن کر مع عیال و اطفال کے اپنے جھوٹے مذہب سے تائب ہو گیا"۔

خواب میں حضور ﷺ نے ایک ظالم کو دفع فرمایا

امام جزری رحمہ اللہ تعالیٰ حصن حصین کے دیباچہ میں ارقام فرماتے ہیں:

"کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں ایک ظالم شخص کے پنجے میں پھنس گیا، میں نے کتاب حصن حصین جو ایک خاص مضامین کی احادیث کا مجموعہ ہے پناہ مانگی اور اس سے توسل پکڑا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا، آپ کو دیکھ کر میں آپ کے بائیں طرف مودب کھڑا ہو گیا، آپ نے میری طرف نظر عنایت کر کے فرمایا:

ماترید؟ یعنی تو کیا چاہتا ہے؟

فقلت لہ ادع اللہ لی و للمسلمین۔

یعنی میں نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ بدرگاہ رب العالمین دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام مسلمانوں کو اس ظالم کے پنجے سے چھڑائے۔

آپ ﷺ نے مع حاضرین مقربین کے دعا مانگی، جب میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ظالم خود بخود کہیں چلا گیا ہے اور تمام مخلوق خوش و خرم نظر آ رہی ہے اور میں بھی آزاد ہو گیا ہوں، گویا یہ حضور ﷺ کی دعا کا نتیجہ تھا کہ ہم سب ظالم کے پنجے سے رہا ہو گئے۔

حضرت خواجہ ضیاء معصوم علیہ الرحمہ کا ایک چشم دید واقعہ

مولانا محمد نذیر صاحب عرشی شہید فرماتے ہیں:

"کہ میرے ایک نہایت معتبر و ثقہ دوست جو حاجی، زبدۃ الحکماء، منشی، فاضل اور دیندار بزرگ ہیں اور ۱۳۱۴ھ میں خواجہ ضیاء معصوم رحمہ اللہ تعالیٰ (مرشد امیر حبیب اللہ خان کابلی) کے ساتھ حج اور زیارت روضہ کے لئے گئے۔ اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سب حرم روضہ میں مصروف ذکر و دعا تھے تو رات کو ۱۰ بجے کے قریب نقیب سب زائرین کو اخرج اخرج (نکل جاؤ، نکل جاؤ) کہہ کر نکالنے لگا، اس حکم کی تعمیل ضروری تھی کہ یہ دائمی انتظام تھا، خواجہ صاحب بھی تعمیل قاعدہ لازم سمجھ کر باہر چلے آئے، اگلے روز پھر ہم کو حرم روضہ میں رات آگئی اور عین اسی وقت پھر اخرج، اخرج کا حکم تعمیل پانے لگا، مگر جب نقیب خواجہ ضیاء معصوم رحمہ اللہ تعالیٰ کے آگے آیا تو فوراً شیخ حرم نے اس کو پکارا کہ **دع ھذا الشیخ فانہ امرنی رسول اللہ ﷺ البارحۃ بانہ لا یخرج** (یعنی ان بزرگ کو رہنے دو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے کل کی رات مجھے حکم دیا کہ ان کو حرم روضہ سے نہ نکالا جائے)"

دیکھئے رسول اللہ ﷺ کو قبر مبارک کے اندر بھی اپنے عاشقان باصفا کا کس قدر خیال ہے، پھر اگر محبان رسول ﷺ آپ ﷺ سے استمداد کریں اور فائدہ اٹھائیں تو کیا یہ محل تعجب ہے؟ **حاشا و کلا۔**

روضہ پاک کے پاس دعا کرنے سے ایک رات کے اندر قرض کی رقم مل گئی

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ جذب القلوب میں فرماتے ہیں:

محمد بن المنکدر گوید مردے پیش پدر من هشتاد دینار ودیعت نهاد و بجهاد رفت واذن داد که اگر ترا احاجت افتد ازیں ها خرچ کن۔ پدرم نزد احتیاج آں را خرچ کرد چوں

آں مرد باز آمد مبلغ کہ نہادہ بود طلب کرد، پدر در ادائے آں درماند و باوے گفت کہ فردا بیا تا جواب تو گویم، ایں بگفت و شب در مسجد شریف نبوی ﷺ بتوجہ کرد و زمانے در حضور شریف و گاھے پیش منبر استغاثہ نمود و فریاد کرد ناگاہ در تاریکی شب مردے پیدا شد و صرۂ ھشتاد دینار بدست وے داد بامداد مبلغ راباں مرد بداد واز زحمت مطالبہ خلاص یافت۔

ترجمہ: محمد بن المکندر کہتے ہیں کہ ایک شخص نے میرے والد کے پاس اسی دینار امانت رکھے، اور جہاد پر چلا گیا اور اجازت دی کہ اگر آپ کو ضرورت ہو تو ان میں سے خرچ کر لینا، میرے والد نے ضرورت کے وقت ان کو خرچ کر لیا، جب وہ شخص واپس آیا تو جو رقم امانت رکھی تھی وہ واپس مانگی، والد اس کی ادائیگی سے عاجز آگئے اور اس سے کہا کل آنا تو میں جواب دوں گا، یہ کہا اور رات کو مسجد نبوی ﷺ میں ٹھہرے اور کبھی حضور شریف میں اور کبھی منبر کے سامنے فریاد کرتے رہے، اچانک رات کی تاریکی میں ایک شخص پیدا ہوا اور اس نے اسی دینار کی تھیلی ان کے ہاتھ میں دی، صبح ہوتے ہی وہ رقم اس شخص کو دی اور اس کے مطالبہ سے نجات پائی۔

ایک بھوکے نابینا کو روضہ پاک پر شکایت کرنے سے روٹی ملی

وقال أبو العباس بن نفيس المقري الضرير جعت بالمدينة ثلاثة أيام فجئت إلى القبر فقلت يا رسول الله جعت ثم بت ضعيفا فركضتني جارية برجلها فقمت معها إلى دارها فقدّمت إليّ خبز برّ وتمرا وسمنا وقلت كل يا أبا العباس فقد أمرني بهذا جدي صلى الله عليه وسلم ومتى جعت فأت إلينا۔

ترجمہ: حضرت ابو العباس بن نفیس المقری نابینا فرماتے ہیں کہ میں مدینہ میں تین روز بھوکا رہا، پھر قبر مبارک کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں بھوکا ہوں، پھر ناتواں ہو کر سو رہا کہ

ایک عورت نے پاؤں کی ٹھوکر سے مجھے جگایا میں اٹھ کر اس کے ساتھ اس کے مکان تک گیا، وہ گیہوں کی روٹی اور خرما اور گھی میرے پاس لائی اور کہا کھاؤ اے ابو العباس! مجھے میرے نانا ﷺ نے اس کا حکم فرمایا ہے، جب تم کو بھوک لگے تو ہمارے یہاں آیا کرو۔[1]

روضہ پاک پر فریاد کرنے سے شیطان دفع ہوا

عن ابی ایوب رجل من قریش ان امرأة من اهله کانت تجتهدفی العبادة وتدیم الصیام وتطیل القیام فاتاهاالملعون وقال الی کم تعذبین هذاالجسدوهذاالروح لوافطرت وقصرت من القیام وکان ادوم لک واقوی قالت فلم یزل یوسوس لی حتی هممت بالتقصیر قالت ثم دخلت مسجدرسول الله ﷺ معتصمة بقبره وذلک بین المغرب والعشاءفذکرت الله وصلیت علی رسوله ﷺ وذکرت مع نزل بی من وسوسة الشیطان واستغفرت وجعلت ادعو الله ان یصرف عنی کیده ووساوسه قال فسمعت صوتامن ناحیة القبریقول : إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا إِنَّمَا يَدْعُو حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ (الفاطر ٦) قالت فرجعت مذعورة وجلة القلب فوالله ماعاودتنی تلک الوسوسة بعدتلک اللیلة۔

ترجمہ: حضرت ابو ایوب قریشی رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ ایک عورت ان کے خاندان میں تھی، جو عبادت شاقہ کیا کرتی تھی اور صائم الدہر رہتی اور طول قیام کیا کرتی تھی، ایک روز اس کے پاس شیطان مردود نے آکر کہا کہ تم اپنے جسم اور جان کو کہاں تک تکلیف دو گی، اگر تم افطار کرو اور قیام کم کرو تو یہ ہمیشہ ہو سکے گا اور بہتر ہو گا، وہ کہتی ہیں کہ یہ وسوسہ میرے دل میں برابر ڈالتا رہا یہاں تک کہ میں نے کمی کرنے کا ارادہ کر لیا، پھر ایک روز مغرب اور عشاء کے درمیان روضہ رسول ﷺ پر گئی وہاں اللہ کو یاد کیا اور آنحضرت ﷺ پر درود بھیجا اور اس وسوسے کو جو شیطان نے

[1] (خلاصة الوفا باخبار دار المصطفیٰ، ج ۱، ص ۵۰)

میرے دل میں ڈالا تھا بیان کیا، اور میں نے استغفار کیا اور اللہ سے دعا کرنے لگی کہ اس کے مکر اور وسوسے کو دور کر دے، پس میں نے قبر کے ایک کونے سے ایک آواز سنی:

إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا إِنَّمَا يَدْعُو حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ (الفاطر ٦)

ترجمہ: کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اس کو دشمن سمجھو، وہ اپنے گروہ کو بلاتا ہے تاکہ وہ جہنم والوں سے ہوں۔

وہ کہتی ہیں کہ میں وہاں سے خوفناک ہو کر لوٹ آئی اور میرا دل ڈر گیا، اللہ کی قسم کہ اس رات کے بعد وہ وسوسہ میرے دل میں پھر کبھی نہیں آیا۔

اس روایت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جب شیطان کسی کے دل میں کسی قسم کا وسوسہ ڈالے تو اس کو چاہیئے کہ روضہ نبوی ﷺ یا دیگر اولیاء اللہ کے مزاروں پر جاکر امداد طلب کرے جس سے امید ہے کہ وہ ایسے وسوسوں سے بہت جلد نجات پائے گا۔

ندائے یا محمد ﷺ سے بکریاں موٹی ہو گئیں

ابن ایثر رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب "الکامل" میں ارشاد کرتے ہیں کہ ۱۸ ہجری میں ملک عرب میں بڑا قحط پڑا تو قوم بنی مزینہ نے حضرت بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی کہ ہم بھوک سے مر رہے ہیں ہمارے واسطے کوئی بکری ذبح کیجئے تاکہ اس سے اپنا پیٹ بھریں، انہوں نے فرمایا کہ بکریوں میں گوشت کا نام و نشاں ہی نہیں ہے صرف ہڈیاں ہی ہڈیاں رہ گئی ہیں لیکن انہوں نے اصرار کیا تو آپ نے ایک بکری ذبح کر دی۔ جب اس کی کھال اتاری گئی تو اس میں گوشت نہ تھا بلکہ صرف ہڈیاں ہی تھیں یہ حالت دیکھ کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے با آواز بلند کہا

"**یامحمداہ**" اس پر حضور ﷺ نے خواب میں ان کو بشارت دی کہ تیری بکریاں صبح کو موٹی تازی ہو جائیں گی اور قحط بھی چند یوم تک جاتا رہے گا چنانچہ جب صبح کو بیدار ہوئے تو بکریوں کو واقعی فربہ دیکھا اور چند یوم کے بعد قحط بھی ملک سے جاتا رہا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مزار پر ایک مظلوم کی دادرسی

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب "**المستقصی فی فضائل المسجد الاقصیٰ**" میں لکھا ہے:

يا نبي اللّٰه إني متوجه بک إلى ربي في حوائجي لتقضي لي الیٰ ان قال ثم يتوجه الى اللّٰه تعالى ما سأل وأضعف له وذلک فوق سألته لكرامة إبراهيم -عليه السلام- وحدث أبو الحسن موسى بن الحسين التاجر قال: حدثني رجل من أهل بعلبک قال: زرنا قبر إبراهيم الخليل -عليه السلام- وكان معنا رجل مغفل من أهل الجبل فسمعنا وقد زار القبر وهو يبكي وهو يقول: حبيبي إبراهيم سل ربک يكفيني فلانًا وفلانًا فإنهم يؤذياني ونحن نضحک منه ونتعجب من قوله، ثم رجعنا بعد مدة إلى يافا فوصل قارب من بيروت وفيه رجل من أهل بعلبک فحدثنا أن الثلاثة الذين سماهم ماتوا۔

ترجمہ: یا نبی اللہ ہم متوجہ ہوتے ہیں بذریعہ آپ ﷺ کے اپنے رب کی طرف اپنی حاجتوں میں تاکہ تو میری حاجت پوری کر دے ھر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو بذریعہ جمیع انبیاء علیہم السلام کے خصوصاً سردار اولین و آخرین سردار ہمارے محمد ﷺ کے ذریعے سے اور کعب نے کہا کہ جو کوئی ابراہیم علیہ السلام کو وسیلہ پکڑتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ دیتا ہے جو وہ مانگتا ہے بلکہ دوچند اس سے بہ سبب زیادہ ہونے بزرگی ابراہیم علیہ السلام کی کے، اور حسن بن مولیٰ بن حسن تاجر نے بیان کیا کہ مجھ سے ایک شخص نے جو بعلبک کا رہنے والا تھا کہا کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کے روضہ مبارک کی زیارت کو

گئے تھے اور ہمارے ساتھ ایک اور معزز شخص بعلبک کا تھا، میں نے اس کو ابراہیم علیہ السلام کے مزار کی زیارت کرتے وقت رو کر یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے میرے پیارے ابراہیم علیہ السلام اپنے رب سے سوال کیجیئے کہ تین اشخاص نے مجھے بہت ستایا ہے اللہ تعالیٰ ان سے بدلہ لے وہ کہتا ہے کہ میں وہاں سے یافہ تک پھرا اور بیروت کے قریب پہنچا وہاں مجھے معلوم ہوا کہ وہ تینوں شخص جن کا اس نے نام لیا تھا مر گئے۔[1]

حضرت دانیال علیہ السلام کے جسم سے توسل

حدثنا أبو العالية قال: "لما فتحنا تستر وجدنا في بيت مال الهرمزان سريرا عليه رجل ميت، عند رأسه مصحف له، فأخذنا المصحف، فحملناه إلى عمر بن الخطاب رضي الله عنه، فدعا له كعباً، فنسخه بالعربية. فأنا أول رجل من العرب قرأه، قرأته مثل ما أقرأ القرآن. فقلت لأبي العالية: ما كان فيه؟ قال سيرتكم وأموركم ولحون كلامكم. وما هو كائن بعد. قلت: فما صنعتم بالرجل؟ قال: حفرنا بالنهار ثلاثة عشر قبراً متفرقة، فلما كان الليل دفناه وسوينا القبور كلها، لنعميه على الناس لا ينبشونه، فقلت: وما يرجون منه؟ قال: كانت السماء إذا حبست عنهم أبرزوا السرير فيمطرون. فقلت من كنتم تظنون الرجل؟ قال: رجل يقال له: دانيال، فقلت: مُذْ كم وجدتموه مات؟ قال: مذ ثلاثمائة سنة، قلت: ما كان تغير منه شيء؟ قال: لا، إلا شعيرات من قفاه، إن لحوم الأنبياء لا تبليها الأرض، ولا تأكلها السباع۔

ترجمہ: ابی العالیہ نے کہا کہ جب ہم لوگوں نے تستر کو فتح کیا تو ہرمز کے گھر میں ایک تخت ملا جس پر ایک مردہ تھا اور اس کے سرہانے ایک مصحف تھا، ہم اس مصحف کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لے گئے انہوں نے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور اس کتاب کو عربی میں لکھوایا، پہلے اس کتاب کو میں نے پڑھا، پھر میں نے ابو العالیہ سے پوچھا کہ اس کتاب میں کیا لکھا ہوا

---

[1] (إتحاف الأخِصّا بفَضَائل المسجد الأقصى، ج ۲، ص ۶۲، ۶۴، الناشر: الهيئة المصرية العامة للكتب)

تھا؟ تو انہوں نے کہا کہ اس میں تمہاری خصلتیں اور تمہارے حالات اور تمہاری گفتگو کے لہجے اور جو آئندہ ہونے والا ہے وہ سب لکھا ہوا تھا، پھر میں نے پوچھا کہ تم نے اس مردے کو کیا کہا؟ انہوں نے کہا کہ دن کے وقت ہم نے تیرہ قبریں علیحدہ علیحدہ کھودیں، رات کو اسے ایک قبر میں دفن کر دیا اور باقی تمام قبروں کو برابر کر دیا، یہ اس واسطے کیا کہ لوگ اصلی قبر سے ناواقف رہیں اور اس کو نہ کھودیں۔ پھر میں نے پوچھا کہ لوگ اس مردے سے کیا امید رکھتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ جب پانی نہیں برستا تھا تو اس تخت کو باہر نکالتے تھے اسی وقت پانی برسنا شروع ہو جاتا تھا، پھر میں نے پوچھا کہ وہ مردہ کون تھا؟ انہوں نے کہا کہ وہ حضرت دانیال پیغمبر علیہ السلام تھے، پھر میں نے پوچھا کہ ان کو لوگ کب سے رکھے ہوئے تھے؟ انہوں نے کہا کہ تین سو برس سے، پھر میں نے کہا کہ ان کے جسم میں کوئی تغیر تو واقع نہیں ہوا تھا؟ انہوں نے کہا کہ کچھ نہیں صرف چند بال سر کے پیچھے سے خراب ہوئے تھے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے گوشت کو زمین بوسیدہ نہیں کر سکتی اور نہ ان کو درندہ کھاتا ہے"۔[1]

اس روایت سے صراحتاً ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کو حین حیات میں اور بعد ممات کے حصول مطالب کے واسطے ذریعہ کرنے کا ایک قدیم دستور تھا اور لوگ ہمیشہ سے کیا کرتے تھے، تب ہی تو حضرت دانیال علیہ السلام کی نعش مبارک کو تین سو برس تک رکھے رہے اور جب پانی نہیں برستا تھا تو اس نعش مبارک کو نکال کر اس کے ذریعہ سے بارش مانگا کرتے تھے اسی وقت بارش ہو جایا کرتی تھی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ فرمانا کہ جب پانی نہیں برستا تھا تو وہ لوگ تخت کو نکالتے تھے اور پانی برس جاتا تھا، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان لوگوں کا ایسا کرنا جائز تھا کیونکہ اگر ان

---

[1](الكتاب: إغاثة اللهفان من مصايد الشيطان، ج ا، ص ٢٠٣، الناشر: مكتبة المعارف، الرياض، المملكة العربية السعودية)

لوگوں کا یہ فعل شرک ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اس قصے کو ذکر کرکے ضرور ایسے کاموں سے منع کرتے۔

قبولیت دعا کی تریاق بزرگوں کی قبریں ہیں

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ **اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ** میں چار ایسے بزرگوں کے اسمائے مبارک لکھتے ہیں جو اپنی بروں میں اسی طرح تصرف کرتے ہیں جس طرح وہ زندگی میں کیا کرتے تھے، چنانچہ ان کے اسماء یہ ہیں:

(۱) شیخ معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ
(۲) شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ
(۳) شیخ طفیل نجمی رحمہ اللہ تعالیٰ
(۴) شیخ حیات بن قیس رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت یشر بن حارث تابعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر مبارک اجابت دعا کے لئے اکسیر ہے۔

وقال أحمد بن الفتح فما فعل معروف الكرخي فحرك رأسه ثم قال لي هيهات حالت بيننا وبينه الحجب إن معروفا لم يعبد الله شوقا إلى جنته ولا خوفا من ناره وإنما عبده شوقا إليه فرفعه الله إلى الرفيع الأعلى ورفع الحجب بينه وبينه ذاك الترياق المقدس المجرب فمن كانت له إلى الله حاجة فليأت قبره وليد ع فإنه يستجاب له إن شاء الله تعالى۔

ترجمہ: حضرت احمد بن الفتح نے کہا کہ میں نے معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ کا حال بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا، انہوں نے کہا کہ افسوس ہمارے اور ان کے درمیان میں پردہ حائل ہوگیا، معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خدا کی عبادت جنت کے شوق یا جہنم کے خوف سے نہیں کی تھی بلکہ خدا کی عبادت خدا کے شوق میں کی تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کو مقام اعلی میں اٹھالیا، پس جس کسی کو کچھ

حاجت ہو تو اس کو چاہیئے کہ ان کے مزار مبارک پر جا کر دعا کرے، ان شاء اللہ اس کی دعا قبول ہو جائے گی۔[1]

اس روایت سے ثابت ہوا کہ بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو تابعین میں سے ہیں اور جن کے جنازے پر علی بن مدنی محدث رحمہ اللہ تعالیٰ پکار کر یہ کہتے تھے کہ یہ دین اور دنیا میں بزرگ ہیں۔ یہ اجازت دی کہ جس کسی کو کچھ حاجت ہو تو اس کو چاہیئے کہ وہ معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر مبارک پر جائے اور اپنا مطلب کہے، اس کا کام ہو جائے گا، تو پھر بھلا ایسا فعل کیونکر شرک ہو سکتا ہے اور کون بدبخت ایسے علامہ تابعی کو مشرک کہہ سکتا ہے۔

(۲) شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ لمعات میں یہ تحریر فرماتے ہیں:

حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ در قبر خود مثل احیاء تصرف مے کند۔

ترجمہ: حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی قبر میں زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں۔

(۳) امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کی نسبت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک دعا قبول ہونے کے لئے مثل تریاق ہے۔

---

[1](صفة الصفوة، ج ۲، ص ۳۲۴، الناشر: دار المعرفة-بیروت)

(۴) علامہ ابن حجر خیرات الحسان میں ارشاد فرماتے ہیں:

لم یزل علماء و ذوو الحاجات یزورون قبر الامام ابی حنیفۃ یتوسلون الی اللہ فی قضاء حوائجھم ویرون نجح ذلک۔ منھم الامام الشافعی یقول لانی اتبرک بابی حنیفۃ و اجیء الیٰ قبرہ زائراً فاذاعرضت لی حاجۃ صلیت رکعتین و جئت الیٰ قبرہ۔

ترجمہ: بڑے بڑے علماء و فضلاء اور حاجت مند امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر مبارک پر آتے اور اپنی حاجتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ پکڑتے اور بانیل مرام واپس جاتے، چنانچہ ان میں سے ایک امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں جو فرماتے ہیں کہ میں امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کی قبر مبارک سے برکت حاصل کرتا ہوں اور جب ضرورت پیش آتی ہے تو امام صاحب کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر دو رکعت نماز نفل گزارتا ہوں، اللہ تعالیٰ صاحب قبر کی برکت سے میری حاجت پوری کر دیتا ہے۔

وسیلہ اولیاء اللہ پر اعتراضات وجوابات

ساری امت مصطفی ﷺ کا اتفاق رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کا وسیلہ پکڑا جاوے جیسے پہلے باب میں گزر چکا ہے مگر اب آخر زمانہ میں ایک ملحد ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم نے وسیلہ اولیاء اللہ کا انکار کیا علمائے دین نے ابن تیمیہ کو گمراہ اور گمراہ کن فرمایا ہے موجودہ زمانہ کے وہابی دیوبندی ابن تیمیہ کی پیروی میں وسیلہ کے منکر ہو گئے اب چونکہ اسی مسئلہ پر زور ہے۔ اس لیئے ہم اس باب میں ان کے تمام ان دلائل کا جواب دیتے ہیں جو اب تک وہ پیش کر سکے ہیں بلکہ عام وہابی دیوبندیوں کو یہ اعتراضات معلوم ہی نہیں ہوتے جو ہم ان کی وکالت میں بنا کر جواب دیتے ہیں رب تعالیٰ قبول فرمائے آمین۔

بعض دیوبندی تو وسیلہ اولیاء اللہ کے مطلقاً منکر ہیں اور بعض وفات یافتہ بزرگوں کے وسیلہ ہونے کے منکر ہیں اور زندہ ولیوں کے وسیلہ کے قائل ہیں ہم دونوں کے دلائل اور جواب عرض کرتے ہیں۔

اعتراض (۱)... رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَالَكُمْ مِنْ دُونِ اللّٰہِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ (البقرة۱۰۷)

یعنی تمہارا مددگار خدا کے سوا کوئی نہیں۔ معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ مددگار ہے اور کسی کو وسیلہ بنانا ایک طرح مددگار ماننا ہے یہ شرک ہے۔

جواب: اس کے تین جواب ہیں ایک یہ کہ مِنْ دُونِ اللّٰہِ سے مراد ہے خدا تعالیٰ کے مقابل ہو کر یعنی اگر رب تمہیں عذاب دینا چاہے تو کوئی خدا کے مقابل اس کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ لہٰذا ولی اللہ کا وسیلہ درست ہے۔

رب فرماتا ہے:

وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ (آل عمران۱۶۰) اگر رب تعالیٰ ہی تمہیں رسوا کرنا چاہے تو تمہاری مدد کون کر سکتا ہے مسلمانوں کو رب پر ہی توکل کرنا چاہیے یہ آیت تمہاری پیش کردہ آیت کی تفسیر ہے دوسرے یہ کہ یہاں مدد سے مستقل مدد مراد ہے یعنی مستقل مدد رب تعالیٰ کی ہی ہے باقی وسیلوں کی مدد رب تعالیٰ کے اذن اور اسی کی اجازت سے ہے تیسرے یہ کہ اس سے مراد ہے اگر تم کفر اختیار کرو تو تمہارا مددگار کوئی نہیں۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ (آل عمران ۱۹۲) ظالموں یعنی کافروں کا کوئی مدد گار نہیں اگر یہ مطلب نہ کئے جائیں تو بتاؤ اس آیت کے کیا معنی ہوئے۔ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ (المائدة ۵۵) یعنی اے مسلمانوں تمہارے مدد گار اللہ اور اس کا رسول اور وہ مسلمان ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں یہاں تین ذاتوں کو ولی فرمایا گیا۔

نیز فرماتا ہے:

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ (التوبة ۷۱) مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں بعض بعض کے مدد گار ہیں ان میں ماسوا اللہ کی مدد کا ثبوت ہے اور تمہاری پیش کردہ آیت میں ان کی نفی ہے تو ایسے معنی کرو جس سے تعارض پیدا نہ ہو۔

اعتراض (۲)...رب تعالیٰ کفار کا کفریہ عقیدہ بیان کرتا ہے مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفَى (الزمر ۳) یعنی ہم نہیں پوجتے ان کو مگر اس لئے کہ ہمیں رب تعالیٰ سے قریب کردیں معلوم ہوا کہ کفار بتوں کو خدا نہیں مانتے مگر خدا رسی کا وسیلہ سمجھتے تھے جسے شرک کیا گیا ہے لہذا کسی کو وسیلہ سمجھنا شرک ہے۔

جواب: اس کے بھی دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ وسیلہ ماننے کو رب نے کفر نہیں فرمایا۔ بلکہ ان کے پوجنے کو شرک کہا فرمایا۔ نَعْبُدُهُمْ ہم اس لئے انہیں پوجتے ہیں کسی کو پوجنا واقعی شرک ہے اگر کوئی عیسیٰ علیہ السلام یا کسی ولی کی عبارت کرے وہ مشرک ہے۔ الحمد للہ مسلمان کسی وسیلہ کی پوجا نہیں کرتے۔ دوسرے یہ کہ مشرکین نے بتوں کو وسیلہ بنایا جو خدا کے دشمن ہیں۔ مسلمان اللہ کے

پیاروں کو وسیلہ سمجھتا ہے وہ کفر اور یہ ایمان دیکھو مشرک گنگا کا پانی لاتا ہے تو مشرک اور مسلمان آب زمزم لاتے ہیں وہ مومن ہیں کیونکہ مسلمان آب زمزم کی اس سے تعظیم کرتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ پانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کا معجزہ ہے اور پیغمبر کی تعظیم ایمان ہے اسی طرح مشرک ایک پتھر کے آگے سر جھکاتا ہے وہ مشرک ہے آپ بھی کعبہ کے سامنے سجدہ کوتے ہیں بلکہ مقام ابراہیم کو سامنے لے کر حج میں نماز پڑھتے ہیں آپ مومن ہیں کیوں؟ اس لئے کہ کہ کافر کے پتھر کو بت سے نسبت ہے اسی لئے وہ اس تعظیم سے کافر ہے اور ان چیزوں کو نبیوں سے نسبت ہے ان کی تعظیم عین ایمان ہے۔

دیوالی کی تعظیم شرک ہے مگر رمضان اور محرم کی تعظیم ایمان ہے۔ تفسیر روح البیان شریف میں سورہ احقاف میں اتَّخَذُوا مِنۡ دُونِ اللّٰهِ قُرۡبَانًا آلِهَةً (الاحقاف ۲۸) کی تفسیر میں فرمایا کہ وسیلہ دو قسم کا ہے وسیلہ ہدے اور وسیلہ ہوی۔ یعنی ہدایت کا وسیلہ اور گمراہی کا وسیلہ بنی۔ ولی الہام وحی ہدایت کا وسیلہ ہے اور بت شیطان وسوسے گمراہی کے وسیلے ہیں۔ آیت پیش کردہ ہیں وسیلہ ہوی کو اختیار کرنا کفر ہے وہی اس آیت میں مراد ہے۔

اعتراض (۳)...رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

سَوَاءٌ عَلَيۡهِمۡ أَسۡتَغۡفَرۡتَ لَهُمۡ أَمۡ لَمۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ لَنۡ يَغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ (المنافقون ٦) برابر ہے کہ آپ ان کے لئے دعائے مغفرت کریں یا نہ کریں اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی دعا مغفرت کا وسیلہ نہیں۔ جب آپ کی دعا کا وسیلہ نہیں تو دیگر اولیاء کا ذکر ہی کیا ہے۔ یہ اعتراض گجرات کے جاہل دیوبندی وہابیوں کا ہے۔

جواب: یہ آیت ان منافقین کے حق میں اتری ہے جو حضور ﷺ کے منکر تھے اور دیوبندیوں کی طرح براہ راست رب تک پہنچنا چاہتے تھے۔

اس آیت سے پہلے یہ ہے:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللهِ لَوَّوْا رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ (المنافقون ۵) جب ان منافقوں سے کہا جاتا ہے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لئے دعائے مغفرت کریں تو آپ سے یہ لوگ یعنی منافق منہ موڑ لیتے اور غرور کرنے ہوئے حاضری بارگاہ سے رک جاتے ہیں پھر فرمایا کہ اے محبوب جو آپ سے بے نیاز ہوں اور آپ اپنی رحمت سے ان کے لئے دعائے مغفرت کر بھی دیں ہم تو انہیں نہیں بخشیں گے کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ کوئی تمہارے وسیلہ کے بغیر جنت میں جائے اس آیت سے تو وسیلہ کا ثبوت ہے نہ کہ نفی۔ یہی قرآن مسلمانوں کے متعلق فرماتا ہے۔وَصَلِّ عَلَيْهِمْ (التوبۃ ۱۰۳) اے نبی (ﷺ) آپ مسلمانوں کو دعادیں۔ اگر حضور ﷺ کی دعا بے کار ہو تو اس کا حکم کیوں دیا گیا ہے۔ جناب بات یہ ہے۔

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید ودر شورہ بوم خس

بارش ہے تو فائدہ مند، مگر بد قسمت شورہ زمین اس سے فائدہ حاصل نہیں کرتی، اس میں اس زمین کا اپنا قصور ہے نہ کہ بارش کا۔

اعتراض (۴)... رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَاتُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَاتَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ (التوبۃ ۸۴)

یعنی ان میں سے کسی کی آپ نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہوں۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ نبی ﷺ نے عبد اللہ بن ابی کی نعش کو اپنی قمیص پہنائی اور اس کے منہ میں اپنا لعاب ڈالا اور اس کے جنازہ کی نماز۔ پڑھی تب یہ آیت اتری جس میں نبی ﷺ کو ان کاموں سے منع فرمادیا۔ دیکھو حضور کی دعا نماز جنازہ قمیص پہنانا منہ میں لعاب ڈالنا سب بے کار گیا۔ کچھ فائدہ نہ ہوا کیونکہ اس کے اعمال خراب تھے معلوم ہوا کہ وسیلہ کوئی چیز نہیں۔

جواب: اس کا جواب اس میں موجود ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَاسِقُونَ (التوبة ۸۴)** کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور کفر پر مر گئے اور وہ فاسق ہیں۔ معلوم ہوا کہ چونکہ وہ زندگی میں منافق تھا اور کفر پر موت ہوئی۔ اس لئے اس کے لئے کوئی وسیلہ مفید نہ ہوا وسیلہ مومنوں کے لئے ہیں کافروں کے لئے نہیں۔ اعلیٰ دوائیں بیماریوں کے لئے مفید ہیں۔ مردہ کے لئے نہیں اور گنہگار مومن گویا بیمار ہے اور کافر اور منافق مردہ ہے۔

اعتراض (۵)...رب تعالیٰ قیامت کے بارے میں فرماتا ہے:

يَوْمٌ لَا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ (البقرة ۲۵۴) اور کہیں فرماتا ہے **فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ (المدثر ۴۸)** یعنی اس دن نہ تجارت ہوگی نہ دوستی کام آئے گی نہ کسی کی سفارش۔ معلوم ہوا کہ قیامت میں سارے وسیلے ختم ہو جائیں گے۔

جواب: یہ سب آیتیں کافروں کے لئے ہیں مسلمانوں سے ان کا کوئی تعلق نہیں اس لئے آگے رب تعالیٰ فرماتا ہے: **وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ (البقرة ۲۵۴)** مسلمانوں کے لئے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ (الزخرف ٦٧)

اس دن سارے دوست دشمن بن جائیں گے سوا پرہیز گاروں کے کفار کی آیت مومن پر پڑھنا بے دینی ہے۔

نیز فرماتا ہے:

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُوْنَ (۸۸) إِلَّا مَنْ أَتَى اللهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ (الشعراء ۸۹)

اس دن مال واولاد کام نہ آئے گی۔ سوا اس کے جو رب کے پاس سلامت دل لے کر آوے۔ معلوم ہوا کہ مومن کا مال واولاد قیامت میں کام آویں گے۔

اعتراض (۶)... رب تعالیٰ فرماتا ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (المائدة ۳۵)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈھو۔ اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم فلاح یعنی جنت پاؤ اس میں وسیلہ سے مراد اعمال کا وظیفہ ہے۔ نہ کہ بزرگوں کا۔ کیونکہ جن بزرگوں کو وسیلہ بناتے ہو وہ خود اعمال کرتے ہیں۔

جواب: اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ اعمال تو اتقوا اللہ میں آچکے تھے اگر وسیلہ سے بھی مراد اعمال ہوں تو آیت میں تکرار بے کار ہو گی۔ لہذا یہاں وسیلہ سے مراد بزرگوں کا وسیلہ ہے دوسرے یہ کہ اگر اعمال کا وسیلہ مراد ہے تو مسلمانوں کے بچے دیوانہ مسلمان اور وہ نو مسلم جو مسلمان ہوتے ہی مر گیا۔ ان کے پاس اعمال نہیں وہ کس کا وسیلہ پکڑیں تیسرے اگر اعمال کا وسیلہ مراد ہے تو شیطان کے پاس اعمال بے شمار تھے وہ اس کے لئے وسیلہ کیوں نہ بنے۔ چوتھے یہ کہ اگر اعمال ہی مراد ہوں تو اعمال بھی نبی کے وسیلہ سے حاصل ہوتے ہیں تو وہ حضرات اعمال کے وسیلہ ہوئے اور وسیلہ کا وسیلہ خود وسیلہ ہوتا ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہمارے اعمال بزرگوں کی نقل ہیں۔ رمی (حج

میں کنکر مارنا) حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نقل ہے۔ صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نقل ہے قربانی کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نقل۔ طواف میں اکڑ کر چلنا حضرت نبی کریم ﷺ کی نقل ہے۔ اس لئے ان اعمال پر ثواب ملتا ہے کہ یہ اچھوں کی نقل ہے اس کی نہایت نفیس تحقیق ہماری کتاب شان حبیب الرحمن میں دیکھو جس میں بیان کیا گیا ہے کہ روزہ، نماز، حج، زکواۃ کلمہ غرضیکہ ہر عبادت کسی کی نقل ہے حدیث شریف میں ہے کہ جنت خالی رہ جائے گی۔ تو ایک جماعت جنت بھرنے کے لئے پیدا کی جاوے گی۔ بتاؤ اس جماعت نے کون سے اعمال کئے تھے۔

نوٹ ضروری

جنت کا داخلہ تین طرح ہو گا: کسبی، وہبی، عطائی۔ کسبی وہ جس میں جنتی کے عمل کو دخل ہو۔ جن کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (السجدة ۱۷) جنت وہبی وہ جو کسی بندے کی طفیل سے ملے اپنے عمل کو کوئی دخل نہ ہو۔ جیسے مسلمانوں کے نابالغ بچے اور دیوانہ مسلمان کہ یہ جنتی ہیں۔ مگر بغیر اعمال جنت کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ (الطور ۲۱) جنت عطائی وہ جو محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملے کسی اور شے کو دخل نہ ہو جیسے جنت بھرنے کے لئے جو مخلوق پیدا ہو گی یا جو بغیر شفاعت جنت میں جائیں گے۔ جنہیں جہنمی کہا جاوے گا جن کے بارے میں حدیث شریف میں آیا ہے کہ رب تعالیٰ اپنا ایک قدرت کا لپ (چلو) جہنمی لوگوں سے بھر کر جنت میں داخل کرے گا۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کا

ایمان شرعی نہ تھا۔ مگر وسیلہ حضور ﷺ سب کو درکار ہے۔ غرضیکہ بغیر اعمال جنت مل سکتی ہے بغیر وسیلہ جنت ہرگز ہرگز نہیں مل سکتی۔

اعتراض (۷)... قرآن کریم فرماتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کنعان کی شفاعت فرمائی تو آپ سے فرمایا گیا:

يَانُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ (ھود ۴۶) اے نوح! یہ آپ کے گھر والوں سے نہیں اس کے اعمال خراب ہیں معلوم ہوا کہ عمل خراب ہوتے پر نبی ولی وسیلہ نہیں۔

جواب: جی ہاں اس کنعان کا عمل خراب یہ تھا کہ وہ نبی کا وسیلہ کا منکر تھا اور طوفان آنے پر وہ آپ کے دامن میں نہ آیا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا:

يَابُنَيَّ ارْكَبْ مَعَنَا وَلَا تَكُنْ مَعَ الْكَافِرِينَ (ھود ۴۲) یعنی اے بیٹا! ہمارے ساتھ سوار ہو جا۔ کافروں کے ساتھ نہ رہو۔

تو اس نے جواب دیا:

قَالَ سَآوِي إِلَى جَبَلٍ يَعْصِمُنِي مِنَ الْمَاءِ (ھود ۴۳) میں پہاڑ کی پناہ لے لوں گا وہ مجھ کو پانی سے بچالے گا۔ اس لئے غرق ہو گیا۔ اب جو نبیوں کے وسیلہ کا منکر ہے وہ اس سے عبرت پکڑے۔

اس آیت میں تو وسیلہ کا ثبوت ہے نہ کہ انکار۔ اگر حضرت نوح علیہ السلام کا وسیلہ قبول کر لیتا تو ہرگز غرق نہ ہوتا۔

اعتراض (۸)... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے لئے دعا کرنا چاہی تو فرمادیا گیا:

يَاإِبْرَاهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَذَا إِنَّهُ قَدْ جَاءَ أَمْرُ رَبِّکَ وَإِنَّهُمْ آتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ (هود ٧٦)

یعنی اے ابراہیم ان کے لئے دعا نہ کرو۔ ان پر عذاب آکر ہی رہے گا۔ دیکھو پیغمبر کی دعا غیر مقبول ہوئی۔

جواب: قوم لوط کافر تھی اور کفار کے لیئے کوئی وسیلہ مفید نہیں کیونکہ وہ نبی کے وسیلہ کے منکر ہوتے ہیں قرآن فرماتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ناراض ہو کر سامری سے فرمایا۔ اذھب فان لک فی الحیوۃ ان تقول لا مساس۔ خبیث تجھے اپنی زندگی میں یہ نوبت پہنچ جائے گی کہ تو لوگوں سے کہتا پھرے گا کہ مجھ کو کوئی نہ چھونا حضرت کلیم اللہ صلوات اللہ علیہ وسلامہ کے منہ کی یہ نکلی ہوئی بات ایسی درست ہوئی کہ اس کے جسم میں یہ تاثیر ہوگئی کہ جو اس سے چھوتا اسے بھی بخار ہو جاتا۔ اور خود سامری کو بھی۔ ان خدا تعالیٰ کے پیاروں کی زبان کا یہ عالم ہے۔

نوٹ ضروری

انبیاء علیہم السلام کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے ہاں ان کی وہ دعائیں جن کے خلاف رب کا فیصلہ ہو چکا ہو اور قلم چل چکا ہو۔ اگر پیغمبر علیہ السلام ایسی دعا کریں تو انہیں سمجھا کر روک دیا جاتا ہے اس روکنے میں ان کی انتہائی عظمت کا اظہار ہوتا ہے یعنی اے پیارے یہ کام نہیں ہو سکتا کیونکہ ناممکن ہو چکا ہے اور ہمیں یہ منظور نہیں کہ تمہاری زبان خالی جائے لہذا تم اس بارے میں دعا ہی نہ کرو۔

سبحان اللہ! معترض نے جو دعائیں پیش کیں۔ وہ سب اسی قسم کی ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ ان دعاؤں کا پیغمبروں کو ثواب مل جاتا ہے کیونکہ دعا مانگنا بھی عبادت ہے۔ اگرچہ قبول نہ ہو۔ اس لئے رب نے فرمایا: سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي

الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ (المنافقون ٦) آپ کا دعا کرنا یا نہ کرنا ان منافقوں کے لیئے برابر ہے کہ ان کی مغفرت نہیں ہو سکتی۔ آپ کو ضرور ثواب مل جائے گا یہاں علیھم فرمایا علیک نہ فرمایا۔

اعتراض (۹)... مشکوۃ شریف باب الاتداد میں ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:

لا أُغْنِي عنكِ من اللهِ شيئًا۔

میں اللہ کے عذاب کو تم سے دفع نہیں کر سکتا۔[1]

جب نبی کریم ﷺ اپنی دختر کے لئے وسیلہ نہیں۔ تو ہمارے لئے کیونکر وسیلہ ہو سکتے ہیں اور جب حضور ﷺ ہی وسیلہ نہ ہوئے تو دوسرے ولیوں کا ذکر ہی کیا۔

جواب: اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ رب تعالیٰ کے مقابل ہو کر تم سے رب کے عذاب کو دفع نہیں کر سکے یہ وسیلہ تو رب کے اذن سے ہوتا ہے نہ کہ اس کے مقابل۔ دوسرے یہ کہ اے فاطمہ! اگر تم نے اسلام قبول نہ کیا تو ہم تم سے عذاب دفع نہیں کر سکتے۔یعنی وسیلہ مومنین کیلئے ہوتا ہے کافروں کے لئے نہیں حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا نبی زادہ ہونے کے باوجود ہلاک ہو گیا کفر کی وجہ سے۔ اگر یہ عذاب نہ مانا جائے تو یہ حدیث قرآن کریم کے بھی خلاف ہو جائے گی اور دیگر احادیث کے بھی۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا (المائدة ٥٥)

تمہارے مددگار اللہ رسول اور مسلمان ہیں۔

---

[1] ((أخرجه البخاري (٢٧٥٣)، ومسلم (٢٠٦)، والترمذي (٣١٨٥)، والنسائي (٣٦٤٧) واللفظ له، وأحمد (٨٧٢٦)مشكوة المصابيح باب الارتداد والتحذير الفصل الاول ص ٢٠٤ مطبوعه نور محمد كتب خانه كراچي)

حضور ﷺ فرماتے ہیں:

کل نسب منقطع یوم القیامۃ الا نسبی و سببی۔

قیامت کے دن سارے ذریعے اور رشتے ٹوٹ جائیں گے سوا میرے ذریعے اور رستہ کے۔ [1]

فرماتے ہیں:

شفاعتی لاھل الکبائر من امتی۔

میری شفاعت میری امت کے گناہ کبیرہ والوں کے لئے ہوگی۔ [2]

کیسے ہو سکتا ہے کہ گناہ کبیرہ والے حضور ﷺ کی طفیل بخشے جائیں اور لخت جگر نور نظر کچھ فائدہ حاصل نہ کر سکیں۔

نوٹ ضروری

حضور اقدس ﷺ کی طفیل بعض فوائد کفار بھی حاصل کر لیتے ہیں۔ جیسے دنیا میں قہر الٰہی سے امن اور قیامت کے دن میدان محشر سے نجات اور حساب کا شروع ہونا اس لحاظ سے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لقب ہے۔ **رحمۃ للعالمین۔**

بعض فوائد وہ ہیں جو صرف متقیوں کو پہنچتے ہیں گنہ گاروں کو نہیں جیسے درجات بلند کرانا اس معنی کے لحاظ سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ سنت کو چھوڑنے والا میری شفاعت سے محروم ہے یعنی بلندی درجات کی شفاعت۔

بعض فوائد وہ ہیں جو صرف گنہ گاروں کو پہنچیں گے نیکو کاروں کو نہیں جیسے گناہوں کی معافی کیونکہ نیکو کاروں کے پاس گناہ ہوتے ہی نہیں ان مسلمانوں کو محفوظ کہا جاتا ہے انبیاء علیہم السلام

---

[1] (شامی باب غسل میت ج ۱ ص ۶۳۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

[2] (ردالمحتار علی درالمختار ج ۱ ص ۶۳۴ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

گناہوں سے معصوم ہیں۔ یعنی گناہ کر سکتے نہیں اور خاص اولیاء گناہوں سے محفوظ یعنی وہ گناہ کرتے نہیں۔

مولانا فرماتے ہیں:

لوح محفوظ است پیش اولیاء   ارچہ محفوظ اند محفوظ از خطا

ان کے لئے معافی گناہ کی شفاعت نہیں۔

ان کے لحاظ سے فرمایا گیا کہ:

شفاعتی لاھل الکبائر من امتی۔

میری شفاعت میری امت کے اہل الکبائر کے لئے ہے۔[1]

تمہاری پیش کردہ حدیث میں دوسری قسم کے فوائد مراد ہیں۔ بشرطیکہ ایمان قبول نہ کیا جائے۔

یہ بھی خیال رہے کہ یہاں فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو فرمایا گیا ہے اور دوسروں کو سنایا گیا ہے ورنہ حضور ﷺ کی طفیل ابولہب کا عذاب ہلکا ہوا۔ ابوطالب دوزخ میں جانے بچ گئے۔

اعتراض (۱۰)... بخاری شریف کتاب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الااستسقاء میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قحط کے موقع پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش مانگتے تھے اور فرماتے تھے:

انا کنا نتوسل الیک بنبینا فتسقیا وانا نتوسل الیک بعم نبینا ناسقنا قال فیسقر۔

---

[1](ردالمحتار علی درالمختار ج ۱ ص ۶۳۴ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ترجمہ: الٰہی ہم اپنے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے وسیلہ سے بارش مانگتے تھے بارش بھیجتا تھا اور اب ان کے چچا کے وسیلے سے بارش مانگ رہے ہیں۔ بارش بھیج پس بارش آتی تھی۔[1]

معلوم ہوا کہ وفات یافتہ بزرگوں کا وسیلہ پکڑنا منع ہے زندوں کو وسیلہ پکڑنا جائز۔ دیکھو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پردہ فرمانے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ پکڑا۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا وسیلہ چھوڑ دیا۔

یہ ان دیوبندیوں وہابیوں کا اعتراض ہے جو زندہ بزرگوں کے وسیلہ کے قائل ہیں وفات یافتہ کے وسیلہ کے منکر ہیں۔

جواب:۔ اس کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔

الزامی جواب تو یہ ہے کہ اگر وفات یافتہ بزرگوں کا وسیلہ پکڑنا منع ہے تو چاہئیے کہ حضور کی وفات کے بعد کلمہ شریف میں سے حضور کا اسم شریف علیحدہ کر دیا جاتا۔ صرف لا الہ الا اللہ رکھا جاتا۔ اور التحیات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سلام بند کر دیا جاتا۔ درود شریف ختم کر دیا جاتا۔ کیونکہ یہ سب حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے وسیلہ ہی تو ہیں حالانکہ یہ سارے کام باقی رہ گئے۔ معلوم ہوا کہ وسیلہ مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بعد وفات بھی ویسے ہی ہے۔ ہم پہلے باب میں ثابت کر چکے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بال شریف اور لباس شریف دھو کر بیماروں کو پلاتے اور صحت ہوتی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بارش کے لئے روضہ پاک کی چھت کھلوادی۔ قبر شریف کھول دی اور بارش آئی قرآن پاک فرما تا رہا ہے کہ حضور سے پہلے والی امتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسم شریف کے وسیلہ سے دعائیں مانگتی

---

[1] (صحیح بخاری ابواب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا ج ۱ ص ۳۴۲ رقم الحدیث ۹۶۳ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت)

تھیں۔وَ كَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا (البقرة ۸۹) قرآن کریم فرماتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے نعلین شریف۔ٹوپی شریف کی طفیل فتح حاصل کی جاتی تھی۔وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَى وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ (البقرة ۲۴۸)

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات کے بعد مسلمانوں کی امداد فرمائی کہ پچاس نمازوں کی پانچ کرادیں بتاؤ یہ وفات یافتہ بزرگوں کا وسیلہ ہے کہ نہیں نیز جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے پہلے ان کے اسم مبارک کے وسیلہ سے دعائیں قبول ہوتی تھیں تو کیا اب ان کے اسم شریف کی تاثیر بدل گئی۔ہر گز نہیں۔

دوسرا تحقیقی جواب یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان یہ بتارہاہے کہ حضور انور ﷺ کے صدقہ سے ان کے اولیاء کا بھی وسیلہ جائز ہے۔یعنی وسیلہ نبی سے خاص نہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نبی نہ تھے ولی تھے۔نیز معلوم ہورہاہے کہ جس کو نبی ﷺ سے نسبت ہو جائے اس کا بھی وسیلہ جائز ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں:

وانا نتوسل الیک بعم نبینا۔

ترجمہ: یعنی ہم اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچاکے وسیلہ سے بارش مانگتے ہیں۔[1]

اسی حدیث کی شرح میں امام قسطلانی شرح بخاری میں فرماتے ہیں:

ای بوسیلة الرحیم التی بینه وبین النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

یعنی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ سے اس لئے دعا کی کہ ان کو نبی ﷺ سے قربت تھی۔

---

[1] (صحیح بخاری ابواب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا ج ۱ ص ۳۴۲ رقم الحدیث ۹۶۳ مطبوعہ دارابن کثیر بیروت)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث سے وسیلہ اولیاء ثابت کیا۔

چنانچہ وہ شرح حصن حصین میں آداب الدعا وسیلہ اولیاء کے تحت فرماتے ہیں:

قصہ استسقاء عمر ابن الخطاب لعباس ابن عبد المطلب ازیں باب است۔

یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش مانگنا اسی وسیلہ اولیاء سے ہے۔

اسی حصن حصین کی شرح میں اسی مقام پر ملا علی قاری فرماتے ہیں:

وھو من المندوبات وفی صحیح البخاری فی الاستسقآء حدیث عمر انا کنا نتوسل الیک نبینا وانا نتوسل الیک بعم نبیک فاسقنا فلیسقو والحدیث عثمان ابن حنیف فی شان الاعمیٰ۔

ترجمہ: یعنی دعا میں انبیاء واولیاء کا وسیلہ پکڑنا مستحب ہے بخاری کی اس روایت کی وجہ سے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بوسیلہ عباس رضی اللہ عنہ دعا کی اور حضرت عثمان ابن حنیف کی روایت کی وجہ سے نابینا کی دعامیں۔

ہاں اگر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہ فرماتے کہ مولا اب تک ہم تیرے نبی پاک ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے اب ان کی وفات کے بعد ان کا وسیلہ چھوڑ دیا۔ اب حضرت عباس کی طفیل دعا کرتے ہیں تب تمہاری دلیل درست ہوتی مگر نفی کا ذکر نہیں۔ لہذا دلیل غلط ہے۔ انبیاء اولیاء کا وسیلہ صحیح ہے۔

اعتراض (۱۱)... حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے پاس زکوۃ نہ دینے والے اپنے سروں پر گائے۔ بھینسیں بکریاں لادے ہوئے آئیں گے۔ اور ہم سے شفاعت کی

درخواست کریں گے ہم یہ فرما کر ان کو ہٹادیں گے کہ ہم نے تم تک احکام پہنچادیئے تھے تم نے کیوں عمل نہ کیا۔ اب شفاعت کیسی؟

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ زکواۃ نہ دینے والے مجرموں کا وسیلہ کوئی نہیں۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ کام نہ آیا۔ تو دوسرے کا وسیلہ بدرجہ اولے کام نہیں آسکتا۔

چنانچہ بخاری شریف کتاب الزکوۃ باب اثم مانع الزکوۃ میں ہے:

ولایاتی احدکم یوم القیامة ببعیر یحمله علی عنقه له رغاء فیقولو یا محمد فاقول لااملک لک شیئا قد بلغت۔ [1]

نوٹ ضروری

یہ واہیات اعتراض مولوی مودودی صاحب کا ہے جو زمانہ موجودہ کے مجدد۔ اور نہ معلوم کیا کیا بنتے ہیں۔

جواب: اس اعتراض کے جو جواب ہیں ایک یہ کہ معاملہ ان لوگوں سے ہوگا جو زکوۃ کی فرضیت کے منکر ہوگئے تھے جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے شروع زمانہ خلافت میں ہوا اور جن پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاد فرمایا اور زکوۃ کی فرضیت کا منکر کافر ہے اور کافروں کے لیئے نہ وسیلہ ہے نہ شفاعت لہذا اس کا تعلق مسلمانوں سے نہیں۔

دوسرا جواب یہ کہ اس حدیث میں شفاعت نہ کرنے کا ذکر ہے نہ کہ شفاعت نہ کرسکے کا۔ یعنی نبی ﷺ شفیع مختار اور وسیلہ بااختیار ہیں۔ اگر چاہیں کریں نہ چاہیں نہ کریں ان پر ناراضگی ظاہر

[1] (صحیح البخاری کتاب الزکوۃ باب اثم مانع الزکوۃ ج ۱ ص ۱۸۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

فرمانے کے لیئے یہ ارشاد ہو گا۔ اگر اس حدیث کے یہ مطلب نہ ہوں تو اس حدیث شریف کے مخالف ہو گی۔

شفاعتی لاھل الکبائر من امتی۔

ترجمہ: میری شفاعت میری امت کے گناہ کبیر والوں کے لئے ہو گی۔ [1]

نیز ان تمام آیات قرآنیہ کے خلاف ہو گی جو پہلے باب میں مذکور ہوئیں۔

نوٹ ضروری

وسیلہ دو طرح کے ہیں ایک مجبور جیسے سورج روشنی کا وسیلہ ہے اور بارش رزق کا۔ قرآن کریم رب کی بخشش کا ماہ رمضان **عفو سیات** کا۔

دوسرا با اختیار جیسے انبیاء و اولیاء کی شفاعت اور دنیا میں حکیم وکیل حاکم شفا و عدل کے وسیلے ہیں کہ کریں یا نہ کریں۔ اس حدیث شریف میں جو معترض نے پیش کی۔ حضور محمد مصطفی ﷺ کے خداداد اختیار کا ذکر ہے۔

اعتراض (۱۲)...بخاری شریف حدیث غار میں ہے کہ تین شخص جنگل میں جا رہے تھے کہ بارش آگئی پناہ پکڑنے کے لئے غار میں گھس گئے۔ ایک چٹان پتھر کی غار کے منہ پر گری جس سے غار کا منہ بند ہو گیا تو ان لوگوں نے اپنے نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا کی۔ ایسی شدت کے موقع پر کسی پیر کا وسیلہ انہوں نے نہیں پکڑا بلکہ اپنے اعمال کا۔ معلوم ہوا کہ بندے کا وسیلہ پکڑنا جائز نہیں۔

---

[1] (سنن الترمذی کتاب صفۃ القیامۃ و الرائق باب ماجاء فی الشفاعۃ ج ۴ ص ۶۲۵ رقم الحدیث ۲۴۳۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)، (سنن ابو داؤد کتاب السنہ باب فی الشفاعۃ ج ۴ ص ۲۳۶ رقم الحدیث ۴۷۳۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

جواب: اس حدیث شریف میں صرف یہ ہے کہ ان شخصوں نے اعمال کے وسیلہ سے دعا کی۔ یہ کہاں ہے کہ بزرگوں کا وسیلہ جائز ناجائز ہے دعویٰ کچھ اور ہے دلیل کچھ اور ہے۔ اعمال کا وسیلہ جائز ہے اور بزرگوں کا بھی ایک جائز پر عمل کرنے سے دوسرا جائز کیسے حرام ہو گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کی آگ میں جاتے وقت حضرت جبرائیل کے عرض کرنے پر بھی اس آفت کے دور ہونے کی دعا نہ کی۔ نبی ﷺ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دی مگر دفع کی دعا نہ کی تو کیا اس سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ دعا مانگنا ہی حرام ہے یہ اعتراض نہایت ہی لغو ہے۔

اعتراض (۱۳)... شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نداریم غیر از تو فریادرس

پتہ لگا کر خدا تعالیٰ کے سوا کوئی فریاد نہیں سنتا۔

پھر وسیلہ کیسا اگر وسیلہ مانو تو غیر خدا کو فریادرس ماننا پڑے گا۔

جواب: اس جگہ حقیقی فریادرس مراد ہے اس کی نفی ہے خدا کے حکم سے اس کے پیارے بندے فریادرس ہیں۔

یہی شیخ سعدی علیہ الرحمۃ گلستان میں فرماتے ہیں:

ہر کہ فریادرس روز مصیبت خواہد

گو درایام اسلامت بجوانمردی کوشش

جو چاہتا ہے کہ مصیبت کے دن میرا کوئی فریادرس بنے اس سے کہہ دو کہ آرام کے زمانے میں لوگوں سے اچھا سلوک کرے۔

ایک دوا کا نام شربت فریادرس ہے کہو یہ نام شرک یا نہیں؟ تعجب ہے کہ شربت تو فریادرس بن جاوے۔ مگر نبی ﷺ فریادرس نہ ہوں۔

(۱۴) بوستان میں ہے:

بہ تہدید گر برکشد تیغ حکم　　　بمانند کروبیان صم وبکم

یعنی اگر رب تعالیٰ ڈرانے کے لئے حکم کی تلوار کھینچے تو جن فرشتے بھی گونگے اور بہرے رہ جائیں گے۔ کہیئے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ جیسے بزرگ فرشتوں جیسی معصوم جماعت کو بیکار فرمارہے ہیں اوروں کے وسیلہ کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

جواب: جناب! یہاں رب کے مقابلے میں یہ بات کہی گئی ہے یعنی اگر وہ غضب فرماوے تو کوئی اس کے مقابل دم نہیں مار سکتا۔ یہ ہر مسلمان کا ایمان ہے گفتگو تو اس بارے میں ہے کہ رب تعالیٰ کی اجازت اور اس کی مرضی سے اس کے مقبول بندے محرم بندوں کی سفارش کرسکتے ہیں۔ اور رب تعالیٰ ان کی طفیل گنہ گاروں کے گناہ بخش دیتا ہے یہ وسیلہ ہے اس شعر کو وسیلہ کے مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں۔

شیخ سعدی قدس سرہ یہ شعر نہ دیکھا:

چہ باشد کہ مشتے گدایان خیل　　　بمہمان دارالسلامت طفیل

یارسول اللہ ﷺ! کیا اچھا ہو کہ ہم جیسے مٹھی بھر فقیر آپ ﷺ کے طفیل جنت کے مہمان خانہ میں پہنچ جائیں۔

نیز فرماتے ہیں:

خدا یا بحق بنی فاطمہ　　　کہ بر قوم ایمان کنم خاتمہ

الٰہی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد کی طفیل میرا خاتمہ ایمان پر ہو یہ صاف بزرگوں کا وسیلہ ہے۔

نیز فرماتے ہیں:

شنیدم کہ در روز امید و بیم بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

قیامت کو نیکوں کے وسیلہ سے خدائے کریم گنہ گاروں کو بخش دے گا۔

اعتراض (۱۴)... اگر اللہ کے مقبول بندے خدا رسی کا وسیلہ بھی ہوں تب بھی خدا تعالیٰ کو پا لینے کے بعد ان کو چھوڑ دینا چاہئیے جیسے ریل گاڑی میں اسی وقت تک بیٹھتے ہیں جب تک کہ منزل مقصود تک پہنچیں مقصود پر پہنچ کر اسے چھوڑ دیتے ہیں مسلمان نے کلمہ پڑھ لیا رب کو پالیا اب بزرگوں کی کیا ضرورت رہی۔

جواب: وسیلے دو طرح کے ہوتے ہیں ایک محض وسیلہ جیسے سفر کے لئے ریل گاڑی۔ دوسرا وہ وسیلہ جس سے مقصد وابستہ ہے۔ جیسے روشنی کے لئے چراغ۔ پہلی قسم کا وسیلہ مقصود پر پہنچ کر چھوڑ دیا جائے گا۔ لیکن دوسری قسم کا وسیلہ کبھی نہیں چھوٹ سکتا۔ ورنہ فوراً مقصود فوت ہو جائے گا روشنی چراغ کے دم سے قائم ہے۔ اگر اسے گل کیا تو اندھیرا ہو جاوے گا اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے دوسری قسم کا وسیلہ ہیں اسی لئے رب تعالیٰ نے نبی ﷺ کو نور فرمایا۔ کہیں سراج منیر یعنی چمکتا ہوا سورج۔ مقصد یہ ہے کہ جیسے آفتاب کی ضرورت ہمیشہ ہے ایسے ہی پیارے دنیا کو تمہاری حاجت دائمی ہے اس لئے قبر میں ان کے نام پر کامیابی اور حشر میں ان کے دم پر نجات رکھی ﷺ۔

اعتراض (۱۵)...جب خدا تعالیٰ سب کا رب ہے اور اس کا نام رب العلمین ہے تو پھر کسی وسیلہ کی کیا ضرورت ہے ہر شخص اس کے دروازے پر بلاواسطہ جاوے اور فیض لے وسیلہ کا مسئلہ اس کے رب العلمین ہونے کے خلاف ہے۔

جواب: اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ الزامی جواب تو یہ ہے کہ رب تعالیٰ رازق العباد ہے اور شافی الامراض ہے پھر تم رزق تلاش کرنے کے لیئے امیروں کے پاس اور شفا لینے کے لئے حکیموں کے پاس کیوں جاتے ہو تمہارا ان لوگوں کے پاس جانا بھی خدا تعالیٰ کے رازق اور شافی ہونے کے خلاف ہے وہ حکم الحاکمین ہے پھر مقدمہ کچہری کے حکام کے پاس کیوں لے جاتے ہو؟

جناب! وسیلے رب تعالیٰ کے دروازے ہیں یا اس کے چکر ان کے ہاتھوں سے جو کچھ ہوتا ہے وہ رب تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوتا ہے اسی طرح اولیاء اللہ انبیائے کرام رب تعالیٰ کے مختار خدام ہیں۔

تحقیقی جواب یہ ہے کہ ان وسیلوں کی ضرورت رب تعالیٰ کو نہیں بلکہ ہم کو ہے جیسے روٹی کو توے کے ذریعے سے گرم کیا جاتا ہے تو آگ گرم کرنے میں توے کی محتاج نہیں بلکہ روٹی کو احتیاج ہے۔

رب تعالیٰ سب کا ہے مگر اس کی ربوبیت کے مظہر یہ چیزیں ہیں سانپ اس کی قہاریت کا مظہر ہے اور دیگر آرام وہ چیزیں اس کی رحمت کی تجلی گاہ ہیں۔

اعتراض (۱۶)... وسیلہ کے مسئلہ سے لوگ بد عمل ہو جائیں گے۔ جب انہیں خبر ہو گی کہ حضور ﷺ بخشوا لیں گے تو پھر عمل کرنے کی زحمت کیوں گوارہ کریں؟

جواب: یہ اعتراض ایسا ہے جیسے آریہ کہتے ہیں کہ توبہ کے مسئلہ سے بدعملی اور زکوۃ کے مسئلہ سے بیکاری بڑھ جاتی ہے کیونکہ جب مسلمانوں کو خبر ہے کہ توبہ سے گناہ بخشے جاتے ہیں تو پھر خوب گناہ کرکے توبہ کرلیا کریں گے اور جب غریبوں کو خبر ہو کہ مالداروں کی زکوۃ ہزاروں روپیہ سالانہ نکلتی ہے پھر کمائی کیوں کریں جب ملے یوں تو محنت کرے کیوں؟ جو اس کا جواب ہے وہی اس اعتراض کا ہے۔

جناب! جیسے توبہ کی قبول کا یقین، مالداروں کی زکوۃ ملنے کا یقین ملے یا نہ ملے۔

ایسے ہی اگر بدعملی کی گئی تو یقین نہیں وسیلہ نصیب ہو یا نہ ہو میں تو کہتا ہوں کہ وسیلہ کے انکار سے بدعملی بڑھے گی۔ کیونکہ جب گنہ گار شفاعت سے مایوس ہو گا تو خوب گناہ کرے گا کہ دوزخ میں تو جانا ہی ہے لاؤ دس گناہ اور کرلو۔

شیخ فرماتے ہیں:

نہ بینی کہ چوں گربہ عاجز شود برآرد بچنگال چشم پلنگ

جب تک بلی کو جان بچنے کی امید رہتی ہے تب تک چیتے سے بھاگتی ہے مگر جب پھنس کر جان سے مایوس ہو تو چیتے پر حملہ کر دیتی ہے مایوسی دلیری پیدا کرتی ہے۔

اعتراض (۱۷)... مشرکین عرب اسی لئے مشرک ہوئے کہ وہ بتوں کو رب کا بندہ تو سمجھتے تھے مگر ان سے غائبانہ مدد مانگتے تھے۔ اور انہیں خدا رسی کا وسیلہ جانتے تھے۔ وہ کسی بت کو خالق یا مالک نہیں مانتے تھے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَئِنۡ سَأَلۡتَهُمۡ مَنۡ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالۡأَرۡضَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ۔ (لقمان ۲۵)

اور اگر آپ مشرکوں سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا۔ تو وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔

معلوم ہوا کہ وہ مشرک صرف اس لئے مشرک ہوئے کہ انہوں نے رب کے بندوں کو بندہ مان کر انہیں حاجت روا، مشکل کشا، فریاد رس مانا۔ اسی طرح تم بھی نبیوں ولیوں کو مانتے ہو تم اور وہ برابر ہو۔

جواب: ایک ہے رب تعالیٰ کی قدرت اور ایک ہے رب کا قانون۔ قدرت تو یہ ہے کہ رب تعالیٰ چاہے تو ہر چھوٹا بڑا کام بغیر کسی وسیلہ کے خود ہی کرے۔ قدرت کا اظہار اس آیت شریف میں ہے: إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (یس ۸۲) اس کی شان تو یہ ہے کہ کسی چیز کو چاہے تو کن فرمادے تو وہ شئ ہو جائے۔

اس قانون کا اظہار صدہا آیات میں ہے۔ مثلاً:

قُلْ يَتَوَفَّاكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ۔ (السجدة ۱۱)

فرمادو تمہیں ملک الموت موت دے گا جو تم پر مقرر کر دیا گیا ہے۔

وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔ (آل عمران ۱٦٤)

نبی ﷺ انہیں پاک فرماتے اور کتاب و حکمت سکھاتے ہیں۔

وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا (الاسراء ۲٤)

کہو کہ یا اللہ! جیسے میری ماں باپ نے صغر سنی میں مجھے پرورش فرمایا تو بھی ان پر رحم فرما۔

دیکھو موت دینا، پاک کرنا، پالنا رب تعالیٰ کا کام ہے مگر دیوبندیوں کے ذریعہ سے ہوا۔

مشرکین کا عقیدہ یہ تھا کہ ایک خدا اتنے بڑے جہان کا انتظام نہیں فرما سکتا لہذا اس نے اپنے بعض بندے اپنی مدد کے لئے عالم سنبھالنے کے لئے مقرر کئے ہیں یعنی انہوں نے بندوں کو رب تعالیٰ کے برابر کر دیا۔لہذا وہ مشرک ہوئے۔اسی لئے قیامت میں وہ بتوں سے کہیں گے:

تَاللَّهِ إِنْ كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ (۹۸) إِذْ نُسَوِّيكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ (الشعراء ۹۸)

خدا کی قسم ہم کھلی گمراہی میں تھے کہ ہم تمہیں خدا کے برابر سمجھتے تھے۔

معلوم ہوا کہ وہ بتوں کو بندہ مان کر رب تعالیٰ کو ان کا حاجت مند مانتے تھے۔

قرآن کریم اس وسیلہ کی تردید فرماتا ہے:

لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا (الاسراء ۱۱۱)

یعنی رب تعالیٰ نے نہ اپنا بچہ بنایا نہ ملک میں اس کا کوئی شریک ہے نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی ولی ہے۔

یعنی جو اس نے جو اولیاء مقرر فرمائے وہ اپنی شان ظاہر کرنے کے لئے بنائے نہ کہ کمزوری اور عاجزی کی وجہ سے۔

پتہ لگا کہ مشرک خدائے تعالیٰ کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ رب تعالیٰ کے بعض بندے اس لئے ان کے ولی ہیں کہ خدا اتنے بڑے کام پر خود قادر نہیں۔کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں۔ مشرکین اولیاء کو ایسا مانتے تھے۔جیسے کونسل کا ممبر اور مسلمان اولیاء کو ایسا مانتے ہیں جیسے بارگاہ عالیہ کے خدام اور کارندے۔لہذا وہ مشرک تھے اور یہ مومن رہے۔غرضیکہ جو رب تعالیٰ کی قدرت کا منکر ہو وہ مشرک ہے اور جو قدرت مان کر رب کے قانون کا منکر ہے۔وہ وہابی ہے۔

نوٹ ضروری

ہم اپنی زندگی میں غور کریں تو معلوم ہو گا کہ دنیا کی کوئی نعمت ہمیں بغیر وسیلہ نہیں ملی۔ پیدائش وپرورش ماں باپ کے وسیلہ سے علم وہنر استاد کے وسیلہ سے۔ تندرستی حکیم کے وسیلہ سے موت ملک الموت کے وسیلہ سے۔ غسل غسال کے وسیلہ سے کفن درزی ... کے وسیلہ سے دفن گورکن کے وسیلہ سے۔ پھر آخرت کی نعمتیں تو دنیاوی نعمتوں سے کہیں زیادہ ہیں اور بغیر وسیلہ کیسے مل سکتی ہیں۔ کلمہ قرآن روزہ نماز رب کی پہچان غرض کہ یہ ساری نعمتیں حضور ﷺ کے وسیلہ سے ملیں پھر وسیلہ کا انکار نہ کرے گا مگر جاہل۔

نوٹ: ساری عبادات کا فائدہ صرف ان انسانوں کو ہوتا ہے مگر وسیلہ کا فائدہ انسان، جن، فرشتہ، جانور بلکہ درخت زمین۔ زمان سب کو ہوتا ہے مکہ معظمہ حضور ﷺ کے وسیلہ سے افضل ہوا۔ کوہ طور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلہ سے اعلیٰ ہوا۔ آپ زمزم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طفیل سے متبرک ہو گیا۔

ایوب علیہ السلام کو شفا دینے کے لئے فرمایا گیا:

ارْكُضْ بِرِجْلِكَ هَذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ (ص ۴۲)

اپنا پاؤں زمین پر رگڑو اس سے جو پانی کا چشمہ پیدا ہو اسے پیو اور اس سے غسل کرو۔ چنانچہ اس سے آپ کو شفا ہوئی۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کا دھوون ان کے پاؤں کے وسیلہ سے شفا بن جاتا ہے غرضیکہ بزرگوں کا وسیلہ ہر چیز کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

اعتراض (۱۸)... موجودہ وہابی یہ بھی کہتے ہیں کہ انسان خواہ کتنا ہی بزرگ ہو۔ مرنے کے بعد اس جہان سے بے خبر ہو جاتا ہے یہاں کی اسے بالکل خبر نہیں رہتی۔ دیکھو اصحاب کہف تین سو سال

تک سو کر جب جاگے تو انہوں نے سمجھا ہم دن بھر سوئے حضرت عزیز علیہ السلام سو برس تک وفات یافتہ رہ کر جب زندہ کئے گئے تو رب نے فرمایا: **كَمْ لَبِثْتَ؟(البقرة ۲۵۹)** تم یہاں کتنے دن ٹھہرے؟ تو عرض کیا: **لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ (البقرة ۲۵۹)** میں دن یا اس سے بھی کم ٹھہرا۔ فرمایا گیا: **بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ(البقرة ۲۵۹)** تم یہاں سو برس رہے۔ اگر ان کی توجہ اس جہان پر ہوتی۔ تو اس مدت کے اندازہ میں کیوں غلطی کرتے جب اتنے بزرگوں کو یہاں سے کچھ تعلق نہیں رہتا۔ تو دیگر اولیاء اللہ کا ذکر ہی کیا ہے جب یہ لوگ یہاں سے ایسے بے تعلق ہیں تو ان کی قبروں پر جا کر ان کے وسیلہ سے دعا کرنا یا ان سے حاجت مانگنا بالکل ہی عبث ہے۔

جواب: اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے وفات کے بعد اس دینا سے تعلق رکھتے ہیں یہاں کی خبر رکھتے ہیں معراج شریف کی رات سارے پیغمبروں نے حضور ﷺ کے پیچھے بیت المقدس میں نماز پڑھی حجۃ الوداع کے موقعہ پر بہت سے پیغمبروں نے شرکت کی جس کی خبر نبی ﷺ نے دی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معراج شریف کی رات پچاس نمازوں کی پانچ کرا دیں۔ اگر وہ حضرات اس عالم میں پہنچ کر ادھر سے بے خبر ہو جاتے ہیں تو انہیں حضور ﷺ کی معراج اور حجۃ الوداع کی خبر کیسے ہوئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نماز کم کرنے کی ضرورت پڑی؟

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ آلِهَةً يُعْبَدُونَ (الزخرف ۴۵)

اے نبی ﷺ اپنے سے پہلے پیغمبروں کو پوچھو کیا ہم نے خدا کے سوا اور معبود بنائے ہیں؟ اگر وہ پیغمبر اس دنیا سے بے خبر ہو گئے تو پھر پوچھنا کیسا؟

مردہ قبرستان میں آنے والے کے پاؤں کی آہٹ سنتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔

اصحاب کہف اور حضرت عزیز علیہ السلام کے معجزے اور کرامت کا دکھانا منظور تھا اس لئے رب تعالیٰ نے انہیں خصوصیت سے اس دنیا سے بے توجہ کر دیا اگر اصحاب کہف کو اپنے سونے کی مدت کا پتہ ہوتا تو بازار میں نہ آتے اور کرامت لوگوں پر ظاہر نہ ہوتی جیسے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہمارا دل جاگتا رہتا ہے۔ صرف آنکھ سوتی ہے مگر تعریس کی رات رب نے حضور ﷺ کے دل کو اپنی طرف متوجہ فرمالیا۔ اور نماز فجر قضا ہوگئی تاکہ امت کو نماز قضا پڑھنے کا طریقہ معلوم ہو جائے۔

اگر نبی (علیہ السلام) ولی (رحمہ اللہ تعالیٰ) وفات کے بعد اس طرف سے بالکل بے تعلق ہو جاتے ہیں تو ہمارے درود و سلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک کیسے پہنچتے ہیں۔ نیز مردوں کو ثواب کیسے پہنچتا ہے۔ ایسے شخص کو سلام کرنا منع ہے جو جواب نہ دے سکے جیسے سونے والا۔ استنجا والا۔ نمازی اور اذان کی حالت اگر نبی کریم ﷺ سنتے ہی نہیں اور جواب نہیں دے سکتے تو ان کو سلام کرنا منع ہونا چاہیے تھا۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام پر حقیقتاً سو سال گزرے ہوں لیکن جتنا ایک دن جیسے قیامت کا دن ہزاروں سال کا ہو گا۔ مگر مومن کے لیئے ایک نماز کے برابر ہو گا وہاں دونوں کا اثر موجود تھا کہ گدھے پر سو سال گزر گئے تھے اور شربت پر ایک دن۔ لہذا عزیر علیہ السلام کا ایک دن فرمانا بھی ٹھیک تھا۔ وہ جتنے کے لحاظ سے تھا۔ اور رب تعالیٰ کا اسے سو سال فرمانا بھی ٹھیک تھا کہ وہ حقیقت پر مبنی تھا۔

اعتراض (۱۹)... نبی ﷺ نے بہت کوشش کی کہ ابو طالب ایمان لے آویں مگر نہ لائے تو آپ کیا کر سکتے ہیں بلکہ آیت اتری إِنَّکَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ (القصص ٥٦) جس سے تم محبت کرو اسے ہدایت نہیں دے سکتے جب اپنے پیاروں کا وسیلہ نہیں بن سکتے تو دوسروں کا کیا پوچھنا۔

جواب: اس آیت کا مطلب ظاہر ہے کہ جس سے آپ محبت کریں اسے ہدایت نہیں دے سکتے کیونکہ آپ **رحمۃ للعالمین** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ ہر بشر سے محبت فرماتے سب ہی پر کرم کرتے ہیں۔ کافر ہو یا مومن۔ مخلص ہو یا منافق۔ مگر ہدایت اسے ملے گی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو محبت کرے گا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مانے گا ابو طالب نے آپ سے محبت نہ کی اور آپ کی بات نہ مانی کلمہ نہ پڑھا لہذا ہدایت نہ پاسکے اس میں خود ان کا اپنا قصور ہے اگر آفتاب سے روشنی حاصل نہ کرسکے تو اس کا نصیب۔ آفتاب روشنی دینے میں کوتاہی نہیں کرتا۔ پھر بھی ابو طالب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا یہ فائدہ پہنچ گیا کہ وہ دوزخ میں نہیں رکھے گئے۔ بلکہ آگ کے جھیرے میں ہیں جیسا کہ بخاری کی حدیث میں ہے۔

اعتراض (۲۰)... نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوئی خدمت نہ کی تو اوروں کی مدد بھی نہیں کرسکتے۔ پھر وسیلہ کیا؟

جواب: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مدد مانگی ہی نہیں تاکہ صبر میں فرق نہ آوے جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں جاتے وقت رب سے مدد نہ مانگی۔ نیز حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی یہ استقامت کہ اتنی شدید اور سخت مصیبتوں میں ثابت قدم رہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد سے ہوئی۔

اعتراض (۲۱)... قرآن شریف سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہ السلام اپنی زندگی میں بھی دنیا سے بے خبر رہتے ہیں دیکھو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کو گم پاکر لوگوں سے پوچھا کہ ہدہد کو میں نہیں دیکھتا۔ اگر واقف تھے تو پوچھا کیوں؟ نیز ہدہد نے آکر کہا میں وہ چیز دیکھ کر آیا ہوں جو آپ نے

نہیں دیکھی یعنی بلقیس اور اس کا تخت دیکھو ہدہد کی خبر سے پہلے آپ کو نہ بلقیس کا پتہ لگا نہ شہر سبا کا۔ جب وہ کسی کی خبر ہی نہیں رکھتے تو وسیلہ کیسے بن سکتے ہیں۔

جواب: اس آیت میں یہ کہاں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو خبر نہ تھی۔ ہدہد نے آپ کی بے خبری کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ عرض کیا۔ أَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ۔ (النمل ۲۲) میں اس چیز کا احاطہ کرکے اور دیکھ کر آیا ہوں جس کو آپ نے جاکر نہ دیکھا اور واقعی آپ اس وقت تک وہاں بایں جسم شریف نہ گئے تھے خبر تو آپ کو تھی مگر اظہار نہ تھا تاکہ پتہ لگے کہ پیغمبر کی صحبت میں رہنے والے جانور بھی ہزاروں کے لئے ایمان کا وسیلہ بن جاتے ہیں دیکھو ہدہد ہی کے ذریعہ سے سارے یمن والوں اور بلقیس وغیرہ کو ایمان نصیب ہوا اور بھی ہزار رہا اس میں حکمتیں تھیں حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ بن کر بھی اپنے والد ماجد کو خبر نہ بھیجی اس لئے نہیں کہ آپ ان سے بے خبر تھے۔ بلکہ وقت کا انتظار تھا اور آپ کی انتہائی عظمت کا ظہور ہونے والا تھا کہ قحط سالی میں تمام عالم کا رزق آپ کے ہاں پہنچا اور سب لوگ روزی میں آپ کے حاجتمند کئے گئے۔

اچھا بتاؤ کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے آصف کو بلقیس کا تخت لانے کا حکم فرمایا تو انہوں نے نہ تو کسی ملک یمن کا پتہ پوچھا اور نہ بلقیس کا گھر دریافت کیا نہ تخت کی جگہ تلاش کی بلکہ جھپکنے سے پہلے تخت لاکر حاضر کردیا انہیں بھی بلقیس کے سارے مقامات کی خبر تھی یا نہیں تھی۔ اور ضرور تھی تو جن کی صحبت میں رہ کر یہ کمال حاصل کیا تھا۔ وہ بے خبر ہوں یہ ناممکن ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ (النمل ۴۰) جس کے پاس کتاب کا علم تھا انہوں نے کہا: أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ (النمل ۴۰) میں تخت بلقیس آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا بتاؤ وہ کتاب آصف نے کس سے پڑھی تھی خود حضرت سلیمان علیہ السلام

سے تعجب ہے کہ شاگرد کو خبر ہو۔ اور استاذ کو نہ ہو۔ رب تعالیٰ سمجھ دے غرضیکہ آپ کو علم تھا مگر وقت سے پہلے اظہار نہ تھا۔ طلب وسیلہ برائے حصول مرادات از خدائے تعالیٰ چیزے دگر است۔

اعتراض (۲۲)... رب تعالیٰ فرماتا ہے: **يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ (المائدة ۴۰)** رب تعالیٰ جسے چاہے گا بخشے گا اور جسے چاہے عذاب دے گا جن نبیوں اور ولیوں کو تم مغفرت کا وسیلہ سمجھتے ہو خود ان کی مغفرت یقینی نہیں۔ نہ معلوم ان کی بخشش ہو یا نہ ہو۔ اگر وہ تمہارے وسیلے ہیں تو بتاؤ اگر خدا تعالیٰ انہیں پکڑے تو ان کا وسیلہ کون بنے گا۔ مَنْ يَشَاءُ میں مَنْ عام ہے نبی ولی سب کو شامل ہے (**بعض بے ادب دیوبندی**)

جواب: اس کے دو جواب ہیں ایک عالمانہ دوسرا صوفیانہ۔ عالمانہ جواب یہ ہے کہ بندے تین طرح کے ہیں ایک وہ جن کے جہنمی ہونے کی خبر دی گئی جیسے ابولہب اور اس کی بیوی جمیلہ۔

جن کے بارے میں فرمادیا گیا:

سَيَصْلَى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ (۳) وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ (لهب ۴)

یہ اور اس کی بیوی عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں پہنچیں گے۔

دوسرے وہ جن کے جنتی ہونے کی خبر دی گئی۔ فرمادیا گیا **رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ (سورہ البینہ ۸)** اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوگئے یا فرمادیا **وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنَى (النساء ۹۵)** اللہ تعالیٰ نے ان سب سے جنت کا وعدہ کرلیا۔ تیسرے وہ جن کے متعلق کوئی خبر نہ دی گئی جیسے ہم لوگ۔ پہلی جماعت کا دوزخی ہونا اور دوسری جماعت کا جنتی ہونا ایسا ہی یقینی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک ہونا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا سچا ہونا ایسی ہی اس کی صفت ہے جیسے اس کا ایک ہونا تمہاری پیش کردہ آیات میں تیسری جماعت مراد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

صوفیانہ جواب یہ ہے کہ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ رب تعالیٰ جسے چاہتا ہے اسے نیک اعمال کی توفیق دے کر جنتی بناتا ہے اور جسے چاہتا ہے اسے گمراہ کر کے جہنمی بناتا ہے یعنی لوگوں کے جنتی اور جہنمی ہونے کا ارادہ ہو چکا۔ قیامت میں صرف اس کا ظہور ہو گا۔ ہر ایک کے متعلق قلم چل چکا ہے یہ مطلب نہیں کہ جس نیک کار کو چاہے جہنمی ہو چکا اور جس کو وہ جنتی ہونا چاہ چکا وہ جنتی ہو چکا۔ اب اس کا برعکس ہونا اس آیت کے خلاف ہو گا۔

اعتراض (۲۳)... قرآن کریم فرمارہا ہے کہ کفار نے نبی ﷺ سے مطالبہ کیا کہ لَنۡ نُّؤۡمِنَ لَکَ حَتّٰی تَفۡجُرَ لَنَا مِنَ الۡاَرۡضِ یَنۡۢبُوۡعًا (الاسراء ۹۰)

یعنی ہم اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ آپ زمین سے چشمے جاری نہ کر دیں یا آپ کے پاس کھجور وانگور کا باغ نہ ہو جس کے بیچ میں نہریں ہوں۔ الخ اس کے جواب میں فرمایا گیا۔ قُلۡ سُبۡحَانَ رَبِّیۡ ہَلۡ کُنۡتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوۡلًا (الاسراء ۹۳) کہ سبحان اللہ میں تو صرف رسول بشر ہوں مجھ میں یہ طاقت نہیں اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ نبی میں کوئی طاقت اور زور نہیں بندہ مجبور ہیں ورنہ انہیں یہ معجزے دکھا کر مسلمان کر لیا جاتا۔ دوسرے یہ کہ پانی کے چشمے بہانا۔ باغ اگانا یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے نبی ولی کا نہیں۔ اسی طرح بیٹی بیٹا بخشنا عزت ذلت دینا مرادیں پوری کرنا خدا تعالیٰ کا کام ہے کسی کو ان چیزوں کا وسیلہ ماننا بھی اس آیت کے خلاف ہے۔

جواب: نبی اس سے کہیں زیادہ طاقت ہے یہ کہو کہ ان کے مطالبہ پر اپنی طاقت دکھائی نہیں کیونکہ وہ ایمان لانے کی نیت سے یہ مطالبہ نہ کرتے تھے بلکہ نبی کا زور آزمانے کے لیے کرتے تھے اور جس قوم نے نبی کا زور آزمایا وہ مٹادی گئی۔ فرعون نمرود قوم عاد وثمود ان سب نے نبی کا زور دیکھنا چاہا زور دکھایا گیا مگر وہ ایمان نہ لائے ہلاک ہوگئے حضور ﷺ کا ان کے یہ مطالبے پورے نہ فرمانا

رحمت کی بنا پر ہے۔ ورنہ وہ تو زمین سے چشمے نکالنے کا مطالبہ کرتے تھے حضور ﷺ نے انگلیوں سے چشمے بہادیئے۔ وہ تو کھجور وانگور کے باغ کا مطالبہ کرتے تھے حضور ﷺ نے چاند کو دو ٹکڑے کر دکھایا۔ ڈوبے ہوئے سورج کو لوٹایا۔ کھاری کنوئیں کو میٹھا بنایا مکڑیوں کنکریوں سے اپنا کلمہ پڑھوایا۔ فقیروں کو بادشاہ بنادیا جس کو چاہا غنی کر دیا۔

ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہاہے:

بوریا ممنون خواب راحتش　　　تاج کسریٰ زیر پائے امتش

غرضیکہ ہونا ہونا اور چیز ہے اور دکھانا کچھ اور۔ اور اس آیت میں طاقت نہ دکھانے کا ذکر ہے ان سرکش کافروں کو تاکہ ہلاک نہ ہو جائیں۔[1]

امام الائمہ کاشف الغمّہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قصیدہ مبارکہ میں بارگاہ نبوی ﷺ میں عرض کرتے ہیں:

انت الذی لمّا توسل آدم من ذلة بک فاز و ھو اباک۔

ترجمہ: "آپ ﷺ وہ ذات ہیں کہ آدم علیہ السلام نے آپ ﷺ کے وسیلے سے توبہ کی اور کامیاب ہوئے۔ اور وہ آپ ﷺ کے دادا تھے۔"

معلوم ہوا کہ منکرینِ وسیلہ اگر اپنے آپ کو حنفی کہیں تو وہ جھوٹے ہیں اور دھوکہ باز ہیں، ان کے نزدیک تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ (العیاذ باللہ) مشرک ہیں۔ امام اعظم تو وسیلہ کے قائل ہیں اور یہ گمراہ اسے شرک کہتے ہیں۔ بلکہ یہ لوگ مذاہبِ اربعہ بلکہ اسلام سے خارج ہیں۔ وسیلہ پر بے شمار دلائل ہیں، علمائے کرام نے کتب بھی لکھے حتیٰ کہ علماء نے لکھا کہ وسیلہ کا انکار کفر ہے۔

---

[1] (سعید الحق فی تخریج جاء الحق ص ۴۸۸)

مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب نشر الطیب کے آخر میں شیم الحبیب کے عربی کے اشعار کا ترجمہ کیا جس کا نام شیم الطیب رکھا۔ جس میں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے بے دریغ امداد مانگی۔

اشعار حسب ذیل ہیں:

یاشفیع العباد خذ بیدی | انت فی الاضطرار معتمدی

دستگیری کیجئے میری نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم | کشمکش میں تم ہی ہو میرے ولی

لیس لی ملجاء سواک اغث | مسنی الضر سیدی سندی

جز تمہارے ہے کہاں میری پناہ | فوج کلفت مجھ پہ آ غالب ہوئی!

غشنی الدھر ابن عبداللہ | کن مغیثا انت لی مددی

ابن عبداللہ زمانہ ہے خلاف | اے مرے مولیٰ خبر لیجئے میری

نام احمد چوں حصینے شد حصین

پس چہ باشد ذات آں روح الامین

اعتراض (۲۴)....إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ (البقرۃ ۵)

ترجمہ: ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ عبادت کی طرح مدد مانگنا بھی خدا سے ہی خاص ہے جب غیر خدا کی عبادت شرک۔ تو غیر خدا کی استمداد بھی شرک۔

جواب: اس جگہ مدد سے مراد حقیقی مدد ہے یعنی حقیقی کار ساز سمجھ کر تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ رہا اللہ کے بندوں سے مدد مانگنا وہ محض واسطہ فیض الٰہی سمجھ کر ہے جیسے کہ قرآن میں ہے: إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ (الأنعام ۵۷) نہیں ہے حکم مگر اللہ کا۔ یا فرمایا گیا: لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ (البقرۃ ۲۵۵) اللہ ہی کی ہیں تمام آسمان وزمین کی چیزیں۔ پھر

ہم حکام کو حکم بھی مانتے ہیں اور اپنی چیزوں پر دعویٰ ملکیت بھی کرتے ہیں۔یعنی آیت سے مراد ہے حقیقی حکم اور حقیقی ملکیت مگر بندوں کے لئے بہ عطائے الٰہی۔

نیزیہ بتاؤ کہ عبادت اور مدد مانگنے میں تعلق کیا ہے؟ کہ اس آیت میں ان دونوں کو جمع کیا گیا۔ تعلق یہ ہی ہے کہ حقیقی معاون سمجھ کر مدد مانگنا یہ بھی عبادت ہی کی ایک شاخ ہے۔بت پرست بتوں کی پرستش کرتے وقت مدد کے الفاظ بھی کہا کرتے ہیں کہ "کالی مائی تیری دہائی" وغیرہ اس لئے ان دونوں کو جمع کیا گیا۔اگر آیت کا مطلب یہ ہے کہ کسی غیر خدا سے کسی قسم کی مدد مانگنا بھی شرک ہے تو دنیا میں کوئی مسلمان نہیں رہ سکتا۔نہ تو صحابہ کرام اور نہ قرآن کے ماننے والے اور نہ خود مخالفین۔ہم اس کا ثبوت اچھی طرح پہلے دے چکے ہیں۔اب بھی مدرسہ کے چندہ کے لئے مالداروں سے مدد طلب کی جاتی ہے۔انسان اپنی پیدائش سے لے کر دفن قبر بلکہ قیامت تک بندوں کی مدد کا محتاج ہے۔دائی کی مدد سے پیدا ہوئے ماں باپ کی مدد سے پرورش پائی۔استاد کی مدد سے علم سیکھا۔مالداروں کی مدد سے زندگی گزاری اہل قرابت کی تلقین کی مدد سے دنیا سے ایمان سلامت لے گئے۔ پھر غسال اور درزی کی مدد سے غسل ملا اور کفن پہنا۔گور کن کی مدد سے قبر کھدی۔ مسلمانوں کی مدد سے زیر خاک دفن ہوئے پھر اہل قرابت کی مدد سے بعد میں ایصال ثواب ہوا۔پھر ہم کس منہ سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم کسی سے مدد نہیں مانگتے اس آیت میں کوئی قید نہیں ہے کہ کس سے مدد اور کس وقت۔

اعتراض (۲۵).....رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَالَکُمۡ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مِنۡ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیۡرٍ (البقرۃ ۱۰۷)

معلوم ہوا کہ رب کے سوا نہ کوئی ولی ہے نہ مددگار۔

جواب: یہاں ولی اللہ کی نفی نہیں۔ بلکہ ولی مِنْ دُونِ اللّٰہِ کی نفی ہے۔ جنہیں کفار نے اپنا ناصر و مددگار مان رکھا تھا یعنی بت وشیاطین ،ولی اللہ وہ جسے رب نے اپنے بندوں کا ناصر بنایا۔ جیسے انبیاء علیہم السلام واولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ ،وائسرائے لندن سے حکومت کرنے کے لئے منتخب ہوکر آتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کو خود ساختہ حاکم مان لے وہ مجرم ہے۔ سلطانی حکام کو مانو، خود ساختہ حاکموں سے بچو۔ ایسے ہی ربانی حکام سے مدد لو گھریلو ناصرین سے بچو۔

موسیٰ علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے حکم دیا کہ:

اذْهَبْ إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَى (طه ۲۴)

ترجمہ: فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہوگیا۔

آپ علیہ السلام نے عرض کیا:

وَاجْعَلْ لِي وَزِيرًا مِنْ أَهْلِي (۲۹) هَارُونَ أَخِي (۳۰) اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي (طه ۳۱)

ترجمہ: مولیٰ حضرت ہارون کو میرا وزیر بنادے جس سے میرے بازو کو قوت ہو۔

رب تعالیٰ نے بھی نہ فرمایا کہ تم نے میرے سوا کسی اور کا سہارا کیوں لیا؟ بلکہ منظور فرمایا۔ معلوم ہوا کہ اللہ والوں کا سہارا لینا طریقہ انبیاء علیہم السلام ہے۔

اعتراض: درمختار باب المرتدین کرامات اولیاء میں ہے کہ قول شیئاً للہ قیل یکفرہ معلوم ہوا کہ یاعبدالقادر جیلانی شیئاًللہ کہنا کفر ہے۔[1]

---

[1] (ردالمحتار علی درالمختار باب المرتد مطلب فی کرامات الاولیاء ج ۵ ص ۳۳۶ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

جواب: یہاں **شیئاًللہ** کے یہ معنی ہیں کہ خدا کی حاجت روائی کے لئے کچھ دو۔رب تعالیٰ تمہارا محتاج ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ یتیم کے لئے کچھ دو۔یہ معنی واقعی کفر ہیں۔

اس کی شرح میں شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اماآن قصد المعنی الصحیح فالظاھر انہ لاباس بہ۔

یعنی اگر اس سے صحیح معنی کی نیت کی کہ اللہ کے لئے مجھے کچھ دو یہ جائز ہے اور ہمارے نزدیک **شئیاللہ** کا یہ ہی مطلب ہے۔[1]

اعتراض:

وہ کیا ہے جو نہیں ملتا خدا سے	جسے تم مانگتے ہو اولیاء سے!

جواب:

وہ چندہ ہے جو نہیں ملتا خدا سے	جسے تم مانگتے ہو اغنیاء سے
توسل کر نہیں سکتے خدا سے	اسے ہم مانگتے ہیں اولیاء سے

اعتراض: خدا کے بندے ہوکر غیر کے پاس کیوں جائیں؟ ہم اس کے بندے ہیں چاہئیے کہ اسی سے حاجتیں مانگیں۔[2]

جواب: ہم خدا کے بندہ خدا کے حکم سے خدا کے بندوں کے پاس جاتے ہیں۔قرآن بھیج رہا ہے۔دیکھو گزشتہ تقریر۔اور خدا نے ان بندوں کو اسی لئے دنیا میں بھیجا ہے۔

حاکم حکیم دارو دوا دیں یہ کچھ نہ دیں	مردود یہ مراد کس آیت خبر کی ہے!

---

[1] (ردالمحتار علی درالمختار باب المرتدمطلب فی کرامات الاولیاء ج۵ ص ۳۳۶۔۳۳۷مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

[2] (تقویۃالایمان)

اعتراض: قرآن کریم نے کفار کا کفریہ بیان کیا ہے کہ وہ بتوں سے مدد مانگتے ہیں۔وہ بتوں سے مدد مانگ کر مشرک ہوئے اور تم اولیاء سے۔

جواب:۔اور تم بھی مشرک ہوئے اغنیاء پولیس اور حاکم سے مدد مانگ کر، یہ فرق ہم اپنی عقلی تقریر میں بیان کرچکے ہیں۔رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنۡ يَلۡعَنِ اللّٰهُ فَلَنۡ تَجِدَ لَهٗ نَصِيۡرًا (النساء ۵۲)

ترجمہ: جس پر خدا کی لعنت ہوتی ہے۔اس کا مدد گار کوئی نہیں۔

مومن پر خدا تعالیٰ کی رحمت ہے اس کے لئے رب تعالیٰ نے بہت مدد گار بنائے۔

اعتراض: شرح فقہ اکبر میں ملاعلی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ حضرت خلیل (علیہ السلام)نے آگ میں پہنچ کر حضرت جبریل (علیہ السلام)کے پوچھنے پر بھی ان سے مدد نہ مانگی۔بلکہ فرمایا کہ اے جبریل تم سے کوئی حاجت نہیں اگر غیر خدا سے حاجت مانگنا جائز ہوتا تو ایسی شدت میں خلیل اللہ جبریل سے کیوں مدد نہ طلب کرتے۔

جواب: یہ وقت امتحان تھا اندیشہ تھا کہ حرف شکایت منہ سے نکالنا رب کو نا پسند ہو گا۔اسی لئے خلیل اللہ علیہ السلام نے اس وقت خدا سے بھی دعا نہ کی بلکہ فرمایا کہ اے جبریل تم سے کچھ حاجت نہیں اور جس سے ہے وہ خود جانتا ہے جیسے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دی مگر اس مصیبت کے دفع ہونے کی کسی نے بھی دعا نہ کی نہ مصطفی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ حضرت مرتضیٰ نے نہ حضرت فاطمہ زہرا نے رضی اللہ عنہما۔

اعتراض: زندوں سے مدد مانگنا جائز ہے مگر مُردوں سے نہیں۔کیونکہ زندہ میں مدد کی طاقت ہے مُردہ میں نہیں لہذا یہ شرک ہے۔

جواب: قرآن میں ہے:وَإِيّاکَ نَسْتَعِينُ (الفاتحة۵) ہم تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں اس میں زندہ اور مردے کا فرق کہاں۔کیا زندہ کی عبادت جائز ہے مردے کی نہیں؟ جس طرح غیر خدا کی عبادت مطلقاً شرک ہے زندہ کی ہو یا مردے کی استمداد بھی مطلقاً شرک ہونی چاہیۓ۔

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات کے ڈھائی ہزار برس بعد امت مصطفی ﷺ کی یہ مدد فرمائی کہ شب معراج میں پچاس نمازوں کی بجائے پانچ کرادیں۔رب تعالیٰ جانتا تھا کہ نمازیں پانچ رہیں گی مگر بزرگان دین کی مدد کے لئے پچاس مقرر فرماکر پھر دو پیاروں کی دعا سے پانچ مقرر فرمائیں۔ استمداد کے منکرین کو چاہیۓ کہ نمازیں پچاس پڑھا کریں۔ کیونکہ پانچ میں غیر اللہ کی مدد شامل ہے۔

نیز قرآن کریم تو فرماتا ہے کہ اولیاء اللہ زندہ ہیں ان کو مردہ نہ کہو اور نہ جانو:

وَلَاتَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَاتَشْعُرُونَ (البقرة١۵۴)

ترجمہ: جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم احساس نہیں کرتے۔

جب یہ زندہ ہوئے تو ان سے مدد حاصل کرنا جائز ہوا۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو شہداء کے بارے میں ہے جو کہ تلوار سے راہ خدا میں مارے جائیں گے مگر یہ بلاوجہ

زیادتی ہے اس لئے کہ آیت میں لوہے کی تلوار کا ذکر نہیں ہے جو حضرات عشق الٰہی کی تلوار سے مقتول ہوئے وہ بھی اس میں داخل ہیں۔(روح البیان)

اسی لئے حدیث پاک میں آیا کہ جو ڈوب کر مرے، جل جائے، طاعون میں مرے ،عورت زچگی کی حالت میں مرے۔طالب علم مسافر وغیرہ سب شہید ہیں۔ نیز اگر صرف تلوار سے مقتول تو زندہ ہوں باقی سب مردے تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معاذاللہ مردہ ماننا لازم آئے گا۔حالانکہ سب کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضرات بحیات کامل زندہ ہیں۔ نیز زندہ اور مردے سے مدد مانگنے کی تحقیق بہ ہم ثبوت استمداد میں کرچکے ہیں کہ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس سے زندگی میں مدد لی جاسکتی ہے بعد موت بھی اس سے مدد مانگی جائے اور اس کی کچھ تحقیق بوسہ تبرکات اور سفر زیارت قبور میں بھی ہوگی۔ان شاءاللہ تعالیٰ۔

تفسیر صاوی آخر سورہ قصص وَلَاتَدْعُ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ (القصص ۸۸) کی تفسیر میں ہے:

فحینئذ فلیس فی الایة دلیل علی ما زعمه الخوارج من ان الطلب من الغیر حیا و میتا شرک فانه جهل مرکب لان سوال الغیر من اجراء اللّٰه النفع او النصر علی یده قدیکون واجباً لانه من التمسک بالاسباب و لاینکر الاسباب الا جحوداً او جهولاً۔

ترجمہ: یعنی یہاں لاتدع کے معنی ہیں نہ پوجو لہذا اس آیت میں ان خارجیوں کی دلیل نہیں جو کہتے ہیں کہ غیر خدا سے خواہ زندہ ہو یا مردہ کچھ مانگنا شرک ہے۔خارجیوں کی یہ بکواس اس جہالت ہے کیونکہ غیر خدا سے مانگنا اس طرح کہ رب ان کے ذریعہ سے

نفع نقصان دے کبھی واجب ہوتا ہے کہ یہ طلب اسباب کا حاصل کرنا ہے اور اسباب کا انکار نہ کرے گا مگر منکر یا جاہل۔[1]

اس عبارت سے تین باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) غیر خدا سے مانگنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب بھی ہوتا ہے۔

(۲) اس طلب کا انکار خارجی کرتے ہیں

(۳) لاتدع میں پوجنے کی نفی ہے نہ کہ پکارنے کی یا مدد مانگنے کی۔

اعتراض: بزرگان دین کو دیکھا گیا ہے کہ بڑھاپے میں چل پھر نہیں سکتے اور بعد وفات بالکل بے دست وپاہیں پھر ایسے کمزوروں سے مدد لینا بتوں سے مدد لینے کی طرح لغو ہے۔اس کی برائی رب تعالیٰ نے بیان کی کہ **وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ(الحج۷۳)** یہ اولیاء اپنی قبروں سے مکھی بھی دفع نہیں کرسکتے۔ہماری کیا مدد کریں گے۔

جواب: یہ تمام کمزوریاں اس جسم خاکی پر اس لئے طاری ہوتی ہیں کہ اس کا تعلق روح ہے کمزور ہوگیا روح میں کوئی کمزوری نہیں بلکہ بعد موت اور زیادہ قوی ہوجاتی ہے کہ قبر کے اندر سے باہر والوں کو دیکھتی اور قدموں کی آواز سنتی ہے خصوصاً ارواح انبیاء علیہم السلام۔

رب تعالیٰ نے فرمایا ہے: **وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ (الضحیٰ ۴)** ہر پچھلی گھڑی گزشتہ گھڑی سے آپ کے لئے بہتر ہے اور استمداد ولی کی روح سے ہے۔نہ جسم عنصری

---

[1](تفسیر صاوی ج۴ ص۳۰۵مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

سے کفار جن سے مدد مانگتے ہیں وہ روحانی طاقت سے خالی ہیں نیز وہ پتھروں کو اپنا مددگار جانتے ہیں جن میں روح بالکل نہیں۔[1]

یُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا (التوبة ۳۷) کی تفسیر میں ہے کہ حضرت خالد وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہمانے زہر پیا۔ حضور علیہ السلام نے خیبر میں زہر کھایا۔ مگر بوقت وفات اثر ظاہر ہوا کہ انہوں نے مقام حقیقت میں رہ کر زہرپیا تھا۔اور زہر کا اثر حقیقت پر نہیں ہوتا۔ بوقت وفات بشریت کا ظہور تھا کہ موت بشریت پر طاری ہوتی ہے۔لہٰذا اب اثر ظاہر ہوا۔ان حضرات کو قبر کی مکھی تو کیا عالم کو پلٹ دینے کی طاقت ہے۔ مگر اس جانب توجہ نہیں۔ خانہ کعبہ میں تین سوبرس بت رہے رب نے دور نہ کیے تو کیا خدا کمزور ہے اپنے گھر سے نجاست دور نہ کرسکا؟ رب سمجھ دے۔

اعتراض: حضرت علی اور امام حسین میں اگر کچھ طاقت ہوتی تو خود دشمنوں سے کیوں شہید ہوتے جب وہ اپنی مصیبت دفع نہ کرسکے تو تمہاری مصیبت کیا دفع کریں گے؟

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ (الحج ۷۳)

جواب: ان میں دفع مصیبت کی طاقت تو تھی مگر طاقت کا استعمال نہ کیا کیونکہ رب تعالیٰ کی مرضی ایسی ہی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام کا عصاء فرعون کو بھی کھاسکتا تھا مگر وہاں استعمال نہ کیا امام حسین رضی اللہ عنہ میں طاقت تھی کہ کربلا میں حوض کوثر منگالیتے فرات کی کیا حقیقت تھی مگر راضی برضاء الٰہی تھے۔ دیکھو رمضان میں ہمارے پاس پانی

---

[1](تفسیر روح البیان پارہ ۱۰ سورہ ۹ آیت ۳۷، تفسیر روح البیان ج۳ ص ۴۲۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

ہوتا ہے مگر حکم الٰہی کی وجہ سے استعمال نہیں کرتے بخلاف بتوں کے کہ ان میں طاقت ہی نہیں۔ لہذا یہ آیت انبیاء علیہم السلاموا ولیاء کے لئے پڑھنا بے دینی ہے۔ یہ بتوں کے لئے ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ناناصَلَّیْ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے باربار اپنی انگلیوں سے پانی کے چشمے بہادیئے یہ پانی جنت سے آتا تھا۔

وہابیوں کا اعتراض

آپ سنی لوگ پیربابا سید علی ترمذی کے مزار پر حاضری کے لئے جاتے ہو تمہیں کیا معلوم کہ پیربابا اس دنیا سے مسلمان گزرا یا خارج از اسلام تھے یہ وہابیوں کا مشہور اعتراض ہے۔(**نعوذباللہ من اقوال الوھابیۃ الخبیثۃ ومن ظنونھم المردودۃ**)مفتی اعظم سرحد مفتی شائستہ گل رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس اعتراض کے بارہ جواب دیئے ہیں:

جواب اول

پہلا جواب الزامی ہے:

اے وہابی تجھے کیا معلوم کہ تو جسے اپنا ابا کہتا ہے وہ حقیقت میں تیرا ابا ہے یا تیری امی جان نے کہیں چوری کر کے تجھے ناجائز جنا ہے۔

(۲) اے وہابی تو نے اپنے والد (وہ والد جس کا تجھے والد ہونے کا حق الیقین نہیں) کا جنازہ پڑھا تجھے کیا تحقیق کہ تیرا یہ مشکوک والد مسلمان گزرا یا کافر؟ پھر تو نے اپنے اس مشکوک والد کا جنازہ کیوں پڑھا؟

میں کہتاہوں کہ پیر باباسید علی ترمذی شاہ خراساں رحمہ اللہ تعالیٰ مسلمان ہیں، حسینی سید ہیں اللہ تعالیٰ کے ولی کامل ہیں پھر لاکھوں لوگوں نے ان کا جنازہ پڑھاہے اور جنازہ اس میت کا پڑھا اور پڑھایا جائے۔

جس میت میں وہ شرائط پائے جائیں جوفقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے ذکر کئے ہیں شرائط ملاحظہ ہوں:

(۱) وشرط صحۃ الجنازۃ اسلام المیت۔

کسی میت پر نماز جنازہ تب صحیح ہوگا جب مرنے والا مسلمان ہو میت کا مسلمان ہونا شرط ہے۔ فقہ کی تمام کتب میں یہ مسئلہ تحریر ہے۔[1]

(۲) ویصلی علی کل بر وفاجر اذامات علی الایمان۔

ہر (مسلمان میت) نیک وبد پر نماز جنازہ پڑھی جائے بشرطیکہ وہ حالت ایمان پر وفات ہوا ہو۔[2]

شفاء السقام کے مصنف فرماتے ہیں

(۳) لوقیل لہ بناءعلی قولک ھذا لانصلی الجنازۃ علیک بعدموتک لانا لاندری ھل مت انت علی الکفر او الایمان وانت مقر بذلک علی الغیر فلایسلم ذلک لنفسہ فان لم یرض بذلک لنفسہ فلایتجاریٰ علی من غمرہ اللہ تعالیٰ برضاہ برمسہ۔

(جب وہابی یہ کہے کہ ہمیں کیا معلوم، کہ یہ شخص مسلمان مرا ہے یا کافر، تو کیونکر اس کے مزار کی زیارت کے لئے جایا جائے) میں کہتا ہوں (اے وہابی) اگر یہی بات ہے، تو تیرے

---

[1] (تنویر الابصار، شامی ج ۱ ص ۵۱۲، برجندی ج ۱ ص ۲۲۸، کبیری ص ۲۶۸، والکنز والزیلعی ج ۱ ص ۲۳۹، جامع الرموز ج ۱)

[2] (عقائد نسفیہ وشرح العقائد)

مرنے کے بعد ہم تیرا جنازہ کیونکر پڑھیں کیونکہ ہمیں کیامعلوم، کہ تو مسلمان مرا یا کافر جب کہ تواپنے لئے کبھی بھی اس بات کے لئے تیارنہ ہو گا، میں کہتاہوں، کہ جب تواپنے لئے اس بات کو پسند نہیں کرتا تو بزرگ اللہ تعالیٰ کی آغوش رحمت میں ہیں ان بزرگوں کے بارے میں ایسی گستاخی کیوں کرتاہے۔[1]

صاحب شفاء السقام لکھتے ہیں:

(۴)انه اذذاک یجره الی الشک فی صحبته الصحابة بان یقول من این علمتم ان الصحابةماتو اعلی الاسلامفان اقر بموجب هذه المقالة۔قلناله یاخاسر الدین ویاعدو خاصة المسلمین هم نجوم الاسلام۔

جب (وہابی) اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی گستاخی کرتے کرتے یہاں تک پہنچتا ہے تو پھر (ایک دن) وہ یہ کہنے میں بھی عار محسوس نہیں کرے گا۔

اور کہے گا کہ تجھے کیامعلوم کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حالت اسلام پر وفات ہوئے ہیں، جب وہ اس مقالہ (بات) تک پہنچ جائے تو ہم اسے کہیں گے کہ اے مسلمانوں کے دشمن اوراے وہ جس کادین (اس طرح گفتگو کرنے سے) برباد ہوا۔صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تواسلام کے (چمکتے ہوئے) ستارے ہیں۔[2]

صاحب تنویر الابصار لکھتے ہیں:

(۵) وماظهر من المیت من کلمات الکفر فی حال موته یغفر ویعامل معه معاملة الموتی المسلمین حملاله علی انه فی حال زوال عقله ولذااختار بعضهم زوال عقله قبل موته ذکره الکمال۔

---

[1] (شفاءالسقام ص ۲۳۴)

[2] (شفاءالسقام ص ۲۳۴)

ترجمہ: اگر قریب المرگ سے حالت نزع میں کلمات کفر صادر ہو جائیں تو وہ (عند اللہ) معاف ہے، کیونکہ اس سے یہ کلمات ایسی حالت میں صادر ہوئے جو بے خودی (بے ہوشی) کا عالم ہے، بعض فقہاء نے یہ قول اختیار کیا ہے کہ موت سے پہلے اس کے عقل کے ضائع ہونے کا حکم دیا جائے گا، لہٰذا اس کے ساتھ (غسل، کفن، نماز جنازہ، دفن وغیرہ) میں وہی معاملہ کریں گے جو عام مسلمانوں کے ساتھ کرتے ہیں۔[1]

میں کہتا ہوں عزیز مسلمان بھائیو! اگر کسی عام مسلمان سے بھی حالت نزع میں کلمات کفر صادر ہوئے تو وہ بھی (بے ہوشی، عالم بے خودی، زوال عقل) کی وجہ سے (عند اللہ) معاف ہے۔ تو جس سے بحمدہ تعالیٰ یہ کلمات صادر ہی نہ ہوں اس کے ایمان و اسلام میں کس طرح شک کیا جائے، اولیاء اللہ کے بارے میں ایسا سوچنے والا اپنے ایمان کی خیر منائے۔

حضور پر نور ﷺ کے فرمان عالی کے مطابق

(٦) عن الاصحاب مصباح الدین بشھادۃ سید المرسلین ﷺ فقد سلتزمت نفسک الشک فی بقائھم علی اکمل الحالات بعد الموت فقد حرمت برکۃ انوارھم و اسرارھم وفاتک عن الخیرات اعظم فوت۔

حضور پر نور ﷺ کے فرمان عالی کے مطابق صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین دین کے درخشاں ستارے ہیں (اے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے دشمن) تو نے ان نفوس قدسیہ کے بارے میں غلط گمان کرکے اپنے آپ کو شکوک و شبہات میں ڈال دیا۔ سو تو ان کے انوار و اسرار کی برکت سے محروم ہوا حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ وہ نفوس قدسیہ ہیں، کہ انتقال کے بعد ان

[1] (تنویر الابصار ص ۵۹۷)

کے حالات (عالم برزخ میں) بطریق اولیٰ کامل و اکمل ہو جاتے ہیں (ینتقلون من دار الفناء الی دار البقاء کہ وہ تو فانی گھر کو چھوڑ کر باقی گھر کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں)۔

(اے دشمن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم) تو اس گستاخی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی عظیم مہربانیوں سے محروم ہوا۔

سوالهم (ای سوال الوهابیة) کلامی فی غیر هذه العصابة المرضیة۔

اگر وہابی کہے کہ میرے اعتراض سے صحابہ مراد نہیں بلکہ میری مراد دوسرے اولیاء اللہ وغیرہ ہیں۔

جواب (ہم کہتے ہیں اے دشمن صحابہ) اگر تیری مراد اولیاء اللہ ہوں، تو کیا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اولیاء اللہ نہیں؟ بلا ریب (بغیر کسی شک و شبہ کے) صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تمام کے تمام اولیاء اللہ ہیں، بلکہ اولیاء اللہ کے سردار ہیں، سو تیرے اعتراض میں لا محالہ صحابہ کرام بھی شامل ہو گئے۔

صاحب شفاء السقام لکھتے ہیں:

(۷) بانه و بماجره الی الکفر العیاذ باللہ تعالیٰ بان یصرح فی حق الانبیاء علیهم السلام بتلک العبارة الشنیعة فما اقبح ذلک الخبیث و اقل حیائه۔

وہابی کا یہ شک و شبہ اولیاء کے بارے میں کہ تجھے کیا معلوم کہ یہ مسلمان وفات ہوئے یا نہیں یہ شک اس وہابی کو) حد کفر تک لے جاتا ہے، کیونکہ اس کا یہ خیال فاسد اسے انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں شکوک و شبہات میں مبتلا کر دیگا۔ سو یہ (وہابی) کتنا بڑا خبیث و بے حیا ہے کہ اس نے اللہ جل جلالہ کے قول کو بھی جھٹلایا۔[1]

---

[1](شفاء السقام، ص ۲۳۴)

(۸) يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ (الابراهیم ۲۷)

(اس کاذب وہابی نے) اللہ تعالیٰ کے اس قول کو جھٹلایا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو (دنیا و قبر و آخرت کی زندگی میں) قول ثابت (کلمہ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) پر ثابت (قدم) رکھتا ہے (وہابی نے) اس سے انکار کیا، سو یہ وہابی اپنے قول سے ہی کافر ہو گیا۔

(۹) قولہ تعالیٰ: أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ (آل عمران ۱۳۳)

(جنت) پرہیز گاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

مسلمان بھائیو! جنت پرہیز گاروں کے لئے ہے اور اولیاء اللہ سارے کے سارے متقی پرہیز گار ہیں۔ بمع پیر بابا سید علی ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تو ماننا پڑے گا کہ یہ پہلے مسلمان ہیں پھر پرہیز گار و اولیاء اللہ، اگر بفرض محال اہل و سنت والجماعت میں سے اولیاء اللہ کو متقی و پرہیز گار نہ مانا جائے تو کیا فرقہ وہابیہ دائمی جہنمیہ کافرہ کو متقی و پرہیز گار مانے، نعوذ باللہ، ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ اللہ تعالیٰ کے یہ دشمن اللہ کے دوست اولیاء بن سکیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

(۱۰) أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (۶۲) الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ (۶۳) لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (یونس ۶۲، ۶۳، ۶۴)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: خبردار اللہ کے ولیوں پر نہ خوف ہے نہ وہ کبھی غمگین ہوں گے، (یہ متقی) وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیز گاری (اختیار) کی۔ انہیں دنیا و آخرت کی زندگی میں خوشخبری ہو، اللہ کے کلمات کو تبدیلی نہیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ولیوں پر کوئی خوف نہیں نہ ان کے لئے کوئی غم۔ نیز اللہ تعالیٰ تو انہیں خوشخبریاں سنارہا ہے، اور وہابی انکار کرتا ہے، اس انکار و تکذیب کے بنا وہابی کافر ہے صاحب شفاء سقام کے مصنف فرماتے ہیں کہ اس وہابی کا یہ کہنا کہ تمہیں کیا معلوم کہ یہ ولی ایمان کے ساتھ گزرا یا(نعوذ باللہ) بدون ایمان کے۔

صاحب شفاء اس قول کا مزید رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۱۱) یکذبه صریحا امره ﷺ (فی الحدیث الصحیحه الصریحة المنقولة فی الصحاح الستة و غیرها) بزیارة القبور علی العموم من المسلمین ولم یقل لا تزور الامن تحققتم موته علی الاسلام۔

اس کا رد اس حدیث صحیحہ جو صحاح ستہ میں موجود ہے کے لئے کافی ہے۔

(جس میں رسول اللہ ﷺ نے امت سے فرمایا کہ میں تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کرتا تھا، اب (جاؤ) قبروں کی زیارت کرو) اس حکم میں عموم ہے، رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کی قبروں کا حکم دیا یہ نہیں فرمایا کہ (اس کا جنازہ پڑھ کر دفنانے کے بعد اب) تحقیق کرو کہ اس کی موت اسلام پر واقع ہوئی یا نہیں۔[1]

صاحب شرح عقائد لکھتے ہیں:

(۱۲) اجماع الامت من عصر النبی ﷺ الی یومنا هذا بالصلوٰة علی من مات من اهل القبلة من غیر توبة و الدعاء و الاستغفار لهم من العلم بارتکابهم الکبائر بعد الاتفاق علی ان ذلک لا یجوز لغیر المؤمن۔

---

[1](شفاء السقام ۲۳۴)

عہد مصطفوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے لے کر آج تک جمیع امت کا اس پر اجماع ہے کہ جو اہل قبلہ بغیر توب و استغفار کے وفات پا جائے اور اس بات کا علم بھی ہو کہ مرنے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب تھا، پھر بھی باتفاق جمیع امت اس پر نماز جنازہ پڑھیں گے، نماز جنازہ مومن کے علاوہ کسی اور پر جائز نہیں۔[1]

ان تمام مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہوا کہ اللہ کے ولیوں کے مزارات کی حاضری جائز ہے، اس یقین کے ساتھ کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں۔

"سو" وہابی کا قول مردود ہے۔

[1] (شرح عقائد و رمضان آفندی ۲۴۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ثبوت نداء یارسول اللہ ﷺ

استفتاء

سوال: کیافرماتے ہیں علمائے حقانی اس مسئلے میں کہ زید جو موحد مسلمان ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنا خدا مانتا ہے اور رسول (ﷺ) کو رسول مانتا ہے اور نماز کے بعد اور دیگر اوقات میں حضور ﷺ کو کلمہ "یا" کے ساتھ پکارتا ہے اور اس طرح سلام عرض کرتا ہے کہ "الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ" یا کہتا ہے کہ کہ "اسئلک الشفاعۃ یارسول اللہ"۔ کیا اس طرح کہنا جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ بعض دیوبندی، وہابی، پنج پیری، مودودی گروپ، تبلیغی گروپ اور عثمانی گروپ وغیرہ اس طرح درود شریف پڑھنے والے اور یارسول اللہ (ﷺ) اور یاغوث (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہنے والے کو مشرک کہتے ہیں۔ ان کا یہ کہنا کہاں تک درست اور صحیح ہے۔ دلائل کی روشنی میں اس مسئلے کا حل بتایئے۔

(بینوا بالکتاب وتوجروا یوم الحساب)

المستفتی: ڈاکٹر محمد افضل کراچی۔

الجواب بعون الملک الوھاب!

الحمدللہ الذی جعلنا علی عقیدۃ اھل السنۃ والجماعۃ وحفظنا من عقیدۃ الوھابیۃ الکفرۃ الفجرۃ الضآلۃ والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد الذی حکم علی الوھابیۃ بالشقاوۃ وعلی آلہ واصحابہ الذین حکموا علی الوھابیۃ بشرار الخلق الضآلۃ۔ امابعد!

کلمات مذکورہ بلاشبہ جائز ہیں اوران کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے اس طرح درود شریف پڑھنے والے کو مشرک یابدعتی کہنا خود مشرک اوربدعتی ہوناہے اوراسلام کے دائرے سے باہر نکلنا ہے۔

بعض علماء نداء انبیائے کرام علیہم السلام بالخصوص نداء یارسول اللہ ﷺ کو شرک کہتے ہیں حالانکہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا شعار تھا۔

جیسے حافظ ابن کثیر اپنی شہرہ آفاق تصنیف میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا معمول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ثمّ نادیٰ بشعار المسلمین و کان شعارھم یو مئذٍ یامحمداہ ﷺ۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا جنگ کے وقت **یامحمداہ** ﷺ کہنے کا معمول تھا۔ کیونکہ ابن کثیر وابن اثیر نے اس کو شعار المسلمین یعنی مسلمانوں کی علامت فرمایا ہے۔

بنسا کی جنگ میں ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سخت مشکل میں گرفتار ہوگئے۔

و کان شعار المسلمین تلک اللیلۃ ینادون یامحمد یامحمد یانصر اللہ انزل۔ (فتوح الشام)

شعار یعنی یہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نشانی تھی۔ اسی طرح آج جو بھی لوگ **یارسول اللہ یا حبیب اللہ یا محمداہ** کہتے ہیں تو وہ صحیح اہلسنت والجماعت ہیں۔ اور مخالفت کرنے والے گمراہ کافر بے دین ہیں۔ اور بعض تو "**یارسول اللہ**" کہنے کو زنا سے بھی بدتر کہتے ہیں جیسے منیر شاکر زندیق نے کہا ہے۔ حالانکہ **نداء خصوصاً فی الجھاد الی الغائب** اور **نداء الی الرسول** ﷺ **لطلب**

[1](البدایۃ والنھایۃ ص ۳۲۹ ج ٦)

المعونة الروحانی باذن اللہ تعالیٰ اور بوجہ عشق و محبت آداب کے دائرہ میں (بمع درود شریف) جائز ہے۔ مزید تفصیل کے لئے ہم نے ندا **"یارسول اللہ"** پر ۳۱۳دلائل پیش کیے ہیں۔

اس روایت کو علامہ ابن اثیر نے بھی اپنی کتاب "الکامل فی التاریخ" ص۲۴۶ (مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت) میں ذکر کی ہے۔ لکھتے ہیں: **ثم برز خالد و دعا الی البراز و نادیٰ بشعارھم و کان شعارھم یا محمداہ ﷺ فلم یبرز الیہ احد الا قتلہ۔**

اس روایت سے ثابت ہوا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا شعار یہ تھا کہ **یا محمد** ﷺ کے الفاظ سے آپ ﷺ کو پکارتے تھے۔ اور **نصر اللہ انزل** کے الفاظ سے اللہ تعالیٰ کی مدد طلب کرتے تھے۔ شعار اس لفظ کو کہتے ہیں جس کو فوج اپنے درمیان مقرر کرتی ہے تا کہ دوست اور دشمن کے درمیان فرق ہو جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہ مقرر فرمایا تھا کہ جو **یا محمداہ** ﷺ کہے اسے مسلمان مانا جائے گا۔ اور جو یہ نہ کہے وہ مرتد اور کافر ہو گا۔ [1]

دلیل نمبر۱ :

قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ **یا ایھا الرسول، یا ایھا النبی۔** یعنی اے رسول، اے نبی ﷺ کے ذریعے ندا کی گئی ہے اور جو کام اللہ تعالیٰ کرتا ہے وہ شرک نہیں ہوتا کیونکہ قرآن پاک شرک کی تعلیم نہیں دیتا ۔

---

[1] (قاموس ص۲۸، صراح ص۱۸۷، لغات الحدیث ص۵۸، لغات عربی مختار الصحاح ص ۳۳۹، المنجد ص ۵۳۰ ، مفردات ص ۵۴۱)

دلیل نمبر ۲ :

پارہ چوبیس (۲۴) سورہ زمر آیت نمبر ۳۹ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قیامت تک پیدا ہونے والی تمام امت کو آپ ﷺ نے **"یاعبادی"** کہہ کر مخاطب فرمایا ہے لہٰذا اس کے جواب میں امتی **"یا رسول اللہ"** کہہ سکتے ہیں۔ نہ وہ شرک تھا اور نہ یہ شرک ہے۔

دلیل نمبر ۳ :

پارہ نمبر ۱۸ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کو اپنے درمیان اس طرح مخاطب نہ کرو جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو مخاطب کر کے آواز دیتے ہو۔[1]

اس آیت کی تفسیر میں سعید بن جبیر اور مجاہد نے فرمایا **"قولوا یا رسول اللہ فی رفق ولین ولا تقولوا یا محمّد بتجھم"**[2]

جس طرح تم لوگ ایک دوسرے کو نام لے کر سخت لہجے میں پکارتے ہو اس طرح حضور ﷺ کو مت پکارا کرو بلکہ آپ ﷺ کی صفات کا ذکر کر کے نہایت ادب و نرمی سے یارسول اللہ ﷺ کہہ کر پکارا کرو۔

دلیل نمبر ۴ :

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اور مفسر صاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ **"ھٰذا فی حیاتہ وکذا بعد وفاتہ فی جمیع مخاطباتہ"**[3]

---

[1](سورۃالنور ۲۴، آیت نمبر ۶۳)
[2](تفسیر قرطبی، ص ۲۲۲، ج ۱۲)
[3](شرح الشفاء، ص ۳۸۶، ج ۳، تفسیر صاوی، ص ۱۴۹، ج ۳)

یہ حکم آپ ﷺ کی ظاہری زندگی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ وفات کے بعد بھی آپ ﷺ کا نام مبارک انتہائی ادب سے لینا ضروری ہے۔

دلیل نمبر ۵ :

یٰاٰدَمُ اَنۡۢبِئۡهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ (سورہ بقرہ - ۴ ع)

یعنی اے آدم علیہ السّلام انھیں تمام اشیاء کے نام بتادیجئے۔

دلیل نمبر ٦ :

یٰاٰدَمُ اسۡکُنۡ اَنۡتَ وَزَوۡجُکَ الۡجَنَّةَ (سورۂ بقرہ - ۴ ع)

اے آدم علیہ السّلام آپ اور آپ کی زوجہ جنّت میں رہیئے۔

دلیل نمبر ۷ :

یٰنُوۡحُ اهۡبِطۡ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَکٰتٍ عَلَیۡکَ (سورۂ ھود - ۷ ع)

اے نوح علیہ السّلام ہماری طرف سے سلامتی اور برکت کے ساتھ کشتی سے اتر جائیں۔

دلیل نمبر ۸ :

یٰمُوۡسٰۤی اِنِّیۡۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۳۰﴾ (سورۂ قصص - ع)

اے موسیٰ علیہ السّلام بے شک میں تمام جہانوں کا پالنے والا ہوں۔

دلیل نمبر ۹ :

یٰۤاِبۡرٰهِیۡمُ اَعۡرِضۡ عَنۡ هٰذَا (سورۂ ھود - ع)

اے ابراہیم علیہ السّلام اس سے اعراض فرمایئے۔

دلیل نمبر ۱۰ :

یٰعِیۡسٰۤی اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ (آل عمران - ع)

اے عیسیٰ علیہ السّلام میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤنگا اور تجھے اپنی طرف اٹھاؤنگا۔

دلیل نمبر ۱۱ :

پارہ اٹھارہ (۱۸) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَ نَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ" (الاعراف ۴۶)۔

یعنی اعراف والے جو مشرک نہ ہونگے بلکہ موحد ہونگے جنّتیوں کو کہیں گے تم پر سلامتی ہو۔

اس سے بڑھ کر "السّلام علیک یا رسول اللہ" کہنا ثابت ہوا۔

دلیل نمبر ۱۲ :

آپ ﷺ نے ہر زمانے میں ہر نمازی کو اس طرح سلام عرض کرنے کا حکم فرمایا۔ "السَّلام علیک ایّھا النّبی" اے اللہ کے نبی ﷺ آپ پر سلامتی ہو۔[1]

دلیل نمبر ۱۳ :

آپ ﷺ جب بھی کسی درخت یا پتھر کے پاس سے گزرتے تو وہ بلند آواز سے "الصَّلٰوۃ والسَّلام علیک یا رسول اللہ" کہتا۔[2]

دلیل نمبر ۱۴ :

آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کی سواری گم ہو جائے تو وہ بلند آواز سے پکارے "یا عباد اللہ احبسوا"[3]

---

[1] (مشکوٰۃ شریف، ص ۸۵)

[2] (سیرت حلبیہ ص ۲۱۴ ج ۱، مشکوٰۃ ص ۵۴۰)

[3] (حیاۃ الحیوان ص ۳۱۹ ج ۱، البصائر ص ۱۵ المولوی حمد اللہ دیوبندی، الرسائل الستہ فی المسائل السنّہ ص ۵۲، صواعق الھیہ ص ۳۵)

دلیل نمبر ۱۵:

آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی غیر آباد علاقے (اجنبی جگہ) میں کوئی حادثہ پیش آجائے تو یہ وظیفہ پڑھے۔ "اعینونی یاعباداللہ" اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔[1]

چونکہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے ہیں اس لیے یارسول اللہ کہہ کر ان سے مدد طلب کرنا بطریق اولیٰ جائز وثابت ہوا۔

دلیل نمبر ۱۶:

صحابی رسول ابن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دوسرے صحابی کو وظیفہ "یا محمّد ﷺ" سکھایا جو حاجت مند تھا جب انہوں نے اس وظیفے پر عمل کیا تو خلیفہ وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فوراً انکی حاجت پوری کر دی۔[2]

دلیل نمبر ۱۷:

ابن حنیف رضی اللہ عنہ اور انکے صاحبزادے رضی اللہ عنہ (یعلمون الناس) لوگوں کو وظیفہ یا محمّد ﷺ کی تعلیم دیتے تھے۔[3]

دلیل نمبر ۱۸:

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص روضہء نبوی ﷺ پر حاضر ہو تو وہ یوں سلام عرض کرے "السلام علیک ایّھا النبی"[1]

---

[1] (نزل الابرار ص ۳۳۵، المولوی وحید الزمان غیر مقلد، تسکین الصدور ص ۳۳۴، اثبات الاغراض ص ۶۵ (مولوی شیخ القرآن شائستہ گل رحمہ اللہ تعالیٰ، سماع البعید ص ۱۰۹، روح البیان ص ۱۰۱۷ ج ۲، سنن الھدیٰ ص ۴۶۴)

[2] (انجاح الحاجۃ ص ۱۰۰، حجۃ اللہ علی العالمین ص ۴۳۸ ج ۲، اثبات الاغراض ص ۷۶)

[3] (نسیم الریاض ص ۱۱۴ ج ۳)

دلیل نمبر ۱۹ :

ابنِ عمر رضی اللہ عنہ ان الفاظ سے سلام عرض کرتے تھے **"السلام علیک یا رسول اللہ"**[2]

دلیل نمبر ۲۰ :

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"یا اُمّۃ محمّد و اللہ لَوْ تَعْلَمُونَ ما أعْلَمُ لَضَحِکْتُمْ قَلِیلًا، و لَبَکَیْتُمْ کَثِیرًا."[3]

یعنی اے محمّد ﷺ کی امت خدا کی قسم جو میں جانتا ہوں اگر تم اسے جانتے تو تم کم ہنستے اور زیادہ روتے۔اس حدیث مبارکہ میں تمام امت کو خطاب ہوا ہے لہٰذا تمام امتی بھی آپ ﷺ کو **"یا رسول اللہ"** کے ساتھ خطاب کر سکتے ہیں۔نہ وہ کفر تھا اور نہ یہ کفر ہے۔

دلیل نمبر ۲۱ :

"یا ابابکر انّ اللہ سماک الصّدیق"[4]

اے ابو بکر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام صدیق رکھا ہے۔

دلیل نمبر ۲۲ :

تبلیغی جماعت کے قائد اور دیوبندی مسلک کے ممتاز عالم مولوی زکریا لکھتے ہیں۔میرے خیال میں اگر درود اور سلام دونوں یکجا ہو جائیں تو یہ زیادہ بہتر ہو گا۔یعنی **"السلام علیک یا رسول اللہ،**

---

[1](انوار محمّدیه ص ۲۰۰)

[2](انوار محمّدیه ص ۲۰۰)

[3](مشکوۃ شریف ص ۱۳۰)البخاري (ت٢٥٦)، صحيح البخاري٦٤٨٦]•صحيح•[أخرجه البخاري (٤٦٢١)، ومسلم (٢٣٥٩)•

[4](کنز الحقائق ص ۲۰۴ ج ۲)

السلام علیک یا نبی اللہ" وغیرہ کی جگہ اگر "الصّلٰوۃ والسّلام علیک یارسول اللہ، الصّلٰوۃ والسّلام علیک یانبی اللہ" آخر تک... پڑھا جائے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔[1]

دلیل نمبر ۲۳ :

مجاھد حق گو، فاضل العصر، کامل الدھر، صادق الاحوال عاشق الرحمٰن والرسول حضرت مولانا الحاج محمّد امین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب **سبحان ربی الاعلٰی** میں لکھا ہے کہ:

تکیہ دھمہ بے کسانو لاس را کیرہ — ولاب پہ کمر یارسول اللہ یم

پہ مخ ستامِ ستا شفاعت شہ نصب — لائق دسقر یارسول اللہ یم

اسی طرح تمام نعتیہ کلام اس کتاب میں ہے جس میں یارسول اللہ ﷺ کہا گیا ہے۔

دلیل نمبر ۲۴ :

"لاتتَّخِذوھم غرَضًا بعدي"[2]

میرے بعد میرے صحابہ (کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو اعتراضات کا نشانہ نہ بنانا اس حدیث شریف میں "الخطاب للحاضرین فی الذھن ممن یجئی بعدہٗ" قیامت تک پیدا ہونے والوں کو ذہن میں حاضر رکھ کر خطاب کیا ہے جو لوگ ابھی تک پیدا نہیں ہوئے ان کو ذہن میں حاضر رکھ کر خطاب کرنا درست ہے۔ لہٰذا دونوں جہانوں کے سردار، شاھد اعظم ﷺ کو روحانی طور پر حاضر ماننا اور انھیں یارسول اللہ کہہ کر پکارنا اور نداء کرنا جائز ہے اور اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

---

[1] (فضائل درود شریف ص ۲۷)

[2] (مشکوۃ ص ۵۵۴)

دلیل نمبر ۲۵ :

آپ ﷺ نے ایک نابینا صحابی کو بینائی کے لئے یہ وظیفہ سکھایا **"یا محمّد انّی اتوجّه بک الی ربّک"** اے محمّد ﷺ، میں آپ ﷺ کے وسیلے سے آپ ﷺ کے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔[1]

دلیل نمبر ۲٦ :

بانی دارالعلوم دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی فرماتے ہیں کہ :

کروڑوں جرم کے آگے یہ نام کا سلام — کرے گا یانبی اللہ میری یہ کیا پکار

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا — نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار[2]

دلیل نمبر ۲۷ :

حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

یارسول اللہ شفاعت از تو میدارم امید — باوجود صد ہزاراں جرم در روز جزا[3]

دلیل نمبر ۲۸ :

حسن السنجری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

کعبۂ دل قبلۂ جان یارسول اللہ توئی — سجدہ مسکین حسن ہر لحظہ باداسوئے تو[4]

---

[1](ابن ماجه ص ۱۰۰، شفاء ص ۲۱۲ ج ۱)

[2](البصائر ص ۵۰، بحواله الشهاب الثاقب) (قصائد قاسمی از مولوی محمد قاسم نانوتوی مکتبه رشیدیه دهلی ص ۸)

[3](بحواله البصائر ص ۷۷ مولوی حمدالله دیوبندی)

[4](بحواله البصائر ص ۷۷ مولوی حمدالله دیوبندی)

دلیل نمبر۲۹ :

حضرت محمّد بن سالم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کی طرف پا پیادہ گیا جب راستے میں کمزوری پیدا ہوئی تو میں نے عرض کی "انا فی ضیافتک یا رسول اللہ"[1]

دلیل نمبر۳۰ :

ایک مرتبہ احمد بن محمّد رحمۃ اللہ علیہ کنویں میں گر گئے انہوں نے "یا حبیبی یا محمّد" کہا تو فوراً باہر نکل آئے۔[2]

دلیل نمبر۳۱ :

"یا ابابکر ھذا جبرئیل یقرئک من اللہ السّلام"[3]

اے ابو بکر یہ جبریل علیہ السلام آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام کہتے ہیں۔

دلیل نمبر۳۲ :

"یا ابادوس ایاک و مشاورۃ النساء" [4]

اے ابو دوس عورتوں کے مشورے سے بچتے رہنا۔

دلیل نمبر۳۳ :

"یا اباذر انّہ لا یضر من الدنیا ما کان للاخرۃ"[5]

اے ابوذر رضی اللہ عنہ دنیا کی کوئی چیز بھی آخرت کیلئے مضر (نقصان دہ) نہیں۔

---

[1] (حجۃ اللہ ص ۱۵)
[2] (حجۃ اللہ ص ۱۵۴ ج ۲)
[3] (کنوز الحقائق ص ۲۰۴ ج ۲)
[4] (کنوز الحقائق ص ۲۰۴ ج ۲)
[5] (کنوز الحقائق ص ۲۰۴ ج ۲)

دلیل نمبر ۳۴:

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے مردہ کو دعائیہ صورت میں اس انداز سے پکارنا جائز لکھا ہے:

"ویقول یا سیدی احمد بن علوان ان لم ترد علیَّ ضالتی لنزعتک من دیوان الاولیاء فان اللہ یرد علی من قال ذلک ضالۃ ببرکتہ"[1]

حاصل عبارت یہ ہے کہ اگر کسی سے کوئی چیز گم ہو جائے اور اس کا ارادہ ہو کہ یہ چیز اللہ تعالیٰ واپس کر دے تو اسے چاہئے کہ بلند جگہ پر قبلہ رو کھڑا ہو کر سورۃ فاتحہ پڑھ کر آپ ﷺ کی روح مبارک کو اور پھر سیّد احمد بن علوان کی روح مبارک کو بخش دے اور مذکورہ کلمات کہے تو اللہ تعالیٰ اس کی گمشدہ چیز کو واپس فرما دیگا۔ اگر مردے کو آواز دینا یعنی پکارنا منع (ناجائز) ہوتا تو علاّمہ شامی یہ کیوں نقل فرماتے۔

دلیل نمبر ۳۵:

کثیر بن محمد کسی مرض میں مبتلا تھے۔ حکیم نے کہا کہ اس مرض کی کوئی دوا نہیں ہے۔ انہوں نے "یامحمّدانّی اتوجہ بک الی ربّک۔" پڑھا تو بالکل تندرست ہو گئے۔[2]

دلیل نمبر ۳۶:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بھی اذان سنتے اور اس میں حضور پُر نور ﷺ کا اسمِ مبارک سنتے تو دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھتے اور پڑھتے:

"قرۃ عینی بک یا رسول اللہ"[3]

---

[1](شامی مصری ص ۳۳۴ ج ۳، جاءالحق ص ۱۹۹، اعلام المومنین ص ۵۳ لمولوی سید احمد شاہ دیوبندی)

[2](حجۃ اللہ ص ۱۹۴ ج ۲)

[3](روح البیان ص ۲۲۹ ج ۷، جلالین ص ۳۵۷، بر حاشیہ نمبر ۱۳)

دلیل نمبر ۳۷ :

بہت سے مشائخ کرام کا یہ معمول ہے کی وہ جب بھی آپ ﷺ کا نام پاک سنتے تو "صلّی اللہ علیک یاسیّدی یارسول اللہ" پڑھتے۔[1]

دلیل نمبر ۳۸ :

حضرت مجدد الف ثانی امام ربّانی قدس سرّہ دونوں انگوٹھے چوم کر "قرّۃ عینی بک یا رسول اللہ" پڑھتے۔[2]

دلیل نمبر ۳۹ :

سیّدنا حمزہ اور سیّدنا جعفر رضی اللہ عنھما فرمایا کرتے تھے کہ "لا الٰہ الاّ اللہ" کے بعد سب سے بہترین وظیفہ "الصّلٰوۃ والسّلام علیک یارسول اللہ" ہے۔[3]

دلیل نمبر ۴۰ :

آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن کعبہ شریف میرے روضۂ مطہرہ پر حاضر ہو کر السلام علیک یا محمّد ﷺ کہے گا اور میں اس کے جواب میں وعلیک السلام یا بیت اللہ کہوں گا۔[4]

دلیل نمبر ۴۱ :

کنز العباد میں ہے کہ آپ ﷺ کا نام نامی اسم گرامی یارسول اللہ کہنا مستحب ہے۔[5]

---

[1] (مقاصد حسنہ ص ۳۸۴، ص ۳۸۵)

[2] (جواھر مجددیہ ص ۵۲)

[3] (افضل الصلٰوۃ للنبھانی ص ۱۱۰)

[4] (تفسیر عزیزی فارسی سورۂ بقرہ ص ۴۶۳)

[5] (طحطاوی ص ۱۱۱، شامی ص ۲۹۳ ج ۱)

دلیل نمبر ۴۲ :

"اناجلیس من ذکرنی"

مجھے جہاں بھی یاد کیا جاتا ہے میں وہاں موجود ہوتا ہوں۔[1]

دلیل نمبر۴۳:

"من قال عشرة مرة الصلوٰة والسّلام علیک یارسول اللہ فکانما اعتق رقبة"

یعنی جس نے دس مرتبہ الصّلٰوة والسّلام علیک یارسول للہ پڑھا تو اس کو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔(ان شاءللہ)[2]

دلیل نمبر ۴۴ :

مولوی حسین احمد دیوبندی نے لکھاہے:

"الصّلٰوة والسّلام علیک یارسول اللہ وجملة الصور للصّلٰوة ولو بخطاب ونداء عند علمائنا مستحب مستحسن"[3]

دلیل نمبر ۴۵ :

حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

"واحضر فی قلبک النبی ﷺ وشخصه الکریم و قل السلام علیک ایّها النبی ورحمة اللہ وبرکاته، ولیصدق املک فی انه یبلغه ویرد علیک ماهو اوفی منه"۔

---

[1](سعادة الدارین ص ۴۵۴، مدارج النبوة ص ۵۷۰ روح البیان ص ۳۳۵ ج ۲)

[2](بحواله نسیم الریاض ص ۴۹۳ ج ۳، المدارج السنیّه ص ۵)

[3](الشهاب الثاقب ص ۶۵)

یعنی اپنے دل میں آپ ﷺ کو حاضر رکھو اور انکی سراپا نور شخصیت کا تصور کرو پھر کہو **السلام علیک ایّھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ**۔ اور یہ یقین رکھو کہ میرا اسلام آپ ﷺ تک پہنچتا ہے اور آپ ﷺ جواب عنایت فرماتے ہیں۔[1]

دلیل نمبر ۴۶ :

حضرت آدم علیہ السلام بروز قیامت بلند آواز سے فرمائیں گے:

"یا احمد یا احمد ھذا رجل منطلق بہ الی النارّ"[2]

اے احمد اے احمد (ﷺ) اس آدمی کو جہنم کی طرف لے جایا جارہا ہے۔

دلیل نمبر ۴۷ :

جب آپ ﷺ نے مدینہ منوّرہ کی طرف ہجرت فرمائی تو مدینہ منوّرہ کے لوگ چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے بچیاں گلیوں میں گھوم کر یہ نعرہ **"ینادون یا محمّد یا رسول اللہ"** بار بار لگاتے۔[3]

دلیل نمبر ۴۸ :

صالح بن شوشا فرماتے ہیں کہ ہم کشتی میں سوار تھے کہ دشمن کے جہاز نے ہمارا تعاقب (پیچھا) کیا قریب تھا کہ ہماری کشتی ڈوب جاتی کہ میں نے عرض کیا **"یا محمّد ﷺ نحن فی ضیافتک الیوم یا رسول اللہ"**[4]

---

[1] (احیاء العلوم ص ۱۶۹ ج ۱، عمدۃ القاری ص ۱۱۱ ج ۶، مواھب لدنیہ ص ۳۲ ج ۲، سعایہ ص ۲۲۷ ج ۱، حجۃ السّالکین فی ردالمنکرین ص ۹۷)

[2] (القول البدیع ص ۱۲۳)

[3] (مسلم شریف ص ۴۲۹)

[4] (حجّۃ اللہ ص ۶۱۴ ج ۲)

یعنی یارسول اللہ ہم آج آپ ﷺ کے مہمان ہیں اچانک دشمن کے جہاز کا بادبان پھٹ گیا اور ہم خیریت سے تیونس پہنچ گئے۔

دلیل نمبر ۴۹ :

محمّد بن محمود کو کبھی کبھی بخار آتا تھا انہوں نے ایک دن کتاب الشفاء کو سینے پر رکھا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ہم نے آپ ﷺ پر تکیہ کیا ہے تو فوراً بخار ختم ہو گیا۔[1]

دلیل نمبر ۵۰ :

سید العشاق، رئیس مداحِ سیّدنا محمّد ﷺ، حاجی محمّد امین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

یارسول اللہ! ئہِ غم کبن ڈوب شویاران تاپسے۔

یعنی اے اللہ کے محبوب! آپ کے سارے ساتھی آپ کے غم میں نڈھال ہو گئے ہیں۔

دلیل نمبر ۵۱ :

ایک بزرگ سرکار دوعالم ﷺ کے مواجہ شریف میں حاضر ہوئے اور کہا کہ **یارسول اللہ انّی جائع۔** یعنی اے اللہ کے رسول ﷺ میں بھوکا ہوں ایک سیّد زادے آئے اور ان کو ساتھ لے گئے اور کھانا کھلایا پھر فرمایا کہ "**اخی لو طلبت الجنہ او المغفرۃ او الرضاء**" یعنی اے بھائی کاش کہ آپ شہنشاہِ رسالت سے جنت، مغفرت یا رضا خداوندی مانگتے تو اچھا ہوتا۔[2]

---

[1] (حجۃ اللہ ص ۱۶ ۴ ج ۲)

[2] (حجّۃ اللہ ص ۲۸ ۴ ج ۲)

دلیل نمبر ۵۲ :

ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص بھی ستر ۷۰ مرتبہ **صلّی اللہ علیک یا رسول اللہ** پڑھے تو اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ بلند آواز سے کہتا ہے کہ تجھ پر بھی درود ہو آج تیری مراد پوری ہو گی۔[1]

دلیل نمبر ۵۳:

حضرت یامین بن محمد فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ سے وادی القراء پہنچے تو بھوک نے بہت ستایا ہمارے ساتھی نے عرض کیا **یا رسول اللہ نحن جیاع و نحن فی ضیافتک یا رسول اللہ**۔یعنی یا رسول اللہ ﷺ ہم بھوکے ہیں اور آپ ﷺ کے مہمان ہیں تو فوراً مدینہ منوّرہ کی روٹیاں آئیں اور ہم نے تین دن تک تناول کیں۔[2]

دلیل نمبر ۵۴ :

حضرت جامع الشریعت والطریقت عالم باعمل مرشد اکمل حاجی محمد امین صاحب نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں۔

یامحمّد عربی تاپسے بہ مرم ترکومہ یعنی یامحمّد عربی آپ ﷺ پر کب تک مرتا ہونگا

دَ خُنکندن سلکئی بہ تاپسے وھم ترکومہ یعنی آپ ﷺ کی جدائی میں نزع کی تکلیف کب تک سہتا رہونگا

دوانڑہ جہانہ چہ روخانہ کڑہ رب ستالہ مخہ یعنی دونوں جہاں کو اللہ نے آپ ﷺ کے چہرے سے روشن کیا

---

[1](حجۃاللہ ص ۴۴،انوارمحمدیہ ص ۲۰۱)

[2](حجّۃاللہ ص ۴۲۹)

ستاد ھجران تورو تیر وکی بہ راہ یم ترکومہ یعنی آپ ﷺ کے ہجر کی تاریکی میں کب تک رہو نگا۔
مادوصال ساحل تہ اورسوہ للہ محبوبہ یعنی مجھے للہ وصال کے ساحل تک پہنچا اے محبوب ﷺ!
ترخ سمندر کی دَھجران بہ خکتہ ځم ترکومہ یعنی ھجر کے ترش سمندر میں کب تک نیچے جاتا رہو نگا۔

کوردِزڑ گی مِ شودوخانہ ستادمخ پہ شمع یعنی میرے دل کا محل آپ کے شمع چہرۂ سے روشن ہوا
لکہ پتنگ بہ پہ لمبوسرخونہ خورم ترکومہ مانند یعنی پتنگ شعلوں پر کب تک گھومتا رہو نگا
ترحم اے دَمدینے منورے مسیحا یعنی اے مدینہ منورہ کے مسیحا رحم فرمایئے
پٹئی دصبر بہ پہ زخم دزڑہ گدم ترکومہ یعنی صبر کی پٹی دل کے زخم پر کب تک لگا تا رہو نگا
یو دھجران بل دَپاکستان غمونہ یعنی ایک ھجر کا غم اور دوسرا پاکستان کا غم
زہ محمد آمین بہ دادواڑہ زغم ترکومہ یعنی میں محمد امین ان دونوں کو کب تک برداشت کرتا رہو نگا۔[1]

دلیل نمبر۵۵ :

ایک پکڑے ہوئے ہرن نے فریاد کی "یارسول اللہ ان لی اولاداً" اے اللہ کے رسول ﷺ میرے بچے بھوکے ہیں مجھے آزاد کیجئیے تا کہ میں انھیں دودھ پلا آؤں۔[2]

دلیل نمبر۵٦ :

حضرت ابوالخیر رحمہ اللہ تعالیٰفرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ اس حال میں پہنچا کہ میں نے پانچ دن سے کچھ بھی نہیں کھایا تھا میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں آپ کا مہمان ہوں پھر منبر

---

[1](دستور جماعت ناجیہ صالحہ ص ۹)
[2](القول البدیع ص ۱۴۸)

رسول ﷺ کے پاس سو گیا۔خواب میں زیارت رسول ﷺ ہوئی اور آپ ﷺ نے روٹی عنایت فرمائی میں نے فوراً کھانا شروع کر دی آدھی روٹی کھائی تھی کہ بیدار ہو گیا کیا دیکھتا ہوں کہ آدھی روٹی میرے ہاتھ میں ہے۔[1]

دلیل نمبر ۵۷ :

شیخ بہاء الدین شطاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کشف الارواح کا ایک طریقہ یہ ہے کہ **یا احمد** دائیں طرف اور **یا محمد** بائیں طرف پھر دل پر **یا رسول اللہ** (ﷺ) کی ضرب لگائے۔[2]

دلیل نمبر ۵۸ :

مذاہبِ اربعہ کے محقق سیدی عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب سادات کرام اپنے درمیان اختلاف شروع کرتے ہیں تو میں آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر یا رسول اللہ ﷺ کہتا ہوں اور ان کی اصلاح کیلئے دعا کرتا ہوں۔[3]

دلیل نمبر ۵۹:

سیدی عبد القادر الجزائری رحمۃ اللہ علیہ روضہ ءاقدس پر حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ کا غلام حاضر ہے۔**یا رسول اللہ** ﷺ آپ کی بارگاہ کا ایک کتّا آپ کے روضے کی چوکھٹ پر کھڑا ہے۔یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کی ایک نظر کرم مجھے مایوسی سے مستغنی کر دیگی۔یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کی مہربانی کی ایک جھلک بھی میرے لیے کافی ہو گی۔تو روضہ ءانور سے آواز آئی کہ تو میرا بیٹا ہے اور میرے روضہ ءانور کی برکت اور اسکے سبب سے تو میرا منظورِ نظر ہے۔[4]

---

[1](حجۃ اللہ ص ۸۲۸ ج ۲)

[2](اخبار الاخیار ص ۱۹۹ فارسی)

[3](لطائف المنن ص ۱۵ ج ۲)

[4](جامع کرامات الاولیاء ص ۲۱۸ ج ۲)

دلیل نمبر ۶۰ :

بیروت کے ایک پریشان حال شخص کو علامہ یوسف نبھانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح درود شریف سکھایا" اللّٰھُمّ صلّ علیٰ سیّدنا محمّد وعلیٰ اٰل سیّدنا محمّد قلت حیلتی ادرکنی یا رسول اللہ"[1]

جب انہوں نے یہ درود شریف پڑھا تو مشکل حل ہو گئی۔

دلیل نمبر ۶۱:

سیّدنا علی الخواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آئمہ مجتہدین جب مسائل کا استنباط فرماتے تو کتابوں میں انھیں لکھنے سے پہلے بالمشافہ آپ ﷺ سے پوچھتے کہ "یا رسول اللہ! قد فھمنا کذا من آیات کذا و فھمنا من قولک فی الحدیث الفلان کذا فھل تحبُّ"[2]

یعنی یارسول اللہ ہم نے فلاں آیت یا حدیث سے فلاں مسئلہ مستنبط کیا ہے استنباط صحیح ہے یا غلط ؟ اور آپ کو پسند ہے یا نہیں؟ اس کے بعد جو حکم آپ ﷺ فرماتے اس کے مطابق عمل کرتے۔

دلیل نمبر ۶۲ :

مخدوم جہاں سیّد جلال بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے اوراد و وظائف میں یہ درود شریف بھی داخل ہے۔" الصّلوٰۃ السّلام علیک یا نبی اللہ "[3]

---

[1](جواھر البحار ص ۳۵۴ ج ۲)
[2](المیزان الکبریٰ ص ۴۳)
[3](جواھرِ خمسہ اردو ص ۱۰۲)

دلیل نمبر ٦٣ :

طریقہءشطاریہ کے بزرگوں کے اورادمیں یہ بھی داخل ہے " نادعلیّا مظهر العجائب تجده عونا لک فی النوائب کل همّ وغم سینجلی بنبوتک یا محمّد و بولایتک یا علی یا علی یا علی " [1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آواز دو جو مظہر عجائبات ہیں تو تم انکو اپنے تمام غم اور تکالیف میں مددگار پاؤ گے۔ آپ ﷺ کی نبوت کے وسیلے سے یارسول اللہ ﷺ اور آپ کرم اللہ وجہہ الکریم کی ولایت کے وسیلے یاعلی یاعلی یاعلی تمام مصائب ختم ہوجائیں گے۔

دلیل نمبر ٦٤ :

دونوں جہان کے سردار، محبوبِ کبریا ﷺ نے فرمایا کہ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو دو فرشتے لوگوں کو یا ایها النّاس سے مخاطب کرکے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلاتے ہیں اور نصیحت کرتے ہیں " ما قل و کفی خیر ممّا کثیر و الهی " تھوڑا مگر کافی مال (جو کفایت کرے) بہتر ہے اس زیادہ مال سے جو اللہ تعالیٰ سے غافل کردے۔ [2]

جب اتنی دور سے " یا ایها النّاس " کہنا شرک نہیں تو یارسول اللہ کہنا کیسے شرک ہوسکتا ہے۔ پھر اگر تمام انسان یہ آواز نہیں سنتے مگر انسانیت کی روح حضرت محمدّ مصطفیٰ ﷺ تو ضرور سنتے ہیں اسلیے کہ آواز سنانے کیلئے اور منادیٰ (جسے پکارا جائے) کو متوجّہ کرنے کیلئے ہوتا ہے۔ [3]

---

[1] (جواهرِ خمسه ص ٢٨٢)
[2] (حلیة الاولیاء ص ٢٢٦ ج ٢)
[3] (شرح جامی ص ٩٦)

دلیل نمبر ٦٥ :

آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک فرشتے کو ساری مخلوقات کی آواز سننے کی طاقت بخشی گئی ہے۔وہ قیامت تک درود شریف سنے گا اور عرض کرے گا یا محمدؐ ﷺ فلاں بن فلاں نے آپ ﷺ کی بارگاہ میں نذرانۂ درود شریف پیش کیا ہے۔[1]

جب آپ ﷺ کے نور مبارک سے پیدا شدہ فرشتہ دور و نزدیک سے اگرچہ بلند آواز سے ہو یا آہستہ سنتا ہے اور درود شریف پڑھنے والے اور اسکے آباء واجداد کے نام جانتا ہے تو خود آپ ﷺ کیلئے ان اوصاف کو ثابت کرنا اور ماننا کیسے شرک ہو سکتا ہے۔

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان : کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

سوال : اپنی حاجت بیان کیے بغیر صرف یا رسول اللہ (ﷺ) کہنا کیسے جائز اور ثابت ہے؟

جواب : یارسول اللہ (ﷺ) اور یا اللہ اور دیگر نعروں میں محاورہ کے ساتھ سوال متضمن (پوشیدہ) ہے۔ اپنا مقصد لفظوں میں بیان کرنا اور نہ کرنا دونوں درست ہے۔ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب کوئی حاجت مند اپنے مخدوم کو **یا کریم، یا نفّاع، یا کریم، یا رحمٰن** سے مخاطب کرے تو اس کا معنٰی یہ ہے کہ مجھ پر کرم فرما، نفع عطا فرما اور رحم فرما کیونکہ یہ "**ھٰذہ الاذکار جاریۃ مجری السوال**" یعنی یہ الفاظ اور آواز سوال کے قائم مقام ہیں۔[2]

بناء بریں ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے مقصد کو بیان کیے بغیر بار بار یا رسول اللہ (ﷺ) کہا اور اپنی حاجت روائی کی۔[3]

---

[1] (شفاء السّقام ص ٤٦، القول البدیع ص ١٢، جلاء الافہام ص ٥٢)
[2] (تفسیر کبیر ص ١٥١ ج ١، طبع جدید)
[3] (بخاری شریف ص ٣٦٦)

اسی طرح ایک دفعہ انصاری رضی اللہ عنہ نے یارسول اللہ کہا تو ان کا مقصد پورا ہو گیا۔[1]
سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لوگ اپنی حاجت کا ذکر نہیں کرتے تھے بلکہ صرف "یاامیر المؤمنین" پر اکتفاء کرتے تھے۔[2]
رئیس النحاۃ مولانا عبدالنبی فرماتے ہیں کہ یا محمد ﷺ کا مطلب یہ ہے کہ اے محمد ﷺ بیا کہ من مشتاق توام۔ اے محمد ﷺ آیئے کہ میں آپ کے دیدار کا شوق رکھتا ہوں۔[3]
عارف ملا جامی نے شرح جامی ص۹۶ میں یہ فرمایا ہے۔ "فالحمدﷲ علیٰ ذالک"

دلیل نمبر۶۶:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "مرّ النبی ﷺ بقبور بالمدینة فاقبل علیهم بوجهه فقال السلام علیکم یااهل القبور یغفر الله لنا ولکم انتم سلفُنا ونحن بالأثر"[4] "رفع النداء باعلی الصوت فی اثبات یا رسول الله بعد الموت" ص۷ (لمولوی شیخ طریقت علی محمد البلخی رحمه الله تعالیٰ) آپ ﷺ کا مدینہ منورہ کی قبروں پر سے گزر ہوا تو آپ ﷺ انکی طرف متوجہ ہوئے اور رفرمایا اے اھل قبور تم پر سلامتی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمھیں معاف فرمائے۔ آپ ہم سے پہلے گزر گئے ہیں ہم پیچھے (بعد میں) آنے والے ہیں۔

دلیل نمبر۶۷ :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن مختلف لوگ حاضر ہونگے اور "اغثنی یا رسول الله" عرض کرینگے۔[1]

---

[1](بخاری شریف ص ۲۷۲، ۲۷۳ ج ۱)
[2](بخاری شریف ص ۴۳۰ ج ۱)
[3](جامع الغموص ص ۲۲ ج ۱)
[4](مشکوٰۃ ص ۱۵۴)

دلیل نمبر ۶۸ :

مشہور حدیث میں ہے کہ جب لوگ تمام انبیاء علیہم السّلام کے بعد آپ ﷺ کی بارگاہ میں قیامت کے دن حاضر ہونگے تو **یا محمّد** ﷺ کہہ کر شفاعت کی درخواست کریں گے۔[2]

غلامانِ احمد مختاریوں پہچانے جائیں گے : کہ محشر میں بھی ہو گا انکا نعرہ یارسول اللہ

دلیل نمبر ۶۹ :

"وانا بفراقک یا ابراھیم لمحزونون"۔[3]

ہم آپ کی جدائی میں اے ابراھیم (ضرور) غمگین ہیں۔

دلیل نمبر ۷۰ :

اکابر علماء دیوبند حکیم الامت مولوی تھانوی صاحب لکھتے ہیں۔

دستگیری کیجئے میرے نبی ﷺ کشمکش میں تم ہی میرے ولی

میں ہوں بس اور آپ کا دیار یارسول اللہ ابر غم گھیرے نہ پھر مجھکو کبھی[4]

دلیل نمبر ۷۱ :

حضرت علامہ شمس العلماء سیدی جمال مکی حنفی اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

"سئلت عمن یقول فی حال الشدائد یا رسول اللہ یا علی، یا شیخ عبدالقادر جیلانی مثلاً ھل ھو جائز شرعا ام لا فاجبت نعم الاستغاثه با لاولیاء ونداء ھم والتوسل بھم امر مشروع ومرغوب لاینکر الامکابر او معاندو قد حرم برکة الاولیاء الکرام"[1]

---

[1](مشکوٰۃ شریف ص ۱۴۹)

[2] (مسلم شریف ص ۱۱۱ ج ۱)

[3] (مشکوٰۃ ص ۱۰۵ ج ۱)

[4] (نشر الطیب ص ۱۴۵)

یعنی مجھ سے پوچھا گیا اس آدمی کے بارے میں جو تکلیف و مشکل میں **یا رسول اللہ، یا علی، یا شیخ عبدالقادر جیلانی** کہتا ہے۔ آیا یہ از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟ میں نے جواب دیا کہ اولیاء کرام سے بذریعہ توسل امداد طلب کرنا اور انھیں پکارنا (مشروع) جائز اور مستحسن ہے۔ اس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا سوائے اس کے جو انصاف کا دشمن اور حق سے اندھا ہو اور ایسا شخص اولیاء کرام کی برکت سے محروم ہے۔[1]

دلیل نمبر ۷۲ :

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ و مرشد حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

یا رسول اللہ حبیب خالق یکتا توئی ۔۔۔ بر گزیدہ ذوالجلال پاک و بے ہمتا توئی

دلیل نمبر ۷۳ :

حضرت شیخ محدث دھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

خرابم در غم ھجرت جمالت یا رسول اللہ : جمال خود نمار حمے بجان راز و شیدا کن

بہر صورت کہ باشد یا رسول اللہ ﷺ کرم فرما ۔۔۔ بہ لطف خود سر و سامان جمع بے سر و پا کن[2]

یا رسول اللہ آپ ﷺ کی جدائی کے غم سے میں برباد ہوا اپنا دیدار عطا فرمایئے یا رسول اللہ ﷺ بے سر و پا قافلے کو سامان عطا فرمایئے۔

---

[1] (المسلۃ البیضاء ص ۲۲)

[2] (اخبار الاخیار ص ۳۲۳)

دلیل نمبر ۷۴ :

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا کہ **"یا محمّد لا أعذ ب احدا یسمی باسمک النار"** یعنی اے محبوب ﷺ میں اس شخص کو دوزخ کا عذاب نہیں دونگا جس کا نام آپ کے نام پر رکھا گیا ہو۔ [1]

دلیل نمبر ۷۵ :

معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو فرمایا **"یا محمّد انھنّ خمس صلوات کل یوم ولیلۃ لکل صلوٰۃ عشر فذلک خمسون صلوٰۃ"**

یعنی اے محبوب یہ پانچ نمازیں ہیں جنکو میں نے دن رات میں فرض کیا ہے۔ ہر نماز کا ثواب دس 10 / نمازوں کے برابر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ثواب کے لحاظ سے 50 نمازوں کے برابر ہے۔ [2]

دلیل نمبر ۷۶ :

"یا ابابکر انت عتیق اللہ من النار" [3]

اے ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ دوزخ سے آزاد کر دیئے گئے ہیں۔

دلیل نمبر ۷۷ :

"یا ابابکر ما ظنک باثنین اللہ ثالثھما" [4]

اے ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کا ان دو کے متعلق کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہو۔

---

[1] (نداء یا محمّد ص ۲۲)

[2] (مشکوٰۃ ص ۵۲۸ ج ۲)

[3] (رواہ احاکم فی المستدرک از کنز الحقائق ص ۲۰۴ ج ۲)

[4] (رواہ الشیخان کنوز الحقائق ص ۲۰۴ ج ۲)

دلیل نمبر ۷۸:

سر خیل دیوبند مولانا گنگوہی لکھتے ہیں کہ مندرجہ ذیل اشعار کی وجہ سے محبت پیدا ہوتی ہے اور یہ جائز ہے۔

یارسول کبریا فریاد ہے	یا محمّد مصطفیٰ فریاد ہے
مدد کر بہر خدا حضرت محمّد مصطفیٰ ﷺ	تم سے ہر گھڑی فریاد ہے[1]

دلیل نمبر ۷۹ :

"یا اباذر صل صلوٰۃ لو قتھا"

یعنی اے ابوذر اپنے وقت پر نماز ادا کرو۔[2]

دلیل نمبر ۸۰ :

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں مبارک سن ہو گیا تو آپ نے **"یا محمّداہ"** کہا تو پاؤں بالکل ٹھیک ہو گیا۔[3]

یا محمّداہ میں **" الف "** استغاثہ کیلئے ہے مطلب یہ ہے کہ اے محبوب میری فریاد رسی فرمایئے۔

دلیل نمبر ۸۱ :

کعب الاحبار رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ جب بھی مسجد میں آتے یا جاتے تو کہتے **السَّلام علیک ایھا النبی۔**[1]

---

[1] (فتاویٰ رشیدیہ ص۳۹۹)

[2] (رواہ احمد از کنوز الحقائق ص۲۰۴ ج۲)

[3] (شفاء ص۱۸ ج۲)

دلیل نمبر ۸۲ :

آپ ﷺ کی بارگاہ میں کسی نے غربت کے بارے میں شکایت کی آپ ﷺ نے انہیں وظیفہ بتایا کہ جب آپ گھر میں داخل ہوں تو گھر والوں کو سلام کہیں پھر مجھ پر سلام پڑھیں اور پھر سورۃ الاخلاص پڑھیں۔انہوں نے اس پر عمل کیا تو چند دن کے اندر غربت ختم ہو گئی اور خوشحالی آگئی۔[2]

دلیل نمبر ۸۳:

علامہ علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

"لانّ روحه عليه السلام حاضرة فی بيوت اهل الاسلام"[3]

آپ ﷺ کی روح مبارک ہر مسلمان کے گھر موجود ہوتی ہے۔اس لیے گھر میں داخل ہوتے وقت "السّلام علی النبی" کی طرح "السّلام علیک ایھّا النبی" بھی درست ہے۔

دلیل نمبر ۸۴ :

آپ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ ء کرام علیہم رضوان آپ ﷺ کے روضہ مبارکہ پر حاضر ہوئے اور عرض کی السلام علیک یا رسول اللہ۔[4]

---

[1] (شفاء ص ۵۳ ج ۲، نسیم الریاض ص ۴۶۵ ج ۳)

[2] (جلاء الافہام ص ۲۵۵، نسیم الریاض ص ۴۶۴ ج ۳)

[3] (شرح الشفاء ص ۴۶۴ ج ۳)

[4] (تنویر الملک ص ۲۳۰ ج ۱)

دلیل نمبر ۸۵ :

صحابہ ءکرام علیہم رضوان نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جنازہ مبارکہ بارگاہ رسالت میں پیش کیا اور عرض کیا" **السلام علیک یارسول اللہ** " پھر کہا کہ ابو بکر حاضر ہے اور آپ کے پاس دفن کرنے کی اجازت درکار ہے آواز آئی" **ادخلوا الحبیب الی الحبیب** "یعنی دوست کو دوست کے ساتھ ملاؤ۔[1]

دلیل نمبر ۸۶ :

ابو بکر بن مجاھد نے خواب دیکھا کہ آپ ﷺ نے جناب شبلی رحمہ اللہ تعالیٰ کو دونوں بھوؤں کے درمیان بوسہ دیا اوراس شفقت کی وجہ یہ بتائی کہ شبلی رحمہ اللہ تعالیٰ ہر نماز کے بعد تین مرتبہ " **صلّی اللہ علیک یارسول اللہ** " پڑھتے ہیں۔[2]

دلیل نمبر ۸۷ :

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ان الفاظ سے درود شریف پڑھتے تھے " **یا محمّد صلّی اللہ علیک وسلّم** "[3]

دلیل نمبر ۸۸ :

جب بھی حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوتے تو ان الفاظ سے سلام عرض کرتے۔" **السّلام علیک یارسول اللہ** "[4]

---

[1] (تفسیر کبیر ص ۸۷ ج ۲۱، نزھۃ المجالس ص ۱۷۹ ج ۲)

[2] (القول البدیع ص ۱۷۳، جلاء الافہام ص ۲۵۸، فضائل درود شریف از مولوی زکریا)

[3] (القول البدیع ص ۲۲۵)

[4] (القول البدیع ص ۱۸۵)

دلیل نمبر۸۹ :

ایک اعرابی آپ ﷺ کے روضہ ء انور پر حاضر ہوئے اور عرض کیا **"یا رسول اللہ ماقلت سمعنا"** یارسول اللہ آپ ﷺ نے جو فرمایا ہم نے سن لیا ہے ہم آپ ﷺ سے بخشش کی دعا کرتے ہیں۔ **"فنودی من قبرہ قد غفر لک"** قبر انور سے آواز آئی کہ تیری مغفرت ہو گئی۔[1]

دلیل نمبر۹۰ :

"یا ابا رافع اُقتل کل کلب بالمدینہ"[2]

اے ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ کے تمام کتوں کو قتل کر دو۔

دلیل نمبر۹۱:

"یا ابا سعید لا یا کل طعامک الا تقی "[3]

یعنی اے ابو سعید رضی اللہ عنہ تمھارا کھانا متقی شخص کے علاوہ کوئی نہ کھائے۔

صحابہ ء کرام علیہم رضوان کا یہ طریقہ تھا کہ دور و نزدیک، حاضر و غائب کو ہر جگہ سے ہر حال میں ایک دوسرے کو **"یا"** کے ساتھ پکارتے تھے۔ اس میں ان کا کوئی اختلاف نہ تھا۔ یہی طریقہ تمام مسلمانان اھلِسنت کا ہے۔ منکرین و وھابیوں کا اعتراض صرف اہلِسنت وجماعت پر نہیں بلکہ آپ ﷺ اور صحابہ ٔکرام علیہم الرضوان پر ہے۔

---

[1] (مدارک ص۲۲۴ج۱)

[2] (رواہ احمد کنوز الحقائق ص ۲۰۴ج۲)

[3] (مسند احمد بن حنبل مروی از مسدن ابو سعید الخذری دارالفکر بیروت ۳ /۳۸)(رواہ حاکم کنوز، الترمذی فی النوادر الحقائق ص ۲۰۴ جلد ۲)

دلیل نمبر ۹۲ :

مفتی غلام رسول صاحب دارالعلوم جماعتیہ نے فرمایا کہ اذان سے پہلے اور بعد دونوں اوقات میں "الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" جائز ہے۔[1]

دلیل نمبر ۹۳ :

"یاابافاطمہ ان اردت تلقائی فاکثر السجود" [2]

اے ابو فاطمہ رضی اللہ عنہا اگر تم میری ملاقات چاہتے ہو تو سجدوں کی کثرت کرو (یعنی سجدے زیادہ کیا کرو مراد نماز پڑھنا ہے۔) واللہ اعلم۔ دلیل نمبر ۹۴ :

"عن أبي هريرة: يا أباهريرةَ، إذا توضأْتَ فقلْ: بسمِ اللهِ"[3]

یعنی اے ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ جب بھی آپ وضو کریں تو بسم اللہ پڑھا کریں۔

دلیل نمبر ۹۵:

"یاابا ھریرۃ جدد الاسلام تکثر من الشھادۃ" [4]

اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اسلام کی تجدید کرتے رہو اور کلمہ ءشہادت کثرت سے پڑھا کرو۔

دلیل نمبر ۹۶:

"یا اخی عمر لا تنسنا من دعائک"[5]

اے بھائی عمر ہمیں اپنی دعاء میں نہ بھولنا۔

---

[1] (فتاوی جماعتیہ ص ۱۲۵)

[2] (کنوز الحقائق ص ۲۰۴)

[3] ابن حجر العسقلاني (ت ٨٥٢)، نتائج الأفكار ١/٢٢٧•

[4] (از کنوز الحقائق ص ۲۰۴)

[5] (البصائر از کنوز الحقائق ص ۲۰۴)

دلیل نمبر ۹۷ :

"یاابن عباس اذاقرأت فرتل"[1]

اے ابن عباس جب آپ تلاوت کریں تو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کریں۔

دلیل نمبر ۹۸ :

"یاسعدارم فداک أمی وأبی" اے سعد رضی اللہ عنہ تیر اندازی کرو میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں۔[2]

دلیل نمبر ۹۹ :

"یاعائشہ اعطی ولا تحصی فیحصی اللہ علیک"

اے عائشہ رضی اللہ عنہا سخاوت کیا کرو اللہ کی راہ میں اور گنتی نہ کیا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمھیں گن کر عطا کریگا۔

دلیل نمبر ۱۰۰ :

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب کوئی بارگاہ نبوی میں حاضر ہونا چاہے تو اس کا سنت طریقہ یہ ہے کہ قبر انور کی طرف منہ کرے اور قبلہ شریف کی طرف پشت کرے اور اس طرح عرض کرے "السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ"[3]

---

[1] (کنوز الحقائق)

[2] (کنوز الحقائق ص ۲۰۵)

[3] (مسند امام اعظم ص ۱۲۶)

دلیل نمبر۱۰۱ :

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب بھی سفر سے واپس آتے تو بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کرتے **"السّلام علیک یارسول اللہ"**[1]

دلیل نمبر۱۰۲ :

سیّدنا ابراھیم علیہ السلام جب کعبۃ اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو آواز دی **"ایھاالنّاس انّ ربکم قداتخذبیتافحجّوہ"**[2]

یعنی اے لوگو! بیت اللہ شریف کا حج کرو۔ تو قیامت تک جتنے بھی لوگ پیدا ہونے والے ہیں ان سب نے آواز کو سن لیا اور جن کی قسمت میں حج تھا انہوں نے لبّیک کہا۔

لبیک کہنے والوں میں آپ ﷺ بھی تھے۔ انھیں بھی آواز دی گئی اور انہوں نے جواب بھی دیا۔[3]

دلیل نمبر۱۰۳ :

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اپنے قصیدے میں فرماتے ہیں:

یارحمۃلّلعٰلمین ادرک لزین العابدین

محبوس فی ایدی الظالمین فی موکب ومزدحم[4]

اے دونوں جہاں کیلئے رحمت زین العابدین کی مدد فرمایئے کہ وہ (ازدحام) ظالموں کے ہجوم میں پھنس گیا ہے۔

---

[1] (مسند امام اعظم ص۱۲۶ حاشیہ نمبر۴)

[2] (تفسیر ابنِ کثیر ص۲۱۶ ج۳، بخاری شریف ص۴۷۶ حاشیہ نمبر۵)

[3] (حیوۃ الحیوان ص۱۱۵ ج۱)

[4] (البصائر ص۳۷، احسن المارب ص۳۴)

دلیل نمبر ۱۰۴ :

جب آپ ﷺ معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر انور پر تشریف لائے تو موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر مبارک میں نماز ادا فرمارہے تھے انہوں نے نماز میں پڑھا **"اشھدانّک یارسول اللہ"** اے اللہ کے رسول میں آپ کی رسالت کی گواہی دیتاہوں۔ [1]

دلیل نمبر ۱۰۵ :

سیّدنا ابراھیم ،سیّدنا موسیٰ ،سیّدنا عیسیٰ علیہم السلام بلند آواز سے ان الفاظ کے ساتھ سلام پڑھتے تھے۔

"السلام علیک یااول، السلام علیک یاآخر، السلام علیک یاحاشر۔ﷺ" [2]

دلیل نمبر ۱۰٦ :

سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حکم سے جب مسیلمہ کذّاب کے ساتھ لڑائی ہوئی تو صحابہ کرام نے میدان جنگ میں مسلمانوں کے شعار کے (مطابق) طور پر بلند آواز سے **"یا محمّداہ"** کہا۔ [3]

شعار اس لفظ کو کہتے ہیں جسے فوج اپنے درمیان مقرر کرتی ہے تاکہ دوست اور دشمن کے درمیان فرق ہوجائے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے یہ مقرر فرمایا تھا کہ جو **یامحمداہ** کہے تو اسے مسلمان ماناجائے گااور جو یہ نہ کہے تو وہ مرتد وکافر ہوگا۔ [4]

---

[1] (الانوارالمحمدیہ من المواھب اللدنیہ ص ۳۳۴)

[2] (انوار محمدیہ ص ۳۳۴)

[3] (البدایہ والنھایہ ص ۳۳۴ج ۲)

[4] (قاموس ص ۸۱ ۲، صراح ص ۱۸۷، لغات الحدیث ص ۵۸، لغات عربی مختار الصحاح ص ۳۳۹، المنجد ص ۵۳۰، مفردات ص ۵۴۱)

شعار یعنی یہ صحابہء کرام علیہم الرضوان کی نشانی تھی۔اسی طرح آج جو بھی لوگ **یا رسول اللہ**، **یا حبیب اللہ** اور **یا محمداہ** کہتے ہیں تو وہ صحیح اہل سنت وجماعت ہیں اور مخالفت کرنے والے گمراہ ہیں۔

دلیل نمبر ۱۰۷ :

جناب عاشق الرّحمٰن والرسول حاجی محمد امین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

الصلوٰۃ والسلام یارحمۃ لّلعٰلمین

قاب قوسین آپ ﷺ کا مقام یارحمۃ لّلعٰلمین

خیرات دیدار چاہیئے خوار وبے نوا محمد امین کو — آپ کا مداح عاجز مداح یارحمۃ لّلعٰلمین[1]

اسی طرح چودہ(۱۴)اشعار ذکر کیے ہیں۔

دلیل نمبر ۱۰۸ :

الحاج مولوی احتشام الحق دیوبندی نے بارگاہ نبوی میں اسطرح سلام عرض کیاہے:

السلام علیک یارسول اللہ : السلام علیک یاخیر خلق اللہ

السلام علیک یاحبیب اللہ : السلام علیک یاسیدولدآدم[2]

دلیل نمبر ۱۰۹ :

حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جنگ کے وقت مسلمانوں کا شعار **یامحمد** ﷺ، **یامنصور امتک** تھا۔اے محبوب اے مدد کیے گئے اپنی امت کی مدد فرمایئے۔[3]

---

[1] (کتاب الحمدللہ ص۱۰۰)

[2] (تجلیاتِ مدینہ ص ۸۱)

[3] (فتوح الشام للواقدی ص ۱۶۰ ج ۲)

دلیل نمبر ۱۱۰ :

آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا :

السلام علیک یا سیدالمرسلین ، یا خاتم النبین ، ویا شفیع المذنبین ، طبتَ حیاو میّتا ورحتَ سعیداً ومحموداً وترکتنافی دار الظلام فکیف نعیش فی دار الدنیا بغیرک "[1]

اے محبوب آپ زندگی اور موت دونوں میں خوش ہیں۔ آپ ﷺ نیک بخت اور صفت کیے گئے ، تشریف لے گئے ، آپ ﷺ نے ہمیں تاریکی کے گھر میں چھوڑ دیا، ہم یہاں (دنیا میں) آپ کے بغیر کیسے زندگی گزاریں گے ۔

دلیل نمبر ۱۱۱ :

بھنسا کی جنگ میں ایک مرتبہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سخت مشکل میں گرفتار ہوگئے:

" وکان شعار المسلمین تلک اللیلة ینادون یامحمد یامحمد یامحمد ﷺ یا نصر اللہ انزل "[2]

اس رات صحابہ کرام علیہم الرضوان کا شعار یہ تھا یعنی **یامحمد یامحمد** ﷺ کے الفاظ سے آپ ﷺ کو پکارتے تھے اور **نصر اللہ انزل** کے الفاظ سے اللہ تعالیٰ کی مدد طلب کرتے تھے۔

دلیل نمبر ۱۱۲ :

حضرت مولانا شیخ المشائخ قدوۃ السّالکین ، زبدۃ العارفین اخون حافظ عبد المقتدر رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے دیوان میں فرماتے ہیں :

اے داعی ھادی برھان — مجھے دیدار سے مشرف فرما

---

[1] (تذکرۃ الواعظین ص ۴۷۲)

[2] (فتوح الشام ص ۲۱۸)

نورانی ماہ تاباں — مجھے دیدار سے مشرف فرما
یہ دنیا و عقبیٰ سب کچھ — آپ کے نور سے پیدا ہوا ہے...الخ[1]

دلیل نمبر ۱۱۳ :

حاجی محمد امین صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

السّلام علیک یا نور الھدٰی — مرحبا، مرحبا، مرحبا، مرحبا[2]

دلیل نمبر ۱۱۴ :

ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں قحط سالی ہوئی، ایک شخص روضۂ انور پر حاضر ہوا اور عرض کیا **" استسق لا متک یا رسول اللہ "** اے اللہ کے رسول ﷺ اپنی امت کیلئے بارش کی دعا فرمایئے۔ آپ ﷺ نے خواب میں بشارت عطا فرمائی۔[3]

دلیل نمبر ۱۱۵ :

آپ ﷺ کی وفات کے بعد عورتوں کی تعزیت کی مجلس میں حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزھراء رضی اللہ عنہا نے بلند آواز سے درود شریف پڑھا **"یا خاتم الرسل المبارک ضوئه صل علیک منزل القرآن"**[4]

یعنی اے رسولوں کے سردار (خاتم) اے مبارک نور آپ ﷺ پر قرآن نازل کرنے والے (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے درود ہو۔

---

[1] (دیوان حافظ الپوری ص۱۶، ولادت حافظ الپوری ۱۱۲۸ھ، وفات ۱۲۱۵ھ، بحوالہ تذکرہ اولیاء پاکستان ص۸۰۹)
[2] (گلزارِ مدینہ ص ۵)
[3] (حجۃ اللہ ص۴۳۰ ج ۲)
[4] (سیرۃ ابن ھشام ص۳۸۰ ج ۲)

دلیل نمبر ۱۱۶ :

سیدنا زھیر رضی اللہ عنہ صحابیٔ رسول ﷺ نے عرض کی "امنن علینا رسول اللہ فی کرم وانک المراء نرجوہ وننتظر"[1]

یا رسول اللہ ﷺ مہربانی فرمایئے اور ہم پر احسان فرمایئے ہم آپکے کرم کے امیدوار ہیں۔

دلیل نمبر ۱۱۷ :

ایک دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا :

ولیس لنا الا الیک فرارنا : واین فرار الناس الا الی الرسول

یا رسول اللہ ﷺ آپ کے علاوہ ہمارا کون ہے کہ ہم اسکی طرف مشکل اور سختی کے وقت دوڑیں۔ رسول ﷺ کے علاوہ لوگوں کے فرار کی جگہ کونسی ہے۔[2]

دلیل نمبر ۱۱۸ :

سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "یا بردنا را لخلیل یا سببا , لعصمة النار وھی تحرق" اے ابراھیم خلیل اللہ علیہ السلام کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے ذریعے اور ان کو سخت آگ سے بچانے کے سبب۔[3]

دلیل نمبر ۱۱۹ :

ایک اعرابی روضہء انور پر حاضر ہوئے اورر عرض کیا السلام علیک یا رسول اللہ اور پھر عرض کی۔

---

[1] (سیرۃ ابن ھشام ص ۳۰۶ ج ۲)

[2] (حجۃ اللہ ص ۲۳۷ ج ۲)

[3] (نسیم لریاض ص ۲۰۵ ج ۲)

نفسی الفداء لقبر انت ساکنه : فيه العفاف و فيه الجود و الكرم

قال ثم أنصرف فحملني عيناي فرأيت النبي صلى الله عليه وسلم في النوم فقال يا عتبيّ الحق الأعرابي فبشره بأن الله قد غفر له"[1]

میری روح اس قبر (انور) پر قربان ہو جائے جس قبر (انور) میں آپ ﷺ تشریف رکھتے ہیں ۔جس میں عفو، بخشش اور مہربانی ہے نے فرمایا کہ مجھے خواب میں سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ اس اعرابی کو بخشش کی بشارت دے دو۔[2]

دلیل نمبر ۱۲۰ :

سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا۔

یا سیدالسّادات جئتک قاصدا ارجو رضاک و احتمی بحماک

یارسول اللہ ﷺ بندہ آپ کے دربار میں حاضر ہے آپ کی خوشنودی اور حفظ وامان چاہیئے۔

[3]

دلیل نمبر ۱۲۱ :

شہاب الدین خفاجی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

فیا سیّدالرسل یامن تری مواطئه اثمد للمقل

اے رسولوں کے سردار ﷺ۔اے وہ (عظیم) شخصیت جنکے قدموں کی مبارک خاک آنکھوں کا سرمہ ہے۔[4]

---

[1] (خلاصۃ الوفاء ص ۸۵)

[2] (خلاصۃ الوفاء ص ۸۵)

[3] (قصیدہ نعمانیہ ص ۱)

[4] (نسیم الریاض ص ۵۷۹ ج ۴)

دلیل نمبر ۱۲۲ :

آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔

الا یارسول اللہ کنت رجاءنا وکنت بنا برا ولم تک جافیا

یارسول اللہ آپ ﷺ کی ذات سے ہماری امید یں قائم ہیں ۔آپ ﷺ نے ہمیشہ اچھا سلوک کیاہے۔آپ ﷺ نے کبھی بد سلوکی نہیں کی۔[1]

دلیل نمبر ۱۲۳ :

تحریک آزادی کے ایک شہید فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے کالاپانی کے جزیرے میں عرض کیا۔

"یارحمۃ للعلمین ارحم علی من لا لہ فی العالمین وثاء"[2]

اے رحمت عالمین ﷺ اس شخص پر رحم فرمایئے جس کیلیئے اس زمانے میں کوئی رحم نہیں۔

دلیل نمبر ۱۲۴ :

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

یاصاحب الجمال ویاسید البشر من وّجھک المنیر لقدنور القمر[3]

اے حسن وجمال کے مالک ﷺ، اے انسانوں کے سردار ﷺ، آپ ﷺ کے روشن چہرے سے چاند نے روشنی حاصل کی ہے۔

---

1 (حجۃ اللہ ص۳۳۹ج۲)

2 (الثورۃ الھندیہ ص۳۱۳)

3 (تفسیر عزیزی پارہ نمبر ۳۰، اردو ص ۷۰۳، فارسی ص ۲۲۷)

دلیل نمبر ۱۲۵ :

آپ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا" السَّلام علیک یا حبیب اللہ و یا نبی اللہ ذھبت الی دار السرور و ترکتنا فی دار الغرور فکیف نحیی الی یوم النفور"

اے اللہ کے محبوب نبی ﷺ آپ دارالسرور یعنی خوشی کے گھر تشریف لے گئے اور ہمیں دھوکہ کے گھر چھوڑ گئے۔ ہم مرنے تک کیسے زندگی گزاریں گے۔[1]

دلیل نمبر ۱۲۶ :

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی حاضرِ بارگاہ رسالت ﷺ ہوئے اور عرض کیا۔

"السلام علیک یا افصح العرب و منبع الجود و الکرم و یا صاحب التاج و العلم ذھبت الی دار الرضوان و ترکتنا فی دار الخذلان لان فماندری کیف نجد الامان"[2]

اے عرب کی فصیح ترین شخصیت اور سخاوت اور کرم کے سرچشمے، تاج و علم والے (یارسول اللہ ﷺ) آپ جنت کی طرف گئے اور ہمیں شرمندگی کے گھر چھوڑ دیا۔ ہم نہیں جانتے کہ کیسے امن پائیں گے۔

دلیل نمبر ۱۲۷ :

حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

"السّلام علیک یا سیّد السادات و یا خزائن الرحمۃ و السعادۃ اخترت العقبیٰ و ترکتنا فی دار الدنیا"

---

[1] (تذکرۃ الواعظین ص ۴۷۲)

[2] (تذکرۃ الواعظین ص ۴۷۲)

یعنی اے سرداروں کے سردار آپ ﷺ پر سلام ہو۔اے رحمت و نیک بختی کے خزانے آپ نے آخرت کو ترجیح دی اور ہمیں دنیا میں چھوڑ گئے۔[1]

دلیل نمبر ۱۲۸ :

اسی درمیان حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور عرض کیا **" الصلٰوۃ السلام علیک یا نور الهدی و تا ج الوریٰ انت ذهبت الی دار الجنان و تر کتنا فی دار البطلان فکیف حالنا"**

اے ھدایت کے نور اور مخلوق کے تاج آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام ہو۔ آپ جنتوں کی طرف گئے اور ہمیں خرابی کے گھر چھوڑ گئے ہمارا کیا حال ہو گا۔[2]

دلیل نمبر ۱۲۹:

اسی دوران حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی تشریف لائے اور عرض کیا:

"الصّلٰوۃ و السلام علیک یا امام المتقین ویا امین رب الغلمین رحلت الی دار القرار و تر کتنافی الدنیا و فی دار بلا اعتبار فکیف فی یوم البوار"۔

اے پرہیز گاروں کے امام اور رب العالمین کے امین آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام ہو آپ نے دار قرار کی طرف سفر فرمایا اور ہمیں دنیا اور بے اعتباری کے گھر میں چھوڑ گئے۔ ہمارا قیامت کے دن کیا حال ہو گا۔[3]

---

[1] (تذکرۃ الواعظین ص ۴۷۲)

[2] (تذکرۃ الواعظین ص ۴۷۲)

[3] (تذکرۃ الواعظین ص ۴۷۳)

دلیل نمبر ۱۳۰ :

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہانے بھی عرض کیا **"الصلٰوۃ والسلام علیک یاسلطان الأنبیاء ویابرھان الأصفیاء انت سافرت الی دار الامان وترکتنا فی دار الاحزان فکیف حالنا یانبی آخر الزمان"** [1]

اے سلطان الانبیاء اور برھان الاصفیاء آپ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام ہو۔ آپ نے دارالامان کی طرف سفر کیا اور ہمیں غم کے گھر چھوڑ گئے۔ اے محبوب ﷺ اے نبی آخر الزماں ہمارا کیا حال ہو گا۔

دلیل نمبر ۱۳۱ :

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی تشریف لائیں اور عرض کیا کہ **"السلام علیک یا رسول الثقلین ویا امام القبلتین ذھبت الی دار النعیم وترکتنا فی دار الغمیم فکیف معیشتنا من الخواص والعمیم"** [2]

اے جن وانس کے رسول علیہ السلام، اے دونوں قبلوں کے امام آپ ﷺ پر سلام ہو آپ نعمتوں والے گھر تشریف لے گئے اور ہمیں غموں والے گھر میں چھوڑ گئے ہم خواص وعوام کی زندگی کیسے گزرے گی۔

دلیل نمبر ۱۳۲:

علامہ سمہودی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

انت الشفیع وامالی معلقة　　　**وقدرجوتک یاذاالفضل تشفع لی**

---

[1] (تذکرہ الواعظین ص ۴۷۳)

[2] (تذکرۃ الواعظین ص ۴۷۳)

اے شفاعت فرمانے والے میری آرزوئیں آپ سے وابستہ ہیں۔اے فضل کے مالک میں آپ کی شفاعت کا امیدوار ہوں۔[1]

دلیل نمبر ۱۳۳ :

الشیخ احمد رفاعی رحمہ اللہ تعالیٰ جب بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو عرض کیا یارسول اللہ ﷺ جب میں دور ہوتا ہوں تو روح کو اپنا نائب مقرر کرکے آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجتا ہوں وہ میری طرف سے اس پاک سرزمین کو بوسہ دیتی ہے۔اب جب مجھے حاضری کی سعادت ملی ہے تو آپ ﷺ اپنا دست اقدس ظاہر فرمایئے تاکہ میرے ہونٹ اسے چومنے کی سعادت حاصل کریں تو فوراً آپ ﷺ کا دست اقدس ظاہر ہوا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بوسہ دیا۔[2]

دلیل نمبر ۱۳۴ :

امام ابنِ حجر الھیتمی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **"یا رسول اللہ یا جد الحسین کن شفیعی یا امام الحرمین"** اے رسولِ خدا اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے نانا ﷺ میری شفاعت فرمایئے۔[3]

دلیل نمبر ۱۳۵ :

امام شرف الدین البوصیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

یا اکرم الخلق مالی من الوذبہ سواک عند حلول الحادث العمم[4]

---

[1] (خلاصۃ الوفاء ص ۸۵)

[2] (نسیم الریاض ص ۴۴۲ ج ۳ + فضائل حج)

[3] (النعمۃ الکبرٰی ص ۲۶)

[4] (قصیدہ بردہ شریف)

اے مخلوق میں معزز ترین مہربان نبی ﷺ۔ عام مصائب کے نزول کے وقت آپ ﷺ کے سوا ہماری کوئی جائے پناہ نہیں کہ (ہم وہاں پناہ لیں)

دلیل نمبر ۱۳۶ :

حضرت العارف الصرمری رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا :

الا یا رسول الالہ الذی　　هدانا بہ اللہ من کل تیہ

یارسول اللہ آپ ﷺ کے طفیل اللہ تعالیٰ نے ہمیں بچایا اور ھدایت عطا فرمائی۔[1]

دلیل نمبر ۱۳۷ :

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

چہ وصف کند سعدی ناتمام　　علیک الصلاۃ اے نبی والسلام

سعدی ناقص آپ ﷺ کی تعریف کیسے کر سکے گا یا نبی اللہ آپ پر درود و سلام ہو۔[2]

دلیل نمبر ۱۳۸:

حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خالہ یا پھوپھی نے عرض کیا کہ "اے ہاشم کے بیٹے میری روح آپ پر قربان ہو آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے امین اور ساری مخلوق کیلئے رسول ہیں" [3]

---

[1] (نسیم الریاض ص ۳۰۵ ج ۱)

[2] (بوستان سعدی ص ۱۱)

[3] (الاصابۃ فی تمییز الصحابہ ص ۳۲۸ ج ۴)

دلیل نمبر ۱۳۹ :

صحابیٔ رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہحضرت مازن بن عضوبہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ آپ ﷺ کی خدمت میں میری سواری دوڑتی ہوئی آئی۔اس نے عمان سے عرج تک ایسا راستہ طے کیا کہ جس کے دونوں طرف درخت تھے۔[1]

دلیل نمبر ۱۴۰ :

مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

یانبی اللہ سلام علیک　　انما الفوز و الفلاح لدیک[2]

اے اللہ کے نبی ﷺ آپ پر سلام ہو، کامیابی اور کامرانی آپ کے پاس ہے۔

دلیل نمبر ۱۴۱ :

ز مھجوری برآمد جانِ عالم　　ترحم یانبی اللہ ترحم

آپ کی جدائی کی وجہ سے تمام عالم کی روح نکلنے والی ہے۔اے اللہ کے نبی ﷺ رحم فرمایئے رحم فرمایئے۔[3]

دلیل نمبر ۱۴۲ :

مولانا احمد تھانسیری لکھتے ہیں " یامولائی"، اے میرے آقا و مولیٰ ﷺ مجھ پر رحم فرمایئے، مدد فرمایئے، کرم فرمایئے کیونکہ آپ کے علاوہ میری کوئی جائے پناہ نہیں۔[4]

---

[1] (الاصابۃ ص ۳۳۶ ج ۴)

[2] (سلسلۃ الذھب ص ۱۴، روح البیان ص ۱۵۲ ج ۱)

[3] (زلیخا ص ۱۵، فضائل درود شریف)

[4] (اخبار الاخیار ص ۱۴۶)

دلیل نمبر ۱۴۳ :

ھشیم بن جمیل الانطاکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے امام عبد الرحمٰن رحمہ اللہ تعالیٰ کی ٹوپی دیکھی جو ایک گز لمبی تھی اس کے اندر **"یا محمّد ﷺ یا منصور ﷺ"** لکھا ہوا تھا۔[1]

دلیل نمبر ۱۴۴ :

شیخ المحدثین شاہ عبد الحق دھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

خرابم در غم ھجرِ جمالت یا رسول اللہ | جمال خود نمار حمے بجان زار شیدا کن

بہر صورت کہ باشد یا رسول اللہ کرم فرما | بلطف خود سر و سامان جمع اے سر و پا کن

یا رسول اللہ ﷺ آپ کی جدائی کی وجہ سے میرا حال خراب ہے اپنا چہرہ انور دکھایئے اور عاشق زار پر رحم فرمایئے۔ یا رسول اللہ ﷺ بہر صورت رحم فرمایئے میرے پراگندہ خراب حال اسباب کو ترتیب دیجئیے۔

دلیل نمبر ۱۴۵ :

صلی اللہ علیک یا رسول اللہ و سلم۔[2]

دلیل نمبر ۱۴۶ :

مجددِ چودھویں صدی، مفتی اعظم الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

رسول اللہ انت بعثت فینا | کریما رحمۃ حصنا حصینا

تخوفنی العدی کیدا متینا | اجرنی یا امان الخائفینا

[1] (میزان الاعتدال ص ۵۷۴ج ۲)

[2] (مکتوبات بر ھامش اخبار الاخیار ص ۳۱۶)

یارسول اللہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہم میں کریم، رحمت، قوی محافظ بنائے گئے ہیں ہمارے دشمن کو مضبوط تدبیر سے ڈرائیے۔ مجھے پناہ دیجئیے۔ اے ڈرے ہوئے کی جائے پناہ۔ [1]

دلیل نمبر ۱۴۷ :

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

امت کا حق نے کردیا آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ہاتھ بس اب چاہو تراؤ ڈوباؤ یارسول اللہ (ﷺ) [2]

دلیل نمبر ۱۴۸ :

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا رسول اللہ کے جواز میں کوئی شک نہیں۔ [3]

دلیل نمبر ۱۴۹ :

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مرید کو تعلیم دیتے ہیں کہ "اکیس (۲۱) مرتبہ استغفر اللہ اور تین مرتبہ "الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ۔" پڑھو ۔

دلیل نمبر ۱۵۰ :

ہم اھل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ غیر اللہ کو پکارنا جائز ہے جبکہ وہابی اسے شرک کہتے ہیں۔ یاجو بھی یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو شرک کہتے ہیں وہ اہل سنت سے خارج ہیں۔ [4]

---

[1] (فتاوی رضویہ ص ۳۷۱ج ۱)

[2] (گلزارِ معرفت ص ۷)

[3] (امداد المشتاق ص ۵۹)

[4] (فتاوی خیریہ ص ۱۸۶، عقائد المسلمین ص ۱۷)

دلیل نمبر ۱۵۱ :

سیّدنا محبوب سبحانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

یا رسول اللہ انظر حالنا   یا حبیب اللہ اسمع قالنا

انّنی فی بحر ھمّ مغرق   خذیدی سھل لنا اشکالنا[1]

یا رسول اللہ ﷺ میرے حال پر رحم فرمایئے اور میری فریادرسی فرمایئے، میں مشکلات کے دریا میں غرق ہوں۔ میری دستگیری فرمایئے اور میری مشکلات حل فرمایئے۔

دلیل نمبر ۱۵۲ :

ولی کامل حاجی محمّد امین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

نصیب دِرب کڑہ سرداری اغثنی یا رسول اللہ

اللہ آپ ﷺ کو سرداری عطا فرمائے اغثنی یا رسول اللہ

شولہ راپیخہ لاچاری اغثنی یا رسول اللہ

قسمت میں میری لاچاری ہے اغثنی یا رسول اللہ

خاورے ددرستام پہ سرکہ شی لطف و کرم بہ وی

آپ ﷺ کے در کی خاک اگر سر پر ہو تو لطف و کرم ہو گا

لرمہ داامیدواری اغثنی یا رسول للہ   یہ امید رکھتا ہوں اغثنی یا رسول للہ

فقیر گدا محمد امین برائے رب العالمین   فقیر گدا محمد امین واسطے رب العالمین

وائی پہ شاہ مختاری اغثنی یا رسول للہ   شاہ مختار کو کہتا ہے اغثنی یا رسول للہ

---

[1] (جاء الحق ص ۲۰۱ ج۱) (تنویر الایمان بوسیلۃ اولیاء الرحمٰن ص ۲۱۴)

اسی طرح بارہ اشعار ہیں ۔[1]

دلیل نمبر۱۵۳ :

آپ ﷺ کی مثالی صورت کا تصور کرکے درود شریف پڑھے ۔دائیں طرف یا احمد ،بائیں طرف یا محمد ،اور دل پر ہزار مرتبہ یارسول اللہ ﷺ پڑھے ان شاء اللہ خواب میں یا بیداری میں زیارتِ رسول ﷺ ہو جائیگی ۔[2]

دلیل نمبر۱۵۴ :

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم فرماتے ہیں :

دلش نالد چرا نالد ؟ نداند : نگاہے یارسول اللہ نگاہے[3]

دلیل نمبر۱۵۵ :

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بہن حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے میدان کربلا میں عرض کی **"یامحمداہ یامحمداہ صلی اللہ علیک"**[4]

دلیل نمبر۱۵٦ :

حضرت جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ روم کے کفار نے تین غازیوں کو گرفتار کیا تو انہوں بلند آواز سے **"یامحمداہ یامحمداہ"** کہا۔[5]

---

[1] (دیوانِ مدح ص ۲۲۲)

[2] (ضیاء القلوب ص ۳۹)

[3] (ارمغان حجاز ص ۳۸)

[4] (البدیہ والنھایہ ص ۱۹۳ ج ۸)

[5] (شرح الصدور ص ۹۰)

دلیل نمبر ۱۵۷ :

درود شریف کی مشہور کتاب "دلائل الخیرات" میں ہے "هٰذه الصلوٰة تعظیماً لحقک یا سیدنا محمداً" یعنی یہ درود شریف آپ کی تعظیم کیلئے ہے۔[1]

دلیل نمبر ۱۵۸ :

حضرت شیخ عبد القادر البغدادی الصدیقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ درج ذیل درود شریف کو ایک ہزار مرتبہ پڑھنے سے تمام مصیبتیں ٹل جاتی ہیں "الصلوٰة و السلام علیک یا سیّدی یا رسول اللہ قلّت حیلتی ادرکنی"[2]

دلیل نمبر ۱۵۹ :

جزیرۂ سقر کے ایک مسلمان قیدی نے جیل میں آپ ﷺ سے مدد طلب کی "کان یستغیث ویقول یا رسول اللہ" جب اُس مسلمان قیدی نے یا رسول اللہ ﷺ کہا تو وہاں کسی کافر نے کہا "قل لهٔ یُنقذک" کہ اپنے رسول ﷺ سے کہو کہ تمھیں رہائی دلائے۔ جب رات ہوئی تو کوئی شخص جیل میں آیا اور کہا کہ اذان دو جب اس نے اذان میں اشهدانّ محمدرسول اللہ پڑھا تو فوراً زنجیریں ٹوٹ گئیں اور وہ جیل سے رہا ہو گئے۔[3]

دلیل نمبر ۱۶۰ :

ایک مسلمان قیدی نے کہا کہ ایک کافر بادشاہ کا جہاز سمندر میں پھنس گیا۔ تین ہزار افراد نے زور آزمائی کی مگر جہاز کو نہ نکال سکے۔ آخر کار مسلمان قیدیوں سے کہا کہ آپ لوگ جہاز نکالیں "

---

[1] (ص ۱۳۸، مطالع المسرات ص ۸۲ ۲)
[2] (افضل الصلوات ص ۱۵۵)
[3] (حجۃ اللہ ص ۲۰۹ ج ۲)

فقلنا با جمعنا یا رسول اللہ" تمام قیدیوں نے ملکر بیک آواز یارسول اللہ کا نعرہ لگایا اور جہاز کو زور لگا کر نکال لیا حالانکہ ہم صرف چار سو پچاس (۴۵۰) آدمی تھے۔[1]

دلیل نمبر ۱۶۱ :

حضرت ابو یونس رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا کہ امیر شہر نے دو سو (۲۰۰) علماء کو گرفتار کیا۔ ابو یونس رحمۃ اللہ علیہ نے انھیں آزاد ہونے کیلئے بارگاہ رسالت میں اس طرح فریاد کرنے کیلئے عرض کی "یا احمد، یا محمّد یا ابا القاسم یا خاتم النبیّین یا سید المرسلین یا من جعلہ رحمۃ للّعٰلمین "خواب میں آپ ﷺ نے بشارت دی کہ " غدا یطلقون ان شآء اللہ " کل ان شآء اللہ آپ آزاد ہو جائیں گے۔ جیسے ہی صبح ہوئی وہ سب آزاد کر دیئے گئے۔[2]

دلیل نمبر ۱۶۲ :

حضرت ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرا اونٹ گم ہو گیا تلاش کرنے پر بھی نہ ملا تو پھر مدینہ منورہ کی طرف مُنہ کیا اور ان الفاظ سے فریاد کی " یا سیّدی یا رسول اللہ انا مستغیث بک " فوراً میرا اونٹ واپس مل گیا۔[3]

دلیل نمبر ۱۶۳ :

آپ ﷺ نے ابو عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں فرمایا کہ جب بھی آپ کو کوئی تکلیف دے تو مجھے ان الفاظ سے پکار کر فریاد کریں " انا مستجیر ک بک یا رسول اللہ " یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔[1]

---

[1] (حجۃ اللہ ص ۴۱۰ ج ۲)

[2] (حجۃ اللہ ص ۴۱۰ ج ۲)

[3] (حجۃ اللہ ص ۴۱۵)

دلیل نمبر ۱۶۴ :

حضرت ابو سالم رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے یہ (مذکورہ) واقعہ سنا تو ایک نابینا شخص نے حفظ کر لیا جب وہ مدینہ منورہ روانہ ہوئے اور (رابغ) مقام تک پہنچے تو پانی کا مشکیزہ سوکھ گیا تھا، نابینا شخص نے پیاس کی حالت میں کہا **انا مستجیر ک بک یا رسول اللہ** تو اچانک ایک شخص آیا اور اس کا مشکیزہ پانی سے بھر دیا۔[2]

دلیل نمبر ۱۶۵ :

جب آپ ﷺ نے وفات پائی تو تمام صحابہء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے یہ نعرہ لگایا **"و اویلاہ، و اویلاہ، یا احمد خلق اللہ ھیھات ھیھات الی فراق حبیب اللہ"**[3]

دلیل نمبر ۱۶۶ :

ایک طویل حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے فرمایا **"یا محمّد اسمع یا محمّد انا رب لطیف و انت نبی شریف فانت تنادی فی القیامۃ امتی امتی و انا اقول رحمتی رحمتی"**[4]

اے محبوب ﷺ میں رب لطیف **(کریم)** ہوں اور آپ ﷺ شریف (شرافت والے) نبی ﷺ ہیں آپ ﷺ قیامت کے دن امتی امتی یعنی (میری امت امت) پکاریں گے اور میں **رحمتی رحمتی** کہونگا۔

---

[1] (حجۃ اللہ ص ۴۱۵)

[2] (حجۃ اللہ ص ۴۱۵)

[3] (تذکرۃ الواعظین ص ۴۷۴)

[4] (تذکرۃ الواعظین ص ۴۸۶)

دلیل نمبر ۱۶۷ :

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جہاد کیلئے ایک لشکر مجاھدین کا روانہ فرمایا اور ان کی کمان حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی۔ ایک دن جمعہ کے خطبہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے "یا ساریة الجبل الجبل الجبل" اے ساریہ رضی اللہ عنہ پہاڑ کی طرف ہو جایئے۔ تین مرتبہ فرمایا، کچھ دن بعد جب لشکر کا قاصد پہنچا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے مجاہدین کے حالات دریافت فرمائے تو انہوں نے بیان کیا کہ اے امیر المومنین ایک دن ہم شکست کھانے والے تھے کہ اچانک ایک آواز آئی کہ اے ساریہ رضی اللہ عنہ پہاڑ کی طرف ہو جایئے یہ آواز تین دفعہ سنائی دی جب ہم پہاڑ کی طرف ہوئے تو کفار کے لشکر کو شکست ہو گئی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے خطبے میں تین مرتبہ "یا ساریة الجبل" کہا اور یہ پہاڑ نہاوند میں ہے جو مدینہ منوّرہ سے تقریباً پندرہ (۱۵۰۰) سو میل کے فاصلے پر ہے۔

لطیفہ

زمانہ جاہلیت میں ایک واقف کار نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ہم دونوں ہم عمر ہیں اور میری اتنی نظر باقی نہیں رہی کہ میں ایک میل تک کسی کو دیکھ سکوں اور آپ پندرہ سو /(۱۵۰۰) میل تک دیکھ سکتے ہیں اور حفاظت کر سکتے ہیں۔ کون سی دوائی استعمال کرنے سے آپ کی نظر تیز ہوئی ہے وہ مجھے بھی بتا دیں تا کہ میں بھی استعمال کروں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ

دوائی صرف اور صرف ادب اور عشق مصطفٰی ﷺ ہے جسکے ذریعے میری ظاہری اور باطنی قوتوں اور کارخانوں کی تعمیر ہوئی ہے۔[1]

دلیل نمبر ۱۶۸ :

شیخ الاسلام شہاب الرملی الانصاری الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے پوچھا کہ آیا یہ جائز ہے؟ کہ لوگوں میں جو یہ مشہور ہے کہ مصیبت کے وقت یا فلاں پیر یا دیگر اولیاء، انبیاء اور صالحین سے استغاثہ کرتے ہیں۔

"فاجاب بما نصه الاستغاثه بالانبیاء و المرسلین و الصالحین جائزة بعد موتهم...الخ

"امام ممدوح رحمتہ اللہ نے جواب دیا کہ انبیاء، اولیاء علماء، صلحاء کی وفات کے بعد ان سے استعانت اور استمداد جائز ہے۔[2]

دلیل نمبر ۱۶۹ :

علامہ امام شہاب الدین خفاجی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "والمنقول انهم کانوا یقولون فی تحیة الصلوٰة والسلام علیک یا رسول اللہ"[3]

صحابہء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے منقول ہے کہ وہ دربار رسالت میں ان الفاظ سے سلام عرض کرتے تھے۔(الصلوٰة والسلام علیک یا رسول اللہ)

[1] (الجہاد ص۱۲۶، محدث ھزارہ)

[2] (الصواعق الربانیہ فی الرد علی الوھابیہ ص ۲۴، فتاویٰ خیر یہ ص ۲۸۲ تا ص ۲۹۰)

[3] (نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض ص ۴۵۴ ج ۳)

دلیل نمبر ۱۷۰ :

علامہ امام محمد بن عبد الباقی المالکی الزرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "**انهٔ ورد فی عدة طرق جماعةمن الصحابةانهم قالوا يا رسول اللہ صلی اللہ علیک**"[1]
متعددُ طرق سے منقول ہے کہ صحابہ ءکرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت ان الفاظ سے درود شریف پڑھتی تھی "**یا رسول اللہ صلی اللہ علیک**"

دلیل نمبر ۱۷۱ :

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد قحط سالی ہوئی جو عام الرمادہ کے نام سے مشہور ہے۔اس قحط کے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو انکی قوم کے لوگوں نے کہا کہ ہم موت کے قریب ہیں کوئی بکری وغیرہ ذبح کریں تو آپ نے کہا کہ بکریوں میں سے کچھ بھی نہیں بچا۔ بہر حال ان کے اصرار کی وجہ سے انہوں نے بکری ذبح کر دی اور کھال اتاری دیکھا تو ہڈی کے علاوہ کچھ باقی نہ رہا۔ جب یہ حالت دیکھی تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آواز دی **فنادٰی یا محمّداہ فرأی فی المنام ان رسول اللہ ﷺ اتاہ فقال البشر۔**[2]
آپ نے آواز دی کہ **یا محمّداہ** تو آپ ﷺ نے خواب میں ان کو بشارت فرمائی۔

دلیل نمبر ۱۷۲ :

میدان کربلا میں جب ظالموں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور ان کی بہن حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہانے جب ان کی لاش خون میں آلود اور خاک آلود دیکھی تو روتے روتے آپ ﷺ کو اس طرح پکارا"

---

1 (زرقانی علی المواھب ص ۳۳۰ ج ٦)

2 (ابن اثیر ص ۲۳۵ ج ۲، البدایہ والنھایہ ص ۹۱)

یا محمّداہ یا محمّداہ صلّی اللہ علیک وملک السماء ھذا حسین با لعراۃ مزمل بالدماءمقطع الاعضاءیامحمّداہ وبناتک سبایاوزریتک فقتلہ تسفی علیھاالصباء یا محمّداہ یامحمّداہ"[1]

یعنی یا محمّد ﷺ آپ پر اللہ تعالیٰ اور آسمان کے فرشتوں کی طرف سے سلامتی ہو۔ یہ حسین رضی اللہ عنہ بے گوروکفن، خون میں لت پت ہیں۔ ان کے اعضاء کٹ چکے ہیں۔ یا محمّداہ آپ کی بیٹیاں قیدی بنادی گئی ہیں اور آپ کی اولاد قتل کی گئی ہے اور ہوا ان پر خاک اڑارہی ہے۔

نوٹ:۔ اگر یا محمّد کہنا شرک ہوتا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کیوں یا محمّداہ کہتیں۔

ولکن الوھابیۃ لا یعلمون ٥

دلیل نمبر ۱۷۳:

علامہ رملی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ جو مصنف درِّ مختار کے استاذ ہیں اپنی کتاب میں فرماتے ہیں:

"قولھم یاشیخ عبدالقادر نداءفماالموجب لحرمۃ۔

لوگوں کا یہ قول "یا شیخ عبدالقادر" یہ ایک آواز ہے۔ پھر اسکے حرام ہونے کی کیا وجہ ہے۔[2]

دلیل نمبر ۱۷۴:

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

"یاسیدی یارسول اللہ قدشرفت قصائدی بمدیح فیک قدرصفا"۔[3]

---

[1] (البدایہ والنھایہ ص۱۹۳ج۸)

[2] (فتاویٰ خیر یہ ص ۲۸۲ ج ۲، احسن المارب ص ۲۷)

[3] (المجموعۃ النبھانیۃ ص۵۸ ج ۲، المدائح النبویہ)

اے آقا و یار سول اللہ ﷺ آپ کی مدح سرائی کی وجہ سے میرے قصیدوں نے خوب عزت وشرافت حاصل کی۔

دلیل نمبر ۱۷۵ :

امام الاولیاء سیّدی ابو مدین المغربی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

فھو النبی محمّد و ھو الذی : ترجی شفاعتہ غدا فی الموقف

یعنی آپ ﷺ وہ شخصیت ہیں جنکی شفاعت کی امید کل بروزِ قیامت کی جائیگی۔ [1]

دلیل نمبر ۱۷۶ :

دیوبندی جیّد عالم مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں :

یاشفیع العباد خذبیدی : انت فی الاضطرار معتمدی

اے مخلوق کی شفاعت کرنے والے میری دستگیری فرمایئے آپ مشکلات میں میری امید گاہ ہیں۔ [2]

دلیل نمبر ۱۷۷ :

نواب صدیق حسن خان بھوپالی غیر مقلد لکھتے ہیں۔

یاسیدی یا عروتی و وسیلتی یا عدتی فی شدۃ و رخاء

یا مقصدی یا اسوتی و معاضدی و ذریعتی یا مرصدی مولائی

شفعت جاھک ضارعا متزللا مالی وراءک صارف الضراء

انت المغیث برحمۃ و کرامۃ فی غمۃ و غوایل و بلاء

انجح مرامی یا کریم کرائم انت القدیر علی نفاذ رجائی

مالی وراءک مستغاث فارحمنی یا رحمۃ للعٰلمین بکائی

---

[1] (المجموعہ النبہانیہ ص ۳۸۰ ج ۲)

[2] (نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب)

یعنی اے میرے سردار اے میرے وسیلے اور سہارے ، اے میرے سختی ونرمی کے سازوسامان ، اے میرے مقصود ، اے میرے پیشوا اور میرے مددگار ، اے میرے ذریعہ اور ٹھکانے اور اے میرے مولا، میں نے انتہائی عاجزی وانکساری کے ساتھ اپنے لیے آپ کی جاہ وجلال کو شفیع بنایا، میرے لیے آپ کے علاوہ کوئی اور تکلیف اور مصیبت دور کرنے والا نہیں۔(مائر صدیقی موسوم بہ سیرت والا جاھی ص ۳۱+۳۰ج ۲، القصیدۃ العنبریۃ فی مدح الخیر البریۃ،راہ حق)

دلیل نمبر ۱۷۸ :

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بیہقی کی روایت میں حضرت فاطمہ خزاعیہ فرماتی ہیں۔

"ووقفنا علی قبرہ فقلنا السلام علیک یا عم رسول اللہ فسمعنا کلاما رد علینا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ"۔

یعنی ہم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر انور پر حاضر ہوئے اور ہم نے عرض کی کہ اے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے چچا مبارک، آپ پر سلامتی ہو تو ہم نے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ" سُنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو سلام عرض کیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے سنکر جواب دیا۔[1]

دلیل نمبر ۱۷۹ :

امام عبدالوھاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیّدی شمس الدین محمّد حنفی اپنے حجرہ میں وضو فرما رہے تھے کہ اچانک ان کا ایک جوتا (نعل شریف) غائب ہوا حالانکہ حجرہ میں کوئی جانے کا

---

[1](شرح الصدور ص ۸۷)

راستہ بھی نہیں تھا اور دوسرا جوتا اپنے خادم کو دیا کہ اپنے پاس رکھو جب تک کہ دوسرا جوتا واپس نہ آئے۔کچھ دن بعد ملک شام سے ایک شخص نے وہی جوتا واپس لا کر دیا اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔

"ان اللص لما علی صدری لیذبحنی قلت فی نفسی یا سیّدی محمّد یا حنفی فجاءته فی صدره فانقلب مغمی علیه و نجانی الله عزّ و جل ببر کتک"

یعنی جب ڈاکو نے میرے سینے پر بیٹھ کر مجھے قتل (ذبح) کرنے کا ارادہ کیا تو میں نے دل میں کہا کہ (یاسیدی یا حنفی) جب میں نے یہ آواز دی تو اسی وقت غیب سے یہ جوتا آیا اور اس ڈاکو کے سینے پر اس زور سے لگا کہ وہ بے ہوش ہو کر نیچے گر گیا اور میں آپ کی برکت سے بچ گیا۔[1]

دلیل نمبر ۱۸۰ :

مولوی سید نورالحسن بخاری دیوبندی لکھتے ہیں کہ علماء نجد میں ایک ممتاز عالم علامہ عبدالمجید خطیب، جو پاکستان میں سعودی سفیر کی حیثیت سے بھی رہے ہیں اور سعودی مجلس شوریٰ کے رکن بھی تھے، نے آپ ﷺ کی شان میں ایک قصیدہ لکھا ہے جس کا نام "تحیة للحبیب" ہے۔ مصر میں طبع ہوا ہے۔اس کے چند اشعار ملاحظہ فرمایئے۔

و صلی الله و الملائکة من قدیم	علیه الله فی الرسل الکرام
و قال علیه صلوا یا عبادی	و زیدوا فی التحیة و السلام
لهٰذا یا رسول الله انی	اتیت مقدما کل احترام
و حسبنی ان ترد علی سلامی	بنفسک یا حبیبی بالسلام
علیک سلام الله یا سید الوریٰ	و من قدره عند الاله عظیم
و فی مسجدی یا قوم صلو و سلموا	علی فانی بالسلام علیکم

[1] (طبقات الکبریٰ مصری ص ۹۵ ج ۲)

ارد عليكم بالسلام فخالقي	يرد الى الروح وهو حكيم
وكان ابن فاروق يجئی اذأتی	اليه من الاسفار وهو بهيم
ولم يعرض يوما عليه صحابی	وهذا دليل للجواز قويم

آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ قدیم (پہلے) سے رسولوں کے درمیان میں رحمت بھیجتا ہے اور فرشتے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اے میرے بندو میرے رسول ﷺ پر درود پڑھو اور ھدیہ ٔ سلام پیش کرو۔ یارسول اللہ ﷺ اس لئے میں انتہائی ادب اور احترام سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ اے میرے محبوب میرے لئے یہ کافی ہے کہ آپ ﷺ میرے سلام کے جواب میں سلام فرمادیجئے۔ اے سردار کائنات آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہو۔ بارگاہِ الٰہی میں آپ کی بڑی عزّت وقدر ومنزلت ہے۔ اے مسلمانوں میری مسجد میں مجھ پر درود وسلام عرض کیا کرو کیونکہ میں صلوٰۃ وسلام سنتا ہوں اور میرا خالق میری روح کو میری طرف متوجہ فرماتا ہے تو میں سلام کا جواب دیتا ہوں۔ جب بھی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سفر سے تشریف لاتے تو بالارادہ آپ کے در پر حاضر ہوتے اور سلام عرض کرتے اور کسی صحابی رضی اللہ نے بھی آپ پر اعتراض نہیں کیا تو اس عمل پر یہ مضبوط دلیل ہے۔[1]

دلیل نمبر ۱۸۱ :

دیوبندی مسلک کے حکیم الامت مولوی تھانوی صاحب اپنے ایک خط میں سخت پریشانی کے وقت اپنے مرشد کی بارگاہ میں یوں عرض کرتے ہیں۔

یامرشدی یاموئلی یامغزعی	:	یاملجائی فی مبدئ و معادی
ارحم علی یاغیاث فلیس لی	:	کھفی سوی حبکم من زاد

[1](حیاۃ النبی سید الکائنات ص ۱۳۲) (رحمتِ کائنات ص ۲۳۵، ص ۲۳۶ مولوی زاہد الحسینی صاحب)

فاز الانام بکم وانی ھائم : فانظر الی برحمۃ یاھاد

یاسیّدی اللّٰہ شیئا انّہٗ : انتم لی المجدی وانی جادی

اے میرے مرشد، میرے مولا۔ اے میرے وحشت کے انیس، اے میری دنیاوآخرت کی جائے پناہ، اے میرے فریادرس مجھ پر رحم فرمایئے کیونکہ میں محبت کے علاوہ کچھ نہیں رکھتا، اے ھادی مجھ پر نظرِ رحمت فرمایئے۔ اے میرے سردار اللہ کیلئے کچھ عطاء کیجئیے کیونکہ آپ دینے والے ہیں اور میں سوالی ہوں۔[1]

دلیل نمبر ۱۸۲ :

غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

من استغاث بی فی کربۃ کشفت : عنہٗ ومن نادی باسمی فی شدۃ

فرجت عنہ ومن توسل بی : الی اللّٰہ عزّ وجل فی حاجۃ قضیت لہٗ

یعنی جو بھی تکلیف کے وقت مجھ سے فریاد کرے تو اس کی تکلیف ختم ہو جائے گی اور جو بھی سختی کے وقت میرا نام لے تو سختی دور ہو جائے گی اور جو بھی مجھے حاجت کے وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ کرے تو اس کی حاجت پوری ہو جائے گی۔[2]

دلیل نمبر ۱۸۳ :

درمختار میں ہے:

"ویقصد بالفاظ التشھد معانیھا مرادۃ لہٗ علی وجہ انشاء کانہ یحیی اللّٰہ ویسلم علی نبیہ وعلی نفسہ واولیاءہ لا الاخبار عن ذلک ذکرہ فی المجتبی"۔

---

[1](تذکرہ الرشید ص ۱۱۴ ج ۱)

[2](بھجۃ الاسرار، خلاصۃ المفاخر، نزھۃ الخاطر، تحفہ قادریہ، زبدۃ الآثار)

تشھد کے الفاظ سے ان کے معنیٰ کو انشاء کے طریقے سے مراد لیا جائے گویا کہ نمازی تحیۃ خداوندی ادا کرتا ہے اور اس کے رسول پر سلام عرض کرتا ہے اسی طرح اولیاء اللہ پر اور اپنے آپ پر سلام عرض کرتا ہے۔ اس سے مراد اخبار نہ لیا جائے۔ [1]

دلیل نمبر ۱۸۴ :

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی:

" یا رسول اللہ کیف نصلی علیک یعنی فی الصلوۃ قال تقولون اللھم صلّی علی محمّد... الخ"

یعنی حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہم آپ پر نماز میں کس طرح درود پڑھیں تو آپ ﷺ نے فرمایا **اللھم صلّی علی محمّد... الخ۔** [2]

دلیل نمبر ۱۸۵ :

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" ای لا یقصد الاخبار و الحکایۃ عما وقع فی المعراج منہ ﷺ و من ربہ سبحانہٗ و من الملائکۃ علیھم السلام"۔

یعنی التحیات میں سے واقعہ معراج کی حکایت کا ارادہ نہیں کرنا چاہیے۔ [3]

---

[1] (در مختار ص ۳۵۴، البصائر ص ۱۰۵)

[2] (جلاء الافہام لابن قیم ص ۱٦)

[3] (رد المختار ص ۳۵۸)

دلیل نمبر ۱۸۶ :

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ﴿الاحزاب ۵۶﴾ اس آیۃ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو صلوٰۃ وسلام دونوں کا حکم فرمایا ہے۔اس کی تعمیل میں امّتی الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہہ سکتا ہے۔ صلّوا کے حکم سے الصلوٰۃ اور سلموا کے حکم سے السلام اور علیہ کے حکم سے علیک یا رسول اللہ کہے۔ گویا "الصلوٰۃ و السلام علیک یا رسول اللہ" اس حکم کی تعمیل ہے اگر اس آیت کریمہ کی تعمیل درود ابراھیمی سے ہو تو یہ تعمیل پوری نہ ہو گی کیونکہ درود ابراھیمی میں صلوٰۃ ہے مگر سلام نہیں ہے اور آیت میں دونوں کا حکم ہے ۔ لہٰذا آیت کریمہ کی مکمل تعمیل "الصلوٰۃ و السلام علیک یا رسول اللہ" کے ساتھ ہو گی۔ اور رہی بات درود ابراھیمی کی کہ آپ ﷺ نے ہمیں تعلیم دی ہے تو یہ درود نماز کے ساتھ خاص ہے جسے تمام مسلمان پڑھتے ہیں۔[1]

دلیل نمبر ۱۸۷ :

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا:

"یا محمّد لا یصلی علیک احد الا صلی علیہ الف ملک و من صلت علیہ الملائکۃ کان من اھل الجنّۃ"

اے محبوب ﷺ آپ پر جو بھی ایک مرتبہ درود شریف پڑھے اس پر ہزار فرشتے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ اور جس پر فرشتے درود شریف پڑھیں وہ جنتی ہے۔[2]

---

[1] (راہ حق ص ۳)

[2] (درۃ الناصحین ص ۲۷)

دلیل نمبر ۱۸۸ :

اتوار کے دن جب آپ ﷺ کا مرض شدت اختیار کر گیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور پھر دربار نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کی **"الصَّلٰوۃ و السّلام علیک یا رسول اللہ"**۔[1]

دلیل نمبر ۱۸۹ :

"یاعائشۃ الویل ثم الویل لمن لم یرنی یوم القیامۃ" اے عائشہ رضی اللہ عنہا اس شخص پر ہلاکت ہو جو قیامت کے دن بھی مجھے نہ دیکھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اے محبوب ﷺ وہ کون بدبخت ہو گا آپ ﷺ نے فرمایا جو بخیل ہو گا۔ پوچھا کہ بخیل کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا جو میرا نام مبارک سنے اور مجھ پر درود پاک نہ پڑھے۔[2]

دلیل نمبر ۱۹۰ :

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ آپ ﷺ کے ساتھ سفر پر جا رہا تھا ایک جگہ پہاڑی سلسلہ آیا ابھی ہم زیادہ دور بھی نہیں گئے تھے کہ ایک آواز آئی **"الصلٰوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ، الصلٰوۃ و السلام علیک یا حبیب اللہ"** حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے چاروں طرف دیکھا آواز تو آ رہی ہے مگر کوئی نظر نہیں آ رہا۔ آواز دوبارہ آئی مگر نظر کوئی نہ آیا، میں نے بارگاہِ اقدس میں عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ اس پہاڑ میں کون آپ کا عاشق ہے جو محبت سے درود پڑھ رہا ہے آپ ﷺ نے فرمایا وہ پہاڑ نظر آ رہا ہے؟ میں نے کہا جی

---

[1](تذکرۃ الواعظین ص۴۶۱)

[2](تذکرۃ الواعظین ص۱۷۸)

ہاں: فرمایا اس کی چوٹی نظر آ رہی ہے تو میں نے عرض کیا جی ہاں، فرمایا کہ اس چوٹی پر ایک پتھر ہے جو مجھ پر صلوٰۃ و سلام پڑھتا ہے۔[1]

دلیل نمبر ۱۹۱ :

ویتحول قدر زراع حتی یحاذی رأس الصدیق ایضاً "ویقول السّلام علیک یا خلیفة رسول اللہ، السّلام علیک یا صاحب رسول اللہ فی الغار، السّلام علیک یا رفیقه فی الاسفار، السّلام علیک یا امینه علی الاسرار جزاک اللہ عنّا"۔

(سراج الوھاج ھندیہ، مراقی ص ۴۴۹)

پھر ایک گز فاصلے پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سرِ مبارک کے سامنے ہو جائے اور مذکورہ الفاظ سے سلام عرض کرے۔

دلیل نمبر ۱۹۲ :

"ثم یرجع قدر نصف ذراع فیقول السلام علیکما یا ضجیعی رسول اللہ ﷺ و رفیقیه و وزیریه و مشیریه و المعاونین له علی القیام فی الدین و القائمین بعده بمصالح المسلمین جزاکما اللہ تعالٰی احسن الجزاء"۔

(سراج الوھاج، ھندیہ ص ۲۸۵)

پھر نصف گز کے فاصلے سے واپس ہو کر مذکورہ الفاظ سے عرض کرے۔

دلیل نمبر ۱۹۳ :

مولانا شیخ القرآن والحدیث عبد المتین دیوبندی شموزئ سواتی لکھتے ہیں کہ بعض دشمنانِ اسلام یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ جیسے ندائیہ الفاظ سے اور زیارت قبور سے لوگوں کو منع کرتے ہیں اور کہتے

---

[1](شفا شریف، بارہ تقریریں ص ۱۸۰)

ہیں کہ غیر اللہ کو نداء کرنا (پکارنا) ناجائز ہے۔حالانکہ احادیث سے ثابت ہے کہ غائب کو نداء کرنا (پکارنا) جائز ہے۔

(الرسائل التنہ فی المسائل السنہ ص ۵۷)

دلیل نمبر ۱۹۴:

"ان جسدہ الشریف لا یخلو عنہ زمان ولا مکان ولا عرش ولا کرسی ولا قلم ولا بر ولا بحر ولا سھل ولا وعر ولا برزخ ولا قبر"

بیشک آپ ﷺ کے جسم مبارک سے نہ کوئی زمانہ خالی ہے نہ مکان، نہ عرش، نہ کرسی، نہ قلم، نہ جنگل، نہ دریا، نہ نرم زمین، نہ سخت زمین نہ برزخ نہ قبر۔

(جواھر البحار ص ۴۸۳)

دلیل نمبر ۱۹۵:

اَلنَّبِیُّ اَوۡلٰی بِالۡمُؤۡمِنِینَ مِنۡ اَنفُسِھِمۡ﴿الاحزاب ۶﴾

یعنی آپ ﷺ مومنوں سے انکی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

(تحذیر الناس ص ۱۴، عقائد اھلسنت ص ۹۶)

دلیل نمبر ۱۹۶:

حضرت مولوی حمد اللہ جان دیوبندی لکھتے ہیں:

"ویقصد بالفاظ التشھد معانیھا مرادۃ لہٗ علی وجہ الانشاء کانّہٗ یحیی اللہ تعالٰی ویسلم علی نبیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وعلی نفسہ"۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیھم الرضوان اور تمام امت کے لوگوں نے نداء کی ہے لہٰذا یہ کفر اور شرک نہیں ہے اگر کوئی دور سے پکارنے کو کفر وشرک کہتا ہے تو وہ خود اپنے آپ کو کافر بناتا ہے۔

(البصائر ص ۱۰۵، مراقی ص ۱۷۰، ھندیہ ص ۹۸، اثبات الاغراض ص ٦٥)

دلیل نمبر ۱۹۷ :

حضرت علامہ پیر طریقت شمع ھدایت شیخ گل صاحب لنڈی کوتل رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں "الصّلٰوۃ و السّلام علیک یا رسول اللہ" درود شریف ہے اور اذان سے پہلے اور بعد میں درود شریف پڑھنے کا بہت ثواب ہے یہ بات کتاب و سنت اور اقوال علماء اہلسنّت سے واضح ہے۔

(اوضح البیان ص ۱۴۰)

دلیل نمبر ۱۹۸:

آپ ﷺ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو اس طرح ندائیہ کلمات کی تعلیم دی ہے۔ "السّلام علیک ایّھا النبی۔۔۔الخ" اس غرض سے کہ یہ نداء قیامت تک ہو گی اور وقت زمین کے اوپر اور اندر دونوں کو شامل ہے تو اس سے نداء بعد الوفات ثابت ہوئی اس پر صحابہ کرام علیہم رضوان، تابعین اور آئمہ اربعہ اور تمام امت نے عمل کیاہے۔

(اثبات الاغراض ص ٦٥، البصائر ص ۱۰۵)

دلیل نمبر ۱۹۹ :

قولہٗ تعالیٰ حکایۃ عن شعیب علیہ السلام " وَ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ کَفَرُوا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَیْبًا اِنَّکُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۹۰﴾ فَاَخَذَتْھُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِھِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۹۱﴾ "ای بارکین علی الرکب متین (الی قولہ) وقال یا قوم لقد ابلغتکم رسالٰت ربّی و نصحت لکم فکیف اٰسی علی قوم کافرین۔ (الآیۃ)

اللہ تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام کا قصّہ یوں سنایا کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے کافر سردار بولے کہ اگر تم شعیب علیہ السلام کے تابع ہوئے تو تم ضرور نقصان میں رہو گے تو انہیں

زلزلے نے آلیا تو صبح اپنے اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔ شعیب علیہ السلام کو جھٹلانے والے گویا ان گھروں میں کبھی رہے ہی نہ تھے۔ شعیب علیہ السلام کو جھٹلانے والے ہی تباہی میں پڑے تو شعیب علیہ السلام نے ان سے منہ پھیر لیا اور کہا اے میری قوم میں تمھیں اپنے رب کی رسالت پہنچا چکا اور تمھارے بھلے کو نصیحت کی تو کیونکر کافروں کا غم کروں۔

دلیل نمبر ۲۰۰ :

دیوبندی مسلک کے ممتاز عالم مولوی حمد اللہ صاحب لکھتے ہیں "**یستحب ان یقال عند سماع الاول من الشهادة صلّی الله علیک یا رسول الله، وعند الثانیه قرة عینی بک یا رسول الله**" مستحب ہے کہ اذان میں پہلی مرتبہ **اشهد انّ محمدرسول الله** ﷺ پر **صلی الله علیک یا رسول الله** اور دوسری شھادت کے وقت **قرّة عینی بک یا رسول الله** کہے۔

(البصائر ص ۱۰۰)

دلیل نمبر ۲۰۱:

"**عن ابن عباس رضی الله عنه قال اذا اصاب احد کم جرحة بارض فلاة فلینا داعینوا یا عباد الله یر حمکم الله**" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی کسی جنگل میں گرفتار ہو جائے تو یوں آواز دے کہ اللہ تعالیٰ کے بندو تم پر اللہ کی رحمت ہو میری مدد کرو۔

(تفسیر کبیر ص ۱۶۳، البصائر ص ۱۵۱، اثبات الاعراض ص ۶۵، فدائے یا محمد ص ۱۵۲، ضیاء الصدور ص ۱۷، جآء الحق ص ۱۹۸، سماع البعید ص ۱۰۹، روح البیان ص ۱۱۷ ج ۲، الحجج البیّنات ص ۹، حصن حصین مع شرح تحفة الزاکرین ص ۱۸۱+ص ۱۸۲، کتاب الاذکار ص ۲۰۱، الرسائل الستہ فی المسائل الستہ ص ۵۶، تنبیہ الضمائر ص ۳۹، اطیب البیان ص ۵۵، المسائل المنتخبہ ص ۲۳، فتنة الوهابیة ص ۷۰، مقیاس مناظرہ ص ۶۶)

دلیل نمبر۲۰۲ :

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیفَةً فِی الْاَرْضِ ﴿ص ۲۶﴾

اے داوٗد (علیہ السلام) ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا۔

دلیل نمبر۲۰۳ :

یٰعِیسَی ابْنَ مَرْیَمَ اذْکُرْ نِعْمَتِ ﴿المائدۃ ۱۱۰﴾

اے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام میرے احسانات کو یاد کرو۔

دلیل نمبر۲۰۴ :

یٰزَکَرِیَّا اِنَّا نُبَشِّرُکَ ﴿مریم ۷﴾

اے زکریا (علیہ السلام) ہم آپ کو خوشخبری سناتے ہیں۔

دلیل نمبر۲۰۵ :

یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ ﴿مریم ۱۲﴾

اے یحیٰی (علیہ السلام) کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لو۔

دلیل نمبر۲۰۶ :

یٰاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ﴿المزمل ۱﴾

اے کمبل میں لپٹنے والے۔

دلیل نمبر۲۰۷ :

یٰاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ﴿المدثر ۱﴾

اے بالاپوش اوڑھنے والے۔

دلیل نمبر۲۰۸ :

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ ﴿الاحزاب ۳۲﴾

اے نبی کریم (ﷺ) کی ازواج مطہرات آپ دیگر عورتوں کی طرح نہیں ہیں۔

دلیل نمبر۲۰۹ :

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَن یَّاتِ مِنکُنَّ ﴿الاحزاب ۳۰﴾

اے ازواج مطہرات آپ میں سے جو آئیں۔

دلیل نمبر۲۱۰ :

حضرت عقیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ تھا جب آپ ﷺ جا رہے تھے۔ ہم ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں اونٹ کو قتل کیا گیا تھا اور لوگ جمع تھے۔ جب آپ ﷺ اونٹ کے قریب ہوئے تو اونٹ نے آپ ﷺ کو دیکھ کر آواز دی "اغثنی یا رسول اللہ" اے اللہ کے رسول ﷺ میری دادرسی فرمایئے۔[1]

دلیل نمبر۲۱۱ :

جب نبوتِ سرکارِ مدینہ کا ظہور ہوا تو اس دن تمام جمادات نے ان الفاظ سے سلام پیش کیا .

"السّلام علیک یا رسول اللہ"[2]

دلیل نمبر۲۱۲ :

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (پیر و مرشد اکابر دیوبند) لکھتے ہیں:

آپ کی فرقت نے مارا یا نبی ﷺ — دل ہوا غم سے دوپارہ یا نبی ﷺ

طالب دیدار ہوں دکھلایئے — روئے نورانی خدارا یا نبی ﷺ

حق تعالیٰ کے تم ہی محبوب ہو — کون ہے ہمسر تمہارا یا نبی ﷺ

---

[1] (تذکرۃ الواعظین ص ۴۹۰)

[2] (جواھرالبحار ص ۱۷۹)

لیجئیے در پر بلا کب تک پھروں — دربدریاں مارامارا یا نبی ﷺ
باغِ جنت سے ہے افضل لاکھ بار — مجھ کو وہ کوچہ تمھارا یا نبی ﷺ
چین آتا ہے میرے دل کو تمام — نام لیتے ہیں تمھارا یا نبی ﷺ
مرتے دم گر دیکھ لوں روئے شریف — زندگی ہووے دوبارہ یا نبی ﷺ [1]

اگر ہم اہلسنت کو یارسول اللہ کہنے پر وہابی "مشرک" کہتے ہیں تو انکا اپنا پیر و مرشد بھی مشرکین کے زمرہ میں آتا ہے اور اگر وہ مشرک نہیں تو "یارسول اللہ" کا نعرہ لگانے والے بھی مشرک نہیں الغرض جن مسائل میں علماء و عوام مشرک نہیں ہوتے تو ان کو مشرک کہنا خود مشرک ہونا ہے۔ [2]

دلیل نمبر ۲۱۳ :

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا ﴿الاحزاب ۴۵﴾

اے نبی غیب کی خبر دینے والے ہم نے آپکو گواہ بنا کر بھیجا۔

دلیل نمبر ۲۱۴ :

"وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ من خبر الاولین و الاٰخرین وما کان وما ھو کائن قبل ذلک من فضل اللہ علیک یا محمد من خلقک"

یارسول اللہ، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولین وآخرین کا علم دیا ہے جنکا آپ کو علم نہ تھا اور آپ کے پیدا ہونے کے بعد آپ کو ما قبل اور بعد میں ہونے والے تمام اشیاء کا علم عطا فرمایا اور یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضلِ عظیم ہے۔ [3]

---

[1] (بحو الۂ تحفہ محمدی ص ۲۲، حصہ چہارم)
[2] (برکاتِ میلاد شریف و سلام و قیام)
[3] (ابن جریر ص ۱۶۳ ج ۵)

دلیل نمبر ۲۱۵ :

مشہور فقیہ عبد الرحمٰن بن الشیخ محمد بن سلیمان الحنفی المعروف بداماد آفندی لکھتے ہیں۔ "ویقول السلام علیک یا رسول اللہ اسئلک الشفاعۃ الکبرٰی و اتوسل بک الی اللہ تعالٰی فی ان اموت مسلما علی ملتک و سنتک"۔

یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ پر سلامتی ہو میں آپ ﷺ کی شفاعت کا سوال کرتا ہوں اور اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں آپ ﷺ کو وسیلہ بناتا ہوں کہ میں آپ ﷺ کی ملت اور سنت پر مسلمان ہو کر مروں۔[1]

دلیل نمبر ۲۱۶ :

علامہ سیّد احمد طحطاوی رحمہ اللہ تعالٰی "الشفاعۃ" کی تشریح فرماتے ہیں "ای نطلب منک الشفاعۃ یا رسول اللہ" یارسول اللہ ہم آپ سے شفاعت کی التجاء کرتے ہیں۔[2]

دلیل نمبر ۲۱۷ :

"ویبلغہ سلام من اوصاہ فیقول السلام علیک یا رسول اللہ من فلان بن فلان یشفع بک الی ربک فاشفع لہ و لجمیع المسلمین۔۔۔الخ" جو شخص کسی کو آپ ﷺ پر سلام کرنے کی وصیت کرے تو وہ بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر یوں سلام عرض کرے کہ یا رسول اللہ فلان ابن فلان آپ کی خدمت میں سلام پیش کرتے ہیں اور آپ کو بارگاہِ خداوندی میں وسیلہ بناتے ہیں ان کی اور تمام مسلمانوں کی شفاعت فرمایئے۔[3]

دلیل نمبر ۲۱۸ :

---

[1] (مجمع الانہر ص ۳۱۳ ج ۱، بحوالہ تسکین الصدور ص ۳۶۱)

[2] (طحطاوی ص ۴۰۶)

[3] (عالمگیری ص ۲۸۲ ج ۱)

خاتم المحدثین برکۃ المصطفیٰ فی الہند حضرت مولانا عبدالحق محدث دھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "صلّی اللہ علیک یا رسول اللہ، وسلم علیک یا حبیب اللہ"[1]

دلیل نمبر ۲۱۹ :

"واخرج ابو یعلیٰ عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ سمعتُ رسول اللہ ﷺ والذی نفسی بیدہ لینزلن عیسیٰ بن مریم ثم لئن قام علی قبری فقال یا محمد لا جیبنّہٗ"

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے سنا فرمایا کہ قسم اس ذات (خداوندی) کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، وہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو نازل فرمائیگا (آسمان سے اتارے گا) کہ جو میری قبر شریف پر کھڑے ہو کر یا محمد (ﷺ) کہیں گے تو میں ضرور جواب دونگا۔

دلیل نمبر ۲۲۰ :

وایضاً قال رئیس المخالفین مولوی اشرف علی تھانوی۔

یا شفیع العباد خذبیدی : انت فی الاضطرار معتمدی

اے بندوں کی شفاعت کرنے والے میری دستگیری فرمایئے کیونکہ آپ پر میرا اعتماد و بھروسہ ہے۔[2]

دلیل نمبر ۲۲۱ :

قَالُوا یَاأَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا إِنَّا كُنَّا خَاطِئِينَ ﴿یوسف ۹۷﴾

بولے اے ہمارے باپ ہمارے گناہوں کی معافی مانگئے بیشک ہم خطاوار ہیں۔

---

[1] (تکمیل الحسنات ص ۷)

[2] (نشر الطیب ص ۱۹۴)

دلیل نمبر ۲۲۲ :

قولہ تعالیٰ حکایہ عن صالح علیہ السلام وقالو اوَقَالُوا يَاصَالِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ (۷۷) فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ (۷۸) فَتَوَلّٰى (بارکین علی الرکب میتین) فَتَوَلّٰى (اعرض صالح) عَنْهُمْ وَقَالَ يَاقَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلَكِنْ لَا تُحِبُّونَ النَّاصِحِينَ (الاعراف ۷۹) (ای بعدان ھلکوا وماتوا کما خاطب النبی الکفار من قتلی بدر حین القوافی القلیب فقال عمر رضی اللہ عنہ یارسول اللہ کیف تکلم اقوا ماقد جیفوا فقال ماانتم باسمع لما اقول منھم ولکن لا یجیبون۔[1]

یعنی یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مُردوں کو آواز دینا(پکارنا) جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صالح علیہ السلام کا قصہ یوں بیان فرمایا ہے۔

"بولے اے صالح ہم پر لے آؤ وہ عذاب جس کا تم وعدہ کررہے ہو اگر تم رسول ہو تو انھیں زلزلے نے آلیا تو صبح اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔ تو صالح علیہ السلام نے ان سے منہ پھیر لیا اور کہا اے میری قوم! بیشک میں نے تمھیں اپنے رب کی رسالت پہنچادی اور تمھارا بھلا چاہا مگر تم خیر خواہوں کے غرض(پسند کرنے والے) ہی نہیں۔(کنزالایمان) یہ باتیں اور نداء اور حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کی ہلاکت اور موت کے بعد کی ہیں جیسے کہ آپ ﷺ نے ان کفار کو خطاب فرمایا تھا جو میدان بدر میں قتل کئے گئے تھے اور پھر کنویں میں پھینک دیئے گئے تھے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ آپ ان لوگوں سے باتیں کرتے ہیں جو مر گئے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو لیکن یہ لوگ جواب نہیں دے سکتے یعنی یہ ہے کہ ایسا جواب نہیں دیتے جو تم نہیں سنتے۔

[1] (جلالین وصاوی)

دلیل نمبر ۲۲۳ :

مسلک اہل سنّت میں عقیدت سے یا شیخ عبد القادر جیلانی اور اسی طرح دیگر اولیاء مثلاً پیر بابا، داتا گنج بخش، شاہ سمنگاں وغیرہم کو نداء کرنا (پکارنا) جائز ہے اور جو شخص ان الفاظ کے قائلین کو مشرک، کافر یا مرتد و ملعون کہتا ہے وہ خود ملعون، و کافر ہے۔[1]

وہابیوں کے امام ابن قیم نے بھی یہ حدیث بطور استدلال نقل کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ مردے سنتے ہیں جب عام مردوں کا سننا ثابت ہیں تو رسول اللہ ﷺ کی سماعت بدرجۂ اولیٰ ثابت ہے۔

دلیل نمبر ۲۲۴ :

مولوی حمد اللہ جان دیوبندی صاحب جب حج کیلئے تشریف لے گئے تو امام الخوارج فی زمانہ مولوی محمد طاہر پنجپیری بھی گیا اور مکہ میں ان سے مناظرہ کیا اور پنج پیری کو ملامت کرکے شرمندہ کیا ۔دورانِ مناظرہ مولانا سیّد جلال الدین نے مفتی مکہ مکرمہ سے پوچھا کہ **الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ** دربار نبوی سے باہر (دور) پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ مفتی مکہ مکرمہ نے کہا کہ میں یہاں بھی **الصلوٰۃ و السلام علیک یارسول اللہ** پڑھتا ہوں یعنی مکہ مکرمہ میں اور یہ میرے نزدیک جائز ہے۔[2]

---

[1](الحق المبین)

[2](دعوۃ التوحید و السنۃ ص ۴)

دلیل نمبر ۲۲۵ :

دیوان قاضی بیدل میں اس طرح نداء کی گئی ہے۔

یاشفیع المذنبین المستغاث : یاامام المتقین المستغاث[1]

دلیل نمبر ۲۲۶ :

شیخ القرآن والحدیث حافظ کفایت اللہ دیوبندی لکھتے ہیں۔اگر کوئی شخص بطورِ وظیفہ یہ وظیفہ پڑھے "یاشیخ عبدالقادر جیلانی شیأللہ اقض حاجتی باذن اللّٰہ و بحرمۃ محمد بن عبداللّٰہ" اور یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ انھیں یہ آواز سُنا دے گا بطور کرامت تو یہ فعل جائز ہے۔ اور شیأً مصدر ہے شوی یشوی شواءً سے مطلب یہ ہوا کہ محبت الٰہی میں بھُنا ہوا۔[2]

دلیل نمبر ۲۲۷ :

مولانا موصوف لکھتے ہیں کہ "یا دافع البلاء والوباء" کہنا جائز ہے۔اس میں آپ ﷺ کی طرف نسبت مجازاً ہوئی ہے۔[3]

دلیل نمبر ۲۲۸ :

مولانا موصوف لکھتے ہیں جب کوئی شخص درود شریف "الصّلوٰۃ والسّلام علیک یا رسول اللّٰہ" پڑھے تو آپ ﷺ خود بطورِ خرقِ عادت اپنے کان مبارک سے سنتے ہیں۔

---

[1](دیوان،قاضی بیدل ص ۲٦)
[2](الذخائر لاھل البصائر ص ۲۱)
[3](الذخائر لاھل البصائر ص ۲۱)

دلیل نمبر ۲۲۹ :

دارالعلوم حقّانیہ کے مفتی و شیخ الحدیث مفتی محمد فرید سے پوچھا گیا **"یا محمّد و یا رسول اللہ"** کہنا جائز ہے یا نہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ **یامحمّد** لکھنا اور پڑھنا جائز ہے اسکی مخالفت کرنے والے سلفی اور وھابی ہیں۔(فتویٰ ہمارے پاس موجود ہے)

دلیل نمبر ۲۳۰ :

حضرت علامہ حافظ کفایت اللہ صاحب لکھتے ہیں۔ ایک اعرابی آپ ﷺ کی وفات کے بعد روضہ اُقدس پر حاضر ہوئے اور اپنے سر پر خاک پاک ڈالی اور کہا کہ یارسول اللہ ﷺ جو قرآن پاک آپ پر نازل ہوا اس میں یہ آیت کریمہ بھی ہے **وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَ اسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا (النساء ۶۴)**" اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شِفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔"میں حاضر ہوا ہوں میرے لیے دعافرمایئے تو قبر انور سے آواز آئی کہ تمھاری بخشش ہوگئی ہے۔[1]

دلیل نمبر ۲۳۱ :

شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں۔ بعض لوگ طریقت کے مقاصد کے حصول کیلئے ختم کرتے ہیں اس میں گیارہ مرتبہ **"یا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ شیأللہ"** پڑھتے ہیں۔[2]

---

[1](تفسیر ابنِ کثیر ص ۵۲۰ ج ۱ ،الذخائر ص ۵ ،تسکین الصدور ص ۳۵۲)

[2](بحوالہ اظہار حق ص ۵۲ ،میاں ظاہر شاہ مدین سوات)

دلیل نمبر ۲۳۲ :

خطیب پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں **"الصلوۃ و السّلام علیک یا رسول اللہ"** پڑھنا بیشک جائز ہے اس کو شرک کہنا جہالت اور گمراہی ہے۔[1]

دلیل نمبر ۲۳۳ :

مولانا قاضی حبیب الحق پر مولوی دیوبندی لکھتے ہیں انبیاء واولیاء کو نداء کرنا بطریقہ توسل جائز ہے۔[2]

دلیل نمبر ۲۳۴ :

الحمد للہ اہلِ سنت وجماعت **"الصلوۃ و السّلام علیک یا رسول اللہ"** پڑھتے ہیں جو آیت کریمہ کی تعمیل ہے۔[3]

دلیل نمبر ۲۳۵ :

مولانا شمس الحق افغانی جامعہ اسلامیہ بہاولپور لکھتے ہیں یارسول اللہ شوق و محبت سے پڑھنا جائز ہے اور جب کوئی شخص تشہد میں بیٹھے تو اپنے دل میں آپ ﷺ کو حاضر کرکے **السلام علیک ایّھا النبی** کہے۔[4]

---

[1] (راہِ حق ص ۲)
[2] (المسائل المنتخبہ ص ۳۳)
[3] (راہِ حق ص ٦)
[4] (صحیح مسلک ص ١٦ ، امداد الفتاویٰ ص ۳۸۳ ج ۵)

دلیل نمبر۲۳۶ :

حضرت مولانا حافظ کفایت اللہ صاحب لکھتے ہیں **"ان فلتت دابة احد کم فلیصلی رکعتین والیقراء فاتحة الکتاب فلیقل یاسیّدی احمد بن علوان ان لم ترد علیّ ضالتی لنزعتک من دیوان الاولیاء وھذامجرب"** اس میں میت سے توسل کرنا اور اسے (نداء کرنا) پکارنا ثابت ہے۔[1]

دلیل نمبر۲۳۷ :

آپ ﷺ کے دربار گہربار میں آپ ﷺ پر درود شریف **" الصلوٰ ۃ والسلام علیک یارسول اللہ"** پڑھا جاتا ہے۔ جس میں آیتِ کریمہ کی تعمیل ہے۔جو لوگ مذکورہ درود شریف کو شرک کہتے ہیں ان سے پوچھنا چاہیے کہ آیا یہ لوگ صبح وشام دربار نبوی میں شرک کرتے ہیں بلکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہاں شرک نہیں ہے مگر یہاں شرک ہے۔چونکہ یہ لوگ ہر کارِ خیر کو شرک کہتے ہیں اس لیے اگر درود شریف کو بھی شرک کہیں تو کوئی تعجب نہیں۔[2]

دلیل نمبر۲۳۸ :

"اشفع لامتی حتی ینادینی ربی ارضیت یا محمّدفا قول ای رب رضیت"(فیصلہ حق وباطل) آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا یہاں تک کہ میرا رب مجھ سے فرمائیگا کہ یا محمد ﷺ کیا آپ راضی ہوگئے ہیں میں عرض کرونگا کہ اے میرے رب میں راضی ہو گیا۔

---

[1](شامی ص ۳۳۴ ج ۳،الذخائر ص ۷)

[2](راہِ حق ص ۷)

دلیل نمبر ۲۳۹ :

"یا محمد ارفع رأسک و قل تسمع و سل تعط و اشفع تشفع فاقول یا رب امتی امتی "[1]

روزِ قیامت اللہ تعالیٰ آپ ﷺ سے فرمائیگا کہ سر اٹھایئے اور فرمایئے سُنا جائیگا مانگئے عطا کیا جائیگا۔ شفاعت فرمایئے قبول ہوگی، میں عرض کرونگا کہ یا اللہ میری امت کو معاف فرما۔

دلیل نمبر ۲۴۰ :

مولانا عبد الجبار دیوبندی لکھتے ہیں انبیاء کرام علیھم السلام کو آواز دینا جائز ہے۔ اگر کوئی کہے "یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ، یا رحمۃ للّعلمین، یا محمد ﷺ یا احمد، یا عیسیٰ، یا موسیٰ، یا داؤد، یا زکریا، یا ایھا النبی، یا ایھا الرسول، یا ایھا المزمل، یا ایھا المدّثر، یا آدم علیھم السلام، یہ سب جائز ہیں "[2]

دلیل نمبر ۲۴۱ :

تمام صحابہ کرام علیھم الرضوان، تابعین، تبع تابعین، آئمّہ، اولیاء اللہ اور تمام اہلِسنت یہ درود شریف پڑھتے ہیں "الصلوۃ والسّلام علیک یارسول اللہ" اور کہتے ہیں کہ یہ درود شریف حق ہے۔[3]

دلیل نمبر ۲۴۲ :

آپ ﷺ کو احترام کے ساتھ یا محمد ﷺ سے پکارنا جائز ہے۔[4]

---

[1] (مشکوٰۃ شریف ص ۴۸۸)

[2] (سنن الھدیٰ ص ۵)

[3] (راہِ حق ص ۹۲)

[4] (ندائے یا محمد ﷺ ص ۱۷)

دلیل نمبر ۲۴۳ :

آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک دن میں کوہِ حرا پر تھا کہ غیبی آوازیوں آئی "یا محمد انک رسول اللہ" میں نے ارد گرد دیکھا کوئی نظر نہ آیا اوپر دیکھا تو وہ فرشتہ نظر آیا جو وحی لیکر غارِ حرا آیا تھا۔[1]

دلیل نمبر ۲۴۴ :

حضرت علامہ حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ روح البیان میں لکھاہے کہ درود شریف کی بہت فضیلت ہے ہر مسلمان کو چاہیے کہ یہ درود شریف پڑھے۔"الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ" یا حبیب اللہ، یا خلیل اللہ۔[2]

دلیل نمبر ۲۴۵ :

مولانا حمد اللہ جان دیوبندی لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی وفات پر فرمایا،"یا ابتاہ اجاب ربا دعاہ یا ابتاہ جنّۃ الفردوس ماواہ"[3]

اے میرے والدِ محترم آپ نے رب کی دعوت قبول فرمائی۔اے میرے ابا جان جنت الفردوس آپ کا ٹھکانہ ہے۔

[1] (شانِ حبیب الرحمٰن ص ۲۰۹)

[2] (شانِ حبیب الرحمٰن ص ۱۵۷)

[3] (بخاری شریف، البصائر ص ۱۰۵)

دلیل نمبر ۲۴۶ :

حضرت مولانا نوران شاہ صاحب لکھتے ہیں۔" یارسول اللہ ﷺ میں آپ پر قربان ہو جاؤں، آپ کے وسیلے سے دنیا روشن ہوئی آپ کی مثل کوئی نہیں ، میں اپنا سرومال آپ پر قربان کرونگا...الخ"[1]

دلیل نمبر ۲۴۷ :

آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا **"یا محمدارسلنی اللہ الیک تکریما لک و تشریفا لک خاصۃ لک"**[2]

اے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ ﷺ کی خدمت میں آپ کی تعظیم و تکریم کیلئے بھیجا کیا ہے۔

دلیل نمبر ۲۴۸ :

"یامحمدمن ادرک احدو الدیہ فلم یدخلاہ الجنّۃ فابعدہٗ اللہ ثم ابعدہ"

اے محبوب ﷺ جس نے اپنے والدین میں سے کسی ایک کو پایا اور انکی خدمت کی وجہ سے جنت میں داخل نہ ہوا تو اللہ تعالیٰ ایسے بندے کو اپنی رحمت سے دور فرمائے۔[3]

دلیل نمبر ۲۴۹ :

احادیث اور فقہ کی کتابیں ثابت کرتی ہیں کہ ہمیشہ کیلئے یارسول اللہ ﷺ کہنا مستحب اور باعثِ برکت ہے۔[4]

---

[1] (کیمیائے صداقت ص ۵)
[2] (بیھقی بحوالہ مشکوۃ ص ۵۴۹)
[3] (جلاء الافھام ص ۶۵)
[4] (بحوالہ ندائے یامحمد مفتی غلام سرور سیفی ص ۵۴ ،روح البیان ص ۲۲۸ ج۷)

دلیل نمبر ۲۵۰ :

یامحمدان ربّک یقرأعلیک السلام... (الخ)۔

اے محبوب ﷺ بیشک اللہ تعالیٰ آپ پر سلام بھیجتا ہے۔[1]

دلیل نمبر ۲۵۱ :

"کلھم یطلبون رضائی و انا اطلب رضاءک یا محمد"

سب لوگ میری رضا طلب کرتے ہیں اور میں آپ کی رضا چاہتا ہوں۔[2]

دلیل نمبر ۲۵۲ :

آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ معراج کی رات میں نے انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کی " **فحانت الصلوۃ فاممتھم فلما فرغت من الصلٰوۃ قال لی قائل یا محمد ھذا ملک خازن النار فسلم علیہ فا التفت الیہ فبدأنی بالسّلام"**

نماز کا وقت آیا تو میں نے انبیاء علیہم السلام کی امامت کی جب میں نماز سے فارغ ہوا تو غیبی آواز آئی کہ **یا محمد** ﷺ یہ دوزخ کا نگران فرشتہ مالک ہے سلام کیجئے جب میں نے انکی طرف دیکھا تو اس نے مجھ پر سلام کرنے میں پہل کی۔[3]

دلیل نمبر ۲۵۳ :

میں مسلمان بھائیوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وھابی، پنج پیری، مودودی، تبلیغی کے چکر میں نہ آئیں بلکہ ذوق وشوق سے رحمتوں والا درود شریف **" الصّلو ۃ و السّلام علیک یا رسول اللہ، الصّلوۃ و السّلام علیک یا حبیب اللہ"** پڑھیں۔[1]

---

[1](الاتحافات السنیہ ص ۴۴)
[2](تکمیل الایمان ص ۲۰)
[3](مشکوٰۃ ص ۵۳۰)

دلیل نمبر۲۵۴ :

"یامحمدمن اٰمن بی ولم یؤمن بالقدر خیرہ وشرہ فلیلتمس ربا غیری"[2]

اے محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جو مجھ پر ایمان لائے اور تقدیر خیر و شر پر ایمان نہ لائے تو وہ اپنے لیے ،میرے علاوہ دوسرے خدا کو تلاش کرے۔

دلیل نمبر۲۵۵ :

حضرت مولانا حمد اللہ جان دیوبندی لکھتے ہیں کہ:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور یامحمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بطور استعانت جائز ہے۔[3]

دلیل نمبر۲۵۶ :

مولوی فقیر محمد عباس قادری دیوبندی لکھتے ہیں۔ ہر مصیبت اور آفت سے بچنے اور سلامتی کیلئے " الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ "بہترین وظیفہ ہے۔خواہ وہ مصیبت بمباری یا توپوں کی گولیاں کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ جو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر درود شریف پڑھتا ہے تو آپ بھی اس پر ضرور پڑھتے ہیں تو جس کیلئے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سلامتی کی دعا فرماتے ہیں تو وہ یقیناً سلامت رہے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی دعا رد نہیں فرماتا۔[4]

---

[1](راہِ حق ص ٢٦)

[2](الاتحافات السنیۃ ص ٢٢)

[3](البصائر ص ١٤٩)

[4](دمدرھہ ص ٦٨)

دلیل نمبر ۲۵۷ :

یا محمد، یا رسول اللہ ﷺ کا نعرہ لگانا مسجدوں میں یا گھروں میں ادب سے تو یہ جائز اور باعث برکت ہے۔[1]

دلیل نمبر ۲۵۸ :

"یامحمداخبرنی عن الاسلام" [2]

جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی یا محمد ﷺ مجھے اسلام کے بارے میں خبر دیجیے۔

دلیل نمبر ۲۵۹ :

جو شخص **"الصّلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ"** اس نیت سے پڑھے کہ فرشتے بارگاہِ نبوی میں پیش کریں گے تو اس طرح اس درود شریف کو ناجائز نہیں کہا جاسکتا۔[3]

دلیل نمبر ۲۶۰ :

حضرت ملک الموت عزرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کی روح قبض کرنے کیلئے جب تشریف لائے تو عرض کیا کہ **"یامحمدان اللہ ارسلنی الیک"**[4]

دلیل نمبر ۲۶۱ :

اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان افغانی قندھاری ثم فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بکارِ خویش حیرانم اغثنی یا رسول اللہ ﷺ — **پریشانم پریشانم اغثنی یا رسول اللہ ﷺ**

ندارم جز تو ملجائے ندانم جز تو ماوائے — **توئی خود سازو سامانم اغثنی یا رسول اللہ**[1]

---

[1](میزائل ص ۱، اقتدار احمد خان شیخ الحدیث)

[2](مشکوٰۃ شریف وصحیحین)

[3](اختلافِ امت وصراط مستقیم ص ۴۶، مولانا لدھیانوی)

[4](بیهقی بحوالہ مشکوٰۃ ص ۵۸۹)

دلیل نمبر ۲۶۲ :

مولانا موصوف لکھتے ہیں :

حبیبی یا رسول اللہ ﷺ	:	**اغثنی یا رسول اللہ ﷺ**
خدا کے بعد ہے تیری	:	بڑائی یا رسول اللہ ﷺ
فرشتے تجھ کو دیتے ہیں	:	سلامی یا رسول اللہ ﷺ
ثناء خواں ہو گئی ساری	:	خدائی یا رسول اللہ ﷺ
مصیبت میں ضرورت ہے	:	مدد کی یا رسول اللہ ﷺ [2]

دلیل نمبر ۲۶۳ :

امام واقدی (م ۲۰۷ھ) لکھتے ہیں کہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب مسلمانوں کا روم کے عیسائیوں سے مقابلہ ہوا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس جہاد میں پیش پیش تھے ان کا نعرہ **یامحمداہ** تھا۔

"کان خالد امامنا فی حملته و نحن من ورائه و کان شعارنا یا محمداه یا منصور امتک امتک"[3]

---

[1](بحوالہ اغثنی یا رسول اللہ ص ۲۲، محمد منشاء تابش قصوری)

[2](اغثنی یا رسول اللہ ص ۱۳۰)

[3](فتوح الشام ص ۱۴۱)

دلیل نمبر ۲۶۴ :

وسعت رزق کیلئے امام شاہ احمد رضا خان افغانی قندھاری ثم بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے وظیفہ بتایا کہ جو کہے "**یا رسول اللہ یا نبی اللہ اغثنی و امددنی فی قضاء حاجتی یا قاضی الحاجات**" تو اللہ تعالیٰ اسکی مشکلات آسان فرمادیگا۔[1]

دلیل نمبر ۲۶۵ :

مولانا نورالدین دیوبندی لکھتے ہیں کہ انبیاء واولیاء کو پکارنا جائز اور اس پر تفصیلی بحث کی ہے۔[2]

دلیل نمبر ۲۶۶ :

حضرت مفتی اقتدار احمد خان نے لکھا ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک جسطرح یا اللہ لکھنا، پڑھنا جائز ہے اسی طرح **یا محمد** ﷺ بھی جائز ہے۔

دلیل نمبر ۲۶۷ :

حضرت عبید اللہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے قنسر کو فتح کرنے کیلئے حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ کو بھیجا۔ راستے میں دشمن کے ۵۰۰۰ کے لشکر سے آمنا سامنا ہوا جنگ کے دوران ہی دشمنوں کا ۵۰۰۰ کا لشکر مزید امداد کیلئے پہنچ گیا۔ مسلمان مصیبت میں پھنس گئے۔ انتہائی بے قراری کی حالت میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا

"یا محمداہ یا محمداہ یا نصر اللہ انزل یا معشر المسلمین اثبتوا انما ھی الساعۃ و انتم الاعلون"[3]

[1] (شمع شبستان رضا حصہ دوم)
[2] (نور الوسیلہ ص ۳۲)
[3] (فتوح الشام ص ۲۹۸)

یامحمدیارسول اللہ ﷺ اے اللہ کی مدد نازل ہو۔اے مسلمانو ثابت قدم رہو تھوڑی دیر مصیبت ہے پھر غلبہ ہمارا ہے۔

دلیل نمبر ۲۶۸ :

مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ **" نعرہ رسالت یا رسول اللہ "** کہنا جائز ہے۔ قرآن وحدیث سے جائز ہے۔**"قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّی رَسُولُ اللہِ اِلَیکُمْ جَمِیعًا"** اے محبوب فرمایئے کہ لوگوں میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔اس آیت کریمہ پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے تمام انسانوں کو **"یا"** سے خطاب کیا ہے۔اب دیکھنا یہ ہے کہ اس کے مخاطب کون ہیں ؟ آیا مکہ کے لوگ تھے جو آپ کے سامنے تھے۔اگر جواب ہاں میں ہے تو پھر یہ کہنا ہو گا کہ آپ کو صرف اُن ہی لوگوں کیلیئے رسول بنایا گیا۔اور یہ حکم **"امنو اباللہ ورسولہ۔۔۔الخ"**۔یہ بھی صرف انہیں لوگوں کیلیئے ماننا پڑے گا۔مگر بات یہ نہیں ہے بلکہ یہ خطاب تمام بنی نوع انسان سے ہے جو قیامت تک آنے والے ہیں۔کیونکہ خطاب عام ہے اور لفظ **(جمیعاً)** اس پر قرینہ ہے۔جیسا کہ اس پر مفسرین کرام کا اتفاق ہے۔لہٰذا معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے تمام بنی نوع انسان کو "یا" سے خطاب کیا۔[1]

دلیل نمبر ۲۶۹ :

مولانا محمد یوسف لدھیانوی لکھتے ہیں "اگر کوئی شخص عشق ومحبت کی وجہ سے 'یارسول اللہ' کہے تو جائز ہے۔[2]

---

[1](راہِ حق ص ۲۸)

[2](اختلاف امت اور صراط مستقیم ص ۴۵)

دلیل نمبر ۲۷۰ :

غیر مقلدین کے پیشوا مولوی وحید الزماں لکھتے ہیں۔ "ماتقوله العامه یا رسول اللہ اَو یا علی اویاغوث النداء لا نحکم بشر کهم کیف وقد نادی رسول اللہ ﷺ قتلٰی بدر یا فلاں ابن فلاں وفلان بن فلاں "[1]

عام لوگ جو یا رسول اللہ، یا علی، یا غوث کے نعرے لگاتے ہیں ہم صرف ان کے اس کہنے کی وجہ سے انھیں مشرک نہیں کہتے اور کیسے مشرک کہیں گے کہ خود آپ ﷺ نے مقتولین بدر (کفّار) کو یا فلان بن فلان سے خطاب فرمایا تھا۔ اور عثمان بن حنیف رحمہ اللہ تعالیٰ کی حدیث میں "یا محمد" کا لفظ بھی آیا ہے اور اس حدیث کو بیہقی اور جزری نے صحیح کہا ہے۔ امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ دوسری روایت میں "یا رسول اللہ" بھی آیا ہے اور یہ الفاظ یا عباداللہ اعینونی بھی حدیث میں آیا ہے۔[2]

دلیل نمبر ۲۷۱ :

مولانا نور محمد بشیر لکھتے ہیں "یا رسول اللہ یا علی یا غوث" کے نعروں کو شرک نہیں کہا جاسکتا جو انھیں مشرک کہے وہ سخت غلطی پر ہے۔[3]

دلیل نمبر ۲۷۲ :

مولانا حافظ نذیر احمد حافظ انوری لکھتے ہیں:

"اغثنی سیّدی انظر بحالی یا رسول اللہ تقبلنی ولا تردد سوالی یا رسول اللہ"[4]

---

[1](هدیة المهدی ص ۲۴)

[2](هدیة المهدی ص ۲۴)

[3](خطبات ص ۱۹۶)

[4](بحواله اغثنی یا رسول اللہ ص ۸۴)

دلیل نمبر۲۷۳:

حضرت مولانا فقیہہ اعظم ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں۔

حبیبی حبی محبوبی یارسول اللہ
محبی حبی مطلوبی اغثنی یارسول اللہ
عبیدک فی الرزایا والمراضا مستغیث یارسول اللہ
طیبی طبی مصحوبی اغثنی یارسول اللہ [1]

دلیل نمبر۲۷۴:

حضرت مجاھد اعظم قاسم بریلوی لکھتے ہیں :

مدد کیجیۓ شہنشاہ معظم یارسول اللہ   پریشان ہیں ہم مسلمانانِ عالم یارسول اللہ
خدا کے واسطے سن لیجیۓ صدقہ نواسوں کا   گرفتارِ بلا ہیں آج کل ہم یارسول اللہ [2]

دلیل نمبر۲۷۵ :

حضرت امام ابو محمد صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا :

السّلام علیک یا اول   السّلام علیک یا آخر
السّلام علیک یا ظاھر   السّلام علیک یا باطن [3]

---

[1] (بحوالہ اغثنی یارسول اللہ ص ۱۷)
[2] (اغثنی یارسول اللہ ص ۸۲)
[3] (سعادۃ الدارین ص ۲۳۵ ، بحوالہ نداء یامحمد ص ۸۴)

دلیل نمبر۲۷۶ :

اذان سے پہلے اور بعد میں بلند آواز میں درود شریف "الصلوۃ والسّلام علیک یا رسول اللہ" جائز اور مستحب ہے۔[1]

دلیل نمبر۲۷۷ :

مفتی غلام رسول دارالعلوم جماعتیہ لکھتے ہیں۔ اذان سے پہلے اور بعد میں بلند آواز میں "الصلٰوۃ والسّلام علیک یا رسول اللہ" دونوں طرح سے جائز ہے۔[2]

دلیل نمبر۲۷۸ :

فقیہہ جلیل مولانا مفتی محمد رفیق صاحب لکھتے ہیں اذان سے پہلے اور اذان کے بعد بلند آواز سے "الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" کے جواز میں کوئی شک نہیں۔ اس کے پڑھنے میں ثواب اور نہ پڑھنے میں عذاب نہیں لیکن اسکو بدعت سئیہِ اور ناجائز کہنا جاہلوں کا کام ہے۔[3]

دلیل نمبر۲۷۹ :

حضرت شیخ الحدیث مولانا فضل سبحان قادری صاحب لکھتے ہیں کہ اذان سے پہلے اور اذان کے بعد میں "الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" پڑھنا آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل ہے اور صحابہؓ کرام رضون اللہ عنہ علیھم اجمعین اور علماء اہلسنت سے ثابت ہے۔[4]

---

[1] (اوضح البیان فی تائید احسن البیان ص ۱۲۵، مفتی سرحد ظاھر شاہ میاں مدین سوات)

[2] (فتاویٰ جماعتیہ ص ۱۲۵)

[3] (انوالعرفان ص ۳۰)

[4] (احسن البیان ص ۵۸، بحوالہ اوضح البیان ص ۱۴۰)

دلیل نمبر ۲۸۰ :

مفتی غلام سرور ایم اے اسلامک لاء لکھتے ہیں ۔ اذان سے پہلے یا بعد میں درود شریف پڑھنا مسنون اور مشروع ہے۔[1]

دلیل نمبر ۲۸۱ :

اورادِ فتحیہ میں یہ درود شریف بھی ہے:

الصلوٰۃ و السلام علیک یا رسول اللہ الصلوٰۃ و السلام علیک یا حبیب اللہ

الصلوٰۃ و السلام علیک یا رحمۃ للعٰلمین الصلوٰۃ و السلام علیک یا شفیع المذنبین

الصلوٰۃ و السلام علیک یا سیّد المرسلین الصلوٰۃ و السلام علیک یا امام المتقی[2]

دلیل نمبر ۲۸۲:

مولانا سیف الدین قندھاری دیوبندی لکھتے ہیں ۔وہابی پنج پیری کافر ہیں کیونکہ یہ لوگ یا رسول اللہ ، یا محمد کو شرک وکفر کہتے ہیں حالانکہ آپ ﷺ نے بنفسِ نفیس اپنے لختِ جگر کی وفات کے بعد یوں فرمایا "انا بفراقک یا ابراھیم لمحزونون" آپ ﷺ کے عمل سے مردوں کو نداء کرنا (پکارنا) ثابت ہوا تو اس کو شرک کی نسبت کرنا آپ ﷺ کی طرف نسبت شرک کرنا ہے۔[3] (نعوذ باللہ)

---

[1] (مسئلہ صلوٰۃ والسلام ص ۴)

[2] (بحوالہ راہِ حق ص ۸)

[3] (کشف الاسرار ص ۸٦)

دلیل نمبر۲۸۳ :

حضرت استاذ العلماء مولانا ابو الضیاد محمد باقر ضیاء النوری فرماتے ہیں :

تجلی نور حبک فی فوأدی یا رسول اللہ　　وحبک اصل ایمان العباد یا رسول اللہ
ومابی من الی الا بفضلک یا رسول اللہ　　مجدلی خذیدی یوم التنادیا رسول اللہ[1]

دلیل نمبر۲۸۴ :

حضرت استاذ العلماء عالم بے بدل سلطان المناظرین سیّد احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ یا رسول اللہ (ﷺ) سے انکار کرنا اصل میں معجزہ اور کرامت سے انکار کرنا ہے کیونکہ غائب کو نداء کرنا (پکارنا) ثابت ہے۔ حضرت ابراھیم علیہ السلام کے قول سے ثابت ہے جب آپ جبلِ ابی قبیس پر چڑھے تو آواز دی "یا معشر المسلمین انّ ربکم بنی لکم بیتا وامرکم ان تحجوہ فاجابه الناس من اصلاب الآباء وارحام الامهات فمن اجابه مرة حج مرة ومن اجاجه عشرا حج عشرا"[2]

دلیل نمبر۲۸۵ :

مولانا موصوف دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن ساریہ رضی اللہ عنہ کو آواز دی جو غائب تھے مثلاً "یاسارية الجبل"[3]

دلیل نمبر۲۸۶ :

مولانا جامی رحمہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو یوں ندِاء فرماتے ہیں "یا نبی اللہ سلام علیک انما الفوز والفلاح لدیک"[4]

---

[1](بحوالہ اغثنی یارسول اللہ ص ۱۸)
[2](روح البیان ص ۲۲۶ ج ۱)(اظہار الکمال)
[3](مشکوٰۃ ص ۵۴۶)
[4](اظہار الکمال ص ۶)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور علامہ جامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی غائب کو آواز دی۔ ان گمراہ، زندیق گروہ وھابی اور پنج پیری اور دورِ حاضر کے دیوبندیوں کے نزدیک یہ حضرات بھی مشرک ہونگے۔(نعوذباللہ من ذالک) بہر حال مذکورہ تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا، نداء کرنا یعنی انبیاء کرام، شھداء کرام اور اولیاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو پکارنا قرآن، حدیث، مذاھبِ اربعہ اور اجماع سے ثابت ہے اور ان کی مخالفت گمراہی ہے۔ ان دلائل کے باوجود بھی اگر کوئی اس جائز فعل کو حرام وناجائز کہتا ہے تو ان کے متعلق فقہاء کرام فرماتے ہیں "من حرم الحلال فقد وقع فی الضلال و استوجب العقوبۃو النکال "یعنی جو حلال کو حرام کہے تو وہ گمراہ ہے اور عذاب کا مستحق ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک کے طفیل ہر مسلمان کو ان بے دینوں، خارجیوں، وھابی خبیثوں کے قول و فعل سے محفوظ رکھے اور مسلکِ اہلِ سنت وجماعت پر قائم ودائم رکھے اور اسی پر خاتمہ فرمائے۔(آمین ثم آمین)

دلیل نمبر ۲۸۷ :

بعض علماء اس دور میں کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ کہنا شرک ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ آیا قھستانی یا مصنف کنز العباد، دیلمی، امام طحطاوی اور مصنف روح البیان اور جامی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کیا یہ مشرک ہیں۔ نعوذباللہ من ذالک۔[2]

یہ حضرات مشرک نہیں ہیں۔ بلکہ منع کرنے والے خود مشرک اور اسلام کے دائرہ سے باہر ہیں۔

---

[1] (فتاویٰ خیریہ ص ۱۸۳ ج ۲)

[2] (شرح نور الایضاح مصنف مولانا محمد عبیداللہ الایوبی القندھاری السلما نخیلی الحنفی) (ص ۳۷۰ جلد ۱)

دلیل نمبر ۲۸۸ :

قرآن پاک کے ایک حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں اور قرآن پاک میں **"یا فرعون"** سات حروف پر مشتمل موجود ملتا ہے ان پر بھی ستر ۷۰ نیکیاں ملتی ہیں۔ تو کیا **یا رسول اللہ** کہنے پر کچھ بھی نیکیاں نہیں ملیں گی ضرور ملیں گی۔[1]

دلیل نمبر ۲۸۹ :

شیخ عبد الحق محدث دہلوی بیان فرماتے ہیں۔ بعض عارفین نے بیان کیا ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ کو تشہد میں سلام اس وجہ سے عرض کیا جاتا ہے۔ کہ حقیقت محمدی نہ صرف یہ کہ تمام موجودات کے ذرہ ذرہ میں اور تمام حوادث کے ہر فرد میں مومن آپ کے مشاہدہ سے غافل نہ ہوں تاکہ انوار قلب اور اسرار معرفت حاصل کرلیں۔ اے اللہ کے رسول آپ پر صلوٰۃ وسلام ہو۔[2]

دلیل نمبر ۲۹۰ :

مولوی ابن قیم جوزی اپنی کتاب جلاالافہام میں لکھتے ہیں کہ ابو بکر محمد بن عمر نے کہا کہ میں ابو بکر مجاھد کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک شبلی آ گئے تو ابو بکر بن مجاھد ان کے لئے کھڑے ہو گئے ان سے معانقہ کیا اور انکی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ میں نے کہا یا سیّدی تمام بغداد کے لوگ شبلی کو دیوانہ کہتے ہیں اور آپ نے اس کی اس قدر تعظیم کی۔ انہوں نے کہا میں نے اس کے ساتھ وہی کیا ہے جو میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس کے ساتھ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے ایک دن خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی۔ شبلی آئے تو رسول اللہ ﷺ اس کے لئے کھڑے ہو گئے اور اس کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ شبلی کی

---

[1] (تنبیہ الاخوان مصنف مولوی عبد الجلیل دیوبندی سواتی نور اللہ مرقدۃ ص ۱۱)

[2] (لمعات ص ۱۸۱ ج ۳، مطبوعہ لاہور، شیخ عبد الحق محدث دھلوی)

اس قدر عزت افزائی کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ شخص ہر نماز کے بعد یہ آیت پڑھتا ہے ۔لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴿توبة ۱۲۸﴾

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس ایک عظیم رسول تشریف لائے ان پر تمہارا مشقت میں پڑنا سخت گراں ہے۔ وہ تمہاری بھلائی بہت چاہنے والے ہیں اور مومنوں پر نہایت رحیم اور بے حد مہربان ہیں۔ اس آیت کے بعد تین بار مجھ پر درود پڑھتا ہے۔ اور کہتا ہے صلّی اللہ علیک یامحمد۔ پھر جب میرے پاس شبلی آئے تو میں نے ان سے پوچھا آپ نماز کے بعد کیا پڑھتے ہیں۔ تو انہوں نے اسی طرح بیان کیا۔[1]

دلیل نمبر ۲۹۱:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے معراج کی ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں۔ اس میں ہے "فقال الجبار یامحمد قال لبیک و سعدیک قال انه لا یبدل القول لدی کما فرضت علیک فی ام الکتاب فکل حسنةبعشر امثالها فهی خمسون فی ام لکتاب و هی خمس علیک"

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا محمد ﷺ! آپ نے کہا میں حاضر ہوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے قول میں تبدیلی نہیں ہوتی میں نے جسطرح آپ پر ام الکتاب میں (نمازیں) فرض کی ہیں تو ہر نماز دس گنا ہے لہٰذا ام الکتاب میں پچاس نمازیں ہیں اور آپ پر پانچ نمازیں (فرض) ہیں۔[2]

---

[1] (ابن قیم جوزی جلالافهام ص ۲۵۸، تبلیغی نصاب)

[2] (صحیح بخاری ص ۱۱۲۱ ج ۲)

دلیل نمبر ۲۹۲ :

امام احمد عبد الرحمٰن بن عائش کی سند کے ساتھ اس حدیث کو روایت کرتے ہیں۔اس میں ہے "**اتانی ربی عزوجل اللّیلة فی احسن صورة قال یا محمّد**" یعنی آج رات میرے پاس میرا رب عزّوجل بہترین صورت میں آیا اور فرمایا **یا محمد**۔[1]

دلیل نمبر ۲۹۳ :

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنے رب کی طرف مسلسل شفاعت کرتا رہوں گا۔اور میری شفاعت قبول کی جاتی رہے گی حتٰی کہ میں کہوں۔اے میرے رب جنھوں نے **لا الٰہ الا اللہ** کہا ہے ان کے لیے میری شفاعت قبول فرما۔اللہ تعالیٰ فرمائیگا **یا محمد** ان کی مغفرت کرانا تمھارا منصب نہیں ہے۔ان کی براہِ راست مغفرت کرنا صرف میری خصوصیت ہے۔[2]

دلیل نمبر ۲۹۴ :

امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک شاخ رکھی جس سے لوگوں کو خاموش کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی طرف وحی کی **یا محمد** اپنی امت کے سروں کو نہ توڑیں۔اس کے بعد آپ کے پاس وہ شاخ نہیں دیکھی گئی۔[3]

---

[1](مسند احمد ص ۶۶ ج۴، ترمذی ص ۴۶۶)

[2](مسند ابو یعلٰی الموصلی ص ۱۸۸ ج۳، بحوالہ شرح صحیح مسلم ص ۷۱۳ ج ۱)

[3](مصنف عبد الرزاق ص ۱۸۵ ج۳)

دلیل نمبر ۲۹۵ :

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے حضرت جبرائیل نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **یا محمد** جو شخص مجھ پر ایمان لایا ہو اور اچھی اور بری تقدیر پر ایمان نہ لایا ہو وہ میرے علاوہ کوئی اور رب تلاش کرے۔[1]

دلیل نمبر ۲۹۶ :

فقیہ اعظم محمد نور اللہ نعیمی فتاویٰ نوریہ میں لکھا ہے **"یستحب ان یقال عند السماع الاولیٰ من الشھادۃ صلّی اللہ علیک یا رسول اللہ و عند الثانیۃ منھا قرۃ عینی بک یا رسول اللہ ثم یقول اللّھم متعنی بالسمع و البصر بعد وضع الابھامین علی العینین فانہ علیہ السلام یکون قائد الہ الی الجنۃ"**[2]

دلیل نمبر ۲۹۷ :

علامہ غلام رسول سعیدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ **یا محمد** کہنا منع نہیں۔ اور اس کے بارے میں انہوں نے بہت دلائل جمع کئے ہیں۔ ان دلائل کے آخر میں لکھتے ہیں کہ میں نے اس مسئلہ میں زیادہ تفصیل اور تحقیق اس لئے کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو **یا محمد** کے ساتھ نداء کرنے کو مسلمان حرام سمجھنے سے باز رہیں اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت صحابہ کرام، تابعین عظام ، سلف صالحین اور اخیارِ امت کی اتباع کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔[3]

---

[1] (علامہ سید محمد بن محمد مرتضٰی حسینی زبیدی حنفی اتحاد السّادۃ المتقین ص ۱۵۶ ج ۹)

[2] (فتاویٰ نوریہ ص ۳۰۶ ج ۱ ، وقار الفتاویٰ ص ۳۲ ج ۲)

[3] (شرح صحیح مسلم ص ۳۲۲ ج ۱)

دلیل نمبر ۲۹۸ :

"عن عبدالله بن عباس:إنَّ للهِ ملائكةً في الأرضِ سِوى الحَفَظةِ يكتُبون ما يسقُطُ مِن وَرِقِ الشَّجرِ فإذا أصاب أحدُكم عَرْجةٌ بأرضٍ فَلاةٍ فليُنادِ أعينوا عبادَ اللهِ"

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کراماً کاتبین کے سوا اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں جو درخت سے گرنے والے پتوں کو لکھ لیتے ہیں۔ جب تم میں سے کسی شخص کو جنگل کی سرزمین میں کوئی مشکل پیش آئے۔ تو وہ یہ نداء کرے۔ اے اللہ کے بندوں! میری مدد کرو۔[1]

دلیل نمبر ۲۹۹ :

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مطالب عالیہ میں ذکر کیا ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اگر عیسٰی میری قبر پر کھڑے ہو کر "یامحمداہ" کہیں۔ تو میں ان کو ضرور جواب دونگا۔[2]

دلیل نمبر ۳۰۰ :

عہد صحابہ اور تابعین میں مسلمانوں کا یہ شعار تھا۔ کہ وہ شدائد اور ابتلاء کے وقت "یامحمداہ" کہہ کر رسول اللہ ﷺ کو نداء کرتے تھے[3]

دلیل نمبر ۳۰۱ :

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دربار رسالت ﷺ میں یوں فریاد کرتے ہیں:

یارسول کبریا فریاد ہے		یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے

---

[1] (کشف الاستار عن زوائد البزار ص ۳۴ ج ۴، الهيثمي (ت ۸۰۷)، مجمع الزوائد ۱۰/۱۳۵)

[2] (شرح صحیح مسلم ص ۸۴ ج ۷)

[3] (الکامل فی التاریخ للامام محمد بن محمد ابن اثیر جوزی ص ۲۴۶ ج ۲، البدایہ و نہایہ ص ۳۲۴ ج ۶)

سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل　　　اے میرے مشکل کشا فریاد ہے [1]

دلیل نمبر ۳۰۲ :

مہاجر مکی حاجی امداد اللہ رسول اکرم ﷺ کی زیارت کا طریقہ لکھتے ہیں۔ " آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کا سفید شفاف کپڑے اور سبز پگڑی اور منور چہرہ کے ساتھ تصور کرے اور " **الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ**" کی داہنے اور **الصلوۃ والسلام علیک یا نبی اللہ** کی بائیں اور **الصلوۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ** کی ضرب دل پر لگائے۔ [2]

دلیل نمبر ۳۰۳ :

مولوی عبد الشکور دیوبندی لکھنوی اپنی تصنیف "**علم الفقہ**" کے (ص ۱۵۹) پر لکھتے ہیں اذان سننے والے کے لئے مستحب ہے کہ پہلی مرتبہ **اشھد ان محمد رسول اللہ** سنے تو یہ بھی کہے۔ **صلّی اللہ علیک یا رسول اللہ** اور جب دوسری مرتبہ سنے تو اپنے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں کو آنکھوں پر رکھ کر کہے "**قرۃ عینی بک یا رسول اللہ اللّٰھم متعنی بالسّمع والبصر**" [3]

دلیل نمبر ۳۰۴ :

حضرت شیخ ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ نے قوت القلوب میں فرمایا کہ ابن عیینہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا ﷺ ایک دن مسجد میں تشریف لائے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی اور جب **اشھد ان محمداً رسول اللہ** کہا۔ تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انگوٹھے آنکھوں پر لگا کر پڑھا "**قُرّۃُ عینی بک یا رسول اللہ**" اور جب حضرت بلال رضی اللہ نے اذان ختم کی رسول

[1] (نالہ امداد غریب ص ۲۲، مطبع راشد کمپنی دیوبند)

[2] (ضیاء القلوب ص ۵۵، مطبع راشد کمپنی دیوبند)

[3] (جامع الرموز، کنز العباد، علم فقہ ص ۱۵۹، مطبع دار الشاعت کراچی، مصدقہ مفتی محمد شفیع عثمانی دیوبندی)

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو بکر جو کوئی یہ پڑھے جو تو نے پڑھا ہے از روئے شوق دیدار اور ایسے کرے جیسا تو نے کیا ہے تو اللہ تعالیٰ جلّ جلا لہ اس کے نئے پرانے پوشیدہ اور ظاہر گناہ خطا سب معاف فرما دیگا۔[1]

دلیل نمبر ۳۰۵ :

علماء دیوبند کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں ہم سے عہد لیا گیا کہ وعظ سے پہلے جب تک پوری توجہ اور حضور قلب کے ساتھ نہ کہہ لیں۔ یا رسول اللہ میں اجازت چاہتا ہوں۔ کہ آپکی نیابت میں کچھ بیان کروں۔ اس وقت تک وعظ نہ کہیں اور یہ اس لئے کہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور احباب یعنی علماء و اولیاء باطنی طریقہ سے ہماری امداد کریں۔ پھر ان شاء اللہ تعالیٰ ہمارے بیان میں الجھنیں یا لغزش یا رکاوٹ نہ ہو گی۔[2]

دلیل نمبر ۳۰۶ :

مولوی سرفراز خان دیوبندی **"نداء یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"** کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اگر یہ الفاظ **یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم** محبت اور عقیدت کے طور پر پیش کرتا ہے یہ بھی فی الجملہ درود شریف کے الفاظ ہیں اور فرشتے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کر دینگے تو درست اور صحیح ہے۔[3]

---

[1] (حاشیہ تفسیر جلالین ص ۳۵۷، بحوالہ البرہان ص ۴۸۲ مصنف فقیہہ عصر حضرت علامہ الحاج مفتی محمد امین صاحب فیصل آباد)

[2] (دعوۃ الحق مصنف مولانا سیّد گل بادشاہ فاضل دیوبند ص ۲۹، بحوالہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق فتویٰ از حضرت علامہ الحاج مفتی محمد آمین صاحب فیصل آباد)

[3] (سماع الموتیٰ ص ۱۰۷)

دلیل نمبر ۳۰۷:

ہمارے ہم عصر دیوبندی مسلک کے جید عالم دین۔ مفتی محمد فرید صاحب مجددی سابقہ شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک فرماتے ہیں۔ انتہائی عشق و محبت سے اگر آپ ﷺ کو حاضر اور مخاطب کی طرح سمجھ کر یارسول اللہ ﷺ سے پکارے تو یہ نہ شرک ہے نہ ایھام شرک ہے۔ بلکہ معمول و معروف ہے۔[1]

دلیل نمبر ۳۰۸:

.مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی وھابیہ خبیثیہ کارد اس انداز سے فرماتے ہیں۔ کہ وہابیہ عرب کی زبان سے بار ہا سنا گیا ہے۔ کہ **الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ۔** کو سخت منع کرتے ہیں اوراس نداااور خطاب کی وجہ سے اہل حرمین سے سخت نفرت کرتے ہیں۔ اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اور یہ کلمات ناشائستہ استعمال کرتے ہیں حالانکہ ہمارے مقدس بزرگان دین اس صورت اور جملہ صورت درود شریف کو اگر چہ بصیغۂ خطاب ونداء کیوں نہ ہوں۔ مستحب و مستحسن جانتے ہیں اور یہ اپنے متعلقین کو اسکا امر کرتے ہیں معلوم ہوا کہ درود شریف بصیغہ خطاب کو منکر بدعت کہنے والے اور استھزاء کرنے والے وہابیہ خبیثیہ ہیں۔[2]

دلیل نمبر ۳۰۹:

"ابو حنیفه عن نافع عن ابن عمر قال من السنة ان تاتی قبر النبی ﷺ من قبل القبلة یجعل ظهرک الی القبلة و استقبل القبر بو جهک ثم تقول السلام علیک ایها النبی و رحمة اللہ و بر کاتهٗ"۔

---

[1](مقالات ص ۲۰، پشتو)

[2](الشھاب الثاقب ص ٦٥)

ترجمہ: حضرت ابو حنیفہ نافع اور وہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ حضور ﷺ کی قبر انور پر قبلہ کی طرف سے آئے پیٹھ قبلہ کی طرف کرلے اور رخ قبر انور کی طرف پھر کہے سلام ہو آپ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اسکی برکت نازل ہو۔ [1]

دلیل نمبر ۳۱۰:

امام مجتہد فقیہہ اجل عبد الرحمٰن ہُذلی کوفی مسعودی فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پوتے اور اجلّہ تبع تابعین واکابر ائمہ مجتہیدین سے ہیں۔ سر پر بلند ٹوپی رکھتے ہیں جس میں لکھا تھا "محمّدیامنصور" [2]

دلیل نمبر ۳۱۱:

شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری کے فتاویٰ میں ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ عام لوگ جو سختیوں کے وقت انبیاء ومرسلین واولیاء وصالحین سے فریاد کرتے اور یارسول اللہ ،یا علی ،یا شیخ عبدالقادر جیلانی اور ان کے مثل کلمات کہتے ہیں۔ یہ جائز ہے یا نہیں اور اولیاء بعد انتقال کے بھی مدد فرماتے ہیں، یا نہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ بیشک انبیاء ومرسلین واولیاء وعلماء سے مدد مانگنی جائز ہے اور وہ بعد انتقال بھی امداد فرماتے ہیں۔ [3]

دلیل نمبر ۳۱۲:

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ کو قنسرین کی تسخیر کے لیے روانہ کیا راستہ میں دشمنوں کے پانچ ہزار لشکر سے مڈبھیڑ ہوگئی ابھی مسلمان اس پر غلبہ

---

[1](مسندامام اعظم ص ۱۰۳)

[2](انوالانتباہ ص ۱۱ ،مشارق الانوار ص ۵۹)

[3](نداءیارسول اللہ شیخ القرآن والحدیث مفتی شاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ افغانی قندھاری ص ۱۲)

بھی نہ پاسکے تھے کہ دشمن کی تازہ دم پانچ ہزار فوج کا دستہ ان کی مدد کے لئے پہنچ گیا اور مسلمان بڑی مصیبت میں پھنس گئے۔ اس وقت نہایت بیقراری میں حضرت کعب ابن ضمرہ رضی اللہ عنہ نے پکارا ،"یا محمداہ ، یامحمداہ یا نصر اللہ انزل یا معشر المسلمین اثبتوا انما ھی الساعۃ وانتم الاعلون"۔

ترجمہ: یارسول اللہ ﷺ یارسول اللہ ﷺ اے اللہ کی مدد اتر آ اے مسلمانوں کے گروہ ثابت قدم رہو۔ یہ سختی کوئی دم بھر کی ہے پھر تم ہی غالب ہوگے۔ [1]

دلیل نمبر ۳۱۳:

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی دیوبندیوں کے پیر، مرشد اپنی تصنیف گلزارِ معرفت سے نعتیہ کلام پیش کرتے ہیں:

کرکے نثار آپ پہ گھر بار یارسول اللہ (ﷺ)
اب آ پڑا ہوں آپ کے دربار یارسول اللہ (ﷺ)
عالم نہ متقی ہوں نہ زاہد نہ پارسا
ہوں امتی تمہارا گنہگار یارسول اللہ (ﷺ)
کر روئے منور سے مری آنکھوں کو نورانی
مجھے فرقت کی ظلمت سے بچاؤ یارسول اللہ (ﷺ)
اٹھا کر زلف اقدس کو ذرا چہرہ مبارک سے
مجھے دیوانہ اور مجنوں بناؤ یارسول اللہ (ﷺ)

---

[1] (فتوح الشام ص ۲۹۸)

یہ غزل چھتیس ابیات پر مشتمل ہے۔ جو کہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھی ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک (ﷺ) کے طفیل ہر مسلمان کو ان بے دینوں، خارجیوں، وھابی خبیثوں کے قول و فعل سے محفوظ رکھے اور مسلکِ اہلِ سنت وجماعت پر قائم ودائم رکھے اور اسی پر خاتمہ فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

واضح رہے کہ بزرگان دین کو تکلیف اور مصیبت کے وقت میں ندا کرنا۔ ندا حالت حیات میں ہو یا بعد از ممات حاضراً ہو یا غائباً ہر حالت میں جائز اور مباح امر ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بندوں کی حاجتیں پوری کرتے ہیں اور مشکلیں حل کرتے ہیں دور و نزدیک ہر جگہ سے مافوق الاسباب مشکل کشائی اور مدد کرتے ہیں جملہ اہل سنت والجماعت کے مقتدر علمائے کرام اور مشائخ عظام اس کے جواز کے قائل اور معتقد ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم اس کا اعلان فرما رہا ہے۔

قرآن حکیم سے ثبوت:

رب العزت فرماتا ہے فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاکَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا (البقرة ٦٠) ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا اے موسیٰ اپنے عصا کو پتھر پر مارا انہوں نے مارا تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔

تفسیر:

جب بنی اسرائیل بیابان طے کر کے رفیدیم پہنچے تو اس ریگستان میں پانی نہ تھا لوگ موسیٰ علیہ السلام سے جھگڑنے لگے کہ ہم کو پانی دو تا کہ پئیں تو موسیٰ علیہ السلام خدا سے فریاد کی کہ میں ان

[1] (گلزار معرفت تصنیف حاجی امداد اللہ مہاجر مکی)

سے کیا کہوں تواللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ میں نے تم کولوگوں کے لئے دافع البلاء بنایاہے لوگوں کے آگے جااور بنی اسرائیل کے بزرگوں کو اپنے ساتھ لے اور اپنا عصا جو دریا پر ماراتھااس چٹان پر مارتواس سے پانی نکلے گاموسی علیہ السلام نے یہ کیاتواس چٹان سے بارہ چشمے بہہ نکلے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کوبراہ راست پانی نہ دیابلکہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کوان کے دافع البلاء بنایااور موسیٰ علیہ السلام نے ان کوپیاس کی آفت سے نجات دلائی اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے بحکم الٰہی مافوق الاسباب پیاس کی آفت دور کرتے ہیں ۔

(۲) أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَى وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ (البقرۃ ۲۴۸)

ترجمہ: تمہارے پاس وہ صندوق آئے گا کہ جس میں تمہارے رب کی طرف سے تسکین اور کچھ تبرکات ہیں جن کو موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام چھوڑ گئے ہیں اس کو فرشتے اٹھالائیں گے۔

تفسیر:

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو صندوق شہادت جس کو تابوت سکینہ کہتے ہیں عطافرمایاتھا جس میں حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کے تبرکات تھے اوراللہ عزوجل کی طرف سے انہیں حکم تھا کہ جنگ میں اسے اپنے سامنے رکھیں ان تبرکات کی برکت سے فتح ہوگی۔اس آیت کی تفسیر سے معلوم ہوا کہ مقبولان خدا کے تبرکات ان کی وفات کے بعد دافع البلاء ہیں۔

(۳) وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِ الْمَوْتَى بِإِذْنِ اللَّهِ (آل عمران ۴۹)

ترجمہ: اور میں مادرزاداندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دیتاہوں (یعنی تندرست کر دیتا ہوں) خدا کے حکم سے مردوں کو بھی زندہ کر دیتاہوں۔

تفسیر:

حضرت عیسیٰ کلمۃ اللہ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دافع البلاء بنایا وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اندھے اور کوڑھی کو جو بہت بری مرض ہیں اچھا کر دیتے ہیں۔ قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا (مریم ۱۹)

ترجمہ: جبریل نے حضرت مریم علیہا السلام سے کہا کہ میں تو تمہارے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ تم کو پاکیزہ لڑکا دوں۔

تفسیر:

حضرت جبریل کو اللہ عزوجل نے مافوق الاسباب وہ طاقت عطا فرمائی ہے کہ وہ باذن اللہ بندوں کی حاجتیں پوری کرتے ہیں یعنی جبریل اللہ تعالیٰ کے حکم سے لڑکا بخشتے ہیں۔

(۵) وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَأَى بُرْهَانَ رَبِّهِ (یوسف ۲۴)

ترجمہ: اور بے شک عورت نے اس کا ارادہ کیا اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا۔"

تفسیر:

مقبولان بارگاہ ایزدی رب تعالیٰ کی براہین ہیں جس کا ذکر اس آیت مبارکہ میں ہے زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سات کوٹھڑیوں میں بند کر کے اپنی حاجت روائی کرنا چاہی یوسف علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو سامنے دیکھا کہ آپ اشارے سے منع فرما رہے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے مصر کی بند کوٹھڑیوں میں حضرت یوسف علیہ السلام کی امداد فرمائی اور ان کو ارادۂ گناہ سے بچا لیا تو اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ اللہ والے دور سے بھی مافوق الاسباب دافع البلاء اور مشکل کشاء ہیں۔

(۶) اذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَذَا فَأَلْقُوهُ عَلَى وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بَصِيرًا (یوسف ۹۳)

میرا یہ کرتا لے جاؤ اسے میرے باپ کے منہ پر ڈالو اُن کی آنکھیں کُھل جائیں گی۔"

(۷) فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبَشِيرُ أَلْقَاهُ عَلَى وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيرًا (یوسف ۹۶)

پھر جب خوشی سنانے والا آیا اس نے وہ کُرتا یعقوب کے منہ پر ڈالا اسی وقت اس کی آنکھیں پھر آئیں (روشن ہو گئیں)۔"

تفسیر:

فراق یوسف علیہ السلام میں حضرت یعقوب علیہ السلام نابینا ہو گئے تھے۔ آنکھوں سے نور جاتا رہا تھا یوسف علیہ السلام نے ان کی اس مصیبت کو اپنے پیراہن کے ذریعہ سے دور فرمایا اور ان کی مشکل کشائی کی۔

معلوم ہوا کہ بزرگان دین جس طرح چاہیں جب چاہیں اور جس چیز سے چاہیں (قمیص کوئی خاص نہیں) مافوق الاسباب امداد کر سکتے ہیں۔ **باذن اللہ۔**

سوال: بہت دفعہ پیغمبروں نے کسی کو دعا یا بد دعا دی مگر قبول نہ ہوئی پھر وہ دافع البلاء اور مشکل کشا کیسے ہوئے؟

جواب: بزرگان دین اللہ کے حکم سے مشکل کشا ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کی مرضی نہ ہو وہاں مشکل کشائی نہیں کرتے کیونکہ اسی میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہوتی ہے۔ غرض بزرگان دین باذن اللہ مشکل کشا، دافع البلاء ہیں اور یہ ہے عقیدہ حقہ۔

{مخلوقِ خدا میں سے کسی کو مشکل کشا، حاجت روا، ھادی کہنا کیسا ہے؟}

سوال: کیا مخلوقِ خدا میں سے کسی کو مشکل کشا، حاجت روا، ھادی کہہ سکتے ہیں؟ اور کیا یہ کفر و شرک نہیں ہے؟

الجواب بعون الغفار بحرمة سيد الابرار! ہاں کہہ سکتے ہیں اور کفر و شرک نہیں ہے۔ جو کوئی بھی ایسے کہنے والوں کو کافر و مشرک کہے یا وہ اپنے اکابر کو کافر اور مشرک کہتے ہیں کہ جو ان لوگوں کے فتوے سے ان کے بڑے کافر و مشرک ہیں۔ اور اگر ان کے اکابر کافر اور مشرک نہیں ہیں تو یہ کہنے والے خود کافر و مشرک ضرور ہیں! اگر یہ کہنے والے لوگ کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور اپنے اکابرین کو اپنے دل میں کافر تصوّر کرتے ہیں اور ظاہر میں ان کو کافر اور مشرک نہیں کہتے۔ تو کوئی کافر اور مشرک کہہ دے اس پر یہ کہنے والا آدمی کافر و مشرک اور منافق ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سے پھر بھی یہ لوگ کافر، مشرک خود بخود ہیں کیونکہ جس طرح مسلمان کو بلا دلیل کوئی کافر و مشرک اور منافق کہہ دے اس پر کہنے والا خود کافر و مشرک اور منافق ہوتا ہے۔ اسی طرح جو کافر، مشرک، منافق کو کوئی مشرک، کافر، منافق نہیں کہتا تو وہ خود کافر، مشرک، منافق، بے دین اور بے ایمان جہنّمی ہے۔

اب دلائل دیکھ لیجئے:

۱) سلسلہ قادریہ مجددیہ مع شجرہ نقشبندیہ و چشتیہ و صابریہ امدادیہ شائع کردہ خادم سلسلہ صوفی نظام الدین خانقاہ غفوریہ، رحیمیہ دیوبندیہ میں صفحہ ۳۸ پر ہے:

دور کر دے دل سے حجابِ جہل و غفلت میری اب!

کھول دے دل میں درِ علمِ حقیقت میرے ربّ

ہادیٔ عالم علی (رضی اللہ عنہ) مشکل کشا کے واسطے

۲) مولوی اشرف علی تھانوی کتاب تعلیم الدین میں صفحہ ۱۷۱ پر تحریر کرتے ہیں:

دور کر دے دل سے حجابِ جہل و غفلت میری اب! کھول دے دل میں درِ علمِ حقیقت میرے ربّ

ہادیٔ عالم علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مشکل کشا کے واسطے

۳) سلاسل طیبہ صدر مدرسین دیوبند حسین احمد مدنی تحریر کرتے ہیں:

دور کر دے دل سے حجابِ جہل و غفلت میری اب!

کھول دے دل میں درِ علمِ حقیقت میرے ربّ

ہادیٔ عالم علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مشکل کشا کے واسطے

۴) "تذکرہ حن" میں صفحہ ۱۴ پر مولوی مفتی محمد حسن دیوبندی تحریر کرتے ہیں:

دور کر دے دل سے حجابِ جہل و غفلت میری اب!

کھول دے دل میں درِ علمِ حقیقت میرے ربّ

ہادیٔ عالم علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مشکل کشا کے واسطے

۵) "تفسیر البخاری" تصنیف بادشاہ گل دیوبندی اکوڑہ خٹک صفحہ ۵۳ میں ہے کہ:

دور کر دے دل سے حجابِ جہل و غفلت میری اب!

ہادیٔ عالم علی (رضی اللہ عنہ) مشکل کشا کے واسطے

۶) امدادیہ کلیات میں حاجی امداد اللہ صاحب شیخ العرب والعجم اکابر علمائے دیوبند کے پیر و مرشد بھی تحریر کرتے ہیں:

اے رسولِ کبریا ﷺ فریاد ہے — یا محمدؐ مصطفی ﷺ فریاد ہے

آپ ﷺ کی الفت میں میرا دل — حال یہ ابتر ہوا فریاد ہے

سخت مشکل میں پھنسا ہوا آج کل اے میرے مشکل کشا فریاد ہے [1]

فیوضاتِ حسینی المعروف بہ تحفہ ابراہیمی (صفحہ ۳۲۳) میں مولوی حسین علی جو کہ بہت سے اکابرین علمائے دیوبند کے پیر و مرشد ہیں، ان کے متعلق غلام اللہ خان نے لکھا ہے کہ حضرت حسین علی ہمارا ایک شفیق باپ اور ایک بہت مہربان مربی بھی تھے!

فیوضات حسینی صفحہ ۱۹ میں ہے کہ حسین علی رشید احمد گنگوہی کے شاگرد بھی تھے اور ان کے مرید بھی اور خود مولوی غلام اللہ خان، ملّا طاہر پنج پیر، مولوی نصیف الدین غرغشتوی، مولوی عبد اللہ درخواستی، مولوی سرفراز خان وغیرہ بہت علمائے دیوبند کے پیر و مرشد تھے۔ اور اسی حسین علی اور اس کے شاگرد اور مرید غلام اللہ خان صاحب نے تحریر کیا ہے:

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مشکل کشا، سید الاولیاء سند الاتقیاء، زبدۃ الفقہاء، رأس العلماء، رئیس الفضلاء، مظہر فیض الرحمن پیر دستگیر حضرت مولانا محمد عثمان صاحب، پھر تحریر فرماتے ہیں:

"ایں رسالہ است در احوال جناب خواجہ مشکل کشا، سید الاولیاء مظہر فیض الرحمن پیر دستگیر حضرت مولانا محمّد عثمان صاحب (ص۲۸ سے ص۲۹ تک دیکھو)

ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرت العلوم (گوجرانوالہ) مہتمم مولوی سرفراز احمد صاحب گکھڑوی دیوبندی، مولوی رشید احمد گنگوہی نے "امداد السّلوک" میں تحریر کیا ہے کہ:

"جب مرید کو کوئی مشکل پیش آتی ہے اور مرید اس سے نجات پانے کا حاجت مند ہوتا ہے تو وہ اپنے شیخ کامل کی طرف توجہ کرتا ہے تو فوراً وہ مشکل بعونہٖ تعالیٰ حل ہو جاتی ہے۔ [2]

---

[1] (نالہ امداد غریب ص ۲۲، مطبع راشد کپنی دیوبند)

[2] (امداد السلوک، صفحہ ۹۳)

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''شمائل امدادیہ'' میں تحریر کرتے ہیں کہ:

ابراہیم رشیدی صاحب نے فرمایا کہ ایک بار مجھے ایک مشکل پیش آئی اور حل نہ ہوتی تھی۔ میں نے حطیم میں کھڑے ہو کر کہا کہ تم لوگ تین سو ساٹھ یا کم یا زیادہ اولیاء کے یہاں رہتے ہو اور تم سے کسی غریب کی مشکل حل نہیں ہوتی تو پھر تم کس مرض کی دوا ہو۔ یہ کہ کر میں نے نماز نفل پڑھنی شروع کر دی۔ میرے نماز شروع کرتے ہی ایک آدمی کالا سا آیا۔ اور وہ بھی نماز میں مصروف ہو گیا۔ اس کے آنے سے مشکل فوراً حل ہو گئی۔ [1]

مولوی اشرف علی تھانوی کتاب ''امداد الشتاق'' میں تحریر کرتے ہیں:

تم ہو اے نور محمد خاص محبوبِ خدا　　ہند میں ہو نائب حضرت محمد مصطفیٰ

تم مدد گارِ مدد امداد کو پھر خوف کیا　　عشق کی پرسن کے باتیں کانپتے ہیں دست و پا

اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا　　اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا

اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا

حضرت شاہ نور محمد صاحب دیوبندی کا ایک جولاہا مرید تھا بعد انتقال حضرت کے مزار شریف پر عرض کیا:

''حضرت میں بہت ہی پریشان ہوں اور روٹیوں کو محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمایئے''۔ حکم ہوا:

''تم کو ہمارے مزارِ اقدس سے دو آنے یا آدھا آنا روز ملا کرے گا!''[2]

---

[1] (شمائل امدادیہ ص ۸۶،۸۷)

[2] (امداد المشتاق، ص ۱۱۷، اشرف علی تھانوی)

مولوی محمود الحسن شیخ الہند نے اپنے پیر و مرشد شیخ رشید احمد گنگوہی کے موت کے بعد رشید احمد کی شان میں ایک مرشیہ تحریر کیا ہے۔ جس میں انتہائی بڑے بڑے القاب و خطابات ہیں۔ صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں:

"نظر سے ہو کے غائب دل میں تو چھپ کے بیٹھے ہیں"

اور پھر صفحہ ۷ اپر لکھتے ہیں:

حوائج دین و دنیا کے کہاں لے جائیں ہم یاربّ

گیا وہ قبلہ حاجاتِ روحانی و جسمانی

اور صفحہ ۸ پر لکھتے ہیں کہ:

خدا ان کی مربی، وہ مربی تھے خلائق کے　　　　میرے مولیٰ

میرے ہادی تھے بیشک شیخ ربّانی

اور صفحہ ۸ پر تحریر کرتے ہیں:

جدھر کو آپ مائل تھے ادھر ہی حق بھی دائر تھا

میرے قبلہ میرے کعبہ تھے حقانی سے حقانی

اور پھر صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں:

ہدایت جس نے ڈھونڈی دوسری جگہ ہوا گمراہ

وہ میزاب ہدیت تھے کہیں نصّ قرآنی

اور پھر صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں:

پھریں تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رستہ

جو رکھتے تھے اپنے سینے میں ذوقِ عرفانی

اور پھر صفحہ ۱۱ پر تحریر کرتے ہیں:

رہے منہ آپ کی جانب تو بعد ظاہری کیا ہے
ہمارے قبلہ و کعبہ ہو تم دینی و ایمانی

اور پھر صفحہ ۱۱ پر ہی لکھتے ہیں:

شہید و صالح و صدّیق ہیں حضرت باذن اللہ
حیات شیخ کا منکر ہو جو ہے اس کی نادانی

اور پھر صفحہ ۱۱ پر تحریر کرتے ہیں:

چھپائے جامۂ فانوس کیونکر شمع روشن کو
تھی اس نورِ مجسم کے کفن میں ہو یہ عریانی

بحق مقتدائے مقتدایاں!
حسن بصری امام پیشوایاں!
بحق شیف یزدان شاہ مرداں

قاسم نانوتوی بحوالہ "الشہاب الثاقب" حسین احمد صدر مدرسین دیوبند صفحہ ۵۶ اور ۵۷ میں رشید احمد گنگوہی کے اشعار اس کے تصنیف "امداد السلوک" صفحہ ۳۴ سے نقل کرتے ہیں:

بہر امداد رب نور حضرت ابد الرحیم　　　عبد باری عبد باری عصر دین مکّی ولی

اور پھر صفحہ ۵۷ شہاب الثاقب میں اشرف علی تھانوی نے بھی تحریر کیا ہے۔

بہشتی زیور میں منقول حدیث میں ہے:

"تحقیق اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں جن کو اس نے خاص کیا ہے لوگوں کی حاجتوں کو پورا کرنے کے لئے پاس اور مضطر ہوتے ہیں۔ ان کی طرف لوگ اپنی حاجتوں میں یعنی جو لوگ مجبور ہو کر ان کے پاس جاتے ہیں۔ اور حق جل شانہ نے ان حضرات کو لوگوں کی نفع رسانی کے لئے منتخب فرمالیا ہے۔ یہ لوگ حاجتوں کے پورا کرنے والے، امن پانے والے ہیں اللہ تعالی کے عذاب سے!"[1]

"واللہ تعالیٰ ورسولہ ﷺ اعلم بالصواب"

تحقیق لفظ دعا:

دُعَا۔دَعوَ یادَعوَۃٌ سے مشتق ہے۔ جس کے معنٰی پکارنا یابلانا ہے قرآن مقدس میں یہ لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ جیسے پکارنا، بلانا، دعا کرنا، پوجنا۔

قرآن شریف میں جہاں جہاں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس مقام پر ما قبل اور مابعد کو دیکھ کر جو معنٰی مناسب حال ہوں۔ وہی معنٰی مراد لیا جائے گا۔ اگر ان معانی مذکورہ بالا میں سے کسی ایک معنٰی کو خاص کر کے اسی کو ہر آیت میں مراد لیا جائے تو قرآن مقدس کا اصلی مفہوم (یعنی مقصود) فوت ہو جائے گا۔ یعنی قرآن شریف میں تعارض پیدا ہو جائے گا اور یہ محال ہے۔ اس لئے جو معنی جس مقام کے مناسب ہو گا۔ معنٰی مراد لیا جائے گا۔ فافھم۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أُخْرَاكُمْ (آل عمران ۱۵۳) اور دوسری جماعت میں ہمارے رسول تمہیں پکار رہے تھے۔"

[1] (بهشتی زیور جلد ۱، حصہ ۳، صفحہ ۱۰۳، ۱۰۴)

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (النور ٦٣) رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسانہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔"

ان جیسی تمام آیات میں (لفظ دعاء) کا معنٰی پکارنا ہی ہو گا کیونکہ ماقبل ومابعد سے یہی معنٰی مناسب ہے۔

(۱) وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (البقرۃ ۲۳) اور اللہ کے سوا اپنے سب حمائتیوں کو بلالو اگر تم سچے ہو۔"

(۲) ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (النحل ۱۲۵) اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکّی تدبیر اور اچھی نصیحت سے۔"

ان جیسی آیات میں لفظِ دعا کے معنٰی بلانے کے ہیں کیونکہ دوسرے معنٰی نہیں بن سکتے۔

(۱) إِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ الدُّعَاءِ (ابراھیم ۳۹) بے شک میرا رب دعا سننے والا ہے۔"

(۲) رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ (ابراھیم ۴۰) اے ہمارے رب اور میری دعا سن لے۔"

ان جیسی تمام آیات میں دعا کے معنی دعا مانگنا ہیں۔ دیگر معنی محال ہیں ۔

(۱) إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ (الاعراف ۱۹۴) بے شک وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری طرح بندے ہیں۔"

(۲) وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا (الجن ۱۸) اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو۔"

ان جیسی تمام آیات کہ جن میں اللہ تعالیٰ کے سوا غیر کو دعا کرنا شرک و کفر قرار دیا گیا ہے یا اس پر زجر کیا گیا ہے۔ان سب میں دعا کے معنی عبادت (یعنی پوجنا مراد ہے۔) قرآن کریم میں دوسری جگہ اس مضمون کی بخوبی وضاحت رب تعالیٰ نے خود فرمائی ہے۔

(۱) هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (غافر ٦٥) وہی زندہ ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں تو اُسے پوجو نرے اُسی کے بندے ہو کر سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہان کا رب۔"

(۲) قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ (غافر ٦٦) تم فرماؤ میں منع کیا گیا ہوں کہ انہیں پوجوں جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو۔"

ان آیات میں لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ نے اور أَعْبُدَ نے صاف ظاہر کر دیا کہ یہاں دعا سے مراد غیر اللہ کی عبادت کرنا (یعنی پوجنا مراد ہے۔) نہ کہ پکارنا۔ تو معلوم ہوا کہ خدا کے سوا غیر کو پوجنا شرک ہے۔ ان آیات نے ان تمام آیات کی شرح کر دی۔ جہاں غیر اللہ کی دعا کو شرک فرمایا گیا ہے اور بتا دیا کہ وہاں دعا سے مراد عبادت کرنا پوجنا مراد ہے۔ اگر غیر اللہ کو پکارنا شرک ہوتا تو جن آیتوں میں پکارنے کا حکم دیا گیا ہے ان سے ان آیات کا تعارض ہو جاتا ہے اور قرآن کریم میں تعارض محال ہے۔ اس لئے محققین علماء ممانعت کی آیتوں میں دعا کے معنٰی عبادت کرتے ہیں۔

لفظ دعا کے دو معنی ہیں۔ (۱) لغوی۔ (۲) اصطلاحی۔

لغوی معنی پکارنا اور اصطلاحی معنٰی عبادت ہیں۔

قرآن کریم میں جہاں دعا کی اجازت ہے۔ وہاں لغوی معنی پکارنا مراد ہیں اور جہاں غیر اللہ کی دعا سے ممانعت ہے۔ وہاں اصطلاحی معنی عبادت (پوجنا) مراد ہے۔

مثلاً صلوٰۃ کے لغوی معنی دعاہیں۔اوراصطلاحی معنی نماز۔

قرآن کریم میں وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ (البقرة۴۳) میں صلوۃ سے مراد نماز ہے۔ صَلُّوا عَلَيْهِ میں صلوۃ سے مراد دعا ہے۔ قرآن کریم میں جہاں بھی صلوۃ کالفظ آیا ہے۔اگر وہاں صرف لغوی معنی پکارنالیا جائے تو اسلام کاایک عظیم رکن فوت ہو جائے گا۔یعنی نماز۔پھر تو ہر شخص یہی کہے گا۔ صلوۃ کا معنی پکارنا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کو صرف پکارواور کوئی خاص ترکیب کی عبادت مراد نہیں اور یہ محال ہے۔

تولامحالہ ممانعت کی آیتوں میں عبادت (پوجنا) مراد لیا جائے گا۔یعنی کسی کو خدا سمجھ کر نہ پکارو۔اللہ رب العزت فرماتا ہے:

وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ (المؤمنون ۱۱۷)

اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے خدا کو پوجے جس کی اس کے پاس کوئی سند نہیں تو اس کا حساب اس کے رب کے یہاں ہے۔"

اس آیت مقدس سے صاف ظاہر ہوا کہ پکارنے سے، خدا سمجھ کر پکارنا مراد ہے اوراللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کو مظہر عون الٰہی سمجھ کر پکارنا مستحسن ہے۔ قرآن حکیم شاہد عدل ہے۔ کماسبق۔

تحقیق مقام

رب تعالیٰ نے مردہ، زندہ، غائب، حاضر، دور، نزدیک کسی قسم کاقید نہیں لگایا کہ ان شرائط کے ماتحت تم پکار سکتے ہو بلکہ اللہ تعالیٰ نے عام اجازت عطا فرمائی ہے۔ مردہ، زندہ، غائب، حاضر، دور، نزدیک، مافوق الاسباب سنانے کے لئے ہر طرح پکار سکتے ہو۔ہاں معبود سمجھ کر نہ پکارو۔ یہ شرک ہے۔ اگر محض پکارنا ہی شرک قرار دیا جائے تو اپنے گھر سے قید لگا کر حاضر، غائب وغیرہ کاسوال

پیدا کیا جائے تو بالکل باطل ہے۔ اس لئے کہ قرآن کریم نے کہیں بھی قید نہیں لگائی اور ممانعت کی آیتوں میں دعا سے مراد عبادت ہے اور اگر دور، غائب مردوں کو پکارنا شرک قرار دیا جائے تو معاذاللہ سب بزرگان دین مشرک ہو جائیں گے۔

مثلاً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ سے پکارا حالانکہ وہ نہاوند میں تھے اور نہاوند مدینہ منورہ سے ۱۵۰۰ فرسخ دور تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ بنایا اور تمام مخلوق کو پکارا۔ آپ علیہ السلام کی آواز تمام دورونزدیک لوگوں کو سنائی دی اور قیامت تک تمام پیدا ہونے والوں کی روحوں نے آپ علیہ السلام کی آواز کو سنا۔ قرآن پاک شاہد ہے اور ہم حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو پنجگانہ نماز میں پکارتے ہیں۔

السلام علیک ایھاالنبی۔ اگر یہ شرک قرار دیا جائے تو ہر نمازی نماز ختم ہونے سے قبل خارج از اسلام ہو جائے۔

آج کل سائنس کا دوردورہ ہے۔ ہم تمام دور کے لوگوں کو انٹرنیٹ کے ذریعے (آواز و تصویر وویڈیو) پکارتے ہیں اور لوگ ایسے باتیں کرتے ہیں جیسے آمنے سامنے بیٹھ کر ایک دوسرے کو دیکھ کر باتیں کرتے ہیں۔ اگر یہ سوال پیدا کیا جائے کہ جدید موبائل فون میں بجلی کی طاقت ایک سبب ہے اور اس سبب کے ماتحت اسے سننا اور دیکھنا شرک نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبوت اور ولایت کے نور کی طاقت ایک سبب ہے۔ لہذا یہ بھی شرک نہیں اور اگر مردوں کو پکارنا شرک ہو تو ہم حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو نماز میں پکارتے ہیں اور قبرستان میں یوں سلام کرتے ہیں۔

السلام علیکم دار قوم مؤمنین۔[1]

---

[1](عارضۃ الاحوذی لابن العربی ج۵ ص ۳۵۶، صحیح ابن حبان رقم ۳۱۷۱)

نیز حضرت صالح علیہ السلام نے اور حضرت شعیب علیہ السلام نے ہلاکت کے بعد قوم کو پکارا۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ (۷۸) فَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يَاقَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلَكِنْ لَا تُحِبُّونَ النَّاصِحِينَ (الاعراف ۷۹)

تو اُنہیں زلزلہ نے آلیا تو صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے رہ گئے تو صالح نے ان سے منہ پھیرا اور کہا اے میری قوم بے شک میں نے تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچادی اور تمہارا بھلا چاہا مگر تم خیر خواہوں کے غرضی (پسند کرنے والے) ہی نہیں۔"

حضرت شعیب علیہ السلام کا واقعہ رب تعالیٰ ذکر فرماتا ہے:

فَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يَاقَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَكَيْفَ آسَى عَلَى قَوْمٍ كَافِرِينَ (الاعراف ۹۳)

تو شعیب نے ان سے منہ پھیرا اور کہا اے میری قوم میں تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچا چکا اور تمہارے بھلے کو نصیحت کی تو کیوں کر غم کروں کافروں کا۔"

تفسیر:

ان آیات سے واضح ہوا کہ ان دونوں جلیل القدر پیغمبروں نے قوم کی ہلاکت کے بعد ان سے کلام کیا۔ خود سرورِ کائنات ﷺ نے یوم بدر کفار سے جو جنگ میں ہلاک ہو گئے۔ پکار کر کلام کیا اور حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرض کرنے پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم ان مردوں سے زیادہ نہیں سنتے تو اگر مردوں کو پکارنا شرک ہوتا تو یہ جلیل القدر رسول سب مرتکب شرک تھے تو لا محالہ یہی کہنا پڑے گا۔ مردوں کو پکارنا کوئی شرک نہیں اور حاجت روائی کے لئے پکارنا جائز و مستحسن ہے۔

ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں کہ بزرگان دین دافع البلاء اور مشکل کشاہیں اور دور سے سن سکتے ہیں اور دور سے سن سکتے ہیں خواہ نور نبوت سے ہوں یا نور ولایت سے۔ جیسا کہ مسئلہ حاضر وناظر میں بیان کیا گیاہے۔ قرآن پاک شاہد ہے کہ بزرگان دین وفات کے بعد سنتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں اور خاص خاص کو محسوس بھی ہوتا ہے۔رب العزت فرماتا ہے۔

وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ آلِهَةً يُعْبَدُونَ (الزخرف ۴۵) اور ان سے پوچھو جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے کیا ہم نے رحمٰن کے سوا کچھ اور خدا ٹھہرائے جن کو پوجا ہو۔"

نتیجہ:

حضور ﷺ کے عہد مبارک میں انبیاء علیہم السلام وفات پاچکے تھے لیکن اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

"کہ اے حبیب ﷺ! ان سے پوچھ لو کہ کیا خدا کے سوا کوئی اور معبود ہے۔" پوچھا اس سے جاتا ہے۔ جو سن سکتا ہو اور جواب بھی دے سکتا ہو۔ اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اللہ والے بعد از وفات سنتے اور بولتے ہیں۔ شب اسریٰ ان متوفی رسولوں (علیہم السلام) نے حضور ﷺ کے ساتھ نماز میں شمولیت کی اور حجۃ الوداع میں حضور ﷺ کے ساتھ حج بھی کیا۔

صریح احادیث اس مسئلہ پر دال ہیں۔

نیز قرآن پاک شاہد ہے کہ بزرگانِ دین بعد از وفات زندوں کی مدد کرتے ہیں ۔رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ (آل عمران ۸۱)

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔"

تفسیر:

رب تعالیٰ نے روزِ میثاق انبیائے کرام علیہم السلام سے دو عہد لئے۔

ا۔ کہ جب حبیب اللہ ﷺ تشریف لائیں تو ان پر ایمان لانا۔

۲۔ ان کی مدد کرنا۔

جب حضور ﷺ تشریف لائے تو ان پیغمبران عظام علیہم السلام میں سے کوئی بھی ظاہراً موجود نہ تھا جو آپ ﷺ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی مدد کرے تو معلوم ہوا کہ اس ایمان اور امداد سے روحانی امداد مراد ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ تشریف لائے تو تمام انبیاء علیہم السلام روحانی ایمان لائے اور روحانی امداد کی۔ شب اسریٰ سب انبیاء علیہم السلام نے بیت المقدس میں آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی اور حجۃ الوداع بھی آپ ﷺ کی شمولیت میں ادا کیا۔

موسیٰ علیہ السلام نے ہماری امداد کی۔ پچاس سے پانچ نمازیں کرادیں۔ یہ ہے روحانی ایمان اور روحانی امداد اور اب بھی وقتاً فوقتاً امداد کرتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس عہد کے پورا کرنے کے لئے اخیر وقت میں ظاہراً تشریف لائیں گے تو اگر روحانی امداد تسلیم نہ کی جائے تو یہ عہد روحانی جو کہ انبیاء علیہم السلام سے لیا گیا ہے۔ لغو قرار پائے گا اور یہ محال ہے۔

خلاصہ:

۱۔اس تحقیق سے ثابت وروشن ہوا کہ جہاں قرآن کریم میں دعاکے بعد دشمن خدا کا ذکر ہو یا دعاپررب تعالیٰ کی ناراضگی کااظہار ہویادعاکافاعل کافرہویادعاکرنےوالوں کواللہ تعالیٰ نے مشرک ،کافریاگمراہ فرمایاہوتووہاں دعاسے مرادعبادت،پوجنامرادہو گانہ کہ محض بلانا،پکارنا۔

۲۔جہاں قرآن کریم میں یہ ذکرہے کہ مردے نہیں سنتے یاآپ ان کونہیں سناسکتے تووہاں دل کے مردے، دل کے اندھے، بہرے مراد ہوں گے کیونکہ اگروہاں اندھے بہرے مردے سے یہی مردےوغیرہ مرادلئے جائیں توقرآن کریم میں تعارض پیدا ہوجائے گااوریہ محال ہے۔ **کماسبق۔**

نتیجہ:

بالاتفاق جملہ اہل الاسلام بزرگانِ دین سنتے،دیکھتےاورمافوق الاسباب روحانی امدادکرتےہیں۔

کماقال مولانارومی رحمہ اللہ تعالیٰ:

اولیاءراہست قدرت ازالہ — تیر جستہ باز گرداندزراہ

احادیث سے ثبوت:

علامہ حصن حصین رحمہ اللہ تعالیٰ بسند صحیح حدیث شریف نقل فرماتے ہیں جب کسی کی کوئی چیز گم ہوجائے یاکوئی تکلیف اور مصیبت پیش آئے تووہ ان الفاظ سے نداکرے۔

۱۔**"یاعباداللہ اعینونی""یاعباداللہ اعینونی""یاعباداللہ اعینونی"** میری مدد کرواے اللہ کے بندو!۔[1]

[1](نزل الابرار ص ۳۳۵،المولوی وحیدالزمان غیر مقلد،تسکین الصدور ص ۳۳۴،اثبات الاغراض ص ۶۵ (مولوی شیخ القرآن شائستہ گل رحمہ اللہ تعالیٰ، سماع البعید ص ۱۰۹ ،روح البیان ص ۱۰۱۷ ج ۲،سُنن الہدٰی ص ۴۶۴)

۲۔اور علامہ حصن حصین رحمہ اللہ تعالیٰ بسند صحیح دوسری حدیث شریف نقل فرماتے ہیں:

من كانت له ضرورة فليتوضأفيحسن وضوئه وصلى ركعتين ثم يدعوا۔ یعنی جب کسی کو ضرورت پیش آئے تو پس وضو کرے اور اچھا وضو کرے یعنی وضو کے ہر فرض سنت وغیرہ کو احتیاط سے پورا کر دے اور پھر اس وضو سے دو رکعت نماز حضورِ قلب سے ادا کرے۔ پھر یہ دعا پڑھے:

اللّٰهمّ إنّي أسألُک وأتوجّهُ إليک بنبيّک محمّدٍ نبيِ الرّحمةِ يا محمّدُ إنّي أتوجّهُ بِک إلى ربّي في حاجَتي هذِه لتُقضى لي اللّٰهم فشفِّعْهُ فيَّ۔ [1]

ترجمہ: اے اللہ تعالیٰ میں تیرے دربارِ اقدس میں عاجزی پیش کرتا ہوں اور متوجہ ہوتا ہوں تیری طرف تیرے حبیب ﷺ کے وسیلے سے جو کہ مجسم رحمت ہے۔ **یا محمد** ﷺ میں تیرے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کے دربار اقدس میں اپنی اس حاجت کے پورا کرنے کے لیے پیش ہوتا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ میری حاجت کو پورا فرمائے۔ اے اللہ اس میں حضور ﷺ کی شفاعت میرے لئے منظور فرما۔

حدیث (۱) میں لفظ **یا عباد اللہ** تین مرتبہ تکرار ہے اور وہ بھی غائب بندوں کو مخاطب کرتے ہوئے **من حیث المکان** اور زمان۔ اور حدیث (۲) میں لفظ **یا محمد** ﷺ کے ساتھ نفس مسئلہ نداء غیر اللہ کو اچھی طرح روشن۔ صحیح ثابت اور متحقق قرار دیتا ہے۔

۲۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور اقدس سرورِ کائنات ﷺ کے دارِ فناء سے تشریف لے جانے کے بعد بھی اس مطہرہ دعاء کو ہماری بصارت چشم کے لئے ظاہر فرمادیا تو **معاذاللہ**

---

[1] تحفة الذاكرين ٢٣٠ إسناده صحيح۔ الترمذي (ت ٢٧٩)، سنن الترمذي ٣٥٧٨، البيهقي (ت ٤٥٨)، دلائل النبوة ٦/١٦٦۔

اگر بعد وصال حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم **یامحمد** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہنا حرام و شرک ہوتا تو جلیل القدر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس عمل کو کیوں جاری فرماتے۔

۳۔علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب شفاء میں نقل فرماتے ہیں۔**ان عبداللہ ابن عمر خدرت رجلہ فقیل لہ اذکر احب الناس الیک یزل عنک فصاح یامحمداہ۔** (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

ترجمہ: تحقیق حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاؤں میں موچ آگئی ۔ ان سے کہا گیا کہ جو تم کو تمام انسانوں سے زیادہ محبوب ہو۔اس کو یاد کرو تو تمہاری تکلیف جاتی رہے گی۔ پس انہوں نے بلند آواز سے کہا۔**یامحمداہ۔** (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضراتِ اہل بیت کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی قبور سے "**یا**" کے ساتھ نداء فرمایا جس کو ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے۔

ارشاد فرماتے ہیں:

یااھل بیت رسول اللہ حبکم فرض من اللہ فی القرآن انزلہ کفاکم من عظیم القدر انکم من لم یصل علیکم لاصلوۃ لہ۔

ترجمہ: کہ اے اہل بیت رسول اللہ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)!کہ تمہاری محبت فرض ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کو اس نے قرآن شریف میں نازل کیا تمہاری عظمت وشان کے لئے یہ بات کافی ہے کہ جس نے تم پر قصداً درود شریف نہ پڑھا اس کی نماز نہیں ہوئی۔

حضرت نابغہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشہور شعر کتاب الاستیعاب میں موجود ہے جس میں صاف اور صریح طور پر مزار اقدس سے ندا ہے۔

فیاقبر النبي وصاحبیه ألا یاغوثنا لو تسمعونا[1]

[1] الاستیعاب في معرفة الأصحاب ج ۱ ص ۴۷۹۔

صاحب مواہب سیدی علی ابن وفاء کے شعر نقل فرماتے ہیں ۔

الایاصاحب الوجہ الجمیل　　سئلتک مابقیت وانت روحی

ترجمہ: اے روشن چہرے والے میں آپ سے مانگتا رہوں گا جب تک زندہ رہوں گا آپ میری روح ہیں۔

علامہ بوصیری صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ قصیدہ بردہ شریف میں ارشاد فرماتے ہیں:

یااکرم الخلق مالی من الوذبہ　　سواک عند حلول الحادث العمم

ترجمہ: اے تمام مخلوق سے بزرگ تر مصیبت اور حوادث کے اترنے کے وقت آپ کی ذات اقدس کے سوا کون ہے کہ جس سے میں پناہ لوں۔

علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے قصیدہ طیب النغم میں ارشاد فرماتے ہیں:

وصل علیک اللہ یاخیر خلقہ　　ویاخیر معمول ویاخیر واھب

ویاخیر من یرجی لکشف ذریۃ　　ومن جودہ قدفاق من جود مصائب

ترجمہ: خدا آپ پر رحمتیں نازل فرمائے اس کی مخلوق میں سب سے بہتر اور اس سے بہتر تمام امیدواروں سے اور اے بہتر ان لوگوں سے کہ جن سے مصیبت دور کرنے کی امید کی جاتی ہے اور اے وہ جن کا جود بارش کے جود سے فوقیت لے گیا۔

علاوہ ازین اور بھی متعدد احادیث اور اقوالِ بزرگانِ دین اس مسئلہ کے جواز پر دال ہیں لیکن بوجہ اختصار ترک کرتا ہوں۔ مذکورہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہو گیا کہ نداء غیر اللہ جائز اور مباح مندوب عمل ہے اور حضور اکرم ﷺ اور اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو تکلیف اور مصیبت کی حالت میں پکارنا شرعی حکم سے ثابت ہے لہذا غیر اللہ کی نداء سے انکار کرنا قرآن

واحادیث اوربزرگانِ دین کے اقوال سے انکار کرنا ہے لہذاایسا آدمی اسلام کے دائرے سے باہر ہے اور پکاوہابی ہے۔[1]

عقائد کامسئلہ ہے کہ معجزات اور کرامات عالم دنیاوبرزخ دونوں کے ساتھ متعلق ہیں مخصوص بحیات دنیانہیں۔ ابو شکور سالمی رحمہ اللہ تعالیٰ ص ۸۴ میں ہے۔وفي "عمدة الاعتقاد" : للنسفي كل مؤمن بعد موته مؤمن حقيقة كما في حال نومه وكذا الرسل والأنبياء عليهم السلام بعد وفاتهم رسل والأنبياء حقيقة لأن المتصف بالنبوة والإيمان الروح وهو لا يتغير بالموت انتهى۔[2]

واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب

حررہ:

العبد الفقیر السید احمد علی شاہ ترمذی حنفی سیفی

حال فقیر کالونی اورنگی ٹاؤن

جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

---

[1] الدولۃالمدنیۃبالمادہ الغیبیۃص ۲۵۴۔

[2] روح البیان تحت الایۃالانبیاء ۳۵۔ھکذافی شواھدالحق، تقابل تفاسیر ایاک نستعین۔ص ۵۔